متّی ـــ مرقس

وِلیم میکڈونلڈ

تفسیر الکتاب

کلامِ الٰہی کی عام فہم اور آیت بہ آیت تشریح

جلد اوّل

(متّی ——— مرقس)

—— از ——

ولیم میکڈونلڈ

—— مترجم ——

جیکب سموئیل ایم۔اے، بی۔ایڈ

—— ناشر:۔ ——

مسیحی اشاعت خانہ

۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور

پیش لفظ

مسیحی عُلمائے کرام نے بائبل مُقدّس کی مُتعدد تفسیریں رقم فرمائی ہیں تاکہ بائبل کے طالب علم اور بالخصوص ایسے طلبا جو بائبل کی اصل زبانوں یعنی عبرانی اور یونانی سے ناآشنا ہیں اُسے بخوبی سمجھ سکیں۔ زیرِ نظر کتاب اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ لیکن جو بات اِس تفسیر کو دیگر تفاسیر سے ممتاز بناتی ہے یہ ہے کہ اِسے آسان اور سادہ اور غیر فنی زبان میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مُصنّف نے مُشکل بیانات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اِس کے برعکس اُس نے نہ صرف اُن پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے بلکہ دیگر عُلما کی اختلافی تشریح کو بھی شامل کیا ہے۔

مُصنّف نے ہر کتاب کی تشریح سے پیشتر اُس کا پس منظر بھی بیان کیا ہے اور پھر کُل کتاب کو موضُوعات کے لحاظ سے تقسیم کرکے سطر بہ سطر اِس کی تفسیر کی ہے جس سے ایک قاری کو متن سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

بے شک بائبل کے ہر ایک مُفسّر کا اپنا مخصُوص زاویۂ نگاہ اور اندازِ بیان ہوتا ہے۔ لہٰذا حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ بعض اوقات جب بائبل کا طالب علم کسی آیت کی تشریح کو اپنے زاویۂ نگاہ سے مُختلف پاتا ہے تو شش و پنج میں پڑ جاتا ہے ۔ ایسے موقع پر قاری کو خود فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اُس کے اپنے مخصُوص حالات میں پاک متن کا کیا مطلب ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اِس تفسیر کی اشاعت سے اُردو خواں مسیحیوں کو بڑی مدد ملے گی اور وُہ کتابِ مُقدّس کو اور بھی بہتر طور پر سمجھنے کے قابل بن جائیں گے۔

— ناشرین —

مصنّف کا دیباچہ

"تفسیرُ الکتاب" پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک عام مسیحی خُدا کے کلام کا سنجیدہ طالبِ علم بن جائے۔ لیکن کوئی تفسیر بھی بائبل مُقدّس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ تفسیر عام فہم انداز میں پاک متن کی سادہ تشریح پیش کر دے اور پھر مزید گہرے مُطالعہ کے لئے قاری کو پاک صحائف کی طرف واپس بھیج دے۔

یہ تفسیر سادہ اور غیر تکنیکی زُبان میں لکھی گئی ہے۔ یہ دعویٰ نہیں کہ یہ ایک عالمانہ کاوش ہے جس میں علمِ الٰہیات کے دقیق نکات پر بحث کی گئی ہے۔ بہت سے ایماندار پُرانے اور نئے عہدنامہ کی اصل زبانوں سے واقفیّت نہیں رکھتے۔ لیکن اِس وجہ سے اُنہیں خُدا کے کلام کے عملی فوائد سے محرُوم رہنے کی ضرُورت نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ صحائف کے باقاعدہ اور ترتیب وار مُطالعہ سے ہر مسیحی ایک ایسا شخص بن سکتا ہے "جس کو شرمندہ ہونا نہ پڑے اور جو حق کے کلام کو درستی سے کام میں لاتا ہو" (۲۔تیمتھیُس ۲: ۱۵)۔

تبصرہ مُختصر اور مُجمل ہے مگر ضرُوری اور اہم نکات کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ کسی بھی حِصّے کو سمجھنے کے لئے قاری کو طویل عبارتوں سے گزُرنا نہیں پڑتا۔ آج کے تیز رفتار زمانے کا تقاضا ہے کہ سچّائی کو اِختصار کے ساتھ پیش کیا جائے۔ تو بھی مُشکل حِصّوں سے پہلُو تہی نہیں کی گئی۔ مُتبادل تشریحات بھی درج کی گئی ہیں اور یہ فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ کون سی تشریح سیاق وسباق کے ساتھ زیادہ مُوافقت رکھتی ہے۔

بائبل مُقدّس کا صِرف عِلم حاصل کر لینا ہی کافی نہیں۔ ضرُور ہے کہ پاک کلام کا زندگی پر عملی اطلاق کیا جائے۔ چنانچہ اِس تفسیر میں یہ مشورے بھی دِئے گئے ہیں کہ خُدا کے لوگوں کی زِندگیوں میں پاک صحائف کیسے کارآمد ہو سکتے ہیں۔

اگر اِس تفسیر کے مُطالعہ ہی کو مقصد بنا لیا گیا تو یہ کتاب مُعاون ثابت ہونے کی بجائے ایک پھندا یا جال ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اِس کتاب کے باعث پاک صحائف کے شخصی مُطالعہ کی تحریک مِل جائے اور خُداوند کے آئین واحکام کی تعمیل کے لئے آمادگی پیدا ہو جائے تو اِس کا مقصد پُورا ہو جائے گا۔

میری دُعا ہے کہ رُوحُ القُدس جس نے بائبل مُقدّس کا اِلہام عطا کیا قاری کے دِل و دِماغ کو روشن کرے، تاکہ وُہ کلامِ پاک کے وسیلے سے خُدا کا عِرفان حاصِل کرے۔ آمین۔

نئے عہدنامہ کا تعارُف

"نئے عہدنامہ کی کُتب تواریخی بھی ہیں اور رُوحانی بھی۔ مگر اِن کی قدر و قیمت اِن کی تعداد اور طوالت سے کہیں زیادہ ہے اور تاریخ اور زِندگی پر اِن کے اثرات کا تو اندازہ لگانا بھی مُمکن نہیں۔ جو دِن عدن میں طلُوع ہُوا تھا وُہ اب اپنے نُقطۂ عرُوج کو پہنچا ہے۔ پُرانے عہدنامہ کی نبُوّت کا مسیح نئے عہدنامہ میں تاریخ کا مسیح بن گیا ہے۔ خطُوط میں وُہ تجربہ کا مسیح اور مُکاشفہ میں جلال کا مسیح بن جاتا ہے"۔

ڈبلیو۔ گراہم۔ سکروگی

۱۔ نئے عہدنامہ کی وجہِ تسمیہ

نئے عہدنامہ کی گہرائیوں میں اُترنے سے پہلے، بلکہ اِس کی کسی خاص کتاب کے محدُود علاقے کے تفصیلی مُطالعہ سے بھی پہلے بہتر اور مفید ہوگا کہ اِس مُقدّس کتاب کے بارے میں عام حقائق کا ایک مُختصر خاکہ پیش کر دیا جائے۔

"عہد" یُونانی لفظ diatheke کا ترجمہ ہے۔ بائبل مُقدّس کے دو حِصّوں کو پُرانا عہدنامہ اور نیا عہدنامہ یا عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کہنا عین مُناسب ہے کیونکہ یہ کتاب خُدا اور اُس کی اُمّت کے درمیان ایک "معاہدہ"، ایک "اتحاد" یا "عہد" کی قانُونی حیثیت رکھتی ہے۔

دونوں عہدنامے خُدا کے اِلہام سے تحریر ہُوئے، اِس لئے مسیحیوں کے لئے دونوں ہی یکساں طور پر فائدہ مند ہیں۔ لیکن مسیح پر ایمان رکھنے والا شخص فِطری طور پر بائبل مُقدّس کے اُس حِصّے کی طرف زیادہ رجُوع کرے گا جو خاص طور پر اُس کے خُداوند اور خُداوند کی کلیسیا کا بیان کرتا اور یہ بتاتا ہے کہ اُس کے شاگرد کو کس طرح زِندگی بسر کرنی چاہئے۔

اوگسطین نے پُرانے عہدنامہ اور نئے عہدنامہ کے باہمی تعلق کو بہت عُمدگی سے یُوں بیان کیا ہے:

نیا پُرانے میں پوشیدہ ہے۔ پُرانا نئے میں آشکارا ہے۔

۲- نئے عہدنامہ کی فہرستِ مُسلّمہ

کلیسیائی حلقوں میں جب لفظ فہرستِ مُسلّمہ' استعمال کئے جاتے ہیں تو دراصل یُونانی لفظ kanon کے مفہوم میں استعمال کئے جاتے ہیں، جس کا مطلب ہے وہ "قاعدہ" یا "قانون" جس کے مُطابق کسی چیز کی قدر و قیمت یا معیار کا تعین کیا جاتا ہے۔ نئے عہدنامہ کی فہرستِ مُسلّمہ الہامی کتابوں کا مجموعہ ہے۔ ہمیں کس طرح علم ہُوا کہ صِرف یہی کتابیں اِس فہرست میں ہونی چاہئیں؟ بدعتی تحریریں بھی تو ابتدائی دَور ہی سے مَوجُود تھیں۔ چنانچہ ہمیں کیسے یقین ہُوا کہ یہی کتابیں دُرست ہیں؟

اکثر کہا جاتا ہے کہ ایک کلیسیائی کونسل نے چوتھی صدی کے اواخر میں ایک فہرستِ مُسلّمہ یعنی مُستند کتابوں کی فہرست مرتب کی۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کتابیں جب لکھی گئیں اُسی وقت "مُستند" تھیں۔ خُدا پرست اور رُوح اِمتیاز رکھنے والے شاگرد شرُوع ہی سے اِلہامی صحائف کو تسلیم کرتے آئے ہیں جیسے کہ پطرس نے پَولُس کی تحریروں کو تسلیم کیا ہے (۲-پطرس ۳: ۱۵-۱۶)۔ البتہ چند ایک کتابوں کے بارے میں (مثلاً یہُوداہ کا خط، یُوحنّا کا دُوسرا اور تیسرا خط) بعض کلیسیاؤں میں کچھ عرصہ تک اِختلافِ رائے موجُود رہا۔

عام طور سے اگر کتاب کسی شاگرد مثلاً متّی، پطرس، یُوحنّا یا پَولُس کی تصنیف ہوتی، یا رسُولی حلقے میں سے کسی کی مثلاً مرقس یا لُوقا کی تو اُس کے مُستند ہونے پر کوئی شک نہیں ہوتا تھا۔

جس کونسل نے موجُودہ کتابوں کو مُستند قرار دیا، دراصل اُس نے اُن کتابوں کی تصدیق کی جو برسوں سے مسلّمہ چلی آ رہی تھیں۔ کونسل نے کتابوں کی کوئی اِلہامی فہرست نہیں، بلکہ الہامی کتابوں کی فہرست مُرتب کی تھی۔

۳- مُصنّف

نئے عہدنامہ کا اِلٰہی مُصنّف رُوح القدُس ہے۔ اُس نے متّی، مرقس، لُوقا، یُوحنّا، پَولُس، یعقوب، پطرس، یہُوداہ اور عِبرانیوں کے گُمنام مُصنّف (عِبرانیوں کا تعارُف ملاحظہ کریں) کو لِکھنے کی تحریک دی۔ نئے عہدنامہ کی اِن کتابوں کے معرضِ وجُود میں آنے کے سُوال کو صحیح اور عُمدہ طور سے سمجھنے کے لئے بہترین جواب یہی ہے کہ "دو مُصنّفین" ہیں۔

نیا عہدنامہ جزوی طور پر اِنسانی اور جزوی طور پر اِلٰہی کتاب نہیں، بلکہ بہ یک وقت کُلی طور پر اِنسانی اور کُلی طور پر الٰہی تصنیف ہے۔ الٰہی عُنصر نے اِنسانی عُنصر کو غلطی کرنے سے بچائے رکھا اور نتیجہ ایک بے نقص اور ہر قسم کی غلطی سے پاک قلمی نُسخہ تھا۔

تحریری کلام کی ایک مُفید اور مددگار مثال زِندہ کلام یعنی ہمارا خُداوند یسوع مسیح ہے۔ وُہ جُزوی طور پر بشر اور جُزوی طور پر خُدا نہیں ہے (جیسے یُونانی/ ہندو دیوتا ہوتے ہیں) بلکہ بہ یک وقت کُلی طور پر بشر اور کُلی طور پر خُدا ہے۔ اِلٰہی ذات نے بشری ذات کے لئے غلطی یا گُناہ کرنا ناممکن بنا دیا۔

۴۔ تارِیخِ تصنیف

پُرانے عہدنامہ کی تکمیل میں تقریباً ایک ہزار سال (تقریباً ۱۴۰۰ — ۴۰۰ ق م) لگ گئے۔ اِس کے برعکس نیا عہدنامہ صِرف نِصف صدی (تقریباً ۵۰ — ۱۰۰ء) میں مکمّل ہوگیا۔

نئے عہدنامہ میں کتابوں کی موجُودہ ترتیب ہر زمانے کی کلیسیا کے لئے موزُوں ہے۔ اِس کا آغاز مسیح کی زندگی کے بیان سے ہوتا ہے۔ پھر کلیسیا کی اِبتدا اور اِرتقا کا بیان ہے۔ اِس کے بعد کلیسیا کے لئے ہدایات ہیں اور آخر میں کلیسیا اور دُنیا کے مستقبل کا مکاشفہ ہے۔ لیکن یہ ترتیب کتابوں کے سِنِ تصنیف کے مُطابق نہیں۔ یہ کتابیں ضرورت کے مُطابق لکھی گئیں۔

پہلے وُہ خطُوط قلم بند ہُوئے جن کو فلپس "نوعُمر کلیسیاؤں کے نام مراسلات" کا نام دیتا ہے۔ غالباً سب سے پہلے یعقُوب، گلتیوں اور تھسلنیکیوں کے خط پہلی صدی عیسوی کے تقریباً وسط میں لکھے گئے تھے۔

تحریر میں آنے کی ترتیب کے لحاظ سے اگلے نمبر پر اناجیل ہیں۔ سب سے پہلے متّی یا مرقس کی انجیل، اُس کے بعد لُوقا کی اور سب سے آخر میں یُوحنّا کی انجیل ضبطِ تحریر میں آئی۔ اور سب سے آخر میں یعنی پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں مکاشفہ کی کتاب رقم ہُوئی۔

۵۔ موضُوعات

نئے عہدنامہ کے موضُوعات کا مُختصر خاکہ یُوں پیش کیا جا سکتا ہے:

تواریخی کُتب ــــــ اناجیل، اعمال۔
خطُوط ــــــ پَولُس کے خطُوط۔ عام خطوط
مُکاشفہ ــــــ مکاشفہ

جو مسیحی اِن کتابوں کو اچھی طرح جان اور سمجھ لیتا ہے، "وُہ ہر نیک کام کے لئے تیار ہوگا" (۲۔تیمتھیس ۲۱:۲)۔ ہماری دُعا ہے کہ "تفسیرُ الکتاب" سارے ایمان داروں کے لئے ایسا کرنے میں زبردست مددگار ثابت ہو۔

۶۔ زُبان

نیا عہدنامہ روزمرّہ کی زُبان میں (جسے koine یا "عام یُونانی" کہا جاتا ہے) لکھا گیا تھا۔ پہلی صدی عیسوی کے دوران یہ تقریباً عالمگیر زبان تھی۔ یہ دُور و نزدیک ایسے ہی جانی پہچانی اور اِستعمال ہوتی تھی جیسے آج کل انگریزی زُبان ہو رہی ہے۔

جس طرح عبرانی زُبان کا جوشیلا اور رنگارنگ اُسلوب پُرانے عہدنامہ کی نبوّت، شاعری اور حکایت و روایت کے لئے بے حد موزُوں تھا، اِسی طرح خُدا نے یُونانی زبان کو نئے عہدنامہ کے لئے مُعجزانہ طور پر تیار کر دیا تھا۔ سِکندرِ اعظم کی فتوُحات کے باعث یُونانی زبان دُور دراز تک پھیل گئی تھی۔ اُس کے فوجیوں نے اِس زبان کو سادگی عطا کی اور عوام میں مقبُول بنا دیا تھا۔

نئے عہدنامہ کے خطُوط اور خصُوصاً رومیوں کے خط میں عقیدے سے متعلق اہم سچّائیوں کا بیان ہے۔ یُونانی زبان اپنے افعال کی تصریف اور گردان، اِسم کی مُختلِف حالتوں، ذخیرۂ الفاظ اور دِیگر خصُوصیات میں صحت و دُرستی کے باعث اِن اہم سچّائیوں کے ابلاغ کے لئے بہُت ہی مثالی زُبان ہے۔

اگرچہ koine یعنی "عام یُونانی" اعلیٰ ادبی زبان نہیں، لیکن "گلی محلے" والی ادنیٰ زُبان بھی نہیں۔ نئے عہدنامہ کے بعض حِصّے ــــــ عبرانیوں، یعقُوب، ۲۔پطرس ــــــ اُسلوب کے لحاظ سے یقیناً ادبی سطح تک پہنچے ہُوئے ہیں۔ کہیں کہیں لُوقا بھی کلاسیکی معیار کو چھُو رہا ہے۔ اور بعض مقامات پر پَولُس کے ہاں وُہ خوبی اور حُسن ہے (مثلاً ۱۔کرنتھیوں باب ۱۳ اور ۱۵ وغیرہ) کہ باید و شاید۔

۷۔ اُردو زُبان میں تَرجمہ

تفصِیلات کے لئے دیکھئے "قامُوس الکتاب" مرتبہ ڈاکٹر خیراللہ صاحب۔

اناجیل کا تعارف

"اناجیل تمام تحریروں کے پہلے پھل ہیں"۔ (اوریجن)

۱۔ پُرجلال اناجیل

ادب کا ہر طالبِ علم ادب کی مختلف اصناف مثلاً داستان، کہانی، ناول، ڈرامہ، نظم، سوانحِ حیات وغیرہ سے بخوبی واقف ہے۔ مگر جب ہمارا خداوند یسوع مسیح اِس دُنیا میں آیا تو ادب میں ایک بالکل نئی صنف کی ضرورت تھی جس کو انجیل بمعنی خوشخبری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اناجیل سوانحِ عمریاں نہیں ہیں، اگرچہ اِن میں بہت سا مواد سوانحِ عمری کے زُمرے میں آتا ہے۔ نہ وہ داستان اور کہانی ہیں، اگرچہ مُسرف بیٹے اور نیک سامری جیسی تماثیل ادب کی کسی بھی کہانی کی طرح دلچسپ اور دلکش ہیں۔ یہاں تک کہ بعض تماثیل میں تصرف کر کے اُن کو ناول اور افسانہ کی صورت میں بھی لکھا گیا ہے۔ یہ اناجیل دستاویزی رپورٹیں بھی نہیں ہیں، حالانکہ اِن میں ہمارے خداوند کی مختلف مواقع پر گفتگو اور مباحث کو پوری صحت مگر اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

نہ صرف "انجیل" ادب کی ایک بے مثال اور یکتا صنف ہے بلکہ چاروں انجیل نویسوں یعنی متّی، مرقس، لُوقا اور یُوحنّا نے جب یہ اناجیل قلم بند کیں تو کسی کتاب یا ادب پارے کو مُستند قرار دینے کا معیار ہی بدل گیا۔ راسخ العقیدہ مسیحی گزشتہ تقریباً دو ہزار سال سے چار اناجیل اور صرف ان ہی چار اناجیل کو مُستند مانتے آ رہے ہیں۔ کئی بدعتی افراد نے بھی کتابیں لکھیں اور ان کو انجیل کا نام دیا، مگر وہ صرف کسی بدعت مثلاً غناسطیت یا عرفانیت کو بڑھانے اور پھیلانے کا گھٹیا وسیلہ تھیں اور بس۔

اناجیل چار ہی کیوں ہیں؟ پانچ کیوں نہیں تاکہ موسیٰ کی پانچ کتابوں کے مُقابلے میں ایک مسیحی اسفارِ خمسہ بن جاتیں؟ یا ایک ہی طویل انجیل کیوں نہیں جس میں جتنی باتیں دُہرائی گئی ہیں وہ چھوڑ دی جاتیں اور مزید تماثیل اور معجزات کو شامل کرنے کی جگہ بن جاتی؟ دراصل ان چاروں کو ہم آہنگ کرنے کی کوششیں تو ہوتی رہی ہیں۔ دُوسری صدی عیسوی میں ططیان نے Diatessaron (یُونانی "چاریں سے") لکھ کر ایسی ہی کوشش کی تھی۔

ارینیئس کا نظریہ یہ تھا کہ چار انجیلیں دُنیا کے چار رُبعوں (رُبع = ایک چوتھائی) یا چار سمتوں اور چار ہواؤں سے مُطابقت رکھتی ہیں، اِس لئے کہ "چار" عالمگیریت کا عدد ہے۔

۲- چار علامات

بہُت سے لوگ خصُوصاً جمالیاتی ذہن رکھنے والے افراد حزقی ایل اور مُکاشفہ کی چار علامات کے ساتھ اناجیل کی مُطابقت کو بڑی تحسین کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ یہ علامتیں ہیں شیر ببر، سانڈ (بچھڑا)، اِنسان اور عُقاب۔ مگر مُختلِف مسیحیوں نے اِن کو مُختلف ترتیب سے اناجیل کے مُشابہ ٹھہرایا ہے۔ ادب میں اِن علامات کو "صفاتِ نسبتی" کہا جاتا ہے۔ اگر اِنہیں اناجیل کی علامتیں سمجھنا صحیح ہے تو ببر شیر متّی کی انجیل کے لئے مَوزُوں ہے جو کہ یہُوداہ کے ببر کی شاہی انجیل ہے۔ بَیل، محنت اور بوجھ اُٹھانے والا جانور، مرقس سے مُناسبت رکھتا ہے کہ یہ مسیح کو خادم کے طور پر پیش کرتی ہے۔ اِنسان بے شک لُوقا کی مرکزی علامت ہے کہ یہ "ابنِ آدم" کی انجیل ہے اور عقاب یُوحنّا کی انجیل کا نشان ہے کیونکہ یہ انجیل بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ رُوحانی رویا کی اِنجیل ہے۔

۳- چار قسم کے قارئین

اناجیل چار کیوں ہیں؟ اِس سوال کا بہترین جواب یہ ہے کہ رُوحُ القُدس چار مختلِف قسم کے لوگوں کو تعلیم دے رہا ہے۔ لوگوں کے چار مختلف قدیم گروہ جن کی نظیر آج بھی موجُود ہے۔

سارے اتفاق کرتے ہیں کہ متّی سب سے زیادہ یہُودی اِنجیل ہے۔ اِس میں پُرانے عہدنامہ سے اقتباسات، خُداوند مسیح کے تفصیلی مباحث، خُداوند کا نسب نامہ اور عام سامی لب و لہجہ تو نئے قاری کو بھی نمایاں طور پر محسُوس ہونے لگتا ہے۔

مرقس نے اِنجیل غالباً سلطنتِ رومؔ کے شاہی دارالحکومت میں بیٹھ کر لکھی۔ اُس کے پیشِ نظر رومی اور اِسی قسم کے لاکھوں وہ لوگ تھے جو خیالات کی نسبت عمل و حرکت کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اِسی وجہ سے اُس نے تماثیل پر کم اور مُعجزات پر زیادہ توجہ دی ہے۔ اِس انجیل میں نسب نامے کی کوئی ضرُورت نہیں کیونکہ کون سا رومی ہے جو سرگرم اور فعال خادِم کے سامنے یہُودی نسب ناموں پر توجہ دے گا؟

صاف نظر آتا ہے کہ لُوقا نے اپنی انجیل یُونانیوں اور بے شمار اُن رُومی لوگوں کے لئے لکھی جو

یُونانی اَدب وفنُون کو پسند کرتے اور اُس میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ ایسے لوگ حُسن وخوبصورتی، انسانیت، ثقافتی انداز، سُلجھے ہُوئے اُسلوب اور ادبی فضیلت پر جان دیتے ہیں۔

تو یُوحنّا نے کن لوگوں کے لئے لکھا؟ یُوحنّا کی اِنجیل عالمگیر انجیل ہے۔ اُس میں ہر کسی کے لئے کُچھ نہ کُچھ مَوجُود ہے۔ یہ تبلیغی انجیل ہے (۲۰: ۳۰، ۳۱) اور گہرا غور وفکر کرنے والے مسیحی بھی اِسے دِل سے چاہتے ہیں۔ غالباً کلید اِس بات میں ہے کہ "یُوحنّا کی انجیل تیسری نسل کے لوگوں کے لئے ہے"۔ اُس زمانے کے بُت پرست لوگوں نے مسیحیوں کو "تیسری نسل" کا لقب دیا تھا کہ یہ نہ یہُودی تھے، نہ بُت پرست۔

۴۔ دِیگر خصُوصیات

پُرانے عہدنامہ میں کُچھ دِیگر چہار گونہ خصُوصیات ہیں جو چاروں اناجیل میں بھی جگہ جگہ بکھری ہُوئی نظر آتی ہیں۔

ہمارے خُداوند کا ایک لقب "شاخ" ہے جو مُندرجۂ ذیل سیاق وسباق میں موجود ہے۔

"... داؤد کے لئے ایک صادق شاخ ... خُداوند ہماری صداقت" (یرمیاہ ۲۳: ۵، ۶)۔

"... مَیں اپنے بندہ یعنی شاخ کو لانے والا ہُوں"۔ (زِکریاہ ۳: ۸)۔

"... وُہ شخص جس کا نام شاخ ہے ..." (زکریاہ ۶: ۱۲)۔

"... خُداوند کی طرف سے روئیدگی (شاخ) ..." (یسعیاہ ۴: ۲)۔

پُرانے عہدنامہ میں چار دفعہ "دیکھ" آیا ہے جو اناجیل کے مرکزی مَوضُوعات سے بالکل مُطابقت رکھتا ہے۔

"دیکھ تیرا بادشاہ" (زِکریاہ ۹: ۹)۔ (متّی)

"دیکھو میرا خادم" (یسعیاہ ۴۲: ۱) (مرقس)

"دیکھ وُہ شخص" (زِکریاہ ۶: ۱۲) (لُوقا)

"دیکھو اپنا خُدا" (یسعیاہ ۴۰: ۹) (یُوحنّا)

ایک اَور مُطابقت بھی ہے جو اگرچہ اتنی نمایاں اور واضح تو نہیں لیکن بہنوں کے لئے باعثِ برکت ثابت ہُوئی ہے۔ خیمۂ اجتماع کو بنانے میں جو کپڑے وغیرہ اِستعمال ہُوئے، اُن کے چار

رنگ تھے اور ہر رنگ علامتی مفہوم رکھتا تھا - انجیل نویسوں نے بھی ہمارے خُداوند کی چار صِفات کو پیش کیا ہے - یہ چاروں رنگ اِن چاروں صِفات سے مُطابقت رکھتے ہیں -

ارغوانی رنگ متّی کی انجیل سے مُطابقت رکھتا ہے کہ وُہ خُداوند کو "بادشاہ" کے طور پر پیش کرتی ہے - قضاۃ ۸ : ۲۶ سے اِس رنگ کی اہمیّت کا پتہ چلتا ہے -

قرمزی رنگ - قدیم زمانے میں یہ رنگ ایک قسم کے قرمزی کیڑے کو کُچل کر حاصل کیا جاتا تھا - یہ رنگ مرقُس کی انجیل کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے جو یسوُع کو "خادِم" کے طور پر پیش کرتی ہے - زبُور ۲۲ : ۶ میں زبُور نویس کہتا ہے کہ "مَیں تو کیڑا ہُوں ، اِنسان نہیں" -

سفید رنگ مُقدّس لوگوں کی راستبازی کے کاموں کو ظاہر کرتا ہے (مکاشفہ ۱۹ : ۸) - یہ رنگ لُوقا کی انجیل سے مناسبت رکھتا ہے کیونکہ وُہ مسیح کی کامل بشریت کو پیش کرتی ہے -

نیلا رنگ اُس نیلگوں گُنبد کی نمائندگی کرتا ہے جسے ہم آسمان کہتے ہیں (خرُوج ۲۴ : ۱۰) - یہ رنگ مسیح کی کامل الوہیّت کا مظہر ہے اور یُوحنّا کی انجیل سے مُناسبت رکھتا ہے -

۵ - ترتیب اور اہمیّت

اناجیل میں واقعات کا بیان اِن کے وقُوع پذیر ہونے کی ترتیب کے مُطابق نہیں ہے - ہمیں شرُوع ہی سے ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ خُدا کا رُوح اکثر واقعات کو اِن کی اخلاقی تعلیم اور اہمیّت کے لحاظ سے یکجا کرتا ہے - کیلی کہتا ہے کہ :

> "جیسے جیسے ہم آگے بڑھیں گے ثابت ہوتا جائے گا کہ لُوقا نے بُنیادی طور پر اخلاقی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے - وُہ واقعات ، خُداوند کی بات چیت ، سوالات اور جوابات اور مباحث کو خارجی ترتیب کے لحاظ سے یکجا نہیں کرتا بلکہ باطنی تعلق کو پیشِ نظر رکھتا ہے - حقیقت تو یہ ہے کہ واقعات وغیرہ کی خارجی اور تواریخی ترتیب کو ملحوظ رکھنے سے مُصنّف کی ناپختگی اور بچگانہ پن کا اظہار ہوتا ہے - مگر مُورّخ کے لئے واقعات کو اسباب و نتائج کے اعتبار سے ، اور اخلاقی ترتیب کے مُطابق یکجا کرنا مُشکل ہوتا ہے کیونکہ مُورّخ کا کام واقعہ نویس سے مُختلف ہوتا ہے - خُدا نے اِس کارِ خیر کے لئے لُوقا کو اِستعمال کیا - اُس نے یہ کام نہایت احسن طریقے سے سرانجام دِیا ہے -"

اناجیل میں بظاہر اختلافات اِس لئے نظر آتے ہیں کہ وُہ مختلف باتوں پر زور دیتی ہیں اور اِن کا اندازِ ابلاغ الگ الگ ہے۔ پہلی تینوں اناجیل کو "اناجیلِ متوافقہ" (مشترکہ نقطۂ نظر رکھنے والی) کہا جاتا ہے مسیح کی زندگی کے بیان میں اُن کے انداز میں ایک مشابہت پائی جاتی ہے، جبکہ یُوحنّا کی انجیل فرق ہے۔ یُوحنّا نے انجیل بعد میں لکھی۔ لہٰذا وُہ پہلے بیان شدہ باتوں کو دُہرانا نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے ہمارے خُداوند کی زندگی اور کلام کو نہایت مفکرانہ انداز میں اور علم الٰہیات کے نکات کے ساتھ پیش کیا ہے۔

۶۔ مسئلۂ توافق

پہلی تینوں اناجیل میں بہت سی مشابہات پائی جاتی ہیں، یہاں تک کہ کئی عبارتیں تقریباً لفظ بہ لفظ ایک دُوسری سے ملتی ہیں۔ اِس کے باوجود بے شمار اختلافات بھی موجود ہیں، اِن مشابہات اور اختلافات کے مسئلے کو "مسئلۂ توافق" کہا جاتا ہے۔ راسخ العقیدہ مسیحیوں کے لئے تو یہ کوئی مسئلہ نہیں، البتہ جو لوگ الہام کے منکر ہیں اُن کے لئے بڑا مسئلہ ہے۔ اُنہوں نے اِس سلسلے میں کئی پیچیدہ نظریات وضع کر لئے ہیں۔ وُہ اکثر قیاسی دستاویزات کا حوالہ دیتے ہیں جن کا آج نام و نشان تک موجود نہیں۔ ان کی چند ایک باتیں لُوقا ۱:۱ کی روشنی میں قابلِ تصوّر ہیں اور راسخ العقیدہ نظریات سے ٹکّر نہیں کھاتیں۔ تاہم ان کے بعض نظریات اِس قدر غلط ہیں کہ اگر انہیں مان لیا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ ابتدائی کلیسیا نے یسوع مسیح کے بارے میں "دیو مالائی" کہانیوں کو اکٹھا کر لیا ہے۔ اِس طرح کی نکتہ چینی مسیحی صحائف اور تاریخِ کلیسیا سے بے وفائی کی مرتکب ہوتی ہے۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ کوئی ایسا دستاویزی ثبوت بھی موجود نہیں جسے وُہ اپنے دعوے کی تائید میں پیش کر سکیں۔ مزید برآں کوئی دو علما بھی ایسے نہیں جو اِس بات پر متفق ہوں کہ اناجیلِ متوافقہ کی زمرہ بندی اور تقسیم کس طرح کی جائے۔

اِس مسئلے کا ایک بہت عمدہ حل یُوحنّا ۱۴: ۲۶ میں ہمارے خُداوند کے الفاظ میں موجود ہے کہ "لیکن مددگار یعنی رُوح القُدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وُہی تمہیں سب باتیں سکھلائے گا اور جو کچھ مَیں نے تُم سے کہا ہے، وُہ سب تمہیں یاد دلائے گا"۔

اِس سے متّی اور یُوحنّا کے آنکھوں دیکھے وقائع کی وضاحت ہو جاتی ہے اور غالباً مرقس کو بھی اِس میں شامل کیا جا سکتا ہے اگر جیسا کہ تاریخِ کلیسیا کہتی ہے اُس نے پطرس کی

یادداشتوں کو قلم بند کیا ہے۔ اِس میں رُوح القُدس کی بلا واسطہ مدد، وُہ دستاویزات جن کا ذِکر لُوقا ۱:۱ میں ہے اور سامی لوگوں کی سینہ بہ سینہ منتقِل ہونے والی بالکُل صحیح روایات کو شامِل کریں تو "مسئلۂ توافُق" کا جواب مِل جاتا ہے۔ اِن کے عِلاوہ جِتنی بھی بُنیادی سچّائیاں، تفاصیل یا تشریحات ہیں، وُہ رُوح القُدس نے براہ راست "اُن الفاظ میں جو رُوح القُدس نے سِکھائے" (۱-کرنتھیوں ۲: ۱۳) عطا کیں۔

اِس لئے جب ہمیں کِسی تفصیل میں بظاہر کوئی تضاد یا فرق نظر آئے تو اچھّا ہو گا کہ ہم کھوج لگائیں کہ مُتعلقہ انجیل نے فُلاں واقعہ یا بات کو کیوں چھوڑ دیا، یا شامِل کیا یا اِس پر کیوں زور دِیا ہے؟ مثال کے طور پر متّی دو دفعہ دو اشخاص کے (اندھے پن اور بدرُوح سے) شِفا پانے کا ذِکر کرتا ہے جبکہ مرقس اور لُوقا صِرف ایک ایک کا۔ بعض لوگوں کو اِس میں تضاد نظر آتا ہے۔ بہتر ہے کہ ہم اِسے اِس طور سے دیکھیں کہ متّی نے انجیل یہُودیوں کے لئے لِکھی اِس لئے دو اشخاص کا ذِکر کیا کیونکہ شریعت کا تقاضا ہے کہ گواہوں کی تعداد دو یا تین ہو جبکہ دُوسروں نے صِرف مشہُور شخص (اندھے برتلمائی) کا ذِکر کیا ہے۔

ہم یہاں چند اِقتباسات دے رہے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جو باتیں بظاہر دُہرائی گئی ہیں، وُہ اہم فرق کو واضح کرتی ہیں۔

لگتا ہے کہ لُوقا ۶: ۲۰-۲۳ میں پہاڑی وعظ کو دُہرایا گیا ہے۔ لیکن دراصل یہ وعظ ایک میدان (ہموار جگہ) میں کیا گیا تھا (لُوقا ۶: ۱۷)۔ مُبارکبادیاں خُدا کی بادشاہی کے مثالی شہری کی خصُوصیات بیان کرتی ہیں جبکہ لُوقا مسیح کے شاگردوں کے طرزِ زِندگی کی نشاندہی کرتا ہے۔

لگتا ہے کہ لُوقا ۶: ۴۰ میں متّی ۱۰: ۲۴ کو دُہرایا گیا ہے۔ لیکن متّی میں یسوع مالک ہے اور ہم اُس کے شاگرد ہیں۔ جبکہ لُوقا میں شاگِرد بنانے والا شخص مالک ہے، جبکہ جِس کو وُہ تعلیم دیتا ہے، وُہ شاگرد ہے۔ متّی ۷: ۲۲ میں "بادشاہ" کی خِدمت پر زور دیا گیا ہے جبکہ لُوقا ۱۳: ۲۵-۲۷ میں مالک کے ساتھ رفاقت رکھنے کا ذِکر ہے۔

لُوقا ۱۵: ۴-۷ میں بڑے چُبھتے ہُوئے انداز میں فریسیوں کی نصیحت کی گئی ہے جبکہ متّی ۱۱: ۱۲، ۱۳ میں بچّوں اور اُن کے لئے خُدا کی محبّت کا بیان ہے۔

جب حاضِرین میں صِرف ایماندار موجُود تھے تو یُوحنّا اِصطباغی نے کہا "وُہ تُم کو رُوح القُدس سے بپتِسمہ دے گا" (مرقس ۱: ۸؛ یُوحنّا ۱: ۳۳)۔ اور جب مِلی جُلی بھیڑ اور خصُوصاً

فریسی موجود تھے تو اُس نے کہا کہ" وہ تم کو رُوح القدس اور آگ (غضب) سے بپتسمہ دے گا" (متی ۳: ۱۱؛ لوقا ۳: ۱۶)۔

"جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو" اِن الفاظ کا متی ۷: ۲ میں ہمارے عیب جوئی کے رویے پر، مرقس ۴: ۲۴ میں خدا کے کلام کو قبول کرنے پر اور لوقا ۶: ۳۸ میں ہماری سخاوت اور فراخ دلی پر اِطلاق ہوتا ہے۔

چنانچہ یہ اِختلافات تضاد نہیں ہیں۔ اِن کا ایک مقصد ہے اور غور وفکر کرنے والے ایماندار کے لئے یہ رُوحانی خوراک ہیں۔

۷۔ نئے عہدنامہ کی کتابوں کے مُصنّفین

بائبل مُقدّس کی کسی کتاب کے مُصنّف کو معلوم کرتے وقت شہادتوں کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اوّل بیرُونی شہادتیں۔ دوم اندرُونی شہادتیں۔ نئے عہدنامہ میں ستائیس ۲۷ کتابیں شامل ہیں۔ اِن کے مُصنّفین پر بحث کرتے ہوئے ہم بھی اِسی اصُول کی پیروی کریں گے۔ بیرُونی یا خارجی شہادتوں کے ضمن میں اُن مُصنّفین کا حوالہ دِیا جاتا ہے جو کتابوں کی تصنیف کے زمانے کے قریب ترین دَور میں موجُود تھے۔ اِن میں عموماً دُوسری اور تیسری صدی عیسوی کے "آبائے کلیسیا" شامل ہیں۔ اِن کے عِلاوہ چند بدعتی یا جھُوٹے اُستادوں کا بھی حوالہ دِیا جاتا ہے۔ اِن افراد نے بائبل مُقدّس کی کتابوں سے اِقتباس دِئے ہیں، یا ان کا حوالہ دِیا ہے، یا خصُوصیّت سے اِن کتابوں اور مُصنّفوں کا بیان کیا ہے جن سے ہم دِلچسپی رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر روم کا کلیمنس (Clement) پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں کرنتھیوں کے پہلے خط کا اقتباس کرتا ہے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ خط دُوسری صدی عیسوی میں پولُس کے نام سے لکھی ہُوئی جعلی کتاب نہیں ہو سکتی۔ اندرُونی یا داخلی شہادتوں میں ہم کتاب کے اُسلوبِ بیان، ذخیرۂ الفاظ اور مواد پر توجّہ دیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ باتیں اُن دعوؤں کی تائید یا تردید کرتی ہیں جو بیرُونی دستاویزات اور مُصنّفین نے کئے ہیں۔ مثال کے طور پر لوقا کی انجیل اور اعمال کا اُسلوبِ بیان اِس نظریہ کی حمایت کرتا ہے کہ ان کا مُصنّف کوئی صاحبِ ذوق اور تعلیم یافتہ غیر قوم طبیب تھا۔

بہت سی کتابوں میں دوسری صدی کے ایک بدعتی شخص بنام مارقیون کی مُرتب کردہ "مُسلّمہ کُتب کی فہرست" درج ہے۔ اُس نے لوقا کی انجیل کو بہت کانٹ چھانٹ کے ساتھ اور

پولُس کے صِرف دسؔ خطوُط کو تسلیم کیا ہے۔ تو بھی وُہ اِس بات میں مُعاون گواہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے زمانے میں کون کون سی کتابیں معیاری مانی جاتی تھیں ۔ موراتوروی فہرست مُسلّمہ (موسُوم بہ اطالوی کارڈینل موراتوروی جس کو یہ دستاویزات مِلی تھی) گو قدرے نامکمّل ہے تو بھی اُس میں اِن کُتب کا ذِکر ہے جنہیں راسخ العقیدہ مسیحیوں نے قبُول کیا ہُوا تھا۔

متّی رسُول کی معرفت انجیل
تعارُف

"بلند خیالی، تصوّر کی رفعت اور وسیع مواد کو عظیم نظریات کے تابع رکھنے میں دونوں عہد ناموں میں سے کوئی تاریخی کتاب بھی متّی رسُول کی انجیل کی ہمسری نہیں کر سکتی۔"

تھیوڈور ژاہن

۱۔ مستند کتابوں میں بے مثال مقام

متّی رسُول کی انجیل پُرانے اور نئے عہد ناموں کے درمیان ایک کامل پُل ہے۔ اس کے افتتاحی الفاظ ہی ہمیں ماضی میں پُرانے عہد نامے میں خُدا کی اُمّت کے جدِ امجد ابرہام اور بنی اسرائیل کے عظیم بادشاہ داؤد کے رُوبرُو لا کھڑا کرتے ہیں۔ مضامین کے چُناؤ، یہُودی رنگ، عبرانی صحائف سے مُتعدد اقتباسات اور نئے عہد نامے میں اپنے مقام کے باعث متّی کی انجیل دُنیا کو مسیحی پیغام سے مُتعارف کرانے کے لئے نہایت موزُوں ہے۔

چاروں اناجیل میں اِسے طویل مُدّت سے ترتیب کے لحاظ سے پہلا مقام حاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بالکل جدید دَور تک عالمگیر سطح پر یہی مانا جاتا تھا کہ یہی پہلی انجیل ہے جو ضبطِ تحریر میں لائی گئی تھی۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ متّی کا اندازِ بیان واضح اور مُنظّم و مُرتّب ہے، اس لئے کلیسیا یا جماعت میں پڑھنے کے لئے بالکل موزُوں ہے۔ چُنانچہ یہ ہر دِل عزیز انجیل رہی ہے بلکہ بعض اوقات اِس لحاظ سے یُوحنّا کی انجیل سے مُقابلہ کرتی رہی ہے۔

البتہ راسخ العقیدہ ہونے کے لئے یہ ایمان رکھنا ضرُوری نہیں کہ متّی کی انجیل ہی سب سے پہلے تحریر ہُوئی تھی۔ تاہم ابتدائی مسیحی تقریباً سب کے سب یہُودی مذہب سے آئے تھے اور اُن کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ اور یہ بات بالکل منطقی معلُوم ہوتی ہے کہ پہلے مسیحیوں کی ضرُورت کو پہلے پُورا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

۲۔ مُصنّف

خارجی شہادت قدیم بھی ہے اور عالمگیر بھی کہ متّی محصُول لینے والا، جس کو لاوی بھی

کہتے ہیں، اُس نے پہلی انجیل قلم بند کی۔ چونکہ وُہ رسُولی گروہ کا نمایاں رُکن نہیں تھا اِس لئے اگر اِس انجیل کے ساتھ اُس کا کوئی تعلق نہیں تھا تو اِس پہلی انجیل کو اُس کے نام سے منسوب کرنا عجیب معلُوم ہوتا ہے۔

قدیم دستاویز "دِدَخے" (بارہ رسُولوں کی تعلیمات)، پھر یوسطین شہید، کرنتھس کا دیونوسیاس، انطاکیہ کا تھیفلس، اور اتھینے کا اثینا گرس اِس انجیل کو مُستند قرار دیتے ہیں کلیسیا کے مؤرخ یوسیبئس نے لکھا ہے کہ پپیاس کہتا ہے کہ "متّی نے 'لوگیا' (یسوع کے مقولات) کو عبرانی زبان میں رقم کیا اور ہر شخص اپنی لیاقت و صلاحیّت کے مُطابق اِن کی تشریح کرتا تھا" ایرینیئس، پنطینئس اور اورِیگن بُنیادی طور پر اِس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔ "عبرانی" سے عام طور پر مُراد وُہ اِرامی بولی ہے جس میں ہمارے خُداوند کے زمانے کے عبرانی لوگ روزمرّہ بات چیت کیا کرتے تھے۔ نئے عہد نامے میں یہ لفظ اِسی مفہُوم میں اِستعمال ہُوا ہے۔ لیکن یہ "لوگیا" ہیں کیا؟ اِس یُونانی لفظ کا عام مطلب "غیبی آواز" یا "آسمانی وحی" ہے جیسا کہ پُرانے عہد نامے میں خُدا کی "وحی" درج ہے۔ لیکن پپیاس کے بیان میں اِس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا۔

اِس بیان کے بارے میں تین بڑے نظریات ہیں: (۱) اِس سے مُراد متّی کی انجیل ہے یعنی متّی نے اِس انجیل کا ایک ایڈیشن اِرامی زبان میں لکھا۔ جس کا خاص مقصد یہُودیوں کو مسیح کے لئے جیتنا اور عبرانی مسیحیوں کو تعلیم دینا تھا مگر بعد میں ایک یونانی ایڈیشن بھی تیار کیا گیا۔ (۲) اِس میں صرف یسوع کے "مقُولات" درج تھے، بعد میں اِن کو انجیل میں ضم کر دیا گیا۔ (۳) اِس میں "شہادتیں" یعنی پُرانے عہد نامے کے وُہ اقتباسات درج تھے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع "مسیحِ موعُود" ہے۔ نظریہ نمبر ۳ کی نسبت نظریہ نمبر۱ اور نمبر۲ زیادہ قابلِ قبول ہیں۔

متّی کی یُونانی اگرچہ ترجمہ معلُوم نہیں ہوتی، مگر ایسی وسیع اور مشہُور روایت (اور قدیم زمانے میں اِس سے کسی نے اختلاف بھی نہیں کیا) کی کچھ نہ کچھ بُنیاد تو ہوگی۔ روایت کہتی ہے کہ متّی پندرہ برس تک فلسطین میں منادی کرتا رہا۔ پھر دُوسرے علاقوں میں تبلیغ کرنے کو نکل گیا۔ عین مُمکن ہے کہ ۴۵ء کے لگ بھگ اُس نے اپنے پیچھے انجیل کا ارامی مُسوّدہ (یا مسیح کے صرف "مباحث") چھوڑا ہو۔ یہ اُن یہُودیوں کے لئے تھا جنہوں نے یسوع کو اپنا "مسیحِ موعُود" مان لیا تھا اور بعد میں عالمگیر اِستعمال کے لئے یُونانی ایڈیشن تیار کیا ہو۔ متّی کے ہم عصر یُوسیفس نے بھی اِسی قسم کا کام کیا تھا۔ اِس یہُودی مُصنّف نے اپنی کتاب "یہُودی جنگیں" کا پہلا

مُسودہ اِرامی زبان میں تیار کیا اور پھر حتمی کتاب یُونانی میں لکھی ۔

اِس پہلی انجیل کی داخلی شہادتیں اِس دیندار یہُودی سے بہُت موافقت رکھتی ہیں جو پُرانے عہدنامے سے محبّت رکھتا تھا اور جس کو خُدا نے احتیاط اور توجہ کے ساتھ تصنیف و تالیف کی نعمت سے نوازا تھا ۔ وُہ رُومی حکومت کا سرکاری ملازم تھا ۔ اِس حیثیّت سے وُہ اپنی قوم کی زبان (ارامی) اور حاکموں کی زبان (رُومی اپنی سلطنت کے مشرقی حِصّوں میں لاطینی نہیں بلکہ یُونانی زبان استعمال کرتے تھے) دونوں میں دسترس رکھتا تھا ۔ لہٰذا اعداد و شُمار کی تفاصیل، روپے پیسے سے مُتعلق تمثیلیں اور مالی اصطلاحات ایک محصُول لینے والے کے ساتھ گہری مُطابقت رکھتی ہیں ۔ اِسی طرح مُنظّم اور اجمالی اندازِ بیان بھی مُطابقت رکھتا ہے ۔

اِتنی عالمگیر خارجی اور قوی داخلی شہادتوں کے باوجود آزاد خیال عُلما کی اکثریت اِس رِوایتی نظریہ کو رَدّ کرتی ہے کہ محصُول لینے والا متّی اِس انجیل کا مُصنّف ہے ۔ وُہ اِس کی دو وجُوہات پیش کرتے ہیں :

اوّل ۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ضبطِ تحریر میں آنے والی پہلی انجیل "مرقس کی اِنجیل" ہے (آج کل بہُت سے حلقوں میں اِس نظریہ کو "حتمی حقیقت" سمجھا جاتا ہے) تو یہ کس طرح مُمکن ہے کہ ایک رسُول اور عینی شاہد مرقس کے مواد کا اِس قدر اِستعمال کرے (مرقس کا ۹۳ فی صد مواد دُوسری اناجیل میں موجُود ہے) ؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ مرقس کی انجیل سب سے پہلے لکھی گئی تھی ۔ قدیم ترین شہادت کہتی ہے کہ متّی کی انجیل کو اوّلیّت حاصل ہے ۔ اور چونکہ ابتدائی مسیحی زیادہ تر یہُودی تھے، اِس لئے یہ دلیل بہُت وزن رکھتی ہے ۔ لیکن اگر ہم مرقس کی مبیّنہ اوّلیّت کو مان بھی لیں (اور اکثر راسخ الاعتقاد مانتے بھی ہیں) تو متّی یقیناً پہچان لیتا کہ مرقس کی تحریر (جیسا کہ قدیم روایت کہتی ہے) زیادہ تر جوشیلے اور سرگرم شمعُون پطرس کی یادداشتوں پر مشتمل ہے کیونکہ پطرس متّی کا ساتھی رسُول تھا ۔ (مرقس کا تعارُف دیکھئے) ۔

اِس اِنجیل کے متّی (یا کسی بھی عینی شاہد) کی تصنیف ہونے کے خلاف دُوسری دلیل یہ ہے کہ اِس میں واضح تفاصیل کا فُقدان ہے ۔ مرقس کے بارے میں کوئی عالم بھی دعویٰ نہیں کرتا کہ وُہ مسیح کی خدمت کا عینی گواہ تھا ۔ مگر مرقس ایسی رنگین اور دِلچسپ تفاصیل درج کرتا ہے جن سے تاثر ملتا ہے کہ وُہ خُود موقع پر موجُود تھا ۔ تو یہ کیسے مُمکن ہے کہ ایک عینی

گواہ صرف واقعاتی انداز میں تحریر کرے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ محصول لینے والے کی شخصیت کا تقاضا یہی تھا۔ یہ لاوی ہمارے خداوند کے مباحث اور تعلیمات کو زیادہ جگہ دینا چاہتا ہے اِس لئے غیرضروری تفاصیل سے گریز کرتا ہے۔ یہ دلیل اُس صورت میں اَور بھی وزنی ہوگی کہ اگر مرقس نے انجیل پہلے لکھی تھی تو متّی نے دیکھ لیا ہوگا کہ پطرس کی ذاتی یادداشتوں کی بڑی عمدہ نمائندگی ہو چکی ہے۔

۳۔ سنِ تصنیف

وسیع حلقے یقین رکھتے ہیں کہ متّی نے انجیل (یا کم سے کم یسوع کے مقولات کا مجموعہ) کا پہلا ایڈیشن ارامی زبان میں تیار کیا۔ اگر یہ درست ہے تو ۴۵ء یعنی یسوع مسیح کے صعود سے پندرہ برس بعد کی تاریخ قدیم روایت کے ساتھ بالکل موافقت رکھتی ہے۔ اِس صورت میں وہ انجیل کا مکمل اور یونانی زبان کا مستند ایڈیشن ۵۰ء تا ۵۵ء یا کسی قدر اور تاخیر کے ساتھ پیش کرسکتا تھا۔

ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ یہ انجیل یروشلیم کی بربادی (۷۰ء) کے بعد لکھی گئی تھی۔ اِس نظریہ کے پیچھے یہ بےاعتقادی کارفرما ہے کہ یسوع مستقبل کے واقعات کی تفصیلی پیش گوئی نہیں کرسکتا تھا۔ اِس کے علاوہ وہ استدلالی نظریات بھی ہیں جو خدا کی طرف سے اِلہام کا انکار کرتے ہیں۔

۴۔ پس منظر اور موضوع

جب یسوع نے متّی کو بُلایا تو وہ جواں سال شخص تھا۔ وہ پیدائشی یہودی، تربیّت اور پیشے کے اعتبار سے محصول لینے والا تھا۔ اُس نے مسیح کی خاطر سب کچھ ترک کر دیا۔ اِس کے عوض اُسے مسیح کے بارہ (۱۲) شاگردوں میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہُوا۔ دُوسرا اعزاز یہ ہے کہ اُسے وہ کتاب لکھنے کے لئے منتخب کیا گیا جسے ہم "پہلی انجیل" کہتے ہیں۔ عام خیال ہے کہ متّی ہی لاوی ہے (مرقس ۲: ۱۴؛ لوقا ۵: ۲۷)۔

اپنی انجیل میں متّی کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ یسوع ہی بنی اسرائیل کا وہ مسیحِ موعود ہے جس کے وہ مدتوں سے منتظر تھے۔ اور وہی داؤد کے تخت کا واحد قانونی دعوے دار ہے۔

یہ کتاب مسیح کی زِندگی کا مُکمل اور جامع بیان ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی ۔ اِس کا آغاز مسیح یسوع کے نسب نامے اور ابتدائی زِندگی کے بیان سے ہوتا ہے۔ اِس کے فوراً بعد یسوع کی عام خِدمت کا بیان ہے جو اُس نے تقریباً تیتیس سال کی عُمر میں شُروع کی تھی۔ رُوح القُدس کی راہنمائی اور ہدایت سے متّی اپنے نجات دہندہ کی زِندگی اور خِدمت کے اُن پہلوؤں کا اِنتخاب کرتا ہے جو تصدِیق کرتے ہیں کہ وُہ خُدا کا ممسُوح ہے ۔ رفتہ رفتہ کتاب اپنے نقطۂ عرُوج کی طرف بڑھتی ہے اور خُداوند یسوع کے مُقدمہ اور پیشی، مَوت، تدفین، جی اُٹھنے اور صعُود کا بیان سامنے آتا ہے۔ اور اِسی نُقطۂ عرُوج میں اِنسان کی نجات کی بُنیاد رکھی جاتی ہے۔ اِسی لئے اِس کتاب کو انجیل (خوشخبری) کا نام دِیا گیا ہے ۔ اِس لئے نہیں کہ یہ اُس راہ کو مُتعیّن کرتی ہے جس پر چل کر بنی نوع اِنسان نجات حاصِل کر سکتے ہیں، بلکہ اِس لئے کہ یہ مسیح کی قُربانی اور کفّارہ کے کام کا بیان کرتی ہے جس سے نجات مُمکن ہُوئی ۔

ہمارا مقصد تفسیرالکتاب کو جامع اور تکنیکی کتاب بنانا نہیں ہے بلکہ قاری کو خُود غَور وفکر اور مُطالعہ کرنے کی تحریک دِلانا ہے۔ سب سے بڑا مقصد قاری کے دِل میں یہ تڑپ پیدا کرنا ہے کہ "بادشاہ" جلد دوبارہ آجائے ۔

خاکہ

تفسیر

۱۔ مسیحِ موعود اور بادشاہ کا نسب نامہ اور پیدائش

(باب ۱)

ا۔ یسوع مسیح کا نسب نامہ (۱: ۱-۱۷)

نئے عہد نامہ کو سرسری طور پر پڑھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ اِس کا آغاز شجرۂ نسب جیسی خشک چیز سے کیوں ہوتا ہے۔ شاید کوئی شخص یہ نتیجہ بھی نکالے کہ ناموں کی اِس فہرست سے کوئی اہم بات اخذ نہیں کی جا سکتی اور اِنہیں چھوڑ کر وہاں سے شروع کرے جہاں کچھ عمل و حرکت کا بیان ہے۔

لیکن یہ نسب نامہ ناگزیر ہے۔ یہ بعد کے سارے واقعات کی بنیاد ہے۔ اگر یہ ثابت نہ کیا جا سکے کہ یسوع داؤد کا آئینی جانشین ہے اور شاہی نسل سے تعلق رکھتا ہے تو یہ ثابت کرنا ناممکن ہو جاتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کا شاہی مسیحِ موعود ہے۔ چنانچہ متّی وہیں سے شروع کرتا ہے جہاں سے شروع کرنا چاہئے تھا۔ یعنی اِس دستاویزی ثبوت سے کہ اپنے سوتیلے باپ یوسف کے وسیلہ سے یسوع کو داؤد کے تخت کا آئینی حق وراثت میں ملا ہے۔

یہ نسب نامہ ثابت کرتا ہے کہ آئینی جانشین ہونے کے باعث یسوع بنی اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ لوقا کی انجیل میں درج نسب نامہ ثابت کرتا ہے کہ اپنی ماں مریم کی معرفت یسوع نسلی اعتبار سے ابنِ داؤد ہے۔ متّی نسب نامے کے بیان میں شاہی نسل کی پیروی کرتا ہے جو داؤد سے اُس کے بیٹے سلیمان سے چلی جو داؤد کے بعد بادشاہ ہوا جبکہ لوقا نسب نامے میں خونی نسل کی پیروی کرتا ہے جو داؤد سے اُس کے دوسرے بیٹے ناتن سے چلی۔ متّی کا نسب نامہ یوسف پر ختم ہوتا ہے جس کا یسوع متبنیٰ بیٹا تھا جبکہ لوقا باب ۳ میں درج نسب نامہ غالباً مریم کے اجداد کا پتہ دیتا ہے اور یسوع اُس کا حقیقی بیٹا تھا۔

کوئی ایک ہزار سال پیشتر خدا نے داؤد کے ساتھ غیر مشروط معاہدہ کیا تھا اور اِس کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ تیری بادشاہی تا ابد قائم رہے گی اور تیری نسل ہمیشہ تک حکمران رہے گی (زبور ۸۹: ۴، ۳۶، ۳۷)۔ اب مسیح میں وہ عہد (وعدہ) پورا ہوا۔ وہ یوسف

کے وسیلے سے تخت کا آئینی وارث، اور مریم کے وسیلے سے داؤد کی حقیقی نسل ہے۔ چونکہ وُہ ابد تک زِندہ ہے اِس لئے اُس کی سلطنت تا ابد قائم ہے اور وُہ داؤد کے عظیم تر فرزند کی حیثیت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حکومت کرتا رہے گا۔ یسوع کی ذات میں اِسرائیل کے تخت کے لئے دونوں دعوے (آئینی اور نسلی وراثت) یکجا ہو جاتے ہیں۔ چونکہ وُہ اب بھی زِندہ ہے اِس لئے اَور کوئی دعوے دار ہو نہیں سکتا۔

۱:۱-۱۵۔ یہاں آغاز اِن الفاظ سے ہوتا ہے کہ "یسوع مسیح ابنِ داؤد ابنِ ابرہام کا نسب نامہ"۔ یہ فارمولا پیدایش ۵:۱ سے مشابہت رکھتا ہے کہ "یہ آدم کا نسب نامہ ہے"۔ پیدایش کی کتاب "آدمِ اوّل" کو پیش کرتی ہے اور متّی کی کتاب "آدمِ آخر" کو۔ پہلا آدم پہلی یا جسمانی مخلوقات کا سَر تھا، مسیح جو پچھلا آدم ہے، نئی یا رُوحانی مخلوقات کا سَر ہے۔

اِس انجیل کا موضوع "یسوع مسیح" ہے۔ "یسوع" نام اُس کو یہوواہ منجّی کے طور پر پیش کرتا ہے اور لقب "مسیح" (مسح کیا گیا یا ممسوح) اُسے بنی اِسرائیل کے مسیحِ موعود کے طور پر پیش کرتا ہے جس کا مدتوں سے اِنتظار ہو رہا تھا۔ "ابن داؤد" کا لقب پُرانے عہدنامے میں بادشاہ اور مسیحِ موعود دونوں حیثیتوں سے متعلق ہے اور "ابنِ ابرہام" کا لقب ہمارے خُداوند کو اُس ہستی کے طور پر پیش کرتا ہے جس میں بالآخر وُہ سارے وعدے پُورے ہُوئے جو عبرانی قوم کے جدِامجد کے ساتھ کئے گئے تھے۔

نسب نامہ تین۳ تواریخی حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلا حِصّہ ابرہام سے یسّی تک، دُوسرا داؤد سے یُوسیاہ تک اور تیسرا یکونیاہ سے یُوسُف تک۔ پہلا حِصّہ داؤد تک لے آتا ہے، دُوسرا حِصّہ سلطنت کے دَور کا احاطہ کرتا ہے اور تیسرے حِصّے میں اسیری (۵۸۶ ق م ومابعد) کے دَوران شاہی نسل کے تسلسل کے بیان کو محفوظ کیا گیا ہے۔

اِس فہرست میں کئی دِلچسپ خصُوصیات ہیں۔ مثال کے طور پر اِس میں چار۴ عورتوں یعنی "تمر، راحب، رُوت اور "بت سبع" (جو پہلے اوریاہ کی بیوی تھی)" کا ذِکر آتا ہے۔ مشرقی نسب ناموں میں کسی عَورت کا ذِکر شاذونادر ہی آتا ہے۔ اِس لئے اِن عورتوں کا ذِکر اَور بھی حیرت افزا ہے خصُوصاً اِس لئے بھی کہ اِن میں سے دو۲ (تمر اور راحب) کسبیاں تھیں۔ ایک (بت سبع) زِنا کی مُرتکب ہُوئی تھی اور دو۲ (راحب اور رُوت) غیر اقوام سے آئی تھیں۔ اِن کو متّی کی انجیل کے تعارُف میں شامل کرنے سے یہ لطیف اِشارہ مِلتا ہے کہ مسیح کی آمد سے گنہگاروں کو نجات مِلے

گی، غیر قوموں پر فضل ہوگا اور رنگ و نسل اور جنس کی حد بندیاں ٹوٹ جائیں گی۔

اِس فہرست میں یکونیاہ نامی بادشاہ کا ذِکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ یرمیاہ ۲۲: ۳۰ میں خُدا نے اِس آدمی پر لعنت بھیجی تھی:

"خُداوند یُوں فرماتا ہے کہ اِس آدمی کو بے اَولاد لِکھو جو اپنے دِنوں میں اقبال مندی کا مُنہ نہ دیکھے گا۔ کیونکہ اِس کی اَولاد میں سے کوئی ایسا اقبال مند نہ ہوگا کہ داؤد کے تخت پر بیٹھے اور یہُوداہ پر سلطنت کرے"۔

اگر یسُوع یُوسف کا حقیقی بیٹا ہوتا تو یہ لعنت اُس پر بھی ہوتی۔ لیکن داؤد کے تخت کے حق کا وارث ہونے کے لئے اُس کا یُوسف کا قانونی بیٹا ہونا ضروری تھا۔ اِس مسئلے کو کنواری سے جنم کے معجزے سے حل کیا گیا۔ یسُوع یُوسف کے وسیلے سے تخت کا قانونی وارث تھا اور مریم کے وسیلے سے وہ داؤد کا حقیقی بیٹا تھا۔ چونکہ مریم یکونیاہ کی نسل سے نہیں تھی اِس لئے یکونیاہ کی لعنت کا اُس پر اور اُس کی اولاد پر اطلاق نہیں ہوتا۔

۱: ۱۶ "جس سے"۔ اصل یُونانی زبان میں یہ اِسم ضمیر واحد اور مؤنث ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع مریم سے پیدا ہُوا نہ کہ یُوسف سے۔ نسب نامے کی اِن دلچسپ خصوصیات کے علاوہ اُن مشکلات کا ذِکر بھی ہونا چاہئے جو اِس کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔

۱: ۱۷۔ متّی خصوصیت سے اِس حقیقت کی طرف توجہ دِلاتا ہے کہ نسب نامے میں "چودہ چودہ پشتوں" کے تین حصے ہیں۔ لیکن پُرانے عہدنامے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اِس فہرست میں کئی نام موجود نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر یُورام اور عُزّیاہ (آیت ۸) کے درمیان تین بادشاہوں اخزیاہ، یُوآس اور اِمصیاہ نے حکومت کی (۲۔ سلاطین ابواب ۸-۱۴ اور ۲۔ تواریخ ابواب ۲۱-۲۵)۔

متّی اور لُوقا کے نسب نامے دو ناموں کے سلسلے میں ملتے ہیں۔ یہ نام ہیں سیالتی ایل اور زرُبّابل (متّی ۱: ۱۲، ۱۳؛ لُوقا ۳: ۲۷)۔ یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ مریم اور یُوسف کی نسل جُدا جُدا ان دونوں پر آکر مل جاتی ہے اور پھر الگ الگ ہو جاتی ہے۔ یہ مشکل اِس لئے اور بھی بڑی معلوم ہوتی ہے کہ دونوں انجیل نویس زرُبّابل کو سیالتی ایل کا بیٹا لکھنے میں عزرا ۳: ۲ کی پیروی کرتے ہیں جبکہ ۱۔ تواریخ ۳: ۱۹ میں اُسے فدایاہ کا بیٹا

بیان کیا گیا ہے۔

تیسری مُشکل یہ ہے کہ متّی داؤد سے یسوع تک ستائیس ۲۷ پشتیں شمار کرتا ہے جبکہ لُوقا بیالیس ۴۲ پُشتیں قرار دیتا ہے۔ اگرچہ انجیل نویس الگ الگ شجروں کے خاکے پیش کر رہے ہیں تو بھی عجیب معلُوم ہوتا ہے کہ پُشتوں کی تعداد میں اِتنا فرق ہے۔

اِن بظاہر اختلافات اور مُشکلات کے بارے میں بائبل مُقدّس کے طالبِ علم کا رویّہ کیا ہونا چاہیئے؟ اوّل۔ ہمارا بُنیادی دعویٰ یہ ہے کہ بائبل مُقدّس خُدا کا اِلہامی کلام ہے اِس لئے ہر قسم کی غلطی سے مُبرّا ہے۔ دوم۔ کہ یہ کلام لامحدُود ہے اِس لئے کہ ذاتِ اِلٰہی کی لا محدُودیت کو منعکس کرتا ہے۔ ہم کلامِ پاک کی بنیادی سچّائیوں کو تو سمجھ سکتے ہیں مگر جو کُچھ اُس میں موجُود ہے اُسے کامل طور پر سمجھنے سے قاصر ہیں۔

چنانچہ اِن مُشکلات کے سِلسلے میں ہم یہی نکتہ اخذ کرتے ہیں کہ مُشکل یہ ہے کہ ہمارا علم ناقص اور محدُود ہے۔ بائبل مقدّس بے خطا ہے۔ بائبل مُقدّس کی یہ ظاہری مشکلات ہمیں چیلنج کرتی ہیں کہ گہرا مُطالعہ کریں اور اِن کے جواب تلاش کریں۔ "خُدا کا جلال راز داری میں ہے لیکن بادشاہوں کا جلال مُعاملات کی تفتیش میں" (امثال ۲۵: ۲)۔

تاریخ دانوں کی گہری تحقیق اور ماہرینِ آثارِ قدیمہ کی دریافتیں ثابت نہیں کر سکیں کہ بائبل مُقدّس کے بیانات میں جھُوٹ ہے۔ جو باتیں ہم کو مشکلات اور تضادات معلُوم ہوتی ہیں، اُن کی معقول تشریحات اور تاویلات موجود ہیں اور یہ تاویلات رُوحانی اہمیّت اور فوائد سے بھری ہُوئی ہیں۔

ب۔ یسُوع مسیح مریم سے پیدا ہُوا (۱: ۱۸-۲۵)

۱: ۱۸۔ "یسُوع مسیح کی پیدائش" اُن تمام لوگوں کی پیدائش سے مختلف تھی جن کا ذِکر نسب نامے میں آیا ہے۔ وہاں بار بار لکھا ہے کہ "فُلاں سے فُلاں پیدا ہُوا"۔ لیکن اب اُس پیدائش کا بیان درج ہوتا ہے جو بغیر باپ کے ہُوئی۔ اِس مُعجزانہ پیٹ میں پڑنے کے واقعات کو بڑی متانت اور سادگی سے بیان کیا گیا ہے۔ "مریم" کی منگنی "یُوسف" سے ہو چکی تھی یعنی وعدہ وعید ہو چکا تھا کہ مریم کی شادی یُوسف کے ساتھ ہو گی، لیکن تاحال شادی ہُوئی نہیں تھی۔ نئے عہدنامہ کے زمانے میں منگنی آج کل کی نِسبت بہُت زیادہ پکّی اور

مضبوط ہوتی تھی ۔ اِسے صِرف طلاق ہی سے توڑا جا سکتا تھا ۔ اگرچہ منسُوب جوڑا شادی سے پہلے اِکٹھا نہیں رہتا تھا، مگر بے وفائی کو زنا کاری مانا جاتا تھا جس کی سزا موت تھی ۔

منگنی کے دَوران ہی مریم "رُوح القُدس" کے مُعجِزے سے حامِلہ پائی گئی ۔ ایک فرِشتے نے مریم کو اِس واقعے کی خبر دے دی تھی کہ "رُوح القُدس تجھ پر نازِل ہوگا اور خُدا تعالیٰ کی قُدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی" (لُوقا ۱ : ۳۵) ۔ شک اور بَدنامی کے بادل مریم پر منڈلانے لگے ۔ بنی نوع اِنسان کی پُوری تاریخ میں کنواری سے کبھی کوئی جنم نہیں ہُوا تھا ۔ جب کوئی بے بیاہی عَورت حامِلہ ہو جاتی تو لوگوں کے نزدیک اِس کا ایک ہی سبب ہوتا تھا ۔

۱ : ۱۹ ۔ یُوسُف کو بھی اپنی منگیتر کی حالت کے راز کا عِلم نہیں تھا ۔ دو وجوہات کی بِنا پر وُہ مریم سے ناراض ہو سکتا تھا ۔ ایک اِس لئے کہ وُہ بظاہر بے وفا نکلی اور دُوسرا اِس لئے کہ لوگوں کی نگاہ میں وُہ خود بھی مُوردِ اِلزام ٹھہرا ۔ چونکہ اُسے اب بھی مریم سے محبّت تھی اور وُہ عَدل کو بھی ٹھیس نہیں لگانا چاہتا تھا اِس لئے وُہ اُسے چُپکے سے چھوڑ دینے کا اِرادہ رکھتا تھا ۔ وُہ اپنی منگیتر کو علانیہ بے عزّتی سے محفُوظ رکھنا چاہتا تھا ۔

۱ : ۲۰ ۔ یہ نرم خُو اور مُدبّر شخص مریم کو ہر قسم کی بَدنامی سے بچانے کی تدبیریں سوچ رہا تھا کہ "خُداوند[ا] کے فرِشتہ نے اُسے خواب میں دِکھائی دے کر کہا اَے یُوسُف اِبنِ داؤد! ..." اُس کو "یُوسُف اِبنِ داؤد" کے لقب سے مخاطب کرنے کا مقصد یقیناً یہ شعُور بیدار کرنا تھا کہ تیرا تعلق شاہی نَسب سے ہے ۔ مزید براں اُسے بنی اِسرائیل کے مسیحِ موعُود بادشاہ کی آمد کے غیر معمُولی واقعے کے لئے تیار کرنا بھی ایک مقصد تھا ۔ اُسے "مریم" کے ساتھ شادی کرنے میں کِسی قسم کی بے اِعتباری اور ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہئے ۔ اُس کی پاکیزگی اور پاک دامنی کے بارے میں ہر قسم کا شک و شُبہ بے بُنیاد تھا ۔ اُس کا حمل "رُوح القُدس" کا ایک مُعجِزہ تھا ۔

۱ : ۲۱ ۔ اِس کے بعد فرِشتے نے اُس بچّے کی جو ابھی پَیدا نہیں ہُوا تھا، جنس، اُس کا نام اور مقصدِ زِندگی بیان کیا ۔ مریم کے بیٹا ہوگا ۔ اُس کا نام یسُوع (مطلب "یہوواہ نجات ہے" یا "یہوواہ مُنجی") رکھنا ہوگا ۔ اپنے نام کی مناسبت سے "وُہی اپنے لوگوں کو اُن کے گُناہوں سے نجات دے گا" یہ مقدر والا بچّہ خُود یہوواہ تھا جو اِس دُنیا میں آیا تاکہ لوگوں کو گُناہ کی سزا سے

[ا] خُدا کے عِبرانی نام "یہوہ" کی نقلِ لفظی "یہوواہ" ہے ۔ روایتی طور پر اِس کا ترجمہ "خُداوند" کیا جاتا ہے ۔

بچائے اور گُناہ کی قُدرت سے رہائی دِلائے ، بلکہ بالآخر گناہ کی مَوجُودگی ہی سے آزادی دِلائے۔

۱:۲۲۔ جب متّی اِن واقعات کی رُوئیداد قلم بند کر رہا تھا اُسے پُورا پُورا احساس تھا کہ نسلِ اِنسانی کے ساتھ خُدا کے سلُوک کی تاریخ میں ایک نئے دَور کی صُبح طلُوع ہو چُکی ہے۔ مسیح مَوعُود کے بارے میں پیش گوئی کے الفاظ جو صدیوں سے سوئے پڑے تھے اب بیدار ہو چُکے ہیں۔ یسعیاہ کی مخفی نبوّت اب مریم کے بیٹے میں پُوری ہو چُکی ہے۔ چُنانچہ وُہ لکھتا ہے کہ "یہ سب کُچھ اِس لئے ہُوا کہ جو خُداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وُہ پُورا ہو"۔ متّی دعویٰ کرتا ہے کہ یسعیاہ کے الفاظ خُدا کے الہام سے تھے۔ خُداوند نے نبی کی معرفت مسیح سے کم از کم ۷۰۰ سال پہلے کلام کیا تھا۔

۱:۲۳۔ یسعیاہ ۷:۱۴ کی نبوّت میں متعدد باتیں شامل تھیں مثلاً بے مثال پیدائش (ایک کنواری حاملہ ہوگی)، بچّے کی جنس (بیٹا پیدا ہوگا) اور بچّے کا نام (وُہ اُس کا نام عمّانوایل رکھے گی)۔ متّی اِس نام "عمّانوایل" کے ساتھ اِس کے مطلب کا اِضافہ کرتا ہے کہ "خُدا ہمارے ساتھ"۔ ایسا کوئی ریکارڈ مَوجُود نہیں کہ زمینی زندگی میں مسیح کو کبھی "عمّانوایل" کے نام سے پُکارا گیا ہو۔ اُس کو ہمیشہ "یسوع" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ البتہ "یسوع" نام کے مطلب (آیت ۲۱ کی تفسیر مُلاحظہ کریں) میں "خُدا ہمارے ساتھ" کا مفہوم مُضمر ہے۔ ہوسکتا ہے "عمّانوایل" بھی مسیح کے لئے ایک خطاب ہو، جو بُنیادی طور پر اُس کی دُوسری آمد کے موقع پر استعمال ہوگا۔

۱:۲۴۔ فرشتے کی مداخلت پر یُوسُف نے مریم کو طلاق دینے کا ارادہ ترک کر دیا۔ وُہ یسوع کی پیدائش تک اُس کے ساتھ منگنی کو تسلیم کرتا رہا۔ یسوع کی پیدائش کے بعد اُس نے مریم کے ساتھ شادی کر لی۔

۱:۲۵۔ بعض لوگ تعلیم دیتے ہیں کہ مریم تاحیات کنواری رہی لیکن یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ بعد میں اُن کے ازدواجی تعلقات قائم ہُوئے۔ دیگر حوالہ جات میں بھی ذکر ہے کہ یُوسُف سے مریم کی اولاد ہُوئی۔ دیکھئے متّی ۱۲:۴۶؛ ۱۳:۵۵،۵۶؛ مرقس ۶:۳؛ یُوحنّا ۷:۳،۵؛ اعمال ۱:۱۴؛ ۱-کرنتھیوں ۹:۵ اور گلتیوں ۱:۱۹۔

مریم کو بیوی قبول کرنے کے ساتھ اُس نے مریم کے بیٹے کو بھی اپنا متبنیٰ بنا لیا اور اِس طرح یسوع داؤد کے تخت کا آئینی وارث بن گیا۔ فرشتے کے حُکم کی تعمیل میں اُس نے "اُس کا نام یسوع رکھا"۔

مَوعُودہ بادشاہ المسیح کی پیدائش اِس طرح ہُوئی۔ وُہ ازلی ہستی وقت یا زمان میں

داخل ہوئی ۔ قادرِ مطلق نے ایک ننھے شیرخوار کی صورت اختیار کی ۔ جلال کے خداوند نے اپنے جلال کو اِنسانی جسم کے نقاب سے ڈھانپ لیا ۔ "الوہیت کی ساری معموری اُسی میں مجسّم ہو کر سکونت کرتی ہے" (کلسیوں ۲: ۹) ۔

۲- مسیحِ موعود اور بادشاہ کی اِبتدائی زندگی (باب ۲)

ا- مجوسی بادشاہ کو سجدہ کرنے آتے ہیں (۲: ۱-۱۲)

۲: ۱، ۲- مسیح کی پیدائش سے متعلقہ واقعات کی تواریخی ترتیب کے بارے میں اُلجھن کا شکار ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ۔ آیت ایک سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ ہیرودیس نے یسوع کو اُس وقت قتل کروانے کی کوشش کی جب مریم اور یوسف ابھی بیت لحم میں قیام پذیر تھے ۔ لیکن متحدہ شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ ایک یا دو سال بعد کا ہے ۔ آیت ۱۱ میں متّی کہتا ہے کہ مجوسیوں کی یسوع سے ملاقات ایک "گھر" میں ہوئی تھی ۔ ہیرودیس نے حکم دیا تھا کہ دو سال یا اِس سے کم عمر کے لڑکوں کو قتل کیا جائے (آیت ۱۶) ۔ اِس حقیقت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شاہی پیدائش کے بعد ایک غیر معیّنہ عرصہ گزر چکا تھا ۔

ہیرودیس اعظم عیسو کی نسل سے تھا اِس لئے روایتاً یہودیوں کا دشمن تھا ۔ اُس نے یہودیت کو قبول کر لیا تھا لیکن غالباً اُس کے پیچھے سیاسی مصلحت اور محرکات تھے ۔ اُس کے دورِ حکومت کے آخری ایّام تھے جب "پورب سے مجوسی" "یہودیوں کے بادشاہ" کو تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچے ۔ شاید یہ افراد بُت پرست کاہن تھے، جن کے رسم و رواج قدرتی عناصر کے گرد گھومتے تھے ۔ اپنے علم و دانش اور مستقبل کے حالات دریافت کر لینے کی صلاحیت کے باعث اُن کو اکثر بادشاہوں کے مُشیر مقرر کیا جاتا تھا ۔ ہمیں کچھ علم نہیں کہ یہ مجوسی مشرق میں کہاں کے باشندے تھے، اُن کی تعداد کیا تھی اور سفر میں اُن کو کتنا عرصہ لگا ۔

اُن کو "بادشاہ" کی پیدائش کی خبر "پورب میں اُس کے ستارہ" سے ملی اور وہ اُس کو سجدہ کرنے آئے ۔ عین ممکن ہے کہ وہ مسیحِ موعود کی آمد کے بارے میں پرانے عہدنامے کی پیش گوئیوں سے واقف تھے ۔ شاید وہ بلعام کی اِس پیش گوئی کو بھی جانتے تھے کہ "یعقوب میں سے ایک ستارہ نکلے گا" (گنتی ۲۴: ۱۷) اور اُنہوں نے اِس کو ستر ہفتوں کی

اُس پیش گوئی کے ساتھ ملایا ہو جس میں مسیح کی پہلی آمد کے بارے میں بتایا گیا ہے (دانی ایل ۹ : ۲۴ ، ۲۵)۔ لیکن زیادہ قرینِ قیاس بات یہی ہے کہ اُن کو یہ علم فوق الفطرت انداز میں پہنچا تھا۔

ستارے کے ظہور کے بارے میں متعدد سائنسی تشریحات پیش کی گئی ہیں۔ مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُس وقت کرّہ ہائے سماوی کا اجتماع ہُوا تھا۔ لیکن اِس ستارے کا مدار بالکل بے قاعدہ تھا۔ یہ مجوسیوں کے آگے آگے چل کر اُن کو یروشلیم سے اُس گھر تک لے آیا جہاں یسوع کا قیام تھا (آیت ۹)۔ پھر وُہ ٹھہر گیا۔ درحقیقت ...سب کچھ اِتنا غیر معمولی تھا کہ اِسے معجزہ ہی قرار دے سکتے ہیں۔

۲ : ۳ - جب "ہیرودیس بادشاہ" نے سُنا کہ ایک بچّہ پیدا ہُوا ہے جو یہودیوں کا بادشاہ بنے گا تو وُہ "گھبرا گیا"۔ یہ بچّہ اُس کی بے امن حکومت کے لئے خطرہ تھا۔ "اِس کے ساتھ یروشلیم کے سب لوگ گھبرا گئے"۔ وُہ شہر جس کو ایسی خبر پر خُوش ہونا چاہیئے تھا، وُہ ہر ایسی خبر سے گھبرا جاتا تھا جس سے اُس کی موجُودہ حیثیّت میں فرق آتا ہو، یا جس سے رُومی حاکموں کے ناراض ہو جانے کا خدشہ ہو۔ حالانکہ اِن غیر قوم حاکموں کو سخت ناپسند کیا جاتا تھا۔

۲ : ۴ - ۶ - ہیرودیس نے یہودی مذہبی لیڈروں کو طلب کر لیا تاکہ معلوم کرے کہ "مسیح کی پیدائش کہاں ہونی چاہیئے؟" "سردار کاہنوں" سے سردار کاہن اور اُس کے بیٹے (اور غالباً گھرانے کے دیگر افراد بھی) مُراد ہے۔ "قوم کے ... فقیہوں" سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو مذہبی راہنما تو نہیں تھے لیکن مُوسیٰ کی شریعت کے ماہر عالم تھے۔ وُہ شریعت کو محفوظ رکھتے، اُس کی تعلیم دیتے اور سنہیڈرن (یہودیوں کی سب سے بڑی عدالت اور مذہبی مجلس) میں جج کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ اِن کاہنوں اور فقیہوں نے فوراً میکاہ ۵ : ۲ کا حوالہ دیا جو "یہودیہ کے بیت لحم" کی شناخت کرتا ہے کہ بادشاہ یہیں پیدا ہو گا۔ میکاہ کی نبوّت کے متن میں اِس شہر کو "بیت لحم افراتاہ" کہا گیا ہے۔ چونکہ فلسطین میں متعدد قصبے تھے جن کا نام "بیت لحم" تھا اِس لئے یہ حوالہ شناخت کرتا ہے کہ مذکُورہ قصبہ افراتاہ کے علاقے میں ہے جو کہ یہوداہ کے قبیلے کی حدُود میں ہے۔

۲ : ۷ ، ۸ - "ہیرودیس (بادشاہ)" نے مجوسیوں کو چُپکے سے بُلا کر اُن سے تحقیق کی کہ

وُہ ستارہ کس وقت دِکھائی دِیا تھا"۔ یہ چُپکے سے بُلانا اُس کی جلّادانہ نیّت کی چُغلی کھاتا ہے۔ اگر وُہ صحیح بچّے پر ہاتھ نہ ڈال سکا تو اُسے ایسی معلُومات کی ضرُورت پیش آئے گی۔ اپنی نیّت کو چُھپانے کی غرض سے وُہ مجُوسیوں کو اُس بچّے کی تلاش میں بھیجتا اور اُن سے درخواست کرتا ہے کہ جب مِل جائے تو مُجھے خبر دینا۔

۲: ۹۔ جب مجُوسی روانہ ہو گئے تو "جو ستارہ اُنہوں نے پُورب میں دیکھا تھا" وُہ دوبارہ نظر آنے لگا۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس ستارے نے مشرق سے سارے راستے اِن کی راہنمائی نہیں کی تھی۔ مگر اب وُہ یقیناً اُن کی راہنمائی کرتا ہُوا اُس گھر تک لے آیا "جہاں وُہ بچّہ تھا"۔

۲: ۱۰۔ یہاں خاص طور سے ذِکر کیا گیا ہے کہ مجُوسی "ستارے کو دیکھ کر نہایت خُوش ہُوئے"۔ یہ غیر قوم افراد تن دہی اور جاں فشانی سے مسیح کی تلاش کر رہے تھے۔ ہیرودیس اُسے مار ڈالنے کے منصُوبے بنائے بیٹھا تھا جبکہ کاہنوں اور فقیہوں کو کوئی پروا نہیں تھی اور یروشلیم کے لوگ گھبرائے ہُوئے تھے۔ اِن رویّوں سے پہلے سے ہی پتہ چلتا ہے کہ مسیحِ موعُود کو بعد بعد میں کس طرح قبول کیا جائے گا۔

۲: ۱۱۔ مجُوسیوں نے اُس گھر میں داخل ہو کر بچّے کو اُس کی ماں مریم کے پاس دیکھا۔ اُنہوں نے اُس کے آگے گر کر اُسے سجدہ کیا اور قیمتی نذرانے یعنی سونا، مُر اور لُبان اُس کو پیش کئے۔ غور کریں کہ اُنہوں نے یسوعؔ کو اُس کی ماں کے پاس دیکھا۔ عام حالات میں ماں کا ذِکر پہلے آتا ہے اور بچّے کا بعد میں۔ مگر یہ بچّہ یکتا اور بے مثال ہے چُنانچہ اِس کا ذِکر پہلے آنا ضرُور ہے (آیات ۱۳، ۱۴، ۲۰ اور ۲۱ بھی دیکھئے)۔ مجُوسیوں نے یسوعؔ کو سجدہ کیا۔ مریم یا یُوسفؔ کو نہیں (اِس بیان میں یُوسفؔ کا کوئی ذِکر نہیں، بہُت جلد اِس انجیلی بیان سے وُہ بالکل ہی غائب ہو جائے گا)۔ یسوعؔ ہی ہماری پرستش کا حق دار ہے۔ مریم یا یُوسف قطعاً نہیں۔

مجُوسیوں کے نذرانوں میں معنوں کے خزانے پوشیدہ ہیں۔ "سونا" اُلوہیّت اور جلال کی علامت ہے۔ یہ اُس کی الٰہی ذات کی پُرجلال کاملیّت کا بیان کرتا ہے۔ "لُبان" ایک مرہم یا خوشبو ہے اور بے گناہ زِندگی کی کاملیّت کی خوشبُو کا پتہ دیتا ہے۔ "مُر" ایک کڑوی جڑی بُوٹی ہے۔ یہ اُن دُکھوں کی آگاہی دیتا ہے جو وُہ دُنیا کے گُناہوں کو اُٹھانے کے سِلسلے میں برداشت کرنے کو تھا۔ غیر قوم افراد کے یہ نذرانے ہمیں یسعیاہ ۶۰: ۶ کی زُبان و بیان کی یاد دِلا دیتے ہیں۔

یسعیاہ نے پیش گوئی کی تھی کہ غیر قومیں ہدیئے لے کر مسیحِ موعود کی خدمت میں حاضر ہوں گی۔ مگر اُس نے صرف سونے اور لُبان کا ذکر کیا ہے۔ "... وہ ... سونا اور لُبان لائیں گے اور خداوند کی حمد کا اعلان کریں گے"۔ یسعیاہ نے "مُر" کا ذکر کیوں چھوڑ دیا؟ اِس لئے کہ وہ مسیح کی آمدِ ثانی کا بیان کر رہا تھا جب وہ بڑی قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ آئے گا۔ اُس وقت مُر نہیں ہوگا کیونکہ اُسے دُکھ نہیں اُٹھانے ہوں گے۔ لیکن متّی مُر کو شامل کرتا ہے کیونکہ مسیح کی پہلی آمد اُس کے سامنے ہے۔ متّی کی انجیل میں مسیح کے دُکھوں کا بیان ہے جبکہ یسعیاہ میں اُس بڑے جلال کا جو بعد میں آئے گا۔

۲: ۱۲۔ خدا نے مجوسیوں کو خواب میں خبردار کر دیا کہ ہیرودیس کے پاس واپس نہ جائیں۔ چنانچہ وہ حکم مان کر "دُوسری راہ سے اپنے مُلک کو روانہ ہوئے"۔ جو شخص بھی سچے دل کے ساتھ یسوع کے ساتھ مُلاقات کرتا ہے اُسی راہ سے واپس نہیں آتا۔ یسوع کے ساتھ حقیقی مُلاقات زندگی کو یکسر بدل ڈالتی ہے۔

ب۔ یُوسف، مریم اور یسوع مصر میں پناہ لیتے ہیں

(۲: ۱۳- ۱۵)

۲: ۱۳، ۱۴۔ بچپن ہی سے ہمارے خداوند کے سر پر مَوت کا خطرہ منڈلا رہا تھا۔ صاف نظر آتا ہے کہ وہ مرنے ہی کے لئے پیدا ہُوا تھا۔ لیکن اُسے مقررہ وقت پر مرنا ضرور تھا۔ جو شخص بھی خدا کی مرضی پر چلتا ہے، اُس وقت تک نہیں مرتا جب تک اس کا کام مکمل نہ ہو جائے۔ "خداوند کے فرشتہ نے یُوسف کو خواب میں" خبردار کر دیا کہ اپنے خاندان کو لے کر "مصر کو بھاگ جا" ہیرودیس اپنا "تلاش اور ہلاک" کرنے کا مشن شروع کرنے کو تھا۔ یہ خاندان ہیرودیس کے غضب کے باعث "پناہ گیر" بن گیا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کتنا عرصہ مصر میں رہے لیکن ہیرودیس کی مَوت سے اُن کی وطن واپسی کے راستے کھُل گئے۔

۲: ۱۵۔ یہاں پُرانے عہدنامے کی ایک اَور نبوّت نئے معانی میں لپٹی ہُوئی نظر آتی ہے۔ خدا نے ہوسیع "نبی کی معرفت کہا تھا" کہ "مَیں نے ... اپنے بیٹے کو مصر سے بُلایا" (ہوسیع ۱۱: ۱)۔ اپنے اصل سیاق و سباق میں اِس کا اشارہ بنی اسرائیل کی مصر سے رہائی کی طرف تھا جو خروج کے موقع پر پایۂ تکمیل کو پہنچی تھی۔ مگر اِس بیان کا مطلب دُہرا ہے۔

کہ مسیحِ موعود کی تاریخ بھی بنی اسرائیل کے بالکل مُشابہ ہوگی ۔ یہ پیش گوئی مسیح کی زندگی میں پُوری ہُوئی ۔ وُہ مصر سے اسرائیل میں واپس آیا ۔

جب خُداوند راستی کے ساتھ بادشاہی کرنے کو واپس آئے گا تو مصر بھی اُن ممالک میں شامل ہوگا جو ہزار سالہ برکات میں شریک ہوں گے (یسعیاہ ۱۹ : ۲۱ - ۲۵؛ صفنیاہ ۳ : ۹، ۱۰؛ زبُور ۶۸ : ۳۱) ۔ یہ قوم جو روایتی طور پر بنی اسرائیل کی دُشمن ہے ، اِس پر ایسی مہربانی کیوں؟ کیا یہ خُدا کی طرف سے اَجر کی علامت ہے کہ اِس مُلک نے خُداوند یسوع کو پناہ دی تھی ؟

ج ۔ ہیرودیس بیت لحم کے بچّوں کو قتل کرواتا ہے

(۲ : ۱۶ - ۱۸)

۲ : ۱۶ ۔ جب مجوسی بادشاہ کے پاس واپس نہ گئے تو "ہیرودیس" کو احساس ہوگیا کہ بچّے بادشاہ کو تلاش کرنے کی میری چال ناکام ہوگئی ہے اور مجوسی مجھے دھوکا دے گئے ہیں تو احمقانہ غُصّے اور طیش میں آکر اُس نے حُکم صادر کیا کہ "بیت لحم اور اُس کی سب سرحدوں کے اندر کے اُن سب لڑکوں کو قتل" کر دیا جائے "جو دو دو برس کے یا اِس سے چھوٹے تھے" ۔ قتل ہونے والے بچّوں کی تعداد کے اندازے کے بارے میں اِختلاف پایا جاتا ہے ۔ ایک مُصنّف کی رائے میں تقریباً چھبیس ۲۶ بچّے قتل ہوئے ہوں گے ۔ تعداد کا سیکڑوں تک پہنچنا ممکن معلوم نہیں ہوتا ۔

۲ : ۱۷، ۱۸ ۔ بچّوں کے قتل کے بعد جو "رونا اور بڑا ماتم" ہُوا ، وُہ "یرمیاہ نبی" کی نبوّت کی تکمیل تھی کہ

> "خُداوند یُوں فرماتا ہے کہ رامہ میں ایک آواز سُنائی دی ۔ نوحہ اور زار زار رونا ۔ راخل اپنے بچّوں کو رو رہی ہے ۔ وُہ اپنے بچّوں کی بابت تسلّی پذیر نہیں ہوتی کیونکہ وُہ نہیں ہیں" (یرمیاہ ۳۱ : ۱۵) ۔

نبوّت میں "راخل" بنی اسرائیل قوم کی نمائندگی کرتی ہے ۔ قوم کے غم کو راخل سے منسوب کیا گیا ہے جسے رامہ میں (بیت لحم کے نزدیک جہاں قتلِ عام ہُوا تھا) دفن کیا گیا تھا تصویر یہ ہے کہ جب غم زدہ والدین اُس کی قبر کے قریب سے گزرتے تھے تو گویا وُہ بھی اُن کے ساتھ رو اور ماتم کر رہی ہے ۔ اپنے نوعمر حریف کو ختم کرنے کی کوشش میں ہیرودیس کو حاصل تو

کچھ نہ ہُوا، البتہ تاریخ میں بدنام اور بے عزّت افراد کی فہرست میں اُس کا نام بھی شامل ہو گیا۔

د۔ یُوسف، مریم اور یسُوع ناصرت میں مستقل رہائش اختیار کرتے ہیں (۲: ۱۹-۲۳)

ہیرودیس کی وفات کے بعد "خُداوند کے فرشتہ نے ... یُوسف کو" یقین دِلایا کہ اب وطن واپس جانے میں کوئی خطرہ نہیں۔ "اِسرائیل کے مُلک" میں واپس آنے پر یُوسف نے سُنا کہ ہیرودیس کا بیٹا "ارخلاؤس اپنے باپ ہیرودیس کی جگہ یہُودیہ میں بادشاہی کرتا ہے" تو وُہ اُس علاقے میں جانے سے ہچکچانے لگا۔ خُدا نے "خواب میں" اُس کی تشویش اور خدشے کی تصدیق کر دی۔ چنانچہ وُہ شمال کی طرف "گلیل کے علاقے کو روانہ ہو گیا اور ناصرت نام ایک شہر میں جا بسا"۔

اِس باب میں متّی چوتھی دفعہ یاد دِلاتا ہے کہ نبوّت پُوری ہُوئی ہے۔ یہاں وُہ کسی نبی کا نام نہیں لیتا بلکہ صرف اِتنا کہتا ہے کہ "نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا" کہ مسیح موعُود "ناصری کہلائے گا"۔ پُرانے عہد نامے کی کسی آیت میں یہ بات براہِ راست نہیں کہی گئی۔ بہُت سے عُلما کا خیال ہے کہ یہاں متّی نے یسعیاہ ۱۱: ۱ کی طرف اشارہ کیا ہے، جہاں مرقوم ہے کہ "یسّی کے تنے سے ایک کونپل نکلے گی اور اُس کی جڑوں سے ایک بار آور شاخ پیدا ہو گی"۔ جس عبرانی لفظ کا ترجمہ "کونپل" کیا گیا ہے، وُہ "نصر" ہے۔ لیکن یہ تعلق دُور کی کوڑی لانے کے مُترادف ہے۔ زیادہ بہتر تشریح یہ ہو گی کہ جو شخص بھی ناصرت میں رہتا تھا، وُہ "ناصری" کہلاتا تھا۔ باقی لوگ اِس قصبے کو تحقیر کی نظروں سے دیکھا کرتے تھے۔ نتن ایل اِسی بات کو اِس مثالی سوال سے ظاہر کرتا ہے کہ "کیا ناصرت سے کوئی اچھی چیز نکل سکتی ہے؟" (یُوحنّا ۱: ۴۶)۔ اِس "غیر اہم" قصبے کے ساتھ جو حقارت وابستہ تھی، وُہ اُس کے باشندوں کے حصّے میں بھی آتی تھی۔ چُنانچہ جب آیت ۲۳ میں کہا گیا ہے کہ "وُہ ناصری کہلائے گا" تو مطلب یہ ہے کہ اُس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک روا رکھا جائے گا۔ اگرچہ ہمیں کوئی نبوّت نہیں ملتی کہ یسوع ناصری کہلائے گا لیکن ایک نبوّت میں یہ ضرُور کہا گیا ہے کہ "وُہ آدمیوں میں حقیر و مردُود" (یسعیاہ ۵۳: ۳) ہو گا۔ ایک اَور نبوّت میں کہا گیا ہے کہ وُہ اِنسان نہیں بلکہ کیڑا ہو گا جو سب آدمیوں میں انگشت نُما اور حقیر ہو گا (زبور ۲۲: ۶)۔ چنانچہ اگرچہ نبیوں نے بالکل وُہی

لفظ تو استعمال نہیں کئے تھے، لیکن انکار نہیں کیا جا سکتا کہ متعدد نبوتوں کی رُوح یہی ہے۔

بہت حیرت افزا بات ہے کہ جب قادرِ خدا اِس زمین پر آیا تو اُسے ایک ملامت اور حقارت بھرا عُرف دیا گیا۔ جو لوگ اُس کی پیروی کرتے ہیں اُن کا اعزاز ہے کہ اِس میں بھی شامل ہوں (عبرانیوں ۱۳: ۱۳)۔

۳۔ مسیحِ موعود کی خدمت کے لئے تیاری اور خدمت کا آغاز (ابواب ۳، ۴)

۱۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا راہ تیار کرتا ہے (۳: ۱-۱۲)

باب ۲ اور ۳ کے درمیان اٹھائیس ۲۸ یا اُنتیس ۲۹ برس کا وقفہ ہے۔ اِس وقفے کے واقعات کے بارے میں متّی کچھ نہیں کہتا۔ اِس عرصہ کے دوران یسوع ناصرت میں تھا اور آنے والے کام کی تیاری کر رہا تھا۔ اِن سالوں کے دوران اُس نے کوئی معجزہ نہ کیا لیکن خدا کی نظر میں کامل طور پر مقبول رہا (متّی ۳: ۱۷)۔ اِس باب کے ساتھ ہم یسوع کی خدمت کے آغاز پر پہنچتے ہیں۔

۳: ۱-۲۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا اپنے رشتہ کے بھائی یسوع سے چھ ۶ ماہ بڑا تھا (لُوقا ۱: ۲۶، ۳۶)۔ اُس نے اسرائیل کے بادشاہ کے نقیب کی حیثیت سے تاریخ کی اسٹیج پر قدم رکھا۔ اُس کی غیر معمولی خدمت کا میدان "یہودیہ کا بیابان" تھا یعنی یروشلیم سے دریائے یردن تک پھیلا ہُوا خشک اور بنجر علاقہ۔ یُوحنّا کا پیغام یہ تھا کہ "توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے"۔ بادشاہ بہت جلد ظاہر ہونے کو ہے۔ لیکن وہ اُن لوگوں پر حکومت نہیں کر سکتا، نہ کرنا چاہتا ہے جو اپنے گناہوں سے چمٹے رہتے ہیں۔ ضرور ہے کہ وہ اپنا رُخ بدلیں، اپنے گناہوں کا اقرار کر کے انہیں ترک کریں۔ خدا اُن کو تاریکی کی بادشاہی سے "آسمان کی بادشاہی" میں بُلا رہا ہے۔

آسمان کی بادشاہی

آیت دو ۲ میں پہلی دفعہ "آسمان کی بادشاہی" کے الفاظ آئے ہیں۔ اِس انجیل میں اِس

ترکیب کو بتیس ۳۲ دفعہ اِستعمال کیا گیا ہے۔ متّی کی اِنجیل کو دُرست طور پر سمجھنے کے لیۓ اِس تصوّر کا سمجھنا ازحد ضرُوری ہے۔ اِس لئے مُناسب اور موزُوں ہے کہ یہاں اِس اِصطلاح کی وضاحت کی جائے۔

آسمان کی بادشاہی وُہ عِلاقہ ہے جس میں خُدا کی حُکمرانی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ لفظ "آسمان" خُدا کو ظاہر کرتا ہے۔ اِس کا ثبُوت دانی ایل ۴ : ۲۵ سے مِلتا ہے جہاں دانی ایل کہتا ہے کہ "حق تعالیٰ اِنسان کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے"۔ اگلی آیت میں وُہ کہتا ہے کہ "بادشاہی کا اِقتدار آسمان کی طرف سے ہے"۔ جہاں کہیں اِنسان خُدا کی حُکمرانی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں، وہاں آسمان کی بادشاہی موجُود ہوتی ہے۔

آسمان کی بادشاہی کے دو ۲ پہلُو ہیں۔ وسیع تر مفہُوم میں اِس میں ہر وُہ شخص شامل ہے جو اِقرار کرتا ہے کہ مَیں خُدا کو اعلیٰ ترین حاکم تسلیم کرتا ہُوں، جبکہ محدُود تر مفہُوم میں اِس میں صِرف وُہی افراد شامل ہیں جو حقیقت میں ایمان لائے ہیں۔ ہم اِس بات کی وضاحت دو ۲ ہم مرکز دائروں کی مدد سے کر سکتے ہیں۔ باہر کا دائرہ "اِقرار" کا حلقہ ہے۔ اِس میں وُہ سب شامل ہیں جو بادشاہ کی خالص رعایا ہیں اور وُہ بھی جو اُس کے حلیف اور وفادار اور اَصلی ہونے کا صِرف دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ بات بیج بونے والے (متّی ۱۳ : ۳-۹)، رائی کے دانے (متّی ۱۳ : ۳۱-۳۲) اور خمیر (متّی ۱۳ : ۳۳) کی تمثیلوں سے صاف ظاہر ہوتی ہے۔ چھوٹے دائرے میں صِرف وُہی شامل ہیں جو خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے سے نئے سِرے سے پیدا ہُوئے ہیں۔ اندرُونی پہلُو کے اِعتبار سے آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونے کا صِرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اِنسان "پھرے" (متّی ۱۸ : ۳) اور مسیح پر ایمان لائے۔
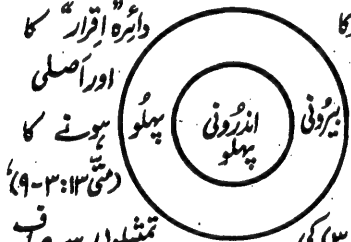
اِس بادشاہی سے متعلقہ بائبل مُقدّس کے سارے حوالوں کو یکجا کرنے سے ہم جان سکتے ہیں کہ اِس کے تواریخی اِرتقا کے پانچ مراحل ہیں۔

__اوّل__۔ پُرانے عہدنامے میں اِس بادشاہی کی "پیش گوئی" کی گئی تھی۔ دانی ایل نے نبوّت کی کہ خُدا ایسی بادشاہی قائم کرے گا جو کبھی نیست نہ ہو گی اور نہ اپنا اختیارِ اعلیٰ کسی دُوسری قوم کے سپرد کرے گی (دانی ایل ۲ : ۴۴)۔ اُس نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا کہ

مسیح آئے گا اور عالمگیر اور ابدی اختیار قائم کرے گا (دانی ایل ۷: ۱۳، ۱۴، مزید ملاحظہ کریں۔ یرمیاہ ۲۳: ۵، ۶)۔

دوم۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے، یسوع اور اُس کے بارہ ۱۲ شاگردوں نے بیان کیا کہ خدا کی بادشاہی نزدیک یا موجود ہے (متی ۳: ۲؛ ۴: ۱۷؛ ۱۰: ۷)۔ متی ۱۲: ۲۸ میں یسوع نے کہا کہ "اگر مَیں خدا کے رُوح کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتا ہُوں تو خدا کی بادشاہی تمہارے پاس آ پہنچی"۔ پھر لُوقا ۱۷: ۲۱ میں اُس نے فرمایا کہ "دیکھو، خدا کی بادشاہی تمہارے درمیان ہے"۔ یا تمہارے اندر ہے۔ یہ بادشاہی بادشاہ کی ذات میں موجود تھی۔ ہم آگے چل کر واضح کریں گے کہ "خدا کی بادشاہی" اور "آسمان کی بادشاہی" متبادل اصطلاحات ہیں۔

سوم۔ اِس بادشاہی کا بیان "عبوری" انداز میں ہُوا ہے۔ اسرائیلی قوم نے اُسے (بادشاہ کو) رد کر دیا تو وہ واپس آسمان پر چلا گیا۔ یہ بادشاہی آج بھی موجود ہے البتہ بادشاہ غیر حاضر ہے۔ جتنے بھی اُس کے بادشاہ ہونے کو تسلیم کرتے ہیں، یہ بادشاہی اُن سب کے دلوں میں موجود ہے اور پہاڑی وعظ سمیت اِس کے اخلاقی اصُولوں کا آج بھی ہم پر اطلاق ہوتا ہے۔ بادشاہی کی اِس عبوری منزل کا بیان متی ۱۳ باب کی تمثیلوں میں کیا گیا ہے۔

چہارم۔ بادشاہی کا چوتھا مرحلہ وہ ہے جسے "ظہور" کا نام دے سکتے ہیں۔ یہ اِس دُنیا میں مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی کا دَور ہے جس کی تصویر مسیح کی صُورت بدل جانے کے واقعے میں نظر آتی ہے جب اُس کو اپنی آنے والی حکمرانی کے جلال میں دیکھا گیا (متی ۱۷: ۱-۸)۔ اِس مرحلے کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے متی ۸: ۱۱ میں یسوع نے کہا کہ "... بہتیرے پُورب اور پچھم سے آکر ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کے ساتھ آسمان کی بادشاہی ... میں شریک ہوں گے"۔

پنجم۔ اِس بادشاہی کا آخری مرحلہ "ابدی یا ہمیشہ کی بادشاہی" ہوگا۔ اِس کا بیان ۲-پطرس ۱: ۱۱ میں ملتا ہے "... ہمارے خداوند اور مُنجی یسوع مسیح کی ابدی بادشاہی ..."

"آسمان کی بادشاہی" کی اصطلاح صرف متی کی انجیل میں استعمال ہُوئی ہے جبکہ "خدا کی بادشاہی" کی اصطلاح چاروں انجیلوں میں ملتی ہے۔ درحقیقت اِن دونوں میں کوئی فرق نہیں، دونوں

کے لئے ایک سی باتیں کہی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر متّی ۱۹: ۲۳ میں یسوع نے کہاکہ دولتمند کا "آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے۔ اور مرقس (۱۰: ۲۳) اور لُوقا (۱۸: ۲۴) دونوں رقم طراز ہیں کہ یسوع نے یہی بات "خدا" کی بادشاہی کے بارے میں کہی۔ (متّی ۱۹: ۲۴ بھی دیکھئے، جس میں ویسے ہی مقولے کے لئے "خدا کی بادشاہی" استعمال کیا گیا ہے۔)

ہم نے اُوپر ذکر کیا ہے کہ آسمان کی بادشاہی بیرونی پہلو اور اندرونی حقیقت رکھتی ہے۔ یہی بات خدا کی بادشاہی پر بھی صادق آتی ہے اور یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ دونوں اِصطلاحات کا مطلب ایک ہی ہے۔ خدا کی بادشاہی میں بھی اصلی اور جعلی دونوں شامل ہیں یہ بات بیج بونے والے (لُوقا ۸: ۴-۱۰)، رائی کے دانے (لُوقا ۱۳: ۱۸، ۱۹) اور خمیر (لُوقا ۱۳: ۲۰-۲۱) کی تمثیلوں سے واضح ہوتی ہے جہاں تک اِس کی حقیقی اور اندرونی حقیقت کا تعلق ہے خدا کی بادشاہی میں صرف وُہی لوگ داخل ہو سکتے ہیں جو نئے سرے سے پیدا ہوئے ہوں (یُوحنّا ۳: ۳، ۵)۔

اب ایک آخری نکتہ۔۔ بادشاہی سے مُراد کلیسیا نہیں ہے۔ بادشاہی اُس وقت شروع ہوئی جب مسیح نے اپنی عام خدمت کا آغاز کیا۔ جبکہ کلیسیا پنتکُست کے دن شروع ہوئی (اعمال باب ۲)۔ اِس دُنیا میں بادشاہی اُس دن تک جاری رہے گی جس دن یہ زمین نیست کی جائے گی جبکہ کلیسیا اِس دُنیا میں "فضائی اِستقبال" (جب مسیح آسمان سے اُترے گا اور سارے ایمانداروں کو آسمانی گھر میں لے جائے گا۔ ۱-تھسلُنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸) تک موجود رہے گی۔ مسیح کی آمدِ ثانی کے موقع پر کلیسیا اُس کے ساتھ واپس آئے گی اور اُس کی دُلہن کی حیثیت میں اُس کے ساتھ بادشاہی کرے گی۔ فی الحال جو لوگ بادشاہی کی اصلی اور اندرونی حقیقت میں شامل ہیں وُہ کلیسیا میں بھی شامل ہیں۔

۳: ۳۔ متّی کے باب ۳ کی تفسیر کی طرف آتے ہوئے اِس بات پر توجّہ دینا ضروری ہے کہ یُوحنّا سے سات سو سال سے زیادہ پہلے یسعیاہ نے اُس کی خدمت کے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ

"پکارنے والے کی آواز! بیابان میں خداوند کی راہ درست کرو۔ صحرا میں ہمارے خدا کے لئے شاہراہ ہموار کرو" (۴۰: ۳)۔

"یہ آواز" یُوحنّا تھا۔ رُوحانی معنوں میں اسرائیلی قوم "بیابان" تھی۔۔ خشک اور بنجر۔۔ یُوحنّا نے پکار کر لوگوں سے کہاکہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے اور اُنہیں ترک کرنے سے خداوند

کی راہ تیار کرو۔ اُس کے راستے سیدھے بناؤ"۔ اپنی زندگیوں سے ہر وُہ بات دُور کرو جو اُس کی کامل حکمرانی کی راہ میں رُکاوٹ بن سکتی ہے۔

۳: ۴۔ بپتسمہ دینے والے کا لباس "اُونٹ کے بالوں" کا بنا ہُوا تھا۔ آج کل اُونٹوں کے بالوں سے بننے والے نرم و ملائم کپڑے کی طرح کا نہیں، بلکہ ایک دیہاتی مزدُور کا سا موٹا اور کھُردرا لباس۔ وُہ کمربند بھی باندھتا تھا۔ یہ پوشاک ویسی ہی تھی جیسی ایلیاہ کی ہوتی تھی (۲۔سلاطین ۱: ۸) اور ہوش مند یہُودی اِس لباس کو دیکھ کر سمجھ سکتے تھے کہ یُوحنّا اور ایلیاہ کا مقصد ایک ہی ہے (ملاکی ۴: ۵؛ لُوقا ۱: ۱۷؛ متی ۱۱: ۱۴؛ ۱۷: ۱۰-۱۲)۔ یُوحنّا "ٹِڈیاں اور جنگلی شہد" کھاتا تھا۔ اُسے اپنے مشن سے اِتنا لگاؤ تھا اور وُہ اِس میں ایسا کھویا ہُوا تھا کہ معمُولی خوراک پر گُزارا کرتا تھا۔ اُسے عام آسائشوں کی پروا نہ تھی۔ یُوحنّا کو اُن چیزوں اور باتوں کی قطعاً پروا نہ تھی جن پر عام لوگ جان دیتے ہیں۔ اُس سے مُلاقات اِنسان کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیتی اور دِل میں پچھتاوا لگا دیتی تھی۔ وُہ رُوحانی سچائیوں میں اِتنا مگن تھا کہ اِنسان اُس کے سامنے خُود کو بے وقعت محسُوس کرنے لگتا تھا۔ اُس کی خُود اِنکاری اور ترکِ دُنیا اپنے دَور کے دُنیا داروں کو مُجرم ٹھہراتی تھی۔

۳: ۵، ۶۔ "یروشلیم اور سارے یہُودیہ اور یردن کے گِردونواح" سے لوگ جوق در جوق اُس کی باتیں سُننے آتے تھے۔ کُچھ لوگ اُس کے پیغام سے مُتاثر ہوتے اور "دریائے یردن میں اُس سے بپتسمہ" لیتے اور کہتے تھے کہ ہم آنے والے بادشاہ کے ساتھ پُوری وفاداری اور اُس کی پُوری تابع داری کرنے کو تیار ہیں۔

۳: ۷۔ لیکن "فریسیوں اور صدُوقیوں" کا مُعاملہ فرق تھا۔ جب وُہ اُس کی باتیں سُننے آتے تو یُوحنّا کو معلُوم ہوتا تھا کہ اُن کی نیّت صاف نہیں۔ "فریسی" دعویٰ کرتے تھے کہ ہم شریعت کو دِل و جان سے مانتے ہیں۔ لیکن باطن میں وُہ نہایت بگڑے ہُوئے، فرقہ پرست اور ریاکار تھے۔ "صدُوقی" گویا مُعاشرے کے "اشراف" تھے۔ مذہبی لحاظ سے شک پرست تھے۔ وُہ بدن کی قیامت، فرشتوں کے وجُود، رُوح کی بقا اور ابدی سزا جیسے بُنیادی عقائد کے مُنکر تھے۔ اِس لئے یُوحنّا نے دونوں فرقوں کو "سانپ کے بچّو" کہہ کر مذمّت کی کیونکہ وُہ "آنے والے غضب" سے بچنے کی خواہش کا صِرف بہانہ کر رہے تھے مگر اُن میں سچّی توبہ کے کوئی آثار نہ تھے۔

۳ : ۸ - یوحنا نے اُن کو چیلنج کیا کہ اپنی نیک نیتی کا ثبوت مہیا کرو اور "توبہ کے موافق پھل لاؤ"۔ جیسا کہ جے۔ آر ملر لکھتا ہے : "اگر سچی توبہ صرف چند آنسو، پچھتاوے کی ایک جھرجھری یا ذرا سا ڈر ہی پیدا کرتی ہے تو بے سود ہے۔ ضرور ہے کہ جن گناہوں سے ہم توبہ کرتے ہیں اُن کو ترک کریں اور پاکیزگی کی نئی اور صاف ستھری راہوں پر چلیں"۔

۳ : ۹ - یہودیوں کو یہ خام خیالی ترک کر دینی چاہیئے کہ ہمارا "ابرہام" کی نسل سے ہونا آسمان کے لئے پاسپورٹ ہے۔ نجات کا فضل طبعی پیدائش سے منتقل نہیں ہوتا۔ خدا دریائے یردن کے "پتھروں سے ابرہام کے لئے اولاد پیدا کر سکتا ہے"۔ اور یہ عمل فریسیوں اور صدوقیوں کو تبدیل کرنے سے کہیں آسان ہو گا۔

۳ : ۱۰ - یوحنا کہتا تھا کہ "درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے"۔ مطلب یہ تھا کہ خدا کی عدالت اور غضب کا کام شروع ہونے کو ہے۔ مسیح کی آمد اور موجودگی تمام انسانوں کو آزمائے گی۔ بے پھل نیست کئے جائیں گے جیسے بے پھل درخت "کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے"۔

۳ : ۱۱، ۱۲ - آیات ۷ - ۱۰ میں یوحنا صرف فریسیوں اور صدوقیوں سے مخاطب تھا (دیکھئے آیت ۷) لیکن اب وہ تمام سامعین سے مخاطب ہے جن میں پُرخلوص اور بے خلوص سبھی شامل ہیں۔ وہ وضاحت کرتا ہے کہ میری خدمت اور مسیحِ موعود جو کہ بہت جلد آنے والا ہے کی خدمت میں بہت نمایاں فرق ہے۔ یوحنا تو "توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ" دیتا تھا۔ "پانی" تو ایک رسوماتی اور علامتی چیز ہے جس میں پاک صاف کرنے کی اہلیت نہیں۔ "توبہ" بے شک سچی بھی ہو، مگر انسان کو پوری نجات تک نہیں لاتی۔ یوحنا اپنی خدمت کو جزوی اور صرف تیاری کی خدمت سمجھتا تھا۔ مسیحِ موعود کے آنے پر یوحنا بالکل پیچھے ہٹ گیا کیونکہ وہ یوحنا سے "زور آور" ہے۔ وہ زیادہ لائق ہے۔ اُس کا کام بہت آگے تک جائے گا۔ "وہ رُوح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا"۔

"رُوح القدس کا بپتسمہ" اور "آگ کا بپتسمہ" دونوں ایک دوسرے سے الگ اور فرق ہیں۔ اوّل الذکر برکت کا بپتسمہ ہے اور مؤخر الذکر غضب کا۔ اوّل الذکر پنتکست کے وقت ملا تھا، مؤخر الذکر مستقبل میں ملے گا۔ اوّل الذکر سے خداوند یسوع پر سچا ایمان لانے والے سارے ایماندار لطف اُٹھاتے ہیں، مؤخر الذکر سارے بے ایمانوں کا حصہ ہو گا۔ اوّل الذکر اُن اسرائیلیوں کے لئے تھا جن کا ظاہری بپتسمہ باطنی توبہ کا نشان تھا، مؤخر الذکر فریسیوں

اور صدوقیوں اور اُن سب کے لئے ہے، جن میں سچّی توبہ کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔

بعض لوگ تعلیم دیتے ہیں کہ رُوح القُدس کا بپتسمہ اور آگ کا بپتسمہ ایک ہی واقعہ ہیں، یعنی کیا آگ کا بپتسمہ اُن آگ کے شعلوں کی سی زبانوں کی طرف اِشارہ نہیں کرتا جو پنتکُست پر رُوح القُدس کے نزُول کے وقت دِکھائی دی تھیں؟ لیکن آیت ۱۲ میں آگ اور غضب کو ایک ہی چیز کہا گیا، اس کی روشنی میں مُندرجہ بالا دلیل قابلِ قبول نہیں رہتی۔

آگ کے بپتسمے کا ذِکر کرنے کے فوراً بعد یُوحنّا غضب کا ذِکر کرتا ہے۔ تصویر یہ پیش کرتی ہے کہ خُداوند "چھاج" اِستعمال کر رہا ہے اور بھوسے کو ہَوا میں اُڑا رہا ہے۔ "گیہوں" کے دانے (ایماندار) سیدھے زمین پر گرتے ہیں اور وُہ اُنہیں "کھتے" میں جمع کر لیتا ہے۔ "بھوسے" (بے ایمان) کو ہَوا کُچھ دُور اُڑا لے جاتی ہے اور وُہ "اُسے اُس آگ میں جلائے گا جو بُجھنے کی نہیں"۔ آیت ۱۲ میں آگ کا مطلب غضب ہے۔ یہ آیت گیارہویں آیت کی صراحت کرتی ہے، اِس لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا بجا اور معقول ہے کہ آگ کا بپتسمہ غضب کا بپتسمہ ہے۔

ب۔ یُوحنّا یسُوع کو بپتسمہ دیتا ہے (۳: ۱۳-۱۷)

۳: ۱۳۔ یسُوع "گلیل سے" تقریباً ساٹھ میل کا فاصلہ پیدل طے کر کے زیریں "یردن" تک آیا، تاکہ "یُوحنّا سے بپتسمہ" لے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ یسُوع بپتسمے کی رسم کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔ اور آج اُس کے پیروؤں کو بھی اِس رسم کو یہی اہمیت دینی چاہئے۔

۳: ۱۴، ۱۵۔ یُوحنّا کو پُورا پُورا احساس تھا کہ یسُوع نے کوئی گناہ نہیں کیا اور نہ اُسے توبہ کی ضرورت ہے۔ اِس لئے وُہ اُس کو بپتسمہ دینے کے خِلاف اِحتجاج کرتا ہے۔ اُس کا سچّا وجدان کہتا ہے کہ درُست ترتیب تو یہ ہے کہ یسُوع اُسے (یُوحنّا کو) بپتسمہ دے۔ یسُوع نے اِس بات سے اِنکار نہیں کیا بلکہ صرف اپنی درخواست کو دُہرایا کہ "اِسی طرح ساری راستبازی پُوری کرنا مناسب ہے"۔ اُس نے یہی مُناسب سمجھا کہ بپتسمے میں اپنے آپ کو اُن دیندار اسرائیلیوں کے مماثل دِکھائے جو توبہ کا بپتسمہ لینے آتے تھے۔

لیکن ایک اَور گہرا مطلب بھی ہے۔ بپتسمے کی رسم سے اُس نے ظاہر کیا کہ وُہ کس طرح اِنسان کے گناہ کے بارے میں خُدا کے تمام مُطالبات کو پُورا کرنے والا تھا۔ اُس کا پانی میں غوطہ لینا کلوری پر خُدا کے غضب کے پانیوں میں بپتسمہ لینے کی مثال ہے۔ اُس

کا پانی سے باہر آنا اُس کے جی اُٹھنے کا عکس ہے۔ وُہ اپنی موت، دفن اور قیامت سے خُدا کے اِنصاف کے سارے تقاضوں کو پُورا کرنے کو تھا اور یُوں وُہ صادق بُنیاد مہیا کرنے والا تھا جس سے گنہگار راستباز ٹھہرائے جانے کو تھے۔

۳: ۱۶-۱۷۔ جُونہی یسُوع پانی کے پاس سے اُوپر گیا اُس نے "خُدا کے رُوح" کو آسمان سے "اُترتے اور اپنے اُوپر آتے دیکھا"۔ جس طرح پُرانے عہدنامے میں "مسح کرنے کے پاک تیل" (خروج ۳۰: ۲۵-۳۰) سے اِنسانوں اور چیزوں کو مُقدّس مقاصد اور استعمال کے لئے پاک کیا جاتا تھا اُسی طرح اُسے رُوحُ القُدس سے مسیحِ موعُود کی خِدمت کے لئے مسح کیا گیا۔

یہ نہایت مُبارک موقع تھا کیونکہ تثلیث کے تینوں اقانیم ظاہر ہُوئے۔ "پیارا بیٹا" موجُود تھا، "کبُوتر" کی شکل میں "رُوح" القُدس وہاں موجُود تھا اور "آسمان سے" باپ کی "آواز" نے یسُوع پر برکت کا اعلان کیا۔ یہ موقع اِس لئے بھی یادگار ہے کہ خُدا کی آواز پاک صحائف کا اقتباس کرتی ہُوئی سُنائی دی کہ "یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے مَیں خُوش ہُوں" (زبُور ۲: ۷ اور یسعیاہ ۴۲: ۱)۔ یہ اُن تین میں سے ایک موقع ہے جبکہ آسمان پر سے باپ نے بول کر اپنے بے مثال بیٹے سے خُوش ہونے کا اعلان کیا (دُوسرے دو موقعوں کا بیان متّی ۱۷: ۵ اور یُوحنّا ۱۲: ۲۸ میں درج ہے)۔

ج۔ یسُوع شیطان سے آزمایا جاتا ہے (۴: ۱-۱۱)

۴: ۱۔ یہ بات بہت عجیب معلُوم ہوتی ہے کہ "رُوح" یسُوع کو آزمائے جانے کے لئے لے گیا۔ کیا وجہ تھی کہ رُوحُ القُدس یسُوع کو ایسے مُقابلے یا تصادم کے لئے لے گیا؟ جواب یہ ہے کہ یہ آزمائش اِس لئے ضرُوری تھی تاکہ ثابت ہو جائے کہ یسُوع اخلاقی اعتبار سے اُس کام کا اہل ہے جس کے لئے وُہ دُنیا میں آیا ہے۔ پہلا آدم اختیار یا حُکمرانی کے لئے اُس وقت نا اہل ثابت ہُوا جب باغِ عدن میں اُس کا مقابلہ مخالف سے ہُوا۔ یہاں پچھلا آدم اِبلیس سے زبردست ٹکر لیتا اور فتح مند ہوتا ہے۔ اُسے قطعی کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔

جس یُونانی لفظ کا ترجمہ "آزمانا" کیا گیا ہے، اُس کے دو مطلب ہیں۔ (۱) آزمانا یا جانچنا (یُوحنّا ۶: ۶؛ ۲۔ کرنتھیوں ۱۳: ۵؛ عبرانیوں ۱۱: ۱۷) (۲) بُرائی یا گناہ کی ترغیب دینا۔ رُوحُ القُدس نے مسیح کو آزمایا یا جانچا۔ اِبلیس اُسے گناہ کرنے کی ترغیب دیتا رہا۔

ہمارے خُداوند کی آزمائش کے ساتھ ایک گہرا بھید وابستہ ہے۔ لامحالہ یہ سُوال اُٹھتا ہے کہ "کیا وُہ گُناہ کر سکتا تھا؟" اگر جواب "نہیں" ہو تو اگلا سُوال سامنے آتا ہے کہ "اگر وُہ آزمائش میں گر ہی نہیں سکتا تھا تو پھر یہ حقیقی آزمائش کیسے ہُوئی؟" اگر جواب "ہاں" ہو تو ہمارے سامنے یہ مسئلہ آجاتا ہے کہ مُجسّم خدا کس طرح گناہ کر سکتا ہے!

یاد رکھنے کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ یسوؔع مسیح خُدا ہے اور خُدا گُناہ نہیں کر سکتا۔ یہ بھی حقیقت اور سچ ہے کہ وُہ بشر ہے۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ بحیثیّت بشر وُہ گُناہ کر سکتا تھا اور بحیثیّت خُدا گُناہ نہیں کر سکتا تھا تو ایسی صُورتِ حال کھڑی کر دیتے ہیں جس کی کلامِ پاک کی رُو سے کوئی بُنیاد نہیں۔ نئے عہد نامہ کے مُصنّف اکثر مواقع پر مسیح کی بے گناہی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ پولُسؔ لکھتا ہے کہ وُہ "گُناہ سے واقف نہ تھا" (۲۔کرنتھیوں ۵: ۲۱)۔ پطرسؔ کہتا ہے کہ "نہ اُس نے گُناہ کیا۔۔۔" (۱۔پطرس ۲: ۲۲) اور یُوحنّا رقم طراز ہے کہ "اُس کی ذات میں گُناہ نہیں" (۱۔یُوحنّا ۳: ۵)۔

ہماری طرح یسوؔع کی بھی باہر سے آزمائش ہو سکتی تھی۔ شیطان نے آکر اُس کو وُہ مشورے دِئے جو خُدا کی مرضی کے خِلاف ہیں۔ لیکن اُس کو اپنے باطن سے آزمائش نہیں آسکتی تھی۔ اُس کے اندر کوئی گُناہ آلُودہ خواہشات یا شہوتیں پیدا نہیں ہو سکتی تھیں۔ علاوہ ازیں اُس کے اندر کوئی ایسی بات نہ تھی جو ابلیسؔ کی ترغیبات کو قبول کرتی (یُوحنّا ۱۴: ۳۰)۔

اگرچہ یسوؔع گُناہ نہیں کر سکتا تھا مگر آزمائش بالکل حقیقی تھی۔ یہ مُمکن تھا کہ گُناہ کی ترغیبات اُس کے سامنے آئیں مگر اِخلاقی لحاظ سے اُس کا گر جانا مُمکن نہ تھا۔ وُہ صِرف وُہی کام کر سکتا تھا جو باپ کو کرتے دیکھتا تھا (یُوحنّا ۵: ۱۹) اور یہ تو سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ وُہ باپ کو کبھی گُناہ کرتے دیکھ سکتا ہے۔ وُہ اپنے اختیار سے کُچھ نہیں کر سکتا تھا (یُوحنّا ۵: ۳۰) اور خُدا اُسے ہرگز یہ اختیار نہیں دے سکتا تھا کہ آزمائش کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔

آزمائش کا مقصد یہ دیکھنا نہیں تھا کہ وُہ گُناہ کر سکتا ہے یا نہیں بلکہ یہ ثابت کرنا تھا کہ سخت ترین دباؤ کے مُقابلے میں بھی وُہ سوائے خُدا کے کلام کی تعمیل کے اور کُچھ نہیں کر سکتا تھا۔

اگر بحیثیت بشر وُہ گُناہ کر سکتا تو مسئلہ یہ ہوتا کہ وُہ آسمان میں اب بھی بحیثیّت

اِنسان مَوجُود ہے۔ کیا وُہ اَب بھی گناہ کر سکتا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ "نہیں"۔

۴: ۲و۳۔ "چالیس[4] دِن اور چالیس[4] رات فاقہ کر کے آخر کو اُسے (یسُوع کو) بھُوک لگی"۔ پاک صحائف میں چالیس[4] کا عَدد اکثر آزمائشوں یا آزمائشی عرصے کے لئے اِستعمال ہُوا ہے۔ طبعی بھوک نے "آزمانے والے" کو ایک اچھّا موقع فراہم کر دیا۔ ایسی حالت میں وُہ بہُت سے لوگوں کو وَرغلانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اُس نے مشورہ دِیا کہ یسوع اپنی مُعجزانہ قدرت کو اِستعمال کر کے بیابان کے "پتھّروں" کو "روٹیاں" بنائے۔ شرُوع کے الفاظ "اگر تو خُدا کا بیٹا ہے" کا مقصد شک و شُبہ کا اظہار کرنا نہیں۔ اِن کا اصل مطلب ہے کہ "چونکہ تُو خُدا کا بیٹا ہے"۔ اِبلیس خُدا کے اُن الفاظ کا حوالہ دے رہا ہے جو اُس نے بپتسمے کے وقت یسوع کے بارے میں کہے تھے۔ وُہ ایک یُونانی ترکیب[1] اِستعمال کرتا ہے جس میں مانا جاتا ہے کہ بیان بالکُل سچّا اور دُرست ہے۔ چُنانچہ وُہ یسوع کو للکارتا ہے کہ اپنی قدرت اِستعمال کر کے اپنی بھُوک مِٹا۔

شیطان کے کہنے پر اپنی اِلٰہی قدرت کو طبعی بھُوک مٹانے کے لئے اِستعمال کرنا براہِ راست خُدا کی نافرمانی کے مُترادف ہے۔ شیطان کے مشورے کے پیچھے پیدائش ۳: ۶ کی یہ بازگشت ہے کہ "کھانے کے لئے اچھّا" ہے۔ یُوحنّا اِس آزمائش کو "جسم کی خواہش" (۱۔ یُوحنّا ۲: ۱۶) کے زُمرے میں رکھتا ہے۔ اِس کے مُطابق ہماری آزمائش یہ ہوتی ہے کہ طبعی خواہشات کو پُورا کرنے کے پیچھے پڑے رہیں۔ خُدا کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کو تلاش کرنے کی بجائے زِندگی میں آرام و آسائش کی راہ اِختیار کریں۔ ابلیس یہی کہتا رہتا ہے کہ "آخر تمہیں زِندہ بھی تو رہنا ہے کہ نہیں رہنا؟"

۴: ۴۔ یسوع نے آزمائش کا "جواب" خُدا کے کلام سے دِیا۔ ہمارے خُداوند کے نمُونے سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ہمیں زِندہ ہی نہیں رہنا، بلکہ خُدا کی فرمانبرداری کرنی ہے۔ زِندگی میں سب سے اہم اور ضرُوری کام روٹی حاصل کرنا نہیں بلکہ "ہر بات ... جو خُدا کے مُنہ سے نِکلتی ہے" اُس کی تعمیل اور فرماں برداری کرنا سب سے اہم ہے۔ چونکہ یسوع کو

---

[1] یہ شرطِ قطعی ہے کہ حالت بیانیہ کے ساتھ ei اِستعمال ہوتا ہے۔ سلیس زُبان میں "اگر تُو خُدا کا بیٹا ہے اور مَیں مانتا ہُوں کہ تُو ہے"۔ بہ الفاظِ دیگر "چونکہ تُو خُدا کا بیٹا ہے ..."۔

باپ سے پتھروں کو روٹیاں بنانے کی ہدایت نہیں ملی تھی، اِس لئے وُہ اپنی مرضی کرنے اور شیطان کی بات ماننے پر آمادہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اُس کی بھوک کتنی بھی شدید سہی، لیکن شیطان کی بات ہرگز ماننے کو تیار نہیں تھا۔

۴: ۵، ۶۔ دُوسری آزمائش یروشلیم میں "ہیکل کے کنگرے" پر آئی۔ "ابلیس" نے یسوع کو چیلنج کیا کہ اپنے آپ کو "نیچے گرا دے"۔ یہ تیرے خدا کا بیٹا ہونے کا شان دار مظاہرہ ہوگا۔ یہاں بھی جملے کا پہلا لفظ "اگر" شک کا مفہوم نہیں رکھتا۔ شیطان خُدا کے اُس وعدے کا حوالہ دیتا ہے جس میں مسیحِ موعود کی محافظت کا بیان ہے (زبور ۹۱: ۱۱، ۱۲)۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شک کا اِطلاق نہیں ہوتا۔

یسوع کے لئے آزمائش یہ تھی کہ ایک سنسنی خیز کرتب دِکھا کر ثابت کر دے کہ مَیں مسیحِ موعود ہُوں۔ وہ بغیر دُکھ اُٹھائے جلال حاصل کر سکتا تھا۔ وُہ صلیب سے کترا کر تخت تک پہنچ سکتا تھا۔ لیکن یہ کام خُدا کی مرضی کے خلاف تھا۔ یُوحنّا ایسے کام کو "زندگی کی شیخی" (۱۔یُوحنّا ۲: ۱۶) کہتا ہے۔ یہ باغِ عدن میں اُس درخت کی مانند ہے جو "عقل بخشنے کے لئے خُوب" (پیدائش ۳: ۶) لگتا ہے۔ یہ دونوں باتیں ہی خُدا کی مرضی کو نظر انداز کر کے شخصی جلال حاصل کرنے کے مُترادف ہیں۔ ہم پر یہ آزمائش اِس صُورت میں آتی ہے کہ مسیح کے دُکھوں میں شریک ہُوئے بغیر مذہبی شان اور نام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے لئے بڑی بڑی چیزوں کی خواہش کرتے ہیں مگر ذرا سی مُشکل آتی ہے تو بھاگ کر چُھپ جاتے ہیں۔ جب ہم خُدا کی مرضی کو پسِ پُشت ڈال دیتے اور اپنے آپ کو سر بُلند کرتے ہیں تو خُدا کو آزماتے ہیں۔

۴: ۷۔ اب بھی یسوع نے پاک صحائف میں سے اِقتباس پیش کر کے شیطان کے حملے کو ناکام بنا دیا۔ اُس نے کہا "لکھا ہے کہ تُو خُداوند اپنے خُدا کی آزمائش نہ کر" (دیکھئے اِستثنا ۶: ۱۶)۔ خُدا نے مسیحِ موعود کی محافظت کرنے کا وعدہ کیا تھا، لیکن اِس ضمانت کی پہلی شرط یہ ہے کہ خُدا کی مرضی کے مُطابق زندگی گُزاری جائے۔ نافرمانی کر کے خدا کے وعدے کا دعویدار بننا خُدا کو آزمانا ہے۔ وقت آنے والا تھا جب آشکارا ہونا تھا کہ یسوع ہی مسیحِ موعُود ہے لیکن اِس سے پہلے صلیب کا آنا ضرُوری تھا۔ ضرُور ہے کہ تخت سے پہلے قُربانی کا مذبح آئے اور جلال کے تاج سے پہلے کانٹوں کا تاج آئے۔ یسوع اِس بات پر قائم ہے کہ خُدا کے وقت کا اِنتظار کرے اور اُس کی مرضی کو پُورا کرے۔

۴: ۸، ۹ ۔ تیسری آزمائش کے لئے "ابلیس یسوع کو ایک بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی سب سلطنتیں اور اُن کی شان وشوکت اُسے دکھائی" ۔ اور ایک سجدے کے عوض سب کچھ اُسے دینے کی پیش کش کی ۔ اگرچہ اِس آزمائش کا تعلق "سجدہ" سے ہے جو کہ رُوح کا فعل ہے لیکن دراصل یہ ایک کوشش تھی کہ یسوع کو مائل کر لیا جائے کہ وہ شیطان کو سجدہ کر کے دنیا پر شاہی اختیار حاصل کرے ۔ سجدے کے صلے میں "دنیا کی سب سلطنتیں اور اُن کی شان وشوکت" مل رہی تھی ۔ یہ ہے آنکھوں کی خواہش (۱۔یوحنا ۲: ۱۶) ۔

ایک لحاظ سے فی الحال دنیا کی سلطنتیں شیطان کی ملکیت ہیں ۔ اُس کو "اِس جہان کا خدا" (۲۔کرنتھیوں ۴: ۴) کہا گیا ہے ۔ اور یوحنا بیان کرتا ہے کہ "ساری دنیا اُس شریر کے قبضہ میں پڑی ہوئی ہے" (۱۔یوحنا ۵: ۱۹) ۔ جب اپنی آمدِ ثانی کے موقع پر یسوع "بادشاہوں کے بادشاہ" (مکاشفہ ۱۹: ۱۶) کی حیثیت سے ظاہر ہوگا تو "دنیا کی بادشاہی" اُس کی ہو جائے گی (مکاشفہ ۱۱: ۱۵) ۔ یسوع خدا کے نظام اوقات کی خلاف ورزی نہیں کرنے کا اور شیطان کو ہرگز سجدہ نہیں کرنے کا ۔ ہم پر آزمائش دو طرح سے آتی ہے ۔ اوّل کہ اِس دنیا کی عارضی اور فانی شان و شوکت کے عوض اپنی رُوحانی پیدائشی میراث بیچ ڈالیں ۔ دوم کہ خالق کی بجائے مخلوق کی پرستش اور اُسے سجدہ کریں ۔

۴: ۱۰ ۔ تیسری دفعہ بھی یسوع نے پرانے عہدنامے کو استعمال کر کے آزمائش کا مقابلہ کیا کہ "تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اُسی کی عبادت کر" ۔ پرستش اور اُس سے پیدا ہونے والی خدمت صرف خدا کے لئے ہے ۔ شیطان کو سجدہ کرنا اُسے خدا تسلیم کرنے کے برابر ہے ۔

متی کی درج کردہ آزمائشوں کی ترتیب لوقا کی ترتیب (لوقا ۴: ۱۔۱۳) سے مختلف ہے ۔ بعض علما کا خیال ہے کہ متی والی ترتیب بنی اسرائیل کی اُن آزمائشوں کی ترتیب سے مطابقت رکھتی ہے جن کا سامنا انہیں بیابان میں ہوا (خروج ابواب ۱۶، ۱۷، ۳۲) ۔ یسوع نے ثابت کر دیا کہ مشکل کے وقت میرا ردِّعمل بنی اسرائیل کے ردِّعمل کے بالکل برعکس ہے ۔

۴: ۱۱ ۔ جب یسوع نے پوری کامیابی کے ساتھ شیطان کی آزمائشوں کو رَدّ کر دیا تب "ابلیس اُس کے پاس سے چلا گیا" ۔ آزمائشیں مسلسل بہاؤ کی صورت میں نہیں بلکہ لہروں کی

صورت میں آتی ہیں ۔

ہمیں بتایا گیا ہے کہ اِس موقع پر "فرشتے آکر اُس کی خدمت کرنے لگے"۔ لیکن اِس فوق الفطرت اعانت اور مدد کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ۔ غالباً مطلب یہ ہے کہ فرشتوں نے وہ جسمانی غذا پہنچائی جس کا اُس نے شیطان کے کہنے پر اپنے لئے مُہیّا کرنے سے انکار کر دیا تھا ۔

یسوع کی آزمائش سے ہم یہ سبق سیکھتے ہیں کہ ابلیس اُن لوگوں پر حملہ کر سکتا ہے جو رُوح القدس کے کنٹرول میں ہوتے ہیں لیکن جو خُدا کے کلام کے ساتھ اُس کا مقابلہ کرتے ہیں وہ اُن کے سامنے بالکل بےبس ہوتا ہے ۔

د۔ یسوع اپنی گلیلی خدمت شروع کرتا ہے (۴: ۱۲-۱۷)

یسوع تقریباً ایک برس تک یہودیہ میں خدمت کرتا رہا مگر متی اِس کا ذکر نہیں کرتا۔ اِس ایک سال کے عرصے کا بیان یوحنا ۱: ۴ میں کیا گیا ہے اور متی ۴: ۱۱ اور ۴: ۱۲ کے درمیان آتا ہے۔ متی آزمائش کے بعد فوراً گلیلی خدمت کا بیان کرتا ہے۔

۴: ۱۲۔ "جب اُس (یسوع) نے سُنا کہ یوحنا پکڑوا دیا گیا" یعنی اُسے قید خانے میں ڈال دیا گیا ہے تو اُس نے سمجھ لیا کہ یہ میرے ردّ کئے جانے کا ایک نشان ہے ۔ لوگ بادشاہ کے پیش رَو کو رَد کرنے میں خود بادشاہ کو بھی رَدّ کر رہے تھے ۔ اب یسوع شمال میں "گلیل" کے علاقے میں آگیا ۔ مگر وہ کسی ڈر کے مارے بھاگ کر یہاں نہ آیا ۔ دراصل وہ تو ہیرودیس کی سلطنت کے مرکز میں جا رہا تھا ۔ یہ وُہی بادشاہ ہے جس نے یوحنا کو قید میں ڈال دیا تھا ۔ اب وہ غیر قوموں کے گلیل میں آگیا ۔ اِس طرح وہ ظاہر کر رہا ہے کہ جب یہودی مجھے رَدّ کریں گے تو اِس کے نتیجے میں اِنجیل کی خوشخبری غیر قوموں کے پاس چلی جائے گی ۔

۴: ۱۳۔ یسوع اُس وقت تک "ناصرت" میں رہا جب لوگ اُسے اِس لئے مار ڈالنے کی کوشش کرنے لگے کہ وہ غیر قوموں کے لئے نجات کا اعلان کرتا تھا (دیکھئے لُوقا ۴: ۱۶-۳۰) ۔ پھر وہ گلیل کی جھیل کے قریب واقع "کفرنحوم" میں آ گیا ۔ اِس علاقے میں شروع میں "زبولون اور نفتالی" کے قبیلے آباد تھے ۔ اُس وقت سے لے کر کفرنحوم

اُس کا ہیڈکوارٹر بن گیا۔

۴: ۱۴-۱۶۔ یسوع کے گلیل میں آنے سے یسعیاہ ۹: ۱-۲ کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ "گلیل" میں بسنے والے جاہل اور توہم پرست "غیر قوموں" نے "بڑی روشنی دیکھی" یعنی مسیح کو جو "دنیا کا نور" ہے۔

۴: ۱۷۔ "اُس وقت سے یسوع" یوحنا والے پیغام کی منادی کرنے لگا کہ "توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے"۔ یہ خدا کی بادشاہی کی خاطر اخلاقی بیداری کے لئے مزید بلاہٹ تھی۔ بادشاہی اِس لحاظ سے نزدیک آ گئی تھی کہ بادشاہ خود موجود تھا۔

۵۔ یسوع چار ماہی گیروں کو بُلاتا ہے (۴: ۱۸-۲۲)

۴: ۱۸، ۱۹۔ دراصل یہ دُوسری مرتبہ تھی جب یسوع نے "پطرس اور اندریاس" کو بُلایا۔ یُوحنا ۱: ۳۵-۴۲ میں اُن کو نجات کے لئے بُلایا گیا تھا، یہاں اُن کو خدمت کے لئے بُلایا گیا ہے۔ پہلا واقعہ یہودیہ میں اور دُوسرا (یعنی موجودہ) گلیل میں وقوع پذیر ہُوا۔ پطرس اور اندریاس "ماہی گیر" تھے لیکن یسوع نے اُن کو "آدم گیر" بنانے کے لئے بُلایا۔ اُن کی ذمہ داری تھی کہ مسیح کے "پیچھے چلیں"۔ اور اُس کی ذمہ داری تھی کہ اُن کو کامیاب "آدم گیر" بنا دے۔ اُن کے مسیح کے پیچھے چلنے میں صرف جسمانی قربت ہی شامل نہ تھی بلکہ مسیح کے کردار کی تقلید کرنا بھی شامل تھا۔ اُن کی خدمت کردار کی خدمت تھی۔ اُن کی باتوں اور کاموں سے زیادہ اہم اور ضروری بات یہ تھی کہ اُن کا کردار کیا ہے۔ پطرس اور اندریاس کی طرح ہمیں بھی اِس آزمائش سے بچنا ہے کہ حقیقی رُوحانیت کی جگہ خوش گُفتاری، شخصیت یا عُمدہ دلیل بازی کو اوّلیت نہ دینے لگیں۔ مسیح کے پیچھے چلنے میں شاگرد وہاں جانا سیکھتا ہے جہاں مچھلیاں تیر رہی ہوں، وُہ صحیح طُعمہ اِستعمال کرنا سیکھتا ہے۔ وُہ آرام اور آسائشوں سے خالی زندگی بسر کرنا سیکھتا ہے۔ وُہ صبر کرنا اور پسِ پردہ رہنا سیکھتا ہے۔

۴: ۲۰۔ پطرس اور اندریاس نے بُلاہٹ کو سُنا اور "فوراً" جواب دیا۔ حقیقی ایمان کا مظاہرہ کرتے ہُوئے اُنھوں نے اپنے جال وہیں چھوڑ دیئے۔ حقیقی مخصُوصیّت اور جاں نثاری کے ساتھ وُہ یسوع کے "پیچھے ہو لئے"۔

۴: ۲۱، ۲۲۔ اِس کے بعد اِسی طرح "یعقوب" اور "یُوحنا" بُلائے گئے۔ وُہ بھی فوراً

شاگرد بن گئے۔ اُنہوں نے نہ صرف اپنے ذریعۂ معاش کو بلکہ "اپنے باپ" کو بھی وہیں چھوڑ دیا۔ اُنہوں نے تسلیم کیا کہ یسوع تمام دُنیاوی رشتوں اور بندھنوں پر سبقت رکھتا ہے۔
مسیح کی بُلاہٹ کو قبول کر کے یہ ماہی گیر دُنیا کو انجیل سُناتے کے کام میں کلیدی ہستیاں بن گئے۔ اگر وُہ اپنے جالوں کو نہ چھوڑتے اور وہاں سے نہ ہٹتے تو اُن کا نام ہم تک کبھی نہ پہنچتا۔ مسیح کی خُداوندیت کو تسلیم کرنے ہی سے سارا فرق پڑتا ہے۔

و۔ یسوع بہت سے بیماروں کو شفا دیتا ہے (۴: ۲۳-۲۵)

خُداوند یسوع کی تین طرح کی خدمت تھی۔ وُہ "عبادت خانوں میں" خُدا کے کلام کی تعلیم دیتا، "بادشاہی کی خوشخبری" کی منادی کرتا اور "ہر طرح کی بیماری ... دُور کرتا رہا"۔ شفا دینے کے معجزوں کا ایک مقصد اُس کی ذات اور خدمت کی تصدیق کرنا تھا (عبرانیوں ۲: ۳، ۴)۔ ابواب ۵-۷ اُس کی تعلیم دینے کی خدمت کی مثال ہیں جبکہ ابواب ۸، ۹ میں اُس کے معجزات کا بیان ہے۔
۴: ۲۳- آیت تیئس ۲۳ میں نئے عہد نامے میں پہلی دفعہ لفظ "خوشخبری" استعمال ہُوا ہے۔ اِس اصطلاح کا مطلب ہے "نجات کی اچھی خبر"۔ دُنیا کی تاریخ کے ہر دَور میں صرف ایک ہی خوشخبری، نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔

انجیل کی خوشخبری

انجیل کی خوشخبری کا آغاز خُدا کے فضل سے ہوتا ہے (افسیوں ۲: ۸)۔ مطلب یہ ہے کہ خُدا گُناہ آلُودہ لوگوں کو جو اُس کے اہل اور حق دار نہیں ابدی زندگی مفت دیتا ہے۔
خوشخبری کی بُنیاد وُہ کام ہے جو مسیح نے صلیب پر کیا (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۱-۴)۔ ہمارے مُنجی نے خُدا کے انصاف اور عدل کے سارے تقاضوں کو پُورا کیا۔ اور اب خُدا ایمان لانے والے گنہگاروں کو راستباز ٹھہرا سکتا ہے۔ پُرانے عہد نامے کے ایمانداروں کو بھی مسیح کے کام کے وسیلے سے نجات ملی حالانکہ اُس وقت ابھی یہ کام مُستقبل میں ہونے والا تھا۔ غالباً وُہ ایماندار مسیحِ موعُود کے بارے میں اِتنا کُچھ نہیں جانتے تھے مگر خُدا تو جانتا تھا اور اُس نے مسیح کے کام کو پہلے سے ہی اُن سے منسُوب کیا۔ ہم بھی مسیح کے کام کے وسیلے سے نجات پاتے ہیں لیکن ہمارے لئے یہ کام پہلے سے ہو چُکا ہے۔

انجیل کا پیغام صرف ایمان سے قبول کیا جاتا ہے (افسیوں ۲: ۸)۔ پُرانے عہدنامے میں لوگوں کو نجات اُن باتوں پر ایمان لانے سے ملتی تھی جو خُدا نے بتائی تھیں۔ آج کے زمانے میں نجات خُدا کی اُس گواہی پر ایمان لانے سے ملتی ہے جو اُس نے اپنے بیٹے کے حق میں دی ہے کہ نجات کا واحد راستہ صرف وُہی ہے (۱-یوحنا ۵: ۱۱، ۱۲)۔ پُرانے عہدنامے کے مُقدّسین کی طرح (عبرانیوں ۱۱: ۱۰، ۱۴-۱۶) ہمیں بھی ابدتک آسمان میں رہنے کی اُمید ہے (۲-کرنتھیوں ۵: ۶-۱۰)۔

اگرچہ انجیل کی خوشخبری صرف ایک ہی ہے لیکن مختلف زمانوں میں اِس کی خصوصیات مختلف ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر بادشاہی کی خوشخبری اور فضل کی خوشخبری میں الگ الگ باتوں پر زور دیا گیا ہے۔ بادشاہی کی خوشخبری کہتی ہے کہ "توبہ کرو اور مسیح موعود کو قبول کرو تو جب زمین پر اُس کی بادشاہی قائم کی جائے گی تم اُس میں داخل ہو گے"۔ فضل کی خوشخبری کہتی ہے کہ "توبہ کرو اور مسیح کو قبول کرو تو تم آسمان پر اُٹھائے جاؤ گے تاکہ ابدتک اُس کے ساتھ رہو"۔ بُنیادی طور پر دونوں ایک ہی خوشخبری ہیں ـــــ ایمان کے وسیلے سے نجات ـــ لیکن وُہ ظاہر کرتی ہیں کہ خُدا کے مقاصد کے تحت مختلف انتظامی[ا] دَور ہوتے ہیں۔

جب مسیح بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا تھا تو وُہ اپنے بحیثیت یہودیوں کا بادشاہ آنے کا اعلان کرتا اور اپنی بادشاہی میں داخلے کی شرائط کی وضاحت کرتا تھا۔ اُس کے معجزات اُس کی بادشاہی کی صحت بخش نوعیت کو ظاہر کرتے تھے۔

۴: ۲۴، ۲۵۔ "اُس کی شہرت تمام سُوریہ میں پھیل گئی"۔ سُوریہ وُہ علاقہ ہے جو اسرائیل کے شمال اور شمال مشرق میں ہے۔ ہر قسم کے بیمار لوگ اور جن میں بدرُوحیں تھیں اُس کی شفابخش قوّت کا تجربہ کرتے تھے۔ لوگ گلیل، دِکپُلِس (شمال مشرقی فلسطین میں دس شہروں کا ایک وفاق)، یروشلیم، یہودیہ اور دریائے یردن کے پار کے مشرقی علاقے سے جوق درجوق اُس کے پاس آتے تھے۔ بی۔ بی۔ وارفیلڈ لکھتا ہے کہ "اِس علاقے سے بیماری اور موت ایک مختصر عرصے کے

[ا] "انتظام" dispensation سے مُراد انتظام چلانا یا مختاری ہے۔ اِس میں اُن طریقوں کا بیان ہوتا ہے جو خُدا تاریخ کے کسی خاص دَور میں نسلِ انسانی کے ساتھ مُعاملات کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اِس لفظ کا مطلب وقت کا عرصہ نہیں بلکہ کسی بھی دَور میں خُدا کا پروگرام ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں مُغلوں کا انتظامِ حکومت، تو مُراد ہوتی ہے وُہ پالیسیاں جن پر مُغل اپنے دَورِ اقتدار میں کاربند رہے۔

لئے نابود ہو گئی ہو گی" لہٰذا حیرانی کی بات نہیں کہ گلیل سے ملنے والی خبروں پر لوگ دنگ رہ جاتے تھے!

۴۔ بادشاہی کا آئین (ابواب ۵-۷)

یہ کوئی اتفاقی بات نہیں کہ پہاڑی وعظ کو نئے عہدنامے کے آغاز کے قریب رکھا گیا ہے۔ اِس کے مقام سے اِس کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اِس میں بادشاہ اس کردار اور عادات و اطوار کا خُلاصہ پیش کرتا ہے جس کی توقع اس بادشاہی کی رعیّت سے ہوتی ہے۔

یہ وعظ نجات کے منصوبے کو پیش نہیں کرتا اور نہ یہ غیر نجات یافتہ لوگوں کے لئے تعلیم ہے۔ اِس کے مخاطبین شاگرد تھے (۵: ۱-۲) اور مقصد وہ آئین یا قوانین اور اصولوں کا وہ نظام پیش کرتا ہے جو بادشاہ کی حکمرانی کے دَوران اُس کی رعیّت پر لاگو ہوں گے۔ یہ ماضی، حال اور مستقبل کے اُن تمام لوگوں کے لئے ہیں جو مسیح کو بادشاہ مانتے ہیں۔ جب یسوع اِس دُنیا میں تھا تو اِس آئین کا اُس کے شاگردوں پر براہِ راست اطلاق ہوتا تھا۔ اب ہمارا خُداوند آسمان میں بادشاہی کر رہا ہے تو اِس کا اُن سب پر اِطلاق ہوتا ہے جو اُسے اپنے دِل میں تخت نشین کرتے اور بادشاہ تسلیم کرتے ہیں اور بالآخر یہ "بڑی مُصیبت" کے زمانے میں اور زمین پر مسیح کی بادشاہی کے دَوران مسیح کے پیروکاروں کے لئے ضابطۂ حیات ہو گا۔

اِس وعظ میں یہودی رنگ نُمایاں ہے جیسا کہ ۵: ۲۲ میں یہودیوں کی کونسل (یعنی سنہیڈرن) اور قربان گاہ (۵: ۲۳، ۲۴) اور یروشلیم (۵: ۳۵) کا حوالہ دینے سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن یہ کہنا بالکل غلط ہو گا کہ یہ تعلیمات صرف ماضی یا مستقبل کے اِسرائیلی ایمان داروں کے لئے ہیں۔ یہ ہر زمانے کے اُن لوگوں کے لئے ہیں جو یسوع مسیح کو بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔

ا۔ مُبارک بادیاں (۵: ۱-۱۲)

۵: ۱، ۲۔ پہاڑی وعظ کا آغاز مُبارک بادیوں سے ہوتا ہے۔ یہ مُبارک بادیاں، مسیح کی بادشاہی کے مثالی شہری کی تصویر پیش کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات اُن خصوصیات کے بالکل اُلٹ ہیں جن کو دُنیا اہمیت دیتی ہے۔ اے۔ ڈبلیو۔ ٹوزر اِن کے بارے میں

یُوں کہتا ہے کہ "نسلِ اِنسانی کی بہُت درُست تصویر پیش کرنے کے لئے اِن مُبارک بادیوں کو لو۔ اُنہیں اُلٹ دو اور جو اِس سے واقف نہیں ہیں، اُن سے کہو یہ ہے تمُہاری نسلِ انسانی"۔

۵ : ۳۔ پہلی مُبارک بادی اُن کے لئے ہے جو "دِل کے غریب ہیں"۔ یہاں طبعی رُجحان یا میلان کی بات نہیں کی گئی بلکہ شعُوری اِنتخاب کی بات ہے۔ "دِل کے غریب" وُہ ہیں جو اپنی بے مائیگی اور ناچاری کو مانتے اور خُدا کی قُدرتِ کاملہ پر بھروسا رکھتے ہیں۔ ان کو اپنی رُوحانی ضرُورت اور مُحتاجی کا اِحساس ہوتا ہے اور وُہ جانتے ہیں کہ خُداوند اُسے پُورا کر سکتا ہے۔ "آسمان کی بادشاہی" (جہاں خُود کفالت کوئی خُوبی نہیں اور خُود ستائی ایک گناہ ہے۔) ایسوں ہی کی ہے۔

۵ : ۴۔ "مُبارک ہیں وُہ جو غمگین ہیں" کیونکہ تسلّی کے ایّام اُن کے مُنتظر ہیں۔ یہاں وُہ غم نہیں جو انقلاباتِ زندگی اور گردشِ زمانہ کے باعث سہنا پڑتا ہے بلکہ وُہ غم ہے جس کا تجربہ خُداوند یسُوع کے ساتھ رفاقت رکھنے کے باعث ہوتا ہے۔ اِس سے مُراد دُنیا کی تکالیف اور گُناہ کے دُکھ کو محسُوس کرنے میں یسوؔع کے ساتھ شریک ہونا ہے۔ اِس لئے اِس میں نہ صِرف اپنے گُناہ کا غم بلکہ دُنیا کی زبُوں حالی کا غم، دُنیا کے نجات دہندہ کو ردّ کرنے کا غم اور اُس کے رحم کو رَدّ کرنے والوں کے حشر کا غم بھی شامل ہے۔ اِن غمگین اور ماتم کرنے والے لوگوں کو آئندہ ایّام میں تسلّی مِلے گی۔ اُس روز "خُدا اُن کی آنکھوں کے سب آنسُو پونچھ دے گا" (مکاشفہ ۲۱ : ۴)۔ ایماندار اِسی جہان میں ہی غموں اور دُکھوں کو پُورا کرلیں گے جبکہ بے ایمانوں کے لئے آج کا غم ابدی غم کا صِرف ایک عکس ہے۔

۵ : ۵۔ تیسری مبارک بادی حلیموں کے لئے ہے کہ "وُہ زمین کے وارِث ہوں گے"۔ ہوسکتا ہے کہ طبعی طور پر یہ لوگ متلوّن مزاج، جذباتی اور تُرش رُو ہوں لیکن مسیح کے رُوح کے تابع ہونے سے وُہ "حلیم" اور فروتن ہو جاتے ہیں (بمقابلہ متّی ۱۱ : ۲۹)۔ حِلم کا مطلب ہے اپنے آپ کو ناچیز اور خاکسار مان لینا۔ "حلیم" شخص اگرچہ دُوسروں کے دفاع اور خُدا کی خاطر شیرِ ببر ہوتا ہے مگر جب اُس کے اپنے حق کا سُوال ہو وہ نرم مزاجی اور بُردباری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اِس وقت حلیم زمین کے وارث نہیں ہیں لیکن جب بادشاہ مسیح آکر زمین پر ہزار سال تک بادشاہی کرے گا تو امن اور خوش حالی کا دَور دَورہ ہوگا۔ اُس وقت حلیم صحیح

معنوں میں "زمین کے وارث ہوں گے"۔

۵ : ۶ - اگلی مبارک بادی اُن کے لئے ہے جو "راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں"۔ اُن کے لئے آسودگی کا وعدہ ہے۔ یہ لوگ اپنی زندگیوں میں راستبازی کا وُلولہ اور شوق رکھتے ہیں۔ وُہ معاشرے میں دیانت داری، ایمان داری اور عدل و انصاف دیکھنے کے دِلدادہ ہوتے ہیں۔ وُہ کلیسیا میں عملی پاکیزگی دیکھنے کے متمنّی ہوتے ہیں۔ اُن کی پیاس کو دُنیوی ندیاں نہیں بجھا سکتیں۔ اُن کی بھوک صرف مسیح کو کھانے سے آسودہ ہوتی ہے۔ یہ لوگ مسیح کی آنے والی بادشاہی میں کامل طور سے "آسودہ ہوں گے" کیوں کہ راستبازی حکمران ہوگی اور بدی کی جگہ اعلیٰ ترین اخلاقی معیار قائم ہوں گے۔

۵ : ۷ - ہمارے خُداوند کی بادشاہی میں "رحم دِل" لوگ مبارک ہوں گے کیونکہ "اُن پر رحم کیا جائے گا"۔ رحمدِل ہونے کا مطلب ہے عملی طور پر ہمدرد اور دردمند ہونا۔ ایک لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ جو سزا کے حق دار ہوں اُن کو سزا نہ دینا۔ وسیع تر مفہوم یہ ہے کہ اُن حاجت مندوں کی مدد کرنا جو اپنی مدد خود نہیں کر سکتے۔ خُدا نے ہم پر وُہ غضب نازل نہیں کیا جس کے ہم اپنے گناہ کی وجہ سے حق دار تھے۔ یُوں اُس نے مسیح کے کام کے وسیلے سے ہم کو ترس اور رحم دِکھایا۔ جب ہم رحمدِل ہوتے ہیں تو خُدا کی تقلید کرتے ہیں۔ رحم دِلوں پر "رحم کیا جائے گا"۔ یہاں یسوع نجات کے رحم کی بات نہیں کر رہا جو خُدا ایمان لانے والے گنہگار پر کرتا ہے۔ اِس رحم کا انحصار کسی اِنسان کے رحم دِل ہونے پر نہیں بلکہ یہ مُفت اور غیر مشروط بخشش ہے۔ لہٰذا یہاں مسیح اُس روزمرّہ رحم دِلی کی بات کر رہا ہے جو مسیحی زندگی کے لئے درکار ہے اور مستقبل کے اُس "رحم" کی طرف اشارہ ہے جب اِنسان کے اعمال کو آزمایا جائے گا (۱-کرنتھیوں ۳ : ۱۲ - ۱۵)۔ جس شخص نے رحم نہیں کیا اُس پر رحم نہیں کیا جائے گا یعنی اِنسان کا اجر اُسی نسبت سے کم ہو جائے گا۔

۵ : ۸ - "پاک دِل" لوگوں کو یقین دِلایا گیا ہے کہ "وُہ خُدا کو دیکھیں گے"۔ پاک دِل اِنسان وُہ ہوتا ہے جس کی نیّت خالص اور اِرادے نیک ہوں۔ جس کے خیالات صاف اور ضمیر پاک ہو۔ "وُہ خُدا کو دیکھیں گے" اِن الفاظ کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ اوّل۔ "پاک دِل" لوگ اب بھی پاک رُوح کی مدد سے پاک نوشتوں میں خُدا کو دیکھتے ہیں۔ دوم۔ کبھی کبھی اُن کو فوق الفطرت ظہور یا رویا نظر آتی ہے جس میں وُہ خُداوند کو دیکھتے ہیں۔ سوم۔ جب

یسوع دوبارہ آئے گا تو وہ اُس کی ذات میں "خُدا کو دیکھیں گے"۔ چہارم۔ وہ آسمان میں "خُدا کو دیکھیں گے"۔

۵:۹۔ اب جو "صُلح کراتے ہیں" اُن کے لئے مُبارک بادی کا اعلان ہوتا ہے کہ "وہ خُدا کے بیٹے کہلائیں گے"۔ غور کریں کہ خُداوند اُن لوگوں کی بات نہیں کر رہا جو صُلح کُل مزاج رکھتے ہیں یا جو امن اور صُلح سے محبّت رکھتے ہیں۔ عام رویّہ یہ ہے کہ لوگ دُور کھڑے ہو کر لڑائی جھگڑے کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اِلٰہی یا رُوحانی رویہ عملی قدم اُٹھانے اور "صُلح کرانے" کا ہے خواہ اِس میں گالیاں کھانی پڑیں اور شدید الزامات کا شکار ہونا پڑے۔

صُلح کرانے والوں کو "خُدا کے بیٹے" کہا گیا ہے۔ وہ اِس طرح خُدا کے بیٹے "بنتے" نہیں۔ یہ کام تو صِرف یسوع مسیح کو اپنا مُنجّی قبول کرنے سے ہوتا ہے (یُوحنّا ۱:۱۲)۔ صُلح کرانے سے ایماندار "دِکھاتے" ہیں، ثابت کرتے ہیں کہ ہم "خُدا کے بیٹے" ہیں۔ اور وہ دِن آتا ہے جب خُدا تسلیم کرے گا کہ یہ میرے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔

۵:۱۰۔ اگلی مُبارک بادی کا تعلق اُن لوگوں سے ہے جو اپنی خطاؤں اور غلطیوں کی خاطر نہیں بلکہ "راستبازی کے سبب سے ستائے" جاتے ہیں۔ جو ایماندار نیکی کرنے کی وجہ سے دُکھ پاتے ہیں، اُن کے ساتھ وعدہ ہے کہ "آسمان کی بادشاہی اُن ہی کی ہے"۔ اُن کی دیانت داری اور ایمان داری دُنیا کو مُلزم ٹھہراتی ہے اِس لئے دُنیا اُن کی دشمن ہو جاتی ہے۔ لوگ راست باز زِندگی سے اِس لئے نفرت کرتے ہیں کہ وہ اُن کی اپنی ناراستی کو بے نقاب کر دیتی ہے۔

۵:۱۱۔ لگتا ہے کہ آخری مُبارک بادی میں صِرف گزشتہ مُبارک بادی کو دُہرایا گیا ہے۔ لیکن اِس میں ایک فرق ہے۔ گزشتہ آیت کا موضوع ہے راست بازی کے سبب سے ستایا جانا۔ یہاں موضوع ہے "مسیح کی خاطر" ستایا جانا۔ خُداوند جانتا تھا کہ میرے ساتھ تعلق اور وفاداری کے سبب سے میرے شاگردوں کو ستایا جائے گا۔ تاریخ نے اِس بات کی تصدیق کر دی ہے۔ شرُوع ہی سے دُنیا مسیح یسوع کے پَیرووں کو ستاتی، جیلوں میں ڈالتی اور جان سے مار ڈالتی آ رہی ہے۔

۵:۱۲۔ مسیح کی خاطر ستایا جانا ایک اِعزاز ہے اور خُوشی کا باعث ہونا چاہئے۔ جو لوگ اِس طرح مصیبت اور دُکھوں اور ستائے جانے میں "نبیوں" کے ساتھی بنتے ہیں، ایک "بڑا اجر" اُن کا منتظِر ہے۔ پُرانے عہد نامے میں خُدا کی طرف سے بولنے والے ہر طرح کے دُکھ اور

ستائے جانے کے باوجود ثابت قدم رہتے تھے۔ جتنے اُن کی وفاداری اور ہمّت و جُرأت کی پیروی کرتے ہیں، وُہ اُن کی موجودہ شادمانی اور مُستقبل کی سرفرازی میں شریک ہوں گے۔

مُبارک بادیاں مسیح کی بادشاہی کے مثالی شہری کو پیش کرتی ہیں۔ راستبازی (آیت ۶)، صُلح (آیت ۹) اور شادمانی یا خُوشی (آیت ۱۲) پر خاص غور کریں۔ غالباً پَولُس کے ذہن میں یہی باتیں تھیں جب اُس نے لکھا کہ "خُدا کی بادشاہی کھانے پینے پر نہیں بلکہ راستبازی اور میل ملاپ اور اُس خُوشی پر موقُوف ہے جو رُوح اُلقدُس کی طرف سے ہوتی ہے" (رومیوں ۱۴: ۱۷)۔

ب۔ اِیماندار نمک اور نُور ہیں (۵: ۱۳-۱۶)

۵: ۱۳۔ یسُوع نے اپنے شاگردوں کو "نمک" سے تشبیہ دی۔ وُہ دُنیا کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے روزمرّہ زندگی میں نمک ہوتا ہے۔ نمک کھانے کو مزیدار کر دیتا ہے۔ وُہ بگاڑ کو پھیلنے سے روکتا ہے۔ پیاس پیدا کرتا ہے۔ وُہ کسی چیز کے مزے کو نکھار دیتا ہے۔ اِسی طرح مسیح کے شاگرد مُعاشرے میں اچھّی باتوں کی بھُوک پیاس پیدا کرتے ہیں۔ نیک روایتوں کو محفوظ رکھتے ہیں اور دُوسروں کے دِلوں میں اُس راست بازی کی تمنّا پیدا کرتے ہیں جس کا بیان اُوپر کی آیات میں ہُوا ہے۔

"اگر نمک کا مزہ جاتا رہے" تو اِس کی نمکینی کس طرح بحال کی جا سکتی ہے؟ اصلی، حقیقی اور طبعی مزے کو بحال کرنے کا کوئی طریقہ نہیں۔ ایک دفعہ مزہ جاتا رہے تو وُہ نمک "کسی کام کا نہیں رہتا۔ اِس کو راہ میں پھینک دیتے ہیں۔ ایلبرٹ بارنز اس سلسلے میں بہت معقول تبصرہ کرتا ہے۔ وُہ کہتا ہے:

> "اِس مُلک میں اِستعمال ہونے والا نمک ایک کیمیائی مُرکّب ہے۔ اگر اِس کی نمکینی یا اِس کا مزہ جاتا رہے تو پھر کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ لیکن مشرقی مُلکوں میں جو نمک اِستعمال ہوتا تھا، وہ خالص نہیں ہوتا تھا۔ اُس میں نباتاتی اور جماداتی اجزا یعنی مٹّی وغیرہ شامل ہوتے تھے۔ یُوں اگر اُس کی ساری نمکینی بھی جاتی رہتی تو بھی کافی مقدار (بے مزہ نمک) باقی رہ جاتی تھی۔ پھر یہ کسی کام کا نہیں رہتا تھا بلکہ جیسا کہا گیا ہے اُسے راستے میں پھینک دیتے تھے جس طرح ہم روشوں پر مٹّی ڈال دیتے ہیں۔"

شاگرد کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ مبارک بادیوں میں مذکور شاگردیت کی شرائط اور باقی وعظ میں بیان کردہ خوبیوں کے مطابق زندگی گزارتے ہوئے "زمین کا نمک" ثابت ہو۔ اگر وہ اِس رُوحانی حقیقت کا مظاہرہ کرنے سے قاصر رہتا ہے تو لوگ اُس کی گواہی کو پاؤں تلے رَوند ڈالیں گے۔ جس ایمان دار میں مخصوصیت نہیں، لوگوں کے دِلوں میں اُس کے لئے سوائے حقارت اور نفرت کے کچھ نہیں ہوتا۔

۵: ۱۴۔ یسوع مسیحیوں کو "دُنیا کے نور" بھی قرار دیتا ہے۔ اُس نے اپنے بارے میں بھی کہا کہ "دُنیا کا نور مَیں ہوں" (یوحنا ۸: ۱۲؛ ۱۲: ۳۵، ۳۶، ۴۶)۔ اِن دونوں بیانوں میں تعلق یہ ہے کہ یسوع نور کا منبع و سرچشمہ ہے اور مسیحی اُس نور کا عکس ہیں۔ اُن کا کام ہے کہ اُس کے لئے چمکیں جس طرح کہ چاند سُورج کی روشنی اور جلال کو منعکس کرتا ہے۔

مسیحی اُس شہر کی مانند ہوتا ہے "جو پہاڑ پر بسا" ہو۔ وہ اپنے گرد و نواح سے بلند تر سطح پر ہوتا ہے اور تاریکی میں چمکتا ہے۔ جن لوگوں کی زندگیوں سے مسیح کی تعلیم کے خصائص ظاہر ہوتے ہیں، وہ "چھپ نہیں سکتے"۔

۵: ۱۵، ۱۶۔ لوگ "چراغ جلا کر پیمانہ کے نیچے نہیں بلکہ چراغ دان پر رکھتے ہیں تو اُس سے گھر کے سب لوگوں کو روشنی پہنچتی ہے"۔ یسوع کی یہ مرضی نہیں کہ ہم اُس کی تعلیمات کی روشنی کو اپنے تک محدود رکھیں، یا چھپائے رکھیں بلکہ اِسے دُوسروں تک پہنچائیں۔ چاہئے کہ ہماری "روشنی" اِس طرح "چمکے" کہ جب لوگ ہمارے "نیک کاموں کو" دیکھیں تو ہمارے "باپ کی جو آسمان پر ہے تمجید کریں"۔ یہاں زور مسیحی کردار کی خدمت پر ہے۔ جن زندگیوں میں مسیح دِکھائی دیتا ہے، اُن کی دِل کشی الفاظ سے زیادہ فصاحت و بلاغت رکھتی ہے۔

ج۔ مسیح شریعت کی تکمیل کرتا ہے (۵: ۱۷-۲۰)

۵: ۱۷، ۱۸۔ اکثر انقلابی لیڈر ماضی سے قطع تعلق کر لیتے اور موجودہ روایتی نظام کو رد اور ترک کر دیتے ہیں، مگر خداوند یسوع نے ایسا نہیں کیا۔ اُس نے موسیٰ کی شریعت کو سربلند رکھا اور زور دیا کہ اِسے پورا کیا جائے۔ یسوع "توریت یا نبیوں کی

کتابوں کو منسوخ کرنے" نہیں "بلکہ پورا کرنے آیا" تھا۔ اُس نے واضح اور تاکیدی طور پر کہا کہ "ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے"۔
"نقطہ" یا yod عبرانی حروفِ تہجّی کا سب سے چھوٹا حرف ہے جبکہ "شوشہ" وہ چھوٹا سا نشان یا اعراب کا وقفہ ہوتا ہے جو حروف میں امتیاز کرتا یا تلفّظ کا تعیّن کرتا ہے۔ مثلاً زیر، زبر اور پیش کی علامتیں۔ یسوع ایمان رکھتا تھا کہ الکتاب اپنی چھوٹی سے چھوٹی جزئیات تک الہامی ہے۔

یہ بات اہم اور قابلِ توجّہ حقیقت ہے کہ یسوع نے یہ نہیں کہا کہ توریت کبھی منسوخ نہ ہو گی بلکہ یہ کہ "جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے"۔ چونکہ ایماندار اور شریعت کا باہمی تعلق بہت پیچیدہ ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اِس سلسلے میں بائبل مُقدّس کی تعلیمات کو قدرے اختصار کے ساتھ پیش کر دیں۔

ایماندار کا شریعت کے ساتھ تعلّق

شریعت قوانین اور ضوابط کا وہ نظام ہے جو خدا نے موسیٰ کی معرفت اسرائیلی قوم کو دیا۔ شریعت کا پورا متن تو خروج ابواب ۲۰ تا ۳۱، احبار اور استثنا پر محیط ہے جبکہ اس کا خلاصہ دس احکام میں سمویا گیا ہے۔

شریعت اِس لئے نہیں دی گئی تھی کہ ذریعۂ نجات ہو (اعمال ۱۳: ۳۹؛ رومیوں ۳: ۲۰؛ گلتیوں ۲: ۱۶، ۲۱؛ ۳: ۱۱) بلکہ اِس کا مقصد لوگوں پر اُن کے گناہ (گناہ آلودہ ہونے) کو ظاہر کرنا تھا (رومیوں ۳: ۲۰؛ ۵: ۲۰؛ ۷: ۷؛ ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۵۶؛ گلتیوں ۳: ۱۹) تاکہ وہ نجات کے لئے خدا کی طرف رجوع ہوں۔ شریعت بنی اسرائیل کو دی گئی حالانکہ یہ اُن اخلاقی اصولوں کی حامل ہے جو ہر زمانہ کے لوگوں پر لاگو ہوتے ہیں (رومیوں ۲: ۱۴، ۱۵)۔ خدا نے بنی اسرائیل کو نوعِ انسانی کے ایک نمونہ کے طور پر شریعت سے آزمایا اور اسرائیل کی خطا نے دُنیا کی خطا کو ثابت کر دیا (رومیوں ۳: ۱۹)۔

شریعت کے ساتھ موت کی سزا وابستہ تھی (گلتیوں ۳: ۱۰) اور ایک حکم کو توڑنے والا پوری شریعت کا خطاوار ہوتا تھا (یعقوب ۲: ۱۰)۔ چونکہ لوگوں نے شریعت کو توڑا اس لئے وہ موت کی لعنت کے ماتحت تھے۔ خدا کی راستبازی اور پاکیزگی کا تقاضا تھ

کہ اُنہیں سزا دی جائے۔ اِسی وجہ سے یسوع دُنیا میں آیا تاکہ اپنی موت سے گُناہ کی سزا چُکا دے۔ وُہ شریعت توڑنے والوں کے گُناہ کے عِوض مُؤا حالانکہ وُہ خُود بے گُناہ تھا۔ اُس نے شریعت کو ایک طرف نہیں ہٹا دیا بلکہ اُس نے اپنی زِندگی اور اپنی موت میں اِس کی سخت ترین شرائط کو پُورا کر کے اُس کے سارے مُطالبات پُورے کِئے۔ اِس طرح انجیل شریعت کو منسُوخ نہیں کرتی بلکہ اِسے قائم اور سر بُلند رکھتی ہے اور دِکھاتی ہے کہ مسیح کے کفّارے کے وسیلے سے شریعت کے سارے تقاضے کِس طرح پُورے ہو گئے ہیں۔

اِس لئے یسوع پر ایمان لانے والا شخص شریعت کے ماتحت نہیں رہتا۔ وُہ فضل کے ماتحت آجاتا ہے (رومیوں ۶: ۱۴)۔ وُہ مسیح کے کام کے وسیلے سے شریعت کے اِعتبار سے مُردہ ہے۔ شریعت کی سزا صِرف ایک دفعہ اُٹھانی ہوتی ہے۔ اور چونکہ مسیح نے یہ سزا اُٹھا لی اِس لئے ایماندار کو یہ سزا اُٹھانے کی ضرورت نہیں رہی۔ اِن ہی معنوں میں مسیحیوں کے لئے شریعت مِٹ گئی ہے (۲-کرنتھیوں ۳: ۷-۱۱)۔ مسیح کے آنے تک شریعت ایک اتالیق (اُستاد) تھی لیکن نجات کے بعد اِس اتالیق کی ضرورت ہی نہیں رہی (گلتیوں ۳: ۲۴، ۲۵)۔ اگرچہ مسیحی شریعت کے ماتحت نہیں توبھی یہ مطلب نہیں کہ وُہ بے شرع ہے۔ وُہ شریعت سے کہیں زیادہ مضبُوط اور کڑی زنجیر سے بندھا ہُؤا ہے۔ وُہ مسیح کی شریعت کے ماتحت ہے (۱-کرنتھیوں ۹: ۲۱)۔ اُس کے کردار کی تشکیل سزا کے خوف سے نہیں بلکہ اپنے "منجی" کو خُوش کرنے کی محبّت بھری خواہش سے ہوتی ہے۔ مسیح اُس کی زِندگی کا دستُورالعمل بن جاتا ہے (یُوحنّا ۱۳: ۱۵؛ ۱۵: ۱۲؛ اِفسیوں ۵: ۱، ۲؛ ۱-یُوحنّا ۲: ۶؛ ۳: ۱۶)۔

ایماندار اور شریعت کے باہمی تعلق کے ضِمن میں ایک عام سُوال یہ اُٹھایا جاتا ہے کہ "کیا مُجھے دس حُکموں کو ماننا چاہیئے؟" جواب یہ ہے کہ شریعت میں موجُود بعض اُصول تو دائمی ہیں۔ چوری کرنا، لالچ کرنا اور قتل کرنا وغیرہ تو ہر زمانے میں غلط تھا اور غلط رہے گا۔ دس میں سے نو حُکموں کو نئے عہد نامے میں دُہرایا گیا ہے لیکن ایک اہم فرق کے ساتھ۔ وُہ شریعت کے طور پر نہیں دِئے گئے بلکہ خُدا کے لوگوں کو راستبازی کی ترغیب دینے کے لئے (۲-تیمتھیس ۳: ۱۶ الف)۔ جو ایک حُکم دُہرایا نہیں گیا وُہ "سبت کا حُکم" ہے۔ مسیحیوں کو سبت (ہفتے کا ساتواں دِن یعنی ہفتہ یا سنیچر) ماننے کی تعلیم کبھی نہیں دی گئی۔

غیر نجات یافتہ لوگوں کے لئے شریعت کی خدمت ختم نہیں ہُوئی"۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ شریعت اچھّی ہے بشرطیکہ کوئی اُسے شریعت کے طور پر کام میں لائے" (۱-تیمتھیس ۱: ۸)۔ اس کا شریعت کے طور پر استعمال یہ ہے کہ گُناہ کی پہچان کرائے اور اس طرح توبہ کی طرف لائے۔ لیکن جن کو نجات مل چکی ہے، شریعت اُن کے لئے نہیں ہے۔ "شریعت راست بازوں کے لئے مُقرر نہیں ہُوئی" (۱-تیمتھیس ۱: ۹)۔ شریعت کا تقاضا اُن لوگوں میں پُورا ہوتا ہے جو "جسم کے مُطابق نہیں بلکہ رُوح کے مُطابق چلتے ہیں" (رومیوں ۸: ۴)۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے خُداوند کے پہاڑی وعظ کی تعلیمات میں شریعت سے کہیں بُلند تر معیار مُقرر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر شریعت کہتی ہے کہ "تُو خُون نہ کرنا"۔ اور یسوع کہتا ہے کہ "غُصّہ/ نفرت بھی نہ کرنا"۔ چُنانچہ یہ وعظ شریعت اور نبیوں کی تعلیم کو نہ صرف برقرار رکھتا بلکہ اِن کی صراحت کرتا اور اِن کے گہرے مُضمرات کو واضح کرتا ہے۔

۵: ۱۹ - اب ہم پھر پہاڑی وعظ کی طرف آتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع اِس بات کو دِھیان میں رکھے ہُوئے تھا کہ اِنسان فِطری رُجحان رکھتا ہے کہ خُدا کے حُکموں میں ڈھیل دے۔ چونکہ یہ احکام اپنی نوعیّت میں اتنے فوق الفِطرت ہیں کہ لوگ اُن کی تاویلیں کرتے اور اُن کی زد سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جو کوئی شریعت کے کِسی ایک حِصّے کو "توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سِکھائے گا وُہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائیگا"۔ حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو بھی بادشاہی میں داخل ہونے کی اجازت ہو گی ــــ مگر اس بادشاہی میں داخلہ تو صرف مسیح پر ایمان لانے پر مُنحصر ہے۔ بادشاہی میں کسی شخص کے رُتبے کا تعیّن اِس دُنیا میں اُس کی فرمانبرداری اور وفاداری کے مُطابق ہوگا۔ جو شخص بادشاہی کی شریعت کی فرمانبرداری کرتا ہے، "وُہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا"۔

۵: ۲۰ - بادشاہی میں داخلہ حاصل کرنے کے لئے ضرور ہے کہ ہماری "راست بازی" "فقیہوں اور فریسیوں کی راست بازی سے زیادہ" ہو۔ (یہ لوگ مذہبی رسُومات اور شعائر سے مطمئن ہُوئے بیٹھے تھے۔ اُن سے انہیں ظاہری اور رسُوماتی پاکیزگی تو مل جاتی تھی، مگر دل ہرگز تبدیل نہیں ہوتے تھے)۔ یسوع نے اس حقیقت کو اچھّی طرح سمجھانے کے لئے مُبالغے کا استعمال کیا ہے کہ ظاہری راستبازی کے ساتھ اگر باطنی حقیقت نہیں ہے تو بادشاہی میں داخلہ نہیں ملے گا۔ وُہ واحد راستبازی جو خُدا قبول کرے گا، وُہ کاملیّت

ہے جو اُن لوگوں کے لئے محسوب ہوتی ہے جو اُس کے بیٹے کو اپنا مُنجّی قبول کرتے ہیں (۲-کرنتھیوں ۵ :۲۱)۔ بے شک جہاں مسیح پر سچّا ایمان ہوگا، وہاں وُہ عملی راستبازی بھی ہوگی جس کا بیان یسوؔع بقیہ وعظ میں کرتا ہے۔

د۔ یسُوؔع غُصّے کے بارے میں خبردار کرتا ہے

(۵ :۲۱-۲۶)

۵ :۲۱۔ یسُوؔع کے زمانہ کے یہُودی جانتے تھے کہ خُون کرنا خُدا کی طرف سے منع ہے اور اِس کی سزا ملتی ہے۔ شریعت کے نافذ ہونے سے پہلے بھی ایسا ہی تھا (پیدائش ۹:۶)، بعد میں اِسے شریعت میں ضم کر دیا گیا (خرُوج ۲۰ :۱۳؛ اِستِثنا ۵ :۱۷)۔ مگر یسوؔع "لیکن مَیں تُم سے یہ کہتا ہُوں" کے الفاظ کے ساتھ قتل کے بارے میں تعلیم میں ترمیم کرتا ہے۔ اب کوئی شخص اِس بات پر فخر نہیں کر سکتا کہ مَیں نے کبھی خُون نہیں کیا۔ اب یسوؔع کہہ رہا ہے کہ "میری بادشاہی میں تم خُون کرنے کا سوچنا بھی نہ"۔ وُہ قتل کے فعل کو اُس کے سرچشمے تک لے جاتا ہے اور تین قسم کے "ناراست" یا غلط غُصّے سے خبردار کرتا ہے۔

۵ :۲۲۔ پہلا مُعاملہ اُس شخص کا ہے جو "اپنے بھائی پر غُصّے ہوگا"۔ ایسا شخص "عدالت کی سزا کے لائق ہوگا" یعنی اُس کو کچہری یا عدالت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ بہُت سے لوگ اپنے غُصّے ہونے کی وجہ کو اپنے خیال کے مُطابق صحیح قرار دیتے ہیں لیکن غصّہ صِرف اُسی وقت جائز اور صحیح ہوتا ہے جب خُدا کی عزّت و تعظیم داؤ پر لگ رہی ہو یا جب دُوسروں کی حق تلفی ہو رہی ہو۔ لیکن اپنے خلاف باتوں یا اپنی حق تلفی کے جواب میں غُصّہ کرنا کبھی جائز اور مُناسب نہیں۔

لیکن اپنے بھائی کی بے عزّتی کرنا اِس سے بھی سنجیدہ گُناہ ہے۔ یسوؔع کے زمانے میں لوگ "راقا" کا لفظ (ارامی اِصطلاح بمعنی "خالی شخص") تحقیر اور گالی کے طور پر اِستعمال کیا کرتے تھے۔ یہ لفظ استعمال کرنے والا "صدر عدالت کی سزا کے لائق ہوگا"۔ یعنی اُس پر سنہیڈرن (یہُودیوں کی مذہبی کونسل) میں مُقدّمہ چلایا جا سکتا ہے۔ یہ مُلک کی سب سے اعلیٰ عدالت تھی۔

تیسرے کِسی کو "احمق" کہنا تیسری قسم کا ناواجب غُصّہ ہے جس کی یسوؔع مذمّت

کرتا ہے ۔ یہاں لفظ "احمق" کا مطلب محض "کُند ذہن" یا "غبی" ہی نہیں بلکہ مُراد اخلاقی احمق بھی ہے جسے مَر جانا چاہیئے ۔ اور یہ خواہش بھی شامل ہے کہ کاش وُہ مَر گیا ہوتا ۔ آج کل اکثر لوگ یہ کہتے سُنائی دیتے ہیں کہ "تجھ پر خُدا کی مار" ۔ اِس طرح وُہ خُدا کو کہتے ہیں کہ اِس شخص کو جہنّم کے لئے مخصُوص کر دے یا جہنم میں ڈال دے ۔ یسوؔع کہتا ہے کہ جو شخص ایسی لعنت دُوسرے پر بھیجتا ہے "وُہ آگ کے جہنّم کا سزاوار ہوگا" ۔ مجرموں کو قتل کر کے اکثر اُن کی لاشیں یروشلیم کے باہر ایک جلتے ہُوئے کُوڑے کے ڈھیر پر پھینک دی جاتی تھیں ۔ اِس ڈھیر کو "ہنوّم کی وادی" اور عبرانی میں "جی ہنا" (اُردو لفظ جہنم سے مُقابلہ کریں) کہا جاتا تھا ۔ یہ جہنّم کی آگ کی تصویر تھی جو کبھی بُجھے گی نہیں ۔

ہم نجات دہندہ کے الفاظ کی سختی اور شدّت کو محسُوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ وُہ کہتا ہے کہ غُصّے میں قتل کرنے کے بیج ہوتے ہیں ۔ اور گالی گلوچ کے پیچھے قتل کرنے کی رُوح اور خواہش مُضمر ہوتی ہے ۔ جُرم کی شدت بڑھنے کے ساتھ ساتھ سزا کے تین درجے ہیں ۔ یعنی عدالت ، صدر عدالت اور آگ کا جہنّم ۔ اپنی بادشاہی میں یسوؔع جرائم کی سزا اُن کی شدت کے مُطابق دے گا ۔

۵ : ۲۳، ۲۴ ۔ اگر ایک شخص کسی دُوسرے شخص کو غُصّے یا کسی اور وجہ سے ناراض کر دیتا ہے تو اُس کا خُدا کے حضُور ہدیہ یا نذر پیش کرنا بے فائدہ ہے ۔ خُداوند اس سے خُوش نہ ہوگا ۔ ایسے شخص کو جا کر پہلے اس غلطی کو درُست کرنا چاہیئے ۔ تب ہی اُس کا ہدیہ یا نذرانہ قابلِ قبول ہوگا ۔

اگرچہ یہ الفاظ یہوُدی سیاق و سباق میں لکھے گئے ہیں مگر ہرگز یہ مُراد نہیں کہ ہمارے زمانے میں ان کا اطلاق نہیں ہوتا ۔ پوؔلس رسُول خُداوند کی عشا کے حوالے سے اِن الفاظ کی تشریح کرتا ہے (مُلاحظہ کریں ۱ ۔ کرنتھیوں باب ۱۱) ۔ جو ایماندار کسی دُوسرے ایماندار کے ساتھ بول چال تک کا روادار نہیں ، خُدا اُس کی عبادت و پرستش کو ہرگز قبول نہیں کرتا ۔

۵ : ۲۵، ۲۶ ۔ یہاں یسوؔع جھگڑالو (مقدّمہ باز) رُوح اور اپنے قصُور کو نہ ماننے کے رویّے کے مُتعلق خبردار کرتا ہے ۔ بہتر ہے کہ مُدعی کے ساتھ بلا توقف صُلح کر لی جائے اور مُقدّمہ بازی کے خطرے میں نہ پڑا جائے کیونکہ ایسا ہو گیا تو نقصان ہمارا ہی ہوگا ۔ اس

تمثیل میں کرداروں کی شناخت کے بارے میں عُلما میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے لیکن نکتہ واضح ہے ۔ اگر آپ غلطی پر ہیں تو جلد سے جلد اِعتراف کرلیں اور مُعاملہ دُرست کرلیں ۔ اگر توبہ نہیں کریں گے تو بالآخر آپ کا گُناہ آپ کو پکڑے گا اور آپ کو نہ صرف پُورا پُورا ہرجانہ ادا کرنا پڑے گا بلکہ اضافی سزا بھی بُھگتنا ہوگی ۔ مزید برآں یہ کہ کچہری کی طرف بھاگنے میں جلدی نہ کریں، اگر ایسا کریں گے تو قانون آپ کی پکڑ کرے گا اور آپ کو کوڑی کوڑی ادا کرنا پڑے گی ۔

۵ ۔ یسوعؔ زِنا کی مذمّت کرتا ہے (۵ : ۲۷ ۔ ۳۰)

۵ : ۲۷ ، ۲۸ ۔ مُوسوی شریعت میں زِنا کی واضح ممانعت تھی (خروج ۲۰ : ۱۴ ؛ اِستِثنا ۵ : ۱۸) ۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص فخر کرتا ہو کہ مَیں نے یہ حکم کبھی نہیں توڑا، لیکن اُس کی آنکھوں میں "زِناکار عورتیں بسی ہُوئی" ہوں (۲ ۔ پطرس ۲ : ۱۴) ۔ دیکھنے میں تو وہ شریف اور مُعزز ہو لیکن دماغ ناپاکی کی بُھول بُھلیوں میں بھٹکتا پھرتا ہو ۔ اِس لئے یسوعؔ اپنے شاگردوں کو یاد دِلاتا ہے کہ صرف جسمانی طور پر اِس فعل سے باز رہنا ہی کافی نہیں، باطن میں پاکیزگی ہونی چاہئے ۔ شریعت نے زِنا کے فعل کی ممانعت کی تھی، یسوعؔ اِس کی خواہش سے بھی منع کرتا ہے ۔ "جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی، وہ اپنے دِل میں اُس کے ساتھ زِنا کرچُکا ۔" گُناہ سوچ میں جنم لیتا ہے ۔ اگر ہم اُس کی پرورش کرتے ہیں، تو بالآخر عملاً بھی کر گزرتے ہیں ۔

۵ : ۲۹ ، ۳۰ ۔ پاکیزہ خیالات والی زِندگی کو برقرار رکھنے کے لئے نہایت سخت ضبطِ نفس کی ضرُورت ہوتی ہے ۔ اِس لئے یسوعؔ نے سکھایا ہے کہ اگر ہمارے بدن کا کوئی عُضو ہم سے گُناہ کراتا ہے تو بہتر ہے کہ اِس زِندگی ہی میں اُس عُضو سے محرُوم ہو جائیں تاکہ ابدیت میں رُوح کی ہلاکت سے بچ جائیں ۔ کیا ہم یسوعؔ کی بات کا لفظی مفہوم لیں ؟ کیا وہ واقعی اِس بات کی وکالت کر رہا تھا کہ ہم اپنے اعضا کاٹ ڈالیں ؟ اُس کے الفاظ اِس حد تک تو لفظی مفہوم رکھتے ہیں کہ اگر رُوح کی بجائے کسی عُضو سے ہاتھ دھونا ضرُوری ہو تو ہمیں خُوشی کے ساتھ اُس عُضو سے محرُوم ہو جانا چاہئے ۔ لیکن خوش قسمتی سے ایسی ضرُورت کبھی نہیں پڑتی ۔ اِس لئے کہ پاکیزہ زِندگی بسر کرنے کے لئے رُوح القدس ایماندار کی مدد کرتا ہے ۔ لیکن ضرُوری ہے کہ ایماندار تعاون کرے اور نہایت سخت نظم و ضبط

کی پابندی کرتا رہے ۔

و۔ یسوع طلاق پر ناراضی کا اظہار کرتا ہے

(۵ : ۳۱، ۳۲)

۵ : ۳۱ ۔ پُرانے عہدنامے میں اِستثنا ۲۴ : ۱-۴ کے مُطابق طلاق کی اجازت تھی۔ اِس حِصّہ کا تعلق زِناکار بیویوں سے نہیں تھا (زِنا کی سزا موت تھی۔ دیکھئے اِستثنا ۲۲ : ۲۲) بلکہ اِس کا تعلق ناپسندیدگی یا باہمی گُزارا نہ کر سکنے کی وجہ سے طلاق دینے کے ساتھ تھا۔

۵ : ۳۲ ۔ مگر مسیح کی بادشاہی میں "جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اَور سبب سے چھوڑ دے، وُہ اُس سے زِنا کراتا ہے"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وُہ خُود بخُود حرامکار بن جاتی ہے بلکہ فرض یہ کیا جاتا ہے کہ اب اُس کے پاس دو وقت کی روٹی کا سہارا نہیں رہا۔ اِس لئے وُہ کسی دُوسرے آدمی کے ساتھ رہنے پر مجبُور ہے ۔ اِس طرح وُہ ایک حرامکار بن جاتی ہے ۔ نہ صرف یہ کہ سابقہ بیوی حرامکاری میں زندگی بسر کرتی ہے بلکہ "جو کوئی اِس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے، وُہ زِنا کرتا ہے"۔

طلاق اور دوبارہ شادی کرنے کا موضُوع بائبل مُقدّس میں ایک پیچیدہ موضُوع ہے۔ اِس سِلسلے میں جِتنے سُوال پیدا ہوتے ہیں اصل میں اُن سب کا جواب دینا ممکن نہیں۔ لیکن اِن تمام باتوں کا جائزہ لینا اور خُلاصہ پیش کرنا مُفید رہے گا جو ہماری دانِست میں بائبل اِس سِلسلے میں سِکھاتی ہے ۔

طلاق اور دوبارہ شادی

خُدا کی ہرگز مرضی نہ تھی کہ انسان طلاق دیا کرے ۔ اُس کی ازلی منشا یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت اُس وقت تک رشتۂ ازدواج میں بندھے رہیں جب تک موت اُن کو جُدا نہ کرے (رومیوں ۷ : ۲، ۳) ۔ یسوع نے تخلیق کے وقت خُدا کی طرف سے مقرر کردہ ترتیب کا بیان کر کے فریسیوں پر اِس نکتے کو واضح کیا (متی ۱۹ : ۴ - ۶) ۔

خُدا طلاق سے یعنی ایسی طلاق سے جو کلام کے مُطابق نہ ہو بیزار ہوتا ہے (ملاکی ۲ : ۱۶) ۔

وُہ ہر قسم کی طلاق سے تو نفرت نہیں کرتا کیونکہ وُہ اپنے بارے میں کہتا ہے کہ "مَیں نے اُس (اسرائیل) کو طلاق دے دی ہے" (یرمیاہ ۳ : ۸) ۔ یہ اِس لئے ہُوا کہ قوم اُسے ترک کر کے بُت پرستی کرنے لگی تھی ۔ اسرائیل بے وفا قوم نکلی ۔

متی ۵ : ۳۱ ، ۳۲ اور ۱۹ : ۹ میں یسوع نے سکھایا کہ طلاق کی ممانعت ہے ۔ البتہ زندگی کا کوئی ایک ساتھی جنسی کج روی کا مُرتکب ہو تو طلاق ہو سکتی ہے ۔ مرقس ۱۰ : ۱۱ ، ۱۲ اور لوقا ۱۶ : ۱۸ میں یہ اِستثنائی جُملہ دَرج نہیں ہے ۔

اِس فرق کی بہترین وضاحت یہ ہے کہ مرقس اور لُوقا دونوں ہی نے پُورا مقولہ نقل نہیں کیا ۔ چنانچہ طلاق اگرچہ خُدا کے اِرادے کے مُطابق نہیں تو بھی اِس کی صِرف اُسی صُورت میں اجازت ہے جبکہ زندگی کا کوئی ایک ساتھی بے وفائی کرے ۔ یسوع نے اِس صُورتِ حال میں طلاق کی اجازت دی ہے ، حُکم نہیں دیا ۔

بعض عُلما ۱ ۔ کرنتھیوں ۷ : ۱۲ ۔ ۱۶ کی بُنیاد پر کہتے ہیں کہ طلاق اُس صُورت میں قابلِ قبول ہے جب ایک ایماندار کو غیر ایماندار ساتھی چھوڑ دے ۔ پَولُس کہتا ہے کہ "ایسی حالت میں کوئی بھائی یا بہن پابند نہیں" یعنی دُوسرا فرد (چھوڑ دِئے جانے کے باعث) طلاق لینے میں آزاد ہے ۔ راقم الحروف کے خیال میں یہ وُہی استثنائی صُورتِ حال ہے جس کا بیان متی باب ۵ اور ۱۹ میں ہُوا ہے کہ بے ایمان ساتھی کسی دُوسرے کے ساتھ رہنے کو چلا جاتا ہے ۔ اِس لئے ایمان دار پاک کلام کی بنیاد پر صِرف اُسی وقت طلاق لے سکتا ہے جبکہ دُوسرا فریق زِنا کا مُرتکب ہو ۔

اکثر یہ بحث بھی کی جاتی ہے کہ نئے عہد نامے میں اگرچہ طلاق کی اجازت ہے مگر دوبارہ بیاہ کرنے پر کبھی غور نہیں کیا گیا ۔ لیکن یہ بحث خُود جواب دیتی ہے ۔ نئے عہد نامے میں بے قصُور فریق کے دوبارہ شادی کرنے کی مَذمّت نہیں کی گئی ، بلکہ قصُور وار فریق کے دوبارہ شادی کرنے کی مَذمّت کی گئی ہے ۔ اور پاک کلام کے مُطابق طلاق لینے یا دینے کا ایک بڑا مقصد دوبارہ شادی کرنے کی اجازت دینا ہے ، وگرنہ تو الگ الگ ہو جانے سے بھی طلاق کا مقصد پُورا ہو جاتا ہے ۔

اِس مَوضُوع پر کسی بھی بحث میں ایک سُوال کا اُٹھنا ناگزیر ہے کہ "اِن افراد کے بارے میں کیا حُکم ہے جن میں نجات پانے سے پہلے طلاق ہو گئی ہو ؟" اِس حقیقت میں

کوئی شک نہیں کہ ایمان لانے سے پہلے کی غیر قانونی طلاق یا دوبارہ شادی گناہ ہیں جو (ایمان لانے پر) بالکل مُعاف ہو چکے ہیں ۔(مثال کے طور پر دیکھئے ۱-کرنتھیوں ۶: ۱۱- جہاں پولُس زِناکاری کو بھی ان گناہوں کی فہرست میں شامِل کرتا ہے جن کے مُرتکِب اہلِ کرنتھس پہلے ہوتے رہے تھے)۔ ایمان لانے سے پہلے کئے ہُوئے گناہ ایمان داروں کو مقامی کلیسیا میں شامِل ہونے اور اُس کی سرگرمیوں میں حِصّہ لینے کی راہ میں رُکاوٹ نہیں بنتے ۔

ایک زیادہ مُشکل سُوال بھی ہے ۔اِس کا تعلق اُن مسیحیوں سے ہے جو ایسی وجُوہات کی بِنا پر طلاق لیتے دیتے ہیں جو کلام کے مُطابِق نہیں ہیں اور دوبارہ شادی بھی کر لیتے ہیں ۔ کیا ان کو مقامی کلیسیا کی رفاقت میں دوبارہ شامِل کیا جا سکتا ہے ؟ اِس سُوال کے جواب کا اِنحصار اِس بات پر ہے کہ زِناکاری جسمانی مِلاپ کا ایک ابتدائی فعل ہے یا ایک جاری عمل ہے ؟ اگر یہ لوگ زِناکاری میں زِندگی گزار رہے ہیں تو انہیں اپنے گناہ کا نہ صِرف اِقرار کرنا ہوگا بلکہ اپنے مَوجُودہ ساتھی سے بھی الگ ہونا پڑے گا۔ لیکن خُدا کسی مسئلے کا حل اِس طرح کبھی نہیں کرتا کہ اِضافی مسائل پَیدا ہو جائیں ۔اگر ازدواجی گنجلکوں کو سُلجھانے سے مَرد یا عورتیں گناہ میں جا پھنسیں اور عورتیں یا بچے بے گھر ہو جائیں یا اُن کے گزارے کی کوئی صُورت نہ رہے، تو علاج بیماری سے بھی بدتر ٹھہرا۔

راقم الحرُوف کی رائے ہیں وُہ مسیحی جن کو پاک کلام کے خِلاف طلاق ہُوئی اور اُنھوں نے دوبارہ شادی کر لی ، وُہ اپنے گناہ سے سچّے دِل سے توبہ کر کے خُداوند میں اور کلیسیا کی رفاقت میں بحال ہو سکتے ہیں ۔ جہاں تک طلاق کا تعلق ہے، ہر مُعاملہ دُوسرے سے فرق معلوم ہوتا ہے ۔اِس لئے ضرُور ہے کہ کلیسیا کے بزُرگ ہر واقعہ کا فرداً فرداً جائزہ لیں ، تفتیش کریں اور خُدا کے کلام کے مُطابِق اس کا فیصلہ کریں ۔ اگر کسی وقت اِنضباطی کارروائی (disciplinary action) کرنے کی ضرُورت ہو تو تمام متعلقہ افراد بزُرگوں کے فیصلے کو تسلیم کریں ۔

ز۔ یسوع قسم کھانے کی مذمّت کرتا ہے

۵ : ۳۳-۳۷

۵ : ۳۳- ۳۶- مُوسوی شریعت میں خُدا کا نام لے کر "جھُوٹی قسم" کھانے کی

مُتعدد ممانعتیں تھیں (احبار ۱۹: ۱۲؛ گنتی ۳۰: ۲؛ اِستثنا ۲۳: ۲۱)۔ خُدا کے نام سے قسم کھانے کا مطلب ہے کہ وُہ میرا گواہ ہے کہ مَیں سچ بول رہا ہُوں۔ یہُودی خُدا کا نام لے کر جھُوٹی قسم کھانے سے بچنے کی کوشش کرتے تھے اور اس کی جگہ آسمان، زمین، یروشلیم یا اپنے سر کی قسم کھاتے تھے۔

یسوع شریعت کے ساتھ اِس طرح کے جوڑ توڑ کرنے کی شدید مذمت کرتا ہے کیونکہ یہ قطعی ریاکاری ہے۔ وُہ عام گفتگو میں ہر طرح کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے۔ نہ صِرف یہ ریاکاری ہے بلکہ قسم میں خُدا کے نام کی جگہ دُوسرے ناموں کو استعمال کرنے سے ہم اِس گُناہ سے بچ نہیں جاتے۔ "آسمان کی قسم" کھانا دراصل "خُدا کے تخت کی قسم" کھانا ہے۔ "زمین کی قسم" کھانا دراصل "اُس کے پاؤں کی چوکی کی قسم" کھانا ہے اور "یروشلیم کی قسم" دراصل شاہی سلطنت کی قسم ہے۔ اگر کوئی "اپنے سر" کی قسم کھاتا ہے تو اس میں بھی خُدا شامل ہوتا ہے کیونکہ وُہ سب کا خالِق ہے۔

۵: ۳۷۔ ایک مسیحی کے لئے قسم کھانا قطعی غیر ضرُوری ہے۔ اُس کی "ہاں" کا مطلب "ہاں" اور "نہ" کا مطلب "نہ" ہونا چاہئے۔ اگر ہم اپنے قول میں اس طرح زور پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو تسلیم کرتے ہیں کہ "بدی" یعنی ابلیس ہماری زِندگیوں میں حکمران ہے۔ مسیحی کے لئے کسی بھی حالت میں جھُوٹ بولنا جائز نہیں۔

پاک کلام کا یہ حِصّہ سچّائی میں رنگ آمیزی کرنے یا دھوکا دینے کی بھی ممانعت کرتا ہے۔ البتہ قانُونی عدالت میں حلف اُٹھانے سے منع نہیں کرتا۔ یسوع نے بھی سردار کاہن کی عدالت میں قسم کے تحت گواہی دی تھی (متّی ۲۶: ۶۳ و مابعد)۔ پَولُس بھی خُدا کو گواہ ٹھہراتا ہے کہ مَیں جو کچھ لکھتا ہُوں بالکل سچ ہے (۲۔ کرنتھیوں ۱: ۲۳؛ گلتیوں ۱: ۲۰)۔

ح۔ ایک میل فالتو جانا (۵: ۳۸-۴۲)

۵: ۳۸۔ شریعت کہتی ہے کہ "آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت" (خرُوج ۲۱: ۲۴؛ احبار ۲۴: ۲۰؛ اِستثنا ۱۹: ۲۱)۔ یہ سزا دینے کا حکم بھی تھا اور سزا کو محدُود بھی کرتا تھا کہ سزا جرُم سے ہرگز زیادہ نہ ہو۔ البتہ پُرانے عہدنامے کے مُطابق سزا دینے کا اختیار حکومت کو حاصل تھا کسی فرد کو نہیں۔

۵ - ۳۹ - ۴۱ - یسوع نے بُرائی کا بدلہ لینے کو منسُوخ کر دیا اور اس طرح شریعت سے آگے راستبازی کی بُلند تر سطح تک جا پہنچا۔ اُس نے اپنے شاگردوں کو دِکھا دیا کہ ایک وقت تھا کہ اِنتقام لینے کی شرعی اجازت تھی مگر اب شفقت کے ساتھ مُقابلے سے گریز کرنا ممکن ہو گیا ہے۔ یسوع نے اپنے پَیروؤں کو ہدایت کی ہے کہ "شریر کا مُقابلہ نہ کرنا۔ اگر کوئی تمہارے دہنے گال پر طمانچہ مارے دُوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دو۔ اگر کوئی تمہارے "کُرتے" (اندرُونی لباس) کے لئے نالِش کرے تو اپنا "چوغہ" (بیرُونی لباس رات کو اوڑھنے کے کام بھی آتا تھا) بھی اُسے دے دو۔ اگر کوئی آدمی تمہیں اپنا سامان اُٹھوا کر "ایک کوس" بےگار میں لے جانا چاہے تو رضاکارانہ "دو کوس" چلے جاؤ۔

۵ : ۴۲ - کلام کے اِس حِصّے میں یسوع نے جو آخری حُکم دیا ہے، آج کے زمانے میں وُہ نہایت ناقابلِ عمل معلُوم ہوتا ہے۔ "جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اُس سے مُنہ نہ موڑ"۔ ہم پر مادی چیزیں حاصِل کرنے کا ایسا بھُوت سُوار ہے اور اپنی ہر شے کے ایسے دِلدادہ ہیں کہ کِسی کو کُچھ دینے کے خیال ہی سے ہمارا مُنہ لٹک جاتا ہے۔ لیکن اگر ہم آسمان کے خزانوں پر دھیان لگانے پر آمادہ ہوں اور خوراک ولباس کے سِلسلے میں صِرف اپنی ضرُورت کی حد تک مُطمئن ہوں تو ہم یسوع کے اِن الفاظ کو بڑی خُوشی سے قبُول کریں گے۔ یسوع کے بیان میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ مانگنے والا شخص واقعی ضرُورت مند ہے۔ اکثر حالات میں یہ معلُوم کرنا مُمکن نہیں ہوتا کہ ضرُورت واقعی ہے بھی یا نہیں۔ اِس لئے (جیسا کِسی نے کہا ہے) "بیس جعل ساز بھکاریوں کی مدد کرنا اِس سے بہتر ہے کہ ایک واقعی ضرُورت مند شخص سے مُنہ موڑنے کے خطرے میں پڑ جائیے"۔

جس کِردار اور سلوک کا مُطالبہ خُداوند کرتا ہے، اِنسانی لحاظ سے وُہ نامُمکن ہے۔ صِرف وُہی شخص ایسی خُود اِنکاری (بلکہ اپنی قُربانی دینے) کی زِندگی بسر کر سکتا ہے جو پُوری طرح رُوح القُدس کے کنٹرول میں ہو۔ صِرف وُہی ایمان دار بےعزتی (آیت ۳۹)، بےاِنصافی (آیت ۴۰) اور بےآرامی (آیت ۴۱) کا جواب محبّت سے دے سکتا ہے، جس کی زِندگی میں یسوع بستا ہو۔

ط۔ اپنے دُشمنوں سے محبّت رکھو (۵ : ۴۳ - ۴۸)

۵ : ۴۳ - ہمارا خُداوند اپنی بادشاہی میں ایک اعلیٰ تر اور ارفع تر راستبازی کا مُطالبہ

کرتا ہے اور اِس راستبازی کے آخری نمُونے کا تعلق اِنسان کے دُشمنوں سے ہے۔ یہ ایسا مُوضُوع ہے جو گزُشتہ پیراگراف سے خُودبخُود پیدا ہو رہا ہے۔ شریعت نے اِسرائیلیوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ "اپنے ہمسایہ سے اپنی مانند محبّت کرنا" (احبار ۱۹: ۱۸)۔ اگرچہ اُن کو وضاحت کے ساتھ یہ حُکم کبھی نہیں دیا گیا تھا کہ "اپنے دُشمن سے عداوت" رکھنا، لیکن اُن کے عقائد کی تعلیمات کے پیچھے یہی رُوح کارفرما تھی۔ یہ رویّہ خُدا کے لوگوں کو ستانے والوں کے بارے میں پُرانے عہدنامے کے نظریے کا خُلاصہ پیش کرتا ہے (دیکھئے زبُور ۱۳۹: ۲۱، ۲۲)۔ یہ خُدا کے دُشمنوں سے "راست" دُشمنی کا رویہ تھا۔

۵: ۴۴-۴۷۔ لیکن اب یسُوعؔ اعلان کرتا ہے کہ ہم اپنے "دُشمنوں سے محبّت" رکھیں اور "اپنے ستانے والوں کے لئے دُعا کریں"۔ یہ حقیقت کہ "محبّت" کرنے کا حُکم دیا گیا ہے ظاہر کرتی ہے کہ اِس کا تعلق ارادے سے ہے جذبات سے نہیں۔ اِس سے مُراد طبعی لگاؤ یا چاہت بھی نہیں کیونکہ جو ہم کو نقُصان پہنچاتے یا ہم سے نفرت کرتے ہیں، اُن سے محبّت کرنا طبعی یا فِطری بات نہیں ہوتی۔ یہ فوق الفِطرت فضل کا کام ہے۔ اور صِرف وہی لوگ اِس کا مظاہرہ کر سکتے ہیں جن میں اِلٰہی زندگی ہوتی ہے۔

اگر ہم صِرف "اپنے محبّت رکھنے والوں ہی سے محبّت" رکھیں تو اِس کا کوئی اجر کوئی صِلہ نہیں۔ یسُوعؔ کہتا ہے کہ ایسا تو غیر ایماندار "محصُول لینے والے" بھی کرتے ہیں۔ اِس قسم کی محبّت کے لئے خُدائی طاقت کی ضرُورت نہیں ہوتی اور صِرف "اپنے بھائیوں ہی کو سلام کرنے" میں کوئی خُوبی یا نیکی نہیں ہے۔ بھائیوں سے مُراد رشتہ دار اور دوست ہے۔ غیر نجات یافتہ لوگ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ اِس میں کون سی نمایاں مسیحی بات ہُوئی؟ اگر ہمارا معیار دُنیا کے معیار سے بُلند نہیں ہوگا تو یقینی بات ہے کہ ہم دُنیا پر کوئی اثر مرتب نہیں کر سکیں گے۔

یسُوعؔ نے کہا کہ میرے پیرو بُرائی کے بدلے میں بھلائی کریں تاکہ "اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے" ٹھہریں۔ وُہ یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ یہ خُدا کے فرزند بننے کا طریقہ ہے بلکہ اِس طرح ہم ظاہر کرتے ہیں یعنی دُوسروں کو دِکھاتے ہیں کہ ہم خُدا کے فرزند ہیں۔ چونکہ خُدا "راست بازوں" یا "ناراستوں" کے ساتھ کوئی طرفداری نہیں کرتا (کہ دونوں ہی سُورج اور "مینہ" سے یکساں مُستفید ہوتے ہیں)۔ اِس لئے چاہئے کہ ہم بھی سب کے ساتھ

یکساں شفقت اور اِنصاف کے ساتھ پیش آئیں۔

۴۸:۵۔ یسوع اِس حِصّے کا خاتمہ ایک نصیحت یا تنبیہ کے ساتھ کرتا ہے کہ "پس چاہئے کہ تُم کامِل ہو جیسا تمہارا آسمانی باپ کامِل ہے"۔ لفظ "کامِل" کو سیاق و سباق کی روشنی میں سمجھنا چاہئے۔ اِس کا مطلب بے گُناہ یا بے نقص نہیں ہے۔ گزشتہ آیات میں وضاحت کی گئی ہے کہ کامِل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو ہم سے عداوت رکھتے ہیں اُن سے محبّت کریں، جو ہمیں ستاتے ہیں اُن کے لئے دُعا کریں، اور دوست دُشمن ہر ایک سے مہربانی کا سلُوک کریں۔ یہاں کامِلیّت سے مُراد وہ رُوحانی پختگی ہے جس سے مسیحی بلاتخصِیص اور بے طرفداری ہر ایک سے مہربانی کا سلُوک کرنے میں خُدا کی تقلید کرنے والے بن سکتے ہیں۔

ی۔ خیرات کرنے میں نیک نیّتی (۶: ۱-۴)

۱:۶۔ اِس باب کے پہلے نِصف حِصّے میں یسوع ایک فرد کی زِندگی میں عملی راستبازی کے تین[۳] خاص پہلوؤں کی بات کرتا ہے یعنی سخاوت کے کام (آیات ۱-۴)، دُعا (آیات ۵-۱۵) اور روزہ (آیات ۱۶-۱۸)۔ اِن اٹھارہ[۱۸] آیات میں لفظ "باپ" دس[۱۰] دفعہ آیا ہے اور یہ اُن کو سمجھنے کی کلید ہے۔ راستبازی کے عملی کام لوگوں سے واہ واہ سُننے کے لئے نہیں بلکہ اِس لئے کرنے چاہئیں کہ باپ کو پسند آئیں۔

وعظ کے شرُوع میں یسوع ایک آزمائش سے خبردار کرتا ہے کہ ہم خُدا ترسی اور "راستبازی کے کام" اِس مقصد سے نہ کریں کہ دُوسرے لوگ اُنہیں دیکھیں۔ وہ کام کی نہیں بلکہ نیّت کی مذمّت کرتا ہے۔ اگر ایسے کام کی محرک ہی یہ نیت ہے تو اس کا واحد "اجر" یہی ہے کہ لوگ تعریف کر دیں۔ خُدا ایسی ریاکاری کا اَجر نہیں دے گا۔

۲:۶۔ یہ بات ناقابِلِ تصوّر معلُوم ہوتی ہے کہ "ریاکار" جب "عبادت خانوں" میں نذرانے وغیرہ پیش کرتے یا "کُوچوں میں" غریب غرُبا کو خیرات دیتے تھے تو شور و غُل کے وسیلے سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے تھے۔ خُداوند اُن کے رویّے اور کردار کی مذمّت اِن الفاظ سے کرتا ہے کہ "وہ اپنا اَجر پا چُکے" (یعنی اُنہوں نے جو عزّت و شہرت اِس دُنیا میں حاصِل کر لی، وُہی اُن کا اجر ہے)۔

۶: ۳، ۴ - جب مسیح کا کوئی پیرو راستبازی یا "خیرات" کا کوئی کام کرتا ہے تو پوشیدگی سے کرنا چاہئے۔ یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ یہ کام اِتنا پوشیدہ ہونا چاہئے کہ "جو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے"۔ یسوع یہ واضح ترکیب اِستعمال کرکے یہ دِکھاتا ہے کہ ہمارے "راستبازی کے کام" دُوسروں سے تعریف و توصیف یا اِنسانوں میں شہرت حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ خُدا "باپ" کے لئے ہونے چاہئیں۔ کلام کے اِس حِصّے کو ایسے نذرانے، ہدیئے یا تحُفے دینے سے روکنے کے لئے اِستعمال نہیں کرنا چاہئے جن کو دُوسرے دیکھ سکتے ہیں۔ دراصل بعض خیراتی کام ایسے بھی ہیں جو گمنام رہ کر نہیں کئے جا سکتے۔ یہاں حقیقت میں خیراتی کاموں میں نمُود و نمائش اور اِشتہار بازی کی مذمّت کی گئی ہے۔

ک - خلوصِ نیّت سے دُعا مانگنا (۶: ۵ - ۸)

۶: ۵ - یہاں یسوع اپنے شاگردوں کو "دُعا" مانگتے وقت ریاکاری سے خبردار کرتا ہے۔ دُعا مانگتے وقت وہ جان بُوجھ کر ایسی جگہوں پر کھڑے نہ ہوں جہاں لوگ اُن کو دیکھیں اور اُن کی خُداپرستی کی وجہ سے اُن کی تعریف کریں۔ اگر دُعا مانگنے کا واحد مقصد شُہرت حاصل کرنا ہی ہے تو پھر ایسی شُہرت ہی اس کا "اجر" ہے۔

۶: ۶ - آیات ۵ اور ۷ میں "تم" یعنی جمع کا صیغہ اِستعمال ہُوا ہے۔ لیکن آیت ۶ میں خُدا کے ساتھ علیحدگی میں شخصی گفتگو پر زور دیا گیا ہے۔ اِس لئے واحِد کا صیغہ "تُو" اِستعمال کیا گیا ہے۔ مقبول دُعا کا راز یہ ہے کہ دُعا "پوشیدگی" میں "(اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کرکے)" کی جائے۔ اگر ہمارا اصل مقصد خُدا تک رسائی حاصل کرنا ہے تو وہ ضرُور ہماری سُنے گا اور جواب دے گا۔

اگر کوئی کلام کے اِس حِصّے کی بنیاد پر عام عبادتی یا جماعتی دُعاؤں سے منع کرتا ہے تو حد سے تجاوُز کرتا ہے۔ اِبتدائی کلیسیا اجتماعی دُعا مانگنے کے لئے جمع ہُوا کرتی تھی (اعمال ۲: ۴۲؛ ۱۲: ۱۲؛ ۱۳: ۳؛ ۱۴: ۲۳؛ ۲۰: ۳۶)۔ سُوال یہ نہیں کہ ہم کہاں دُعا مانگتے ہیں بلکہ یہ کہ کیوں دُعا مانگتے ہیں ــــ اِس لئے کہ لوگ ہمیں دیکھیں یا اِس لئے کہ خُدا ہماری سُنے؟

۶: ۷ - دُعا باتوں کو بار بار دُہرانے پر مشتمل نہیں ہونی چاہئے۔ رٹے رٹائے جُملے دُعا

کا حصّہ نہیں ہونے چاہئیں - غیر نجات یافتہ لوگ ایسی ہی دُعائیں مانگتے رہتے ہیں - لیکن خُدا "بہت بولنے" سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ وُہ دِل سے اُٹھنے والی مُخلصانہ باتیں سُننا چاہتا ہے -

۶: ۸ - "تُمہارا باپ تُمہارے مانگنے سے پہلے ہی جانتا ہے کہ تُم کِن کِن چیزوں کے مُحتاج ہو"۔ اِس لئے یہ سُوال بہت معقول معلُوم ہوتا ہے کہ "پھر دُعا مانگنے کی ضرُورت ہی کیا ہے؟" ضرُورت یہ ہے کہ دُعا میں ہم اپنی حاجات کو تسلیم کرتے اور اقرار کرتے ہیں کہ ہم خُدا ہی پر انحصار کرتے ہیں اور یہی ہماری اُس کے ساتھ باہمی گفتگو کی بُنیاد ہے - مزید برآں دُعا کے جواب میں خُدا وُہ کام بھی کرتا ہے جو دُوسری صُورت میں وُہ نہ کرتا (یعقوب ۴: ۲)-

ل - یسوع ایک نمُونے کی دُعا سکھاتا ہے (۶: ۹-۱۵)

۶: ۹ - آیات ۹-۱۳ میں وُہ دُعا ہے جس کو عام طور پر "دُعائے ربّانی" یا "خُداوند کی دُعا" کہا جاتا ہے - یہ نام اِستعمال کرتے ہُوئے ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یسوع خُود کبھی یہ دُعا نہیں مانگتا تھا - اُس نے یہ دُعا بطورِ نمُونہ اپنے شاگردوں کو سِکھائی تاکہ وُہ اِس کے مُطابق اپنی دُعاؤں کو تشکیل دِیا کریں - یہ اِس لئے نہیں دی گئی کہ وُہ بالکُل اِن ہی الفاظ میں دُعا مانگا کریں - (آیت ۷ اِس اِمکان کی نفی کرتی ہے) کیونکہ رٹے رٹائے الفاظ کو دُہراتے رہنے سے دُعا بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے -

"اے ہمارے باپ، تُو جو آسمان پر ہے"۔ دُعا میں خُدا باپ کو مُخاطب کرنا چاہیئے اور تسلیم کرنا چاہیئے کہ وُہ کُل کائنات پر حاکمِ اعلیٰ ہے -

"تیرا نام پاک مانا جائے"۔ ہمیں دُعا کو پرستش سے شرُوع کرنا چاہیئے اور خُدا ہی کی تعریف و تعظیم کرنی چاہیئے کیونکہ وُہی اِس کے لائق ہے -

۶: ۱۰ - "تیری بادشاہی آئے"۔ پرستش کے بعد ہمیں یہ مانگنا چاہیئے کہ وُہ باتیں ترقی کریں جو خُدا چاہتا ہے - ہم اُس کے مقاصد کو اوّلیت دیں اور خاص طور پر اُس دِن کے لئے دُعا مانگنی چاہیئے جب ہمارا مُنجّی خُداوند یسوع مسیح اِس دُنیا میں اپنی بادشاہی قائم کر کے راستی سے سلطنت کرے گا -

"تیری مرضی ... پُوری ... ہو"۔ اِس اِلتجا میں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خُدا جانتا ہے کہ کیا چیز بہتر ہے - ہم اپنی مرضی کو اُس کے تابع کرتے ہیں اور اِس آرزُو کا اظہار کرتے ہیں کہ ساری دُنیا میں اُسی کی مرضی کو تسلیم کیا جائے -

"جیسی آسمان پر پُوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو"۔ یہ جُملہ پہلے کی تینوں اِلتجاؤں کی وضاحت کر دیتا ہے ۔ خُدا کی حمد وثنا، خُدا کا کُلی اختیار اور اُس کی مرضی کا پُورا ہونا، سب "آسمان" کی حقیقتیں ہیں ۔ درخواست یہ ہے کہ باتیں جیسے "آسمان پر" ہیں ویسے ہی "زمین پر" بھی موجُود ہوں ۔

۶ : ۱۱ ۔ "ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے"۔ خُدا کے مقاصد کو اوّلیت دینے کے بعد ہمیں اجازت ہے کہ اپنی ضرُوریات پیش کریں ۔ یہ اِلتجا تسلیم کرتی ہے کہ ہم اپنی روزمرّہ کی خوراک ـــــ رُوحانی اور جسمانی دونوں قسم کی خوراک ـــــ کے لئے خُدا پر انحصار کرتے ہیں ۔

۶ : ۱۲ ۔ "اور جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو مُعاف کیا ہے تُو بھی ہمارے قرض ہمیں مُعاف کر"۔ اِس سے مُراد گناہ کی سزا سے قانُونی یا عدالتی مُعافی نہیں (وُہ مُعافی خُدا کے بیٹے پر ایمان لانے سے مِلتی ہے) ۔ اِس سے مُراد وُہ پدرانہ مُعافی ہے جو باپ کے ساتھ رفاقت و شراکت قائم رکھنے کے لئے ہمیں ضرُوری طور پر درکار ہے ۔ اگر ایماندار اپنے قصُورواروں کو مُعاف کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تو وُہ اپنے باپ کے ساتھ رفاقت رکھنے کی توقع کس طرح کر سکتے ہیں جس نے ہماری خطائیں مُعاف کر دی ہیں ؟

۶ : ۱۳ ۔ "اور ہمیں آزمائش میں نہ لا"۔ یہ درخواست یعقُوب ۱ : ۱۳ کی نفی کرتی ہُوئی معلُوم ہوتی ہے جو بیان کرتی ہے کہ خُدا کسی کو نہیں آزماتا ۔ البتہ خُدا اِس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وُہ جانچے اور آزمائے جائیں ۔ اِس درخواست میں اِنسان کی اپنی لیاقت وقابلیت کے بارے میں ایک صحت مندانہ شک یا بے یقینی کا اِظہار پایا جاتا ہے کہ مَیں آزمائش یا مشکلات کے سامنے کھڑا نہیں رہ سکتا ۔ یہاں اپنے تحفّظ اور بقا کے لئے خُداوند پر مکمّل انحصار کو تسلیم کیا گیا ہے ۔

"بلکہ بُرائی (یا شریر) سے بچا"۔ یہ اُن سب کی دُعا ہے جو دِل سے چاہتے ہیں کہ ہم خُدا کی قُدرت کی مدد سے گُناہ سے بچے رہیں ۔ یہ زِندگی میں شیطان اور گُناہ کی طاقت سے بچنے اور ہر روز کی نجات کے لئے دِل کی پُکار ہے ۔

["کیونکہ بادشاہی اور قُدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں ۔ آمین"] ۔ بہُت سے قدیم نُسخوں میں یہ جُملہ موجُود نہیں ہے اِس لئے رومن کیتھولک ترجمہ میں شامِل نہیں کیا گیا ۔ لُوقا ۱۱ : ۲ ۔ ۴ میں بھی موجُود نہیں اور یہاں بھی قوسین میں رکھا گیا ہے ۔ لیکن ایسی عُمدہ حمدِ خُدا دُعا کا عُمدہ ترین اختتام پیش کرتی ہے اور اکثر قلمی نُسخوں میں موجُود ہے ۔ جان کیلون لِکھتا ہے کہ یہ الفاظ نہ صِرف ہمیں خُدا کے جلال کی طرف بڑھنے پر اُبھارتے ہیں بلکہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ہماری ساری

دُعاؤں کی بُنیاد سوائے خُدا کے اَور کوئی نہیں"۔

۶: ۱۴، ۱۵- یہ آیت ۱۲ کی وضاحت ہے۔ یہ دُعا کا حِصّہ نہیں بلکہ اِن کا اِضافہ اِس حقیقت پر زور دینے کے لئے کیا گیا ہے کہ آیت ۱۲ میں مذکور پدرانہ مُعافی مشروط ہے۔

م- یسوؔع روزہ رکھنے کے بارے میں تعلیم دیتا ہے (۶: ۱۶-۱۸)

۶: ۱۶- یسوؔع ایک تیسری قسم کی مذہبی ریاکاری کی مذمّت کرتا ہے کہ لوگ دیدہ دانستہ روزہ داری کی وضع بناتے ہیں۔ "ریاکار" قصداً "اپنی صُورت اُداس" بناتے ہیں، یعنی جب روزہ رکھتے ہیں تو کمزور، نڈھال اور اداس نظر آنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر یسوؔع کہتا ہے کہ اِس طرح کا پاکباز ہونے کا دِکھاوا مُضحکہ خیز بات ہے۔

۶: ۱۷، ۱۸- "سچے اِیمان داروں کو روزہ "پوشیدگی" میں رکھنا چاہئے۔ دِکھاوا اور ظاہرداری نہیں کرنی چاہئے۔ "اپنے سَر میں تیل ڈالنا اور مُنہ دھونا" معمول کے مُطابق دکھائی دینے کا طریقہ ہے۔ اِتنا ہی کافی ہے کہ "باپ" جانتا ہو کہ تُم نے روزہ رکھا ہے۔ لوگوں کی تعریفوں کی نِسبت اُس کا "اَجر" زیادہ بہتر ہوگا۔

روزہ

روزہ کا مطلب ہے جسمانی بھُوک کو مِٹانے سے گُریز کرنا۔ یہ رضاکارانہ بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ زیرِ نظر حوالے میں ہے اور غیر رضاکارانہ بھی (جیساکہ اعمال ۲۷: ۳۳ یا ۲-کرنتھیوں ۱۱: ۲۷ میں ہے)۔ نئے عہدنامے میں اِس کا تعلق ماتم (متی ۹: ۱۴، ۱۵) اور دُعا کے ساتھ (لُوقا ۲: ۳۷؛ اعمال ۱۴: ۲۳) بھی ہے۔ اِن حوالوں میں روزہ کے ساتھ دُعا مانگنا اِس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ مَیں پُورے دِل سے خُدا کی مرضی معلُوم کرنا چاہتا ہُوں۔

نجات کے حصُول کے سِلسلے میں روزہ رکھنے کا کوئی ثواب نہیں اور نہ روزہ رکھنے سے مسیحی کو خُدا کے سامنے کوئی خاص درجہ حاصل ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ایک فریسی نے فخر کیا تھا کہ مَیں ہفتہ میں دو بار روزہ رکھتا ہُوں، مگر اِس سے اُسے مطلُوبہ راست بازی حاصل نہ ہو سکی (لُوقا ۱۸: ۱۲-۱۴)۔ لیکن جب کوئی مسیحی رُوحانی عمل کے طور پر پوشیدگی میں روزہ رکھتا ہے تو خُدا اُسے دیکھتا اور اَجر دیتا ہے۔ اگرچہ نئے عہدنامے میں روزہ رکھنے کا حُکم نہیں لیکن اَجر کا

وعدہ کرکے روزہ رکھنے کی حوصلہ افزائی ضرور کی گئی ہے۔ روزہ غنودگی اور سُستی کو دُور کرتا ہے۔ اس لئے دُعائیہ زندگی میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ کسی بُحران کے وقت جب انسان خُدا کی مرضی کو پہچاننے کا آرزُومند ہو تو روزہ بُہت قیمتی چیز ثابت ہوتا ہے۔ پھر خُود ضبطی کے سلسلے میں روزہ ایک انمول چیز ہے۔ روزہ کا مُعاملہ انسان اور خُدا کے درمیان ہوتا ہے اور صرف اور صرف اس خواہش سے ساتھ رکھنا چاہیئے کہ مَیں خُدا کو خُوش کروں۔ لیکن اگر روزہ باہر سے ٹھونسا جائے یا غلط مقاصد سے رکھا جائے تو بالکُل بے فائدہ ہوتا ہے۔

ن۔ آسمان پر مال جمع کرو (۶: ۱۹-۲۱)

اس حِصّے میں ہمارے خُداوند کی بعض انقلابی تعلیمات درج ہیں۔ یہ ایسی تعلیمات ہیں جن کو اکثر یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ باب کے بقیہ حِصّے کا موضُوع یہ ہے کہ مُستقبل کے لئے تحفظ کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۶: ۱۹، ۲۰۔ انسان ہمیشہ یہ نصیحت کرتے اور مشورہ دیتے ہیں کہ مُستقبل مالی لحاظ سے مُستحکم و محفُوظ ہونا چاہیئے۔ لیکن آیات ۱۹ - ۲۱ میں یسوعؔ اس کے بالکُل برعکس مشورہ دیتا ہے۔ جب وُہ کہتا ہے کہ "اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو" تو وُہ بیان کرتا ہے کہ مادی چیزوں میں کوئی تحفظ نہیں۔ زمین پر جمع شُدہ کسی بھی قسم کے خزانے کو قُدرتی عناصر (کیڑا یا زنگ) خراب کر سکتے ہیں یا "چور" اسے چُرا کرلے جا سکتے ہیں۔ یسوعؔ کہتا ہے کہ صرف ایک قسم کی سرمایہ کاری ہے جس میں کسی نُقصان کا اندیشہ نہیں۔ اور وُہ ہے "آسمان پر مال جمع" کرنا۔

۶: ۲۱۔ اس انقلابی مالی پالیسی کے پیچھے ایک اہم اصُول ہے کہ "جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دِل بھی لگا رہے گا"۔ اگر آپ کا روپیہ پیسہ کسی سیف میں ہے تو آپ کا دِل اور خواہش بھی وہیں ہوگی۔ اگر آپ کا خزانہ آسمان پر ہے تو دِل بھی وہیں لگا رہے گا۔ یہ تعلیم ہمیں یہ فیصلہ کرنے پر مجبُور کرتی ہے کہ آیا یسوعؔ نے جو تعلیم دی تھی، اس کا مطلب و مقصد بھی وُہی تھا۔ اگر وُہی تھا تو پھر ہمارے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ ہم اپنے دنیوی مال کے ساتھ کیا کریں؟ اگر اس کا وہی مطلب نہیں تھا تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی بائبل مُقدّس کے ساتھ کیا کریں؟

س - بدن کا چراغ (۶: ۲۲، ۲۳)

مُستقبل کے تحفّظ کے بارے میں یسوعؔ کی تعلیم بالکل غیر روایتی ہے۔ اُسے احساس تھا کہ میرے شاگرد نہیں سمجھ سکتے کہ یہ تعلیم کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے۔ اِس لئے اُس نے اِنسانی آنکھ کی مثال دے کر رُوحانی بصیرت کے سبق کی وضاحت کی۔ اُس نے کہا کہ "بدن کا چراغ آنکھ ہے"۔ آنکھ کے وسیلے سے بدن روشنی حاصل کرتا ہے۔ اگر "آنکھ" "درست" ہے تو سارا "بدن" "روشنی" سے معمُور ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر "آنکھ خراب ہو" تو بصارت خراب ہو جاتی ہے اور روشنی کی بجائے اُس میں "تاریکی" ہوتی ہے۔

اِس کے مُضمرات یُوں ہیں: درُست آنکھ اُس شخص کی ہوتی ہے جس کے ارادے اور مقاصد پاک ہوں۔ جو صرف ایک ہی خواہش رکھتا ہے کہ خُدا کے مقاصد پُورے ہوں اور جو مسیح کی تعلیمات کو لفظ بلفظ قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ اُس کا سارا بدن روشنی سے معمُور ہوتا ہے۔ وُہ یسوعؔ کی باتوں کا یقین کر کے دُنیاوی مال و دَولت کو ترک کر دیتا ہے۔ وُہ اپنا مال آسمان پر جمع کرتا ہے اور جانتا ہے کہ حقیقی تحفّظ صرف یہی ہے۔ اِس کے برعکس خراب آنکھ اُس شخص کی ہوتی ہے جو دو دُنیاؤں کے لئے زندگی بسر کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وُہ اپنے دُنیاوی خزانوں کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا لیکن ساتھ ہی آسمان میں بھی خزانے چاہتا ہے۔ اُس کو مسیح کی تعلیمات ناقابلِ عمل اور نامُمکن معلوم ہوتی ہیں۔ چونکہ وہ تاریکی سے بھرا ہوتا ہے اِس لئے اُسے واضح راہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی۔

اِس کے ساتھ یسوعؔ اِس بیان کا اِضافہ کرتا ہے کہ "اگر وُہ روشنی جو تجھ میں ہے تاریکی ہو تو تاریکی کیسی بڑی ہو گی!" مُراد یہ ہے کہ اگر تُم جانتے ہو کہ مسیح تحفّظ کے لئے دُنیاوی خزانوں پر بھروسا کرنے سے منع کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی اِن کے پیچھے بھاگتے ہو تو پھر وُہ تعلیم جس کو ماننے سے تُم نے اِنکار کیا تاریکی بن جاتی ہے ــــ یہ اِنتہائی شدید قسم کا رُوحانی اندھا پن ہے۔ تُم دَولت کو اپنے صحیح تناظر میں نہیں دیکھ سکتے۔

ع - تُم خُدا اور دَولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے (۶: ۲۴)

یہاں "مالکوں" اور غلاموں کی مثال دے کر سمجھایا گیا ہے کہ اِنسان کے لئے "خُدا" اور

دَولت دونوں کے لئے زندگی بسر کرنا ناممکن ہے۔ "کوئی آدمی دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا"۔ لازمی بات ہے کہ فرمانبرداری اور وفاداری کے معاملے میں وُہ دونوں میں سے "ایک" کو ترجیح دے گا۔ یہی حال "خدا اور دَولت" کے سلسلے میں ہوتا ہے۔ ان کے مطالبات ایک دُوسرے کے اُلٹ ہوتے ہیں۔ ان میں سے انسان کو انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ یا تو ہم خدا کو پہلا درجہ دیں اور مادہ پرستی کی حکمرانی کو رَدّ کریں یا ان دُنیاوی چیزوں کے لئے زندگی گزاریں اور خُدا کے دَعوے اور مطالبے کو رَدّ کر دیں۔

ف۔ فکر نہ کرو (۶: ۲۵-۳۴)

ہم اِس خطرے میں ہیں کہ ہماری زندگیاں خوراک اور پوشاک کے گرد گھومتی رہیں اور ایسا کرتے ہوئے ہم زندگی کے اصل مقصد کو سمجھنے سے قاصر رہ جائیں۔ کلام کے اِس حصّے میں یسوؔع اسی رُجحان پر ضرب لگاتا ہے۔ کیونکہ یہ رُجحان خُدا کی محبّت، حکمت اور قدرت کا انکار کرتا ہے۔ خُدا کی محبّت کا انکار اِس طرح کہ اِس میں یہ بات مُضمر ہے کہ وُہ ہماری فکر نہیں کرتا اور حکمت کا انکار اِس طرح کہ اِس میں یہ بات بھی مُضمر ہے کہ وُہ نہیں جانتا کہ کیا کر رہا ہے، اور قدرت کا انکار اِس طرح کہ اِس میں یہ بات بھی مُضمر ہے کہ وہ ہماری ضرورِیات پُوری نہیں کر سکتا۔

۶: ۲۶۔ "ہوا کے پرندوں" سے ثابت ہوتا ہے کہ خُدا اپنی مخلُوقات کی فکر کرتا ہے۔ پرندے ہمارے سامنے یہ منادی کرتے ہیں کہ فکر کرنا کس قدر غیر ضروری ہے۔ وُہ "نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے" پھر بھی خُدا "اُن کو کھلاتا ہے"۔ چونکہ مخلُوقات میں ہماری "قدر" پرندوں سے زیادہ ہے اِس لئے ہم یقیناً توقع رکھ سکتے ہیں کہ وُہ ہماری ضرورِیات کی فکر کرتا ہے۔

لیکن اِس سے ہمیں یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ ہمیں روزمرہ ضروریات کی فراہمی کے لئے کوئی محنت کرنے کی ضرورت نہیں۔ پَولُسؔ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ "جسے محنت کرنا منظور نہ ہو وُہ کھانے بھی نہ پائے" (۲۔تھسلنیکیوں ۳: ۱۰)۔ نہ ہم یہ نتیجہ اخذ کریں کہ کاشتکار کے لئے بیج بونا، فصل کاٹنا اور جمع کرنا سب کچھ ناواجب اور غلط ہے۔ اپنی روزمرّہ ضرورِیات کو پُورا کرنے کے لئے یہ کام بالکُل ضروری ہے۔ یہاں یسوؔع جس بات سے منع کر رہا ہے وُہ یہ ہے کہ ہم خُدا پر بھروسا اور توکّل چھوڑ کر مُستقبل کے تحفّظ کے لئے فکر اور بندوبست کرنے میں

لگے رہیں۔ (وُہ اِس بات کی مذمّت لُوقا ۱۲: ۱۶-۲۱ میں مذکُور امیر کاشت کار کی تمثیل سے بھی کرتا ہے)۔ دلیل یہ ہے کہ اگر خُدا ادنیٰ درجہ کے جانوروں کو اُن کے تعاوُن کے بغیر پالتا ہے تو جن کے لئے مخلُوقات وجُود میں آئی تو اُن کے تعاوُن کے ساتھ اُنہیں اَور بھی زیادہ کیوں نہ پالے گا۔

۶: ۲۷۔ مُستقبل کے لئے فِکر کرنا نہ صرف خُدا کی بے عزّتی کرنا ہے بلکہ بے سُود بھی ہے۔ خُداوند اِس کی وضاحت ایک سوال سے کرتا ہے کہ "تم میں ایسا کون ہے جو فکر کرکے اپنی عُمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے" (یا اپنے قد کو ایک ہاتھ بڑھا سکے)؟ ایسا کرنا ناممکن ہے۔ پھر بھی مُقابلتاً یہ کام آسان ہے اور فکر کرکے مُستقبل کی ساری ضرُوریات فراہم کرلینا مُشکل ہے۔

۶: ۲۸-۳۰۔ اِس کے بعد خُداوند مُستقبل میں "پوشاک" کے بارے میں فکر کرنے کی نامعقُولیت کو واضح کرتا ہے۔ "جنگلی سوسن (غالباً گُلِ لالہ) ... وُہ نہ محنت کرتے نہ کاتتے ہیں" تو بھی اُن کی خوبصُورتی اور دِلکشی سلیمان کے شاہی لباس پر سبقت رکھتی ہے۔ اگر خُدا جنگلی پھُولوں کو ایسی شاندار پوشاک پہنا سکتا ہے جن کی زِندگی نہایت مُختصر ہوتی ہے اور اگلی صُبح ایندھن کے طور پر "تنُور" میں جھونک دی جاتی ہے تو وُہ اپنے لوگوں کی یقیناً فِکر کرے گا جو اُس کی عبادت اور خدمت کرتے ہیں۔

۶: ۳۱، ۳۲۔ نتیجہ یہ نِکلا کہ ہمیں اپنی زِندگی مُستقبل میں کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں کی تلاش کی فکر ہی میں نہیں گزُارنی چاہیئے۔ ایمان نہ لانے والی "غیر قومیں" مادی چیزیں جمع کرنے میں دیوانہ وار مصرُوف و مشغول رہتی ہیں۔ گویا کھانا پینا اور پہننا ہی زِندگی ہے۔ لیکن مسیحیوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اُن کا "آسمانی باپ" اُن کی بنیادی ضرُوریات کو "جانتا ہے"۔

اگر مسیحی مُستقبل کی ضرُوریات کی فراہمی ہی کو مقصدِ حیات بنالیں تو اُن کا وقت اور قوّت مالی وسائل اور ذخیرے جمع کرنے کے لئے وقف ہو کر رہ جائے گا۔ اُن کو کبھی اطمینان نہیں ہوگا کہ ہم نے کافی کچھ جمع کرلیا ہے، کیونکہ اُنہیں ہمیشہ دھڑکا لگا رہے گا کہ کوئی ناگہانی آفت پیش آئے گی، لمبی بیماری لگ جائے گی یا کوئی حادِثہ مفلُوج کرکے رکھ دے گا۔ اِس کا مطلب ہے کہ خُدا کے لوگ اُس کی خِدمت سے جی چُرائیں گے اور جس مقصد کے لئے اُن کو خلق کیا گیا تھا اور جس مقصد سے اُن کی نئی پیدائش ہُوئی تھی وُہ آنکھوں سے اوجھل ہوجائے گا۔ وُہ مرد و زن جو خُدا کی شبیہ پر پیدا ہُوئے ہیں اِس زمین پر، اِس دُنیا میں غیر یقینی مستقبل کا شِکار ہوکر رہ جائیں گے، حالانکہ اُن کی نگاہیں ابدی اقدار پر لگی ہونی چاہئیں۔

۶: ۳۳ - اِس لئے خُداوند اپنے پیروؤں کے ساتھ ایک عہد باندھتا ہے۔ دراصل وُہ کہتا ہے کہ "اگر تم اپنی زِندگیوں میں خُدا کے مقاصِد کو اوّلیت دو گے تو مَیں تمہاری مُستقبل کی ضرُوریات کی ضمانت دُوں گا"۔ اگر "تم پہلے اُس کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کی تلاش کرو" تو پھر مَیں ذِمّہ لیتا ہُوں کہ تمہیں ضرُوریاتِ زندگی کی کبھی کمی نہ ہو گی۔

۶: ۳۴ - یہ خُدا کا "سوشل سیکیورٹی پروگرام" ہے۔ ایمان دار کی ذمّہ داری ہے کہ خُداوند کے لئے زندگی بسر کرے، مُستقبل کے لئے خُدا پر بھروسا رکھے اور غیر مُتزلزل توکّل رکھے کہ وُہ سب کچھ مُہیّا کرے گا۔ اِنسان کا کام (ملازمت وغیرہ) صِرف اس کی حالیہ ضرُوریات مُہیّا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اِس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے، وُہ خُدا کے کام میں لگا ہُوا ہو۔ ہماری بُلاہٹ یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک دِن جیئیں۔ "کل کا دِن اپنے لئے آپ فِکر کر لے گا"۔

ص - عَیب جوئی نہ کرو (۷: ۱-۶)

عَیب جوئی کے بارے میں یہ حِصّہ یسُوع مسیح کی دُنیاوی مال و دَولت کے بارے میں چونکا دینے والی تعلیم کے فوراً بعد آتا ہے۔ اِن دونوں موضُوعات کے درمیان تعلق کو سمجھنا بہُت ضرُوری ہے۔ جو مسیحی سب کچھ ترک کر دیتا ہے اُس کے لئے دَولت مند مسیحیوں پر نکتہ چینی اور تنقید کرنا بہُت آسان ہے۔ لیکن دُوسری طرف جو لوگ سمجھتے ہیں کہ اپنے خاندانوں کی مُستقبل کی ضرُوریات کے لئے فراہم کرنا بھی ہماری ذمّہ داری ہے، وُہ مسیح کی تعلیم پر لفظ بلفظ چلنے کی اہمیّت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ کوئی شخص بھی پُورے طور پر ایمان پر زِندگی بسر نہیں کرتا اِس لئے ایسی تنقید بالکل بے جا ہے۔

عَیب جوئی نہ کرنے کے حُکم میں مندرجہ ذیل شُعبے شامل ہیں: ہم نیّتوں پر تنقید نہ کریں۔ صِرف خُدا ہی نیّتوں کو جان سکتا ہے۔ ہم ظاہری باتوں کے مُطابق فیصلہ نہ دیں (یُوحنّا ۷: ۲۴؛ یعقوب ۲: ۱-۴)۔ ہم اُن لوگوں پر اُنگلی نہ اُٹھائیں جو سچّے دِل سے ایسی باتوں کے بارے میں ہچکچاتے ہیں جو اپنی ذات میں اخلاقی نوعیّت کی نہیں (رومیوں ۱۴: ۱-۵)۔ ہم کسی دُوسرے مسیحی کی عبادت یا خدمت پر نکتہ چینی نہ کریں (۱-کرنتھیوں ۴: ۱-۵) اور نہ کسی ہم ایمان کے بارے میں کوئی بُری بات مُنہ سے نکالیں (یعقوب ۴: ۱۱، ۱۲)۔

۷: ۱ - بعض لوگ خُداوند مسیح کے ان الفاظ کی غلط تاویلیں کر کے ہر قسم کی تنقید یا جانچ

پڑتال کی ممانعت کرتے ہیں ۔ "خواہ کچھ بھی ہو جائے" وُہ بڑے پاکباز انداز میں کہتے ہیں، "عیب جوئی نہ کرو، کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے"۔ مگر یسوع یہ تعلیم نہیں دے رہا کہ ہم ایسے لوگ بن جائیں جو کسی بات میں امتیاز نہیں کرتے، جو کسی بات کو جانچتے پرکھتے نہیں ۔ ہاں، اِس کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ ہم اپنی تنقیدی صلاحیت یا قوتِ امتیاز کو ترک کر دیں ۔ نئے عہد نامے میں دُوسروں کے حالات، کردار اور تعلیمات پر جائز اور حق بجانب تنقید کرنے کی کئی مثالیں موجود ہیں ۔ عِلاوہ ازیں کئی شعبے ہیں جن میں مسیحیوں کو فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ وُہ نیک اور بد میں امتیاز کریں۔ یا اچھے اور بہترین میں انتخاب کریں ۔ اِن میں یہ باتیں شامل ہیں :

۱۔ جب ایمانداروں کے درمیان کوئی اختلاف یا جھگڑا اُٹھ کھڑا ہو تو کلیسیا میں اُن افراد کے سامنے پیش کیا جائے جو ایسے معاملات کا فیصلہ کر سکتے ہیں اور وُہی اِس کا فیصلہ کریں (۱۔کرنتھیوں ۶: ۱ ۔ ۸) ۔

۲۔ مقامی کلیسیا اپنے ارکان کے سنگین گناہوں کا فیصلہ کر کے مناسب اقدام کرے (متی ۱۸: ۱۷؛ ۱۔کرنتھیوں ۵: ۹ ۔ ۱۳) ۔

۳۔ ایمان دار منادی کرنے والوں اور مبشروں کی تعلیمات کو خُدا کے کلام کی روشنی میں جانچیں اور پرکھیں (متی ۷: ۱۵ ۔ ۲۰؛ ۱۔کرنتھیوں ۱۴: ۲۹؛ ۱۔یوحنا ۴: ۱) ۔

۴۔ مسیحی دُوسروں کو پرکھیں کہ وُہ ایمان دار ہیں یا نہیں اور یوں پولس کے حکم کی تعمیل کریں (۲۔کرنتھیوں ۶: ۱۴) ۔

۵۔ کلیسیا کے لوگ جانچیں اور فیصلہ کریں کہ کن افراد میں ایلڈر یا ڈیکن بننے کی ضروری صلاحیت اور استعداد ہے (۱۔تیمتھیس ۳: ۱ ۔ ۱۳) ۔

۶۔ ہمیں یہ بھی امتیاز کرنا ہے کہ کون لوگ بے قاعدہ چلتے ہیں، کون کم ہمت ہیں، کون کمزور ہیں وغیرہ، "تاکہ اُن کے ساتھ بائبل مقدس کی ہدایات کے مطابق سلوک اور برتاؤ کر سکیں (۱۔تھسلنیکیوں ۵: ۱۴) ۔

۷: ۲ ۔ یسوع نے خبردار کیا کہ عیب جوئی کا اُسی ناپ سے بدلہ ملے گا "کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اُسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی"۔ جو کچھ بوؤ گے وہی کاٹو گے۔ یہ تمام انسانی زندگی اور معاملات میں کارفرما نظر آتا ہے ۔ مرقس (۴: ۲۴) اِسی اصُول کا پاک کلام کو قبول کرنے یا نہ کرنے پر اور لُوقا (۶: ۳۸) خیرات کرنے میں فراخدلی پر اطلاق کرتا ہے ۔

۷: ۳-۵ ۔ ہم میں یہ رُجحان ہے کہ دُوسروں میں معمولی نقص دیکھ لیتے ہیں جبکہ اپنے اندر وہی نقص ہمیں نظر نہیں آتا۔ یسوع نے ہمارے اِس رُجحان کو بے نقاب کیا اور دانستہ مبالغہ آمیزی (شہتیر کی مثال) سے کام لیا تاکہ نکتہ بالکل واضح ہو جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس کی آنکھ میں شہتیر ہوتا ہے اُس کو دُوسرے کی آنکھ کا تنکا زیادہ نظر آتا ہے۔ یہ فرض کرنا ہی بڑی ریاکاری ہے کہ ہم کسی کے نقص یا عیب دُور کرنے میں مدد کر سکتے ہیں جبکہ ہمارے اندر اِس سے بھی بڑا نقص موجود ہو۔ دُوسروں پر انگلی اُٹھانے سے پہلے ضروری ہے کہ پہلے اپنا علاج کریں۔

۷: ۶ ۔ آیت ۶ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع کا مقصد ہر قسم کی تنقید سے منع کرنا نہیں تھا۔ اُس نے شاگردوں کو خبردار کیا کہ "پاک چیز کُتّوں کو نہ دو" یا "موتی سُؤروں کے آگے نہ ڈالو"۔ مُوسوی شریعت کے مُطابق "کُتّے" اور "سُؤر" ناپاک جانور تھے۔ یہاں اِس ترکیب سے مُراد بُرے یا بدکردار لوگ ہے۔ جب ہماری مُلاقات ایسے لوگوں سے ہوتی ہے جو اِلٰہی سچّائیوں کی تحقیر کرتے اور مسیح کی منادی کا گالیوں اور ایذارسانی سے جواب دیتے ہیں تو پھر ہمارا فرض نہیں رہتا کہ اُن کو انجیل کی خُوشخبری سُناتے جائیں کیونکہ ہمارے زور دینے سے اُن کا قصُور اور بڑھے گا اور اُن کی سزا بھی اور زیادہ ہو گی۔

یہ کہنے کی ضرُورت نہیں کہ ایسے لوگوں کو پہچاننے کے لئے رُوحانی بصیرت درکار ہوتی ہے۔ شاید اِسی لئے اگلی آیت میں دُعا کے موضُوع پر بات کی گئی ہے جس کی معرفت ہمیں دانائی اور حکمت حاصل ہوتی ہے۔

ق ۔ مانگتے رہو، ڈھونڈتے رہو، دروازہ کھٹکھٹاتے رہو

(۷: ۷-۱۲)

۷: ۷، ۸ ۔ اگر ہم سوچتے ہیں کہ ہم اپنی طاقت اور قوّت سے پہاڑی وعظ کی تعلیمات پر عمل کر سکتے ہیں تو ہم اُس فوق الفطرت زِندگی کو نظر انداز کر رہے ہیں جس پر چلنے کا مُطالبہ مُنجیِ دو عالم کر رہا ہے۔ ایسی زِندگی بسر کرنے کے لئے حکمت یا قوّت اُوپر سے مِلتی ہے۔ چنانچہ خُداوند دعوت دیتا ہے کہ ہم مانگیں اور مانگتے رہیں، ڈھونڈیں اور ڈھونڈتے رہیں، دروازہ کھٹکھٹائیں اور کھٹکھٹاتے رہیں۔ مسیحی زِندگی گزارنے کے لئے حکمت اور قوّت صرف اُنہی کو مِلتی ہے جو

پُورے دِل سے اور اِستقلال کے ساتھ دُعا مانگتے ہیں۔

اگر آیات ۷ اور ۸ کو سیاق وسباق سے الگ کر کے دیکھا جائے تو ایمان دار کے لئے بلینک چیک[1] معلُوم ہوتی ہیں، یعنی ہم جو کچُھ چاہیں حاصِل کر سکتے ہیں، مگر یہ بات بالکُل درُست نہیں۔ اِن آیات کا مفہُوم ان کے فوری سیاق وسباق اور دُعا کے بارے میں بائبل مُقدس کی تعلیم کی روشنی میں سمجھا جائے۔ چنانچہ یہاں جو وعدے غیر مشرُوط معلُوم ہوتے ہیں، دراصل دُوسرے حوالوں نے اِن پر شرائط لگا رکھی ہیں۔ مثال کے طور پر زبُور ۶۶ : ۱۸ سے ہم سیکھتے ہیں کہ دُعا مانگنے والے کی زِندگی میں کوئی ایسا گُناہ نہیں ہونا چاہئے جس کا اُس نے اعتراف واقرار نہ کیا ہو۔ مسیحی کو دُعا ایمان کے ساتھ مانگنی چاہیئے (یعقوب ۱ : ۶-۸)۔ دُعا خُدا کی مرضی کے مُطابق ہونی چاہئے (۱-یُوحنّاؔ ۵ : ۱۴) اور لگاتار مانگتے رہنا چاہئے (لُوقا ۱۸ : ۱-۸)۔ دُعا سچّے دِل سے ہو (عبرانیوں ۱۰ : ۲۲)۔

۷ : ۹، ۱۰- جب دُعا مانگنے کی شرائط پُوری ہو جائیں تو ایک مسیحی کو قطعی یقین ہونا چاہئے کہ خُدا اُسنے گا اور جواب دے گا۔ اِس یقین کی بُنیاد خُدا ہمارے باپ کے کردار یا ذات پر ہے۔ اِنسانی سطح پر ہم جانتے ہیں کہ اگر کسی کا بیٹا "روٹی مانگے" تو اُس کا باپ اُسے "پتھر" نہیں دے گا۔ یا "اگر مچھلی مانگے" تو باپ اُسے "سانپ" نہیں دے گا۔ دُنیاوی باپ اپنے بیٹے کو نہ تو دھوکا دے گا، نہ اُسے کوئی ایسی چیز دے گا جو مُضر اور نقصان دِہ ہو۔

۷ : ۱۱- خُداوند کی دلیل ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف بڑھتی ہے۔ اگر انسانی والدین اپنی اولاد کی درخواست پر بہترین چیز دیتے ہیں تو ہمارا "باپ جو آسمان پر ہے" اِس سے کہیں زیادہ کیوں نہ کرے گا؟

۷ : ۱۲- آیت ۱۲ کا گزشتہ آیت کے ساتھ فوری تعلق یہ معلُوم ہوتا ہے کہ چونکہ ہمارا باپ ہمیں اچھی چیزیں دیتا ہے تو جب ہم دُوسروں کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلُوک کرتے ہیں تو اُس باپ کی تقلید اور نقل کرتے ہیں۔ جو سلُوک ہم دُوسروں سے کرتے ہیں، وُہ اُن کے لئے فائدہ مند ہے یا نہیں، اِس بات کا جائزہ لینے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اور وُہ یہ کہ

---

[1] ایسا چیک جس پر کھاتہ دار اپنے دستخط کر کے دے دیتا ہے۔ وصُول کرنے والا اپنی مرضی سے رقم لِکھ کر بینک سے حاصِل کر سکتا ہے۔

دیکھیں کہ وہی سلوک ہم اپنے لئے پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ "یہ سنہری اصول" ہے۔ مسیح کے دور سے کوئی ۱۰۰ برس پیشتر ربی ہلیل نے اسی اصول کو منفی انداز میں پیش کیا تھا، لیکن یسوع نے اسے مثبت انداز میں بیان کیا ہے۔ اس طرح یسوع واضح کرتا ہے کہ کسی سے محض بدی کرنے سے گریز کرنا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ بھلائی بھی کرنی ہے۔ مسیحیت صرف یہی نہیں کہ گناہ سے بچا جائے اور پرہیز کیا جائے، بلکہ مثبت نیکی بھی کی جائے۔

یسوع کا یہ مقولہ "توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے" یعنی یہ موسیٰ کی "توریت" اور بنی اسرائیل کے "نبیوں" کی ساری اخلاقی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ پرانا عہدنامہ جس راستبازی کا تقاضا کرتا ہے، ان ایمانداروں میں پوری ہوتی ہے جو "روح کے مطابق چلتے ہیں" (رومیوں ۸: ۴)۔ اگر اس آیت کی تعمیل دنیا بھر میں ہو تو بین الاقوامی تعلقات، قومی سیاست، خاندانی اور کلیسیائی زندگی کے سارے شعبوں میں انقلاب آجائے گا۔

ل۔ تنگ راستہ (۷: ۱۳، ۱۴)

اب خداوند خبردار کرتا ہے کہ مسیحی شاگردیت کا "دروازہ تنگ" اور "راستہ سکڑا" یعنی مشکل ہے۔ لیکن جتنے لوگ وفاداری کے ساتھ اس کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں، ان کو کثرت کی "زندگی" ملتی ہے۔ دوسری طرف "چوڑا دروازہ" یعنی عیش وعشرت اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کی زندگی ہے۔ اس زندگی کا انجام "ہلاکت" ہے۔ یہاں بحث ابدی ہلاکت کی نہیں بلکہ اپنے وجود کے مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہنے کی ہے۔

ان آیات کا اس پیغام پر بھی اطلاق ہوتا ہے جس کا تعلق دو راستوں اور نسلِ انسانی کے دو قسم کے حشر سے ہے۔ چوڑا دروازہ اور کشادہ راستہ ہلاکت کو پہنچاتا ہے (امثال ۱۶: ۲۵)۔ تنگ دروازہ اور سکڑا راستہ زندگی کو پہنچاتا ہے۔ یسوع دروازہ (یوحنا ۱۰: ۹) اور راستہ (یوحنا ۱۴: ۶) دونوں ہے۔ اگرچہ ان آیات کا اس طرح اطلاق کرنا بھی درست ہے لیکن ان کا پیغام زیادہ تر ایمان داروں کے لئے ہے۔ یسوع کہہ رہا ہے کہ میری پیروی کرنے کے لئے، ایمان، نظم وضبط، بردباری اور برداشت کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ "مشکل" زندگی ہی زندہ رہنے کے لائق زندگی ہے۔ اگر آپ آسان راستہ اختیار کرتے ہیں تو بے شمار ساتھی مل جائیں گے لیکن جو عمدہ ترین چیزیں خدا نے آپ کے لئے رکھی ہیں،

اِن سے آپ محرُوم رہ جائیں گے۔

ش۔ اُن کے پھلوں سے اُن کو پہچان لوگے (۷: ۱۵-۲۰)

۷: ۱۵۔ جب بھی شاگردیت کی سخت شرائط کی تعلیم دی جاتی ہے تو ساتھ ہی "جھوٹے نبی" بھی موجُود ہوتے ہیں جو چوڑے دروازے اور کُشادہ راستے کی وکالت کرتے ہیں۔ وُہ سچّائی میں اِس قدر مِلاوٹ کر دیتے ہیں کہ بالآخر اِس کا وجُود اِتنا بھی نظر نہیں آتا جتنی ماش کے دانے پر سفیدی۔ یہ لوگ دعوے تو کرتے ہیں کہ ہم خُدا کی طرف سے کلام کر رہے ہیں، لیکن دراصل "بھیڑوں کے بھیس میں ..." ہوتے ہیں۔ اِن کی وضع قطع سچّے ایمان داروں جیسی ہوتی ہے لیکن باطن میں وُہ "پھاڑنے والے بھیڑیئے" ہوتے ہیں۔ یعنی وُہ بدکار اور بے ایمان افراد ہوتے ہیں جو ناپختہ، ڈانواں ڈول اور کمزور ایمان والوں کو شکار کرتے ہیں۔

۷: ۱۶-۱۸۔ یہ آیات جھُوٹے نبیوں کو پہچاننے کے بارے میں ہیں۔ "اُن کے پھلوں سے تم اُن کو پہچان لوگے"۔ اُن کی بے مہار زندگی اور ہلاکت آفریں تعلیم اُن کا بھانڈا پھوڑ دیتی ہے۔ درخت یا پودا اپنی خصُوصیات کے مُطابق "پھل" لاتا ہے۔ "جھاڑیوں" کو "انگور" اور "اونٹ کٹاروں" کو "انجیر" نہیں لگ سکتے۔ "اچھّا درخت اچھّا پھل" اور "بُرا درخت بُرا پھل" لاتا ہے۔ یہ اصُول طبعی دُنیا اور رُوحانی دُنیا دونوں جگہ کار فرما ہے۔ جو افراد خُدا کی طرف سے بولنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اُن کی زندگیوں اور تعلیمات کو خُدا کے کلام سے پرکھنا چاہئے۔ "اگر وُہ اِس کلام کے مُطابق نہ بولیں تو اُن کے لئے صُبح نہ ہوگی" (یسعیاہ ۸: ۲۰)۔ وُہ اِس کلام کے مُطابق اِس لئے نہیں بولتے کیونکہ اُن کے باطن روشن نہیں ہوتے۔

۷: ۱۹، ۲۰۔ جھُوٹے نبیوں کا حشر یہ ہوگا کہ وُہ "آگ میں" ڈالے جائیں گے۔ جھُوٹے اُستادوں اور نبیوں کا انجام "جلد ہلاکت" (۲-پطرس ۲: ۱) ہوگا۔ وُہ اپنے پھلوں سے پہچانے جا سکتے ہیں۔

ت۔ میری کبھی تُم سے واقفیت نہ تھی (۷: ۲۱-۲۳)

۷: ۲۱۔ اب یسُوع اُن لوگوں کو خبردار کرتا ہے جو اُس کو اپنا مُنجّی ماننے کے جھُوٹے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن دِل سے کبھی ایمان نہیں لائے۔ "جو مجھ سے اَے خُداوند، اَے خُداوند کہتے ہیں اُن میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہوگا"۔ اِس بادشاہی میں صِرف وُہی

لوگ داخل ہوتے ہیں جو خُدا "باپ کی مرضی" پر چلتے ہیں ۔ خُدا کی مرضی پر چلنے کا پہلا قدم یہ ہے کہ خُداوند یسوع پر ایمان لایا جائے (یُوحنا ۲۹:۶) ۔

۲۲:۷، ۲۳ ۔ عدالت کے "دِن" جب بے ایمان لوگ مسیح کے سامنے کھڑے ہوں گے تو (مکاشفہ ۲۰: ۱۱ - ۱۵) "بُہتیرے" اُس سے کہیں گے کہ ہم نے تیرے نام سے "نبوّت کی یا بدرُوحیں نکالیں" یا "بہت سے مُعجزے" دِکھائے ، لیکن اُن کا اِحتجاج بے سُود ہو گا ۔ یسوع اُن سے "صاف" کہہ دے گا کہ "میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی" یعنی مَیں نے کبھی تسلیم نہیں کیا کہ تم میرے ہو ۔

اِن آیات سے ہم جانتے ہیں کہ ہر ایک مُعجزہ خُدا کی طرف سے نہیں ہوتا اور نہ تمام مُعجزے کرنے والوں کو خُدا نے بھیجا ہوتا ہے ۔ مُعجزے کا مطلب صِرف اِتنا ہوتا ہے کہ کوئی فوق الفِطرت قُوّت کام کر رہی ہے ۔ یہ قُوّت خُدا کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے اور شیطان کی طرف سے بھی ۔ شیطان اپنے کارندوں کو قُوّت دے سکتا ہے کہ عارضی طور پر بدرُوحوں کو نکال دیں اور یہ تاثر پَیدا کریں کہ یہ مُعجزہ خُدا کی طرف سے ہے ۔ ایسی صُورت میں وُہ اپنی بادشاہی میں پھوٹ نہیں ڈالتا ، بلکہ سازِش کرتا ہے کہ مُستقبِل میں پہلے سے بھی زور دار حملہ کرے ۔

ث ۔ چٹان پر تعمیر کرنا (۲۴:۷-۲۹)

۲۴:۷-۲۵ ۔ وعظ کے آخر میں یسوع ایک تمثیل بیان کرتا ہے جس سے فرمانبرداری کا سبق پُوری طرح سمجھ میں آ جاتا ہے ۔ اِن "باتوں" کو سُن لینا ہی کافی نہیں بلکہ ضرُور ہے کہ ہم اِن پر عمل بھی کریں ۔ جو شاگرد یسوع کی باتیں "سُنتا اور اُن پر عمل کرتا" ہے ، وُہ "اُس عقل مند آدمی کی مانند" ہے "جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا" ۔ اُس کے گھر کی بُنیاد ٹھوس اور مضبُوط ہے اور جب "مینہ" اور "آندھیاں" زور مارتی ہیں تو وُہ گرتا نہیں ۔

۲۶:۷، ۲۷ ۔ لیکن جو شخص یسوع کی "باتیں سُنتا ہے اور اُن پر عمل نہیں کرتا ، وُہ اُس بے وقُوف آدمی کی مانند" ہے "جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا" ۔ جب بدحالی اور مُخالفت کی آندھیاں چلتی ہیں تو ایسا آدمی اُن کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا ۔ جب "مینہ برسا اور . . . آندھیاں چلیں" تو وُہ "گھر گر گیا" ۔ اِس لئے کہ اُس کی بُنیاد ٹھوس اور مضبُوط نہ تھی ۔

"جو شخص پہاڑی وعظ کے اصُولوں کے مُطابِق زِندگی گُزارتا ہے ، دُنیا اُس کو "بے وقُوف"

مگر یسوع اُس کو "عقل مند آدمی" کہتا ہے۔ دُنیا اُس شخص کو عقل مند گردانتی ہے جو آنکھوں دیکھے کے مطابق زندگی گزارتا ہے جو صرف آج کے لئے اور صرف اپنی ذات کے لئے جیتا ہے۔ تاہم یسوع ایسے شخص کو بے وقوف ٹھہراتا ہے۔ انجیل کے پیغام کی وضاحت اور تشریح کے لئے گھر بنانے والے عقل مند اور بے وقوف آدمی کی مثال دینا بالکل موزوں اور مناسب ہے۔ عقل مند آدمی اپنا پورا بھروسا چٹان یعنی یسوع مسیح پر رکھتا ہے کیونکہ وہ خداوند اور نجات دہندہ ہے۔ بے وقوف آدمی توبہ کرنے اور یسوع مسیح کو اپنا واحد نجات دہندہ ماننے سے انکار کرتا ہے۔ لیکن اِس تمثیل کی تشریح ہمیں نجات سے بہت آگے لے جاتی ہے اور بتاتی ہے کہ نجات مسیحی کی زندگی کو کس طرح متاثر کرتی ہے۔

۷: ۲۸، ۲۹۔ جب مسیح خداوند نے اپنا پیغام ختم کیا تو لوگ بہت "حیران" ہوئے۔ اگر ہم پہاڑی وعظ پڑھنے اور اِس کی انقلابی نوعیت پر حیران نہیں ہوتے تو ہم اِس کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔

لوگوں نے دیکھا کہ یسوع کی تعلیم فقیہوں کی تعلیم سے بالکل فرق ہے۔ وہ اختیار کے ساتھ کلام کرتا تھا جبکہ فقیہوں کی باتیں ہر قسم کی تاثیر سے خالی تھیں۔ وہ آواز تھا، جبکہ فقیہ محض بازگشت تھے۔ تین علما اِس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

> "یسوع کی تعلیم سے صاف نظر آتا تھا کہ وہ شریعت کا بانی، شارح اور منصِف ہے۔ بہ حقیقت اُس کی باتوں سے یوں جھلکتی تھی کہ اُس کے سامنے فقیہوں کی تعلیم ٹمٹماتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔"

۵۔ مسیحِ موعود کے قدرت اور فضل کے معجزات اور لوگوں پر اُن کے مختلف اثرات (۸: ۱ تا ۹: ۳۴)

ابواب ۸ تا ۱۲ میں خداوند یسوع اسرائیلی قوم کے سامنے ناقابلِ تردید ثبوت پیش کرتا ہے کہ مَیں ہی مسیحِ موعود ہوں جس کے بارے میں انبیا نے لکھا تھا۔ مثال کے طور پر یسعیاہ نے لکھا تھا کہ مسیحِ موعود اندھوں کی آنکھیں کھولے گا، بہروں کے کان کھولے گا، لنگڑوں کو اچھا کرے گا اور گونگوں کو زبان دے گا (یسعیاہ ۳۵: ۵، ۶)۔ یسوع نے یہ ساری پیش گوئیاں پوری کر کے

ثابت کر دیا کہ میں ہی مسیحِ موعود ہوں - اسرائیلی اپنے صحائف کے حوالوں سے دیکھتے تو انہیں شناخت کرنے میں ذرّہ بھر دِقت نہ ہوتی کہ یہی مسیح ہے - مگر اُس شخص سے بڑھ کر کوئی اندھا نہیں ہوتا جو دیکھنا ہی نہ چاہے -

اِن ابواب میں جو واقعات درج ہیں، وہ ایک موضوعاتی ترتیب سے پیش کئے گئے ہیں - تواریخی ترتیب کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا - یہ خداوند کی خدمت کی مکمّل رُوداد نہیں ہے بلکہ اُن واقعات کو پیش کیا گیا ہے جن کو رُوح القدس نے منتخب کیا تاکہ نجات دہندہ کی زندگی کے پیچیدہ پیچیدہ خصائص اور پہلوؤں کو نمایاں کیا جائے - اِس میں مندرجۂ ذیل باتیں شامل ہیں :

۱- بیماریوں، بدرُوحوں، موت اور عناصرِ قدرت پر مسیح کا کامل اختیار -

۲- اُس کا یہ دعویٰ کہ میں اُن لوگوں کی زندگی کا کامل خداوند اور مالک ہوں جو میرے پیچھے آنا چاہیں -

۳- بنی اسرائیل اور خصوصاً مذہبی لیڈروں کی طرف سے اُسے ردّ کرنے کی شدت میں مسلسل اضافہ -

۴- غیر اقوام نے انفرادی طور پر اُسے شوق سے نجات دہندہ تسلیم کیا -

ا- کوڑھ پر قدرت (۸: ۱-۴)

۸: ۱ - اگرچہ یسوع کی تعلیم انقلابی اور انتہا درجے کو پہنچی ہوئی تھی، لیکن اُس میں دُوسروں کو متاثر کرنے اور اپنی طرف کھینچنے کی قوت تھی، یہاں تک کہ "بہت سی بھیڑ" اُس کے پیچھے ہو لیتی تھی - سچائی اپنا ثبوت آپ ہوتی ہے - لوگ اُسے پسند کریں یا نہ کریں لیکن کبھی اُسے بھلا نہیں سکتے -

۸: ۲ - ایک کوڑھی نے اُسے سجدہ کیا اور شفا کے لئے التجا کرنے لگا - یہ کوڑھی ایمان رکھتا تھا کہ خداوند مجھے شفا دے سکتا ہے اور سچے ایمان کو کبھی مایوسی نہیں ہوتی - کوڑھ گناہ کی نہایت عمدہ تصویر پیش کرتا ہے، کیونکہ یہ کراہیت پیدا کرتا ہے - یہ تباہ کُن اور ہلاکت آفرین مرض ہے - دُوسروں کو لگ جاتا ہے اور بعض قسم کا کوڑھ انسانی طور پر ناقابلِ علاج ہوتا ہے -

۸: ۳ - کوڑھی اچھوت ہوتے تھے - اگر کوئی اُن سے چھو جاتا تو اُسے بھی کوڑھ لگ

جانے کا خطرہ ہوتا تھا۔ اور جہاں تک یہودیوں کا تعلق ہے، کوڑھی کو چھُونے والا شخص رسمی طور پر ناپاک ہوجاتا تھا۔ وُہ بنی اسرائیل کی جماعت کے ساتھ مل کر عبادت نہیں کرسکتا تھا۔ مگر جب یسوع نے اُس کوڑھی کو "چھُوا" اور شفابخش کلمات کہے تو "وُہ فوراً کوڑھ سے پاک صاف ہوگیا"۔ ہمارا نجات دہندہ گُناہ سے پاک صاف کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور پاک صاف ہونے والا شخص عبادت کرنے کا اہل ہوتا ہے۔

۸: ۴۔ متّی کی انجیل میں یہ پہلا موقع ہے کہ یہ بات قلم بند کی گئی ہے کہ جس شخص کے لئے معجزہ ہُوا یسوع نے اُسے "حُکم دیا" کہ "کسی سے نہ کہنا" (مزید دیکھئے ۹: ۳۰؛ ۱۲: ۱۶؛ ۱۷: ۹؛ مرقس ۵: ۴۳؛ ۷: ۳۶؛ ۸: ۲۶)۔ اِس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ وُہ جانتا تھا کہ بہت سے لوگ صرف رُومی جُوئے سے خلاصی حاصل کرنا چاہتے اور اِسی مقصد سے مجھے بادشاہ بنانے کی کوشش میں ہیں۔ مگر وُہ جانتا تھا کہ اِسرائیلی قوم ابھی تک توبہ کی طرف مائل نہیں اور کہ یہ قوم میری قیادت کو ردّ کرے گی اور یہ بھی کہ مجھے پہلے صلیب تک پہنچنا ضرور ہے۔

مُوسوی شریعت کے مُطابق "کاہن" مُعالج یا طبیب کے فرائض بھی سرانجام دیتا تھا۔ جب کوئی کوڑھی پاک صاف ہوتا یعنی شفا پاتا تھا تو اُس کا فرض تھا کہ نذر لے کر کاہن کے پاس حاضر ہوتا کہ اُس کے پاک ہونے کا اعلان کیا جائے (احبار ۱۴: ۴۔۶)۔ بے شک کوئی نادر موقع ہی ہوتا تھا کہ کوئی کوڑھی شفایاب ہوتا تھا۔ لیکن یہ موقع اِتنا نادر تھا کہ کاہن کو چونکنا ہوکر تفتیش کرنی چاہیئے تھی کہ کیا مسیحِ موعُود واقعی برپا ہوگیا ہے۔ مگر کتابِ مُقدّس میں کسی ایسے ردِّ عمل کا بیان نہیں۔ یسوع نے کوڑھی سے کہا کہ اِس مُعاملے میں شریعت کی تعمیل کرے۔

اِس مُعجزے کے رُوحانی مُضمرات واضح ہیں۔ مسیحِ موعُود اِسرائیل کے پاس قوم کی بیماری سے شفا دینے کی قدرت لے کر آیا تھا اور یہ مُعجزہ اُس نے ایک ثبوت کے طور پر پیش کیا تھا۔ لیکن یہ قوم ابھی اپنے مخلصی دینے والے کے لئے تیار نہ تھی۔

ب۔ فالج پر قدرت (۸: ۵۔۱۳)

۸: ۵، ۶۔ یہاں ایک غیر قوم "صُوبہ دار" کے ایمان اور یہُودیوں کے مسیح کو قبول نہ کرنے میں زبردست تقابل ہے۔ اگر اِسرائیل اپنے بادشاہ کو تسلیم نہیں کرے گا تو حقیر و ناچیز

غیر یہودی تو تسلیم کریں گے۔ صوبہ دار رومی فوج کا ایک افسر تھا جو تقریباً ایک سو آدمیوں پر مامور ہوتا تھا۔ یہ صوبہ دار کفرنحوم یا اُس کے قرب وجوار میں تعینات تھا۔ وہ یسوع کے پاس "آیا" اور اپنے "خادم" کے لئے شفا کی درخواست کی۔ یہ خادم نہایت تکلیف دہ فالج کا شکار تھا۔ یہاں ہمیں غیر معمولی ہمدردی کا مظاہرہ نظر آتا ہے کیونکہ اکثر افسر اپنے خادموں کی قطعاً پروا نہیں کرتے تھے۔

۸: ۷-۹۔ جب خداوند یسوع نے ساتھ جا کر اُسے شفا دینے کی رضامندی کا اظہار کیا تو صوبہ دار نے وہ بات کی جس سے اُس کے ایمان کی سچائی اور گہرائی کا پتہ چلتا ہے۔ اُس نے کہا "میں اِس لائق نہیں کہ تو میری چھت کے نیچے آئے"۔ اور اِس کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ تو صرف زبان سے کہہ دینے سے میرے خادم کو شفا دے سکتا ہے۔ میں "اختیار" کی حقیقت کو جانتا اور سمجھتا ہوں۔ میں اپنے افسرانِ بالا کے احکام پر عمل کرتا ہوں اور اپنے ماتحتوں کو احکام دیتا ہوں اور وہ مانتے ہیں۔ تیرے الفاظ میرے خادم کی بیماری پر اِس سے کہیں بڑھ کر اختیار رکھتے ہیں۔

۸: ۱۰-۱۲۔ یسوع نے اُس غیر قوم شخص کے ایمان پر "تعجب کیا"۔ پاک کلام میں صرف دو ایسے موقعے بیان ہوئے ہیں جب یسوع نے تعجب کیا۔ دوسرا موقع وہ تھا جب یسوع نے یہودیوں کی بے اعتقادی پر تعجب کیا (مرقس ۶: ۶)۔ اُس کو "ایسا (زبردست) ایمان" خدا کی برگزیدہ قوم "اسرائیل میں بھی نہیں" ملا تھا۔ اِسی بات کی بنیاد پر اُس نے بتایا کہ میری آنے والی بادشاہی میں غیر اقوام دُنیا کے دُور و نزدیک سے جوق در جوق آکر شامل ہوں گی اور یہودی قوم کے ایمان دار آبا و اجداد کے ساتھ رفاقت و شراکت سے لطف اندوز ہوں گی جبکہ "بادشاہی کے بیٹے باہر اندھیرے میں ڈالے جائیں گے" جہاں وہ روئیں اور دانت پیسیں گے۔ "بادشاہی کے بیٹے" وہ ہیں جو پیدائشی یہودی تھے اور جو خدا کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کا اقرار تو کرتے تھے لیکن دِل سے کبھی ایمان نہ لائے۔ یہ اصول تو آج بھی کارفرما ہے۔ بہت سے لوگوں کو مسیحی گھروں میں پیدا ہونے اور پرورش پانے کا شرف حاصل ہے۔ لیکن وہ مسیح کو رد کرتے ہیں۔ اِس لئے وہ جہنم میں ہلاک ہوں گے، جبکہ جنگلوں میں پیدا ہوتے اور پلتے بڑھنے والے وحشی لوگ آسمانی جلال اور شان و شوکت میں داخل ہوں گے، اِس لئے کہ وہ انجیل کے پیغام پر ایمان لاتے ہیں۔

۸ : ۱۳ - "یسوع نے صوبہ دار سے کہا، جا، جیسا تُو نے اعتقاد کیا تیرے لئے ویسا ہی ہو"۔ خدا کی ذات پر ایمان جتنا مضبوط ہو گا اُسی تناسب سے اِس کا اجر ملے گا - "اور اُسی گھڑی خادم نے شفا پائی" حالانکہ یسوع کافی فاصلے پر تھا - اِس واقعے میں ہمیں مسیح کی موجودہ وقت کی خدمت نظر آتی ہے - وہ غیر مستحق غیر اقوام کو گناہ کے فالج سے شفا دے رہا ہے - حالانکہ جسمانی طور پر خود موجود نہیں -

ج - بخار پر قدرت (۸: ۱۴، ۱۵)

"یسوع نے پطرس کے گھر میں آکر اُس کی ساس کو تپ میں پڑی دیکھا - اُس نے اُس کا ہاتھ چھُوا اور تپ اُس پر سے اُتر گئی"۔ عام طور پر بخار یا تپ اِنسان کو بہت کمزور کر کے رکھ دیتی ہے لیکن یہ شفا اِتنی فوری اور کامل تھی کہ وہ بستر سے اُٹھ کر یسوع کی "خدمت کرنے لگی"۔ یہ شکر گزاری کا نہایت موزوں اظہار تھا کہ نجات دہندہ نے میرے لئے اِتنا بڑا کام کیا ہے - ہمیں بھی جب شفا ملتی ہے تو اُس بزرگ خاتون کی تقلید کرنی چاہئے اور نئی مخصوصیت اور نئے زور کے ساتھ اُس کی خدمت کرنی چاہئے -

د - بدرُوحوں اور طرح طرح کی بیماریوں پر قدرت (۸: ۱۶-۱۷)

"جب شام ہوئی" اور سبت گزر گیا (دیکھئے مرقس ۱: ۲۱-۳۴) تو لوگ بہت سے افراد کو اُس کے پاس لائے "جن میں بدرُوحیں تھیں"۔ یہ قابلِ رحم افراد وہ تھے جن کے اندر بدرُوحیں بستی اور اُن کو کنٹرول کرتی تھیں - کئی دفعہ تو ایسے افراد فوق البشر علم اور قوت کا مظاہرہ کرتے تھے - کئی دفعہ بدرُوحیں اُن کو بے حد تکلیف اور اذیت دیتی تھیں - اُن کا رویہ بعض اوقات پاگلوں جیسا ہوتا تھا، لیکن جسمانی یا ذہنی بیماری کے باعث نہیں بلکہ بدرُوحوں کی وجہ سے - یسوع نے اُن بدرُوحوں کو "زُبان ہی سے کہہ کر نکال دیا"۔ مزید برآں اُس نے "سب بیماروں کو اچھا کر دیا"۔ اِس طرح یسعیاہ ۵۳: ۴ کی وہ پیش گوئی پُوری ہوئی کہ "اُس نے آپ ہماری کمزوریاں لے لیں اور بیماریاں اُٹھا لیں"۔ ایمان سے شفا دینے والے اکثر آیت ۱۷ کو اِس بات کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ شفا کفارہ میں ہے اِس لئے جسمانی شفا ایک ایسی چیز ہے جسے ایمان دار ایمان کی بُنیاد پر مانگ سکتا، بلکہ دعوے کے ساتھ مانگ سکتا ہے - لیکن یہاں خُدا کا رُوح نبوت کا اِطلاق ہمارے نجات دہندہ کی زمین پر شفا دینے کی خدمت پر کرتا ہے نہ کہ صلیب پر اُس کے کام پر -

اب تک ہم نے اس باب میں چار۴ معجزوں پر غور کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ یہودی کوڑھی کو شفا دینا۔ یسوع موقع پر موجود تھا۔

۲۔ صوبہ دار کے خادم کو شفا دینا۔ یسوع موقع سے دور تھا۔

۳۔ پطرس کی ساس کو شفا دینا۔ یسوع گھر میں موجود تھا۔

۴۔ اُن سارے افراد کو شفا دینا جو بدروحوں کے قبضے میں تھے۔ یسوع وہاں موجود تھا۔

گائبلین (Gaebeleine) کہتا ہے کہ یہ معجزات ہمارے خداوند کی خدمت کے چار۴ مراحل کی مثال پیش کرتے ہیں :

۱۔ اپنی پہلی آمد کے موقع پر مسیح اپنی قوم اسرائیل میں خدمت کرتا ہے ۔

۲۔ غیر قوموں کا دور۔ مسیح غیر حاضر ہے۔

۳۔ دوسری آمد۔ جب وہ گھر میں داخل ہوگا، اسرائیل کے ساتھ اپنا تعلق بحال کرے گا اور بیمار دخترِ صیون کو شفا دے گا۔

۴۔ ہزار سالہ بادشاہی، جب سب بیمار اور بدروحوں کے ستائے ہوئے لوگ شفا پائیں گے۔

یہ معجزات کے وسیلے سے مسیح کی تعلیم کے ارتقا کا ایک نہایت دل چسپ تجزیہ ہے۔ اس سے ہمیں ہوشیار اور چوکنا ہو جانا چاہئے کہ پاک صحائف میں بہت گہرے معنی بھی پوشیدہ ہیں۔ لیکن ساتھ ہی خبردار رہیں کہ تشریح کے اس طریقے کو انتہا تک نہ لے جائیں کہ متن پر مضحکہ خیز تفسیر ٹھونسنے لگیں۔

۵۔ انسانی انکار کا معجزہ (۸: ۱۸-۲۲)

ہم نے مسیح کو بیماریوں اور بدروحوں پر اپنا اختیار استعمال کرتے دیکھا ہے۔ مگر جب اُس کا واسطہ عورتوں اور مردوں سے پڑتا ہے تو اُسے مزاحمت کا سامنا ہوتا ہے ۔ یہ انسانی انکار کا معجزہ ہے ۔

۸: ۱۸ - ۲۰۔ یسوع کفرنحوم سے گلیل کی جھیل کو پار کر کے مشرق کی طرف جانے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک فقیہ جسے اپنے آپ پر بہت اعتماد اور مان تھا آگے بڑھا اور وعدہ کرنے لگا کہ "جہاں کہیں تُو جائے گا مَیں تیرے پیچھے چلوں گا"۔ مسیح کے جواب

نے اُسے چیلنج کیا کہ پہلے قیمت کا حساب لگا لے کیونکہ یہ خود انکاری کی زندگی ہے۔ "لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابنِ آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں"۔ اپنی علانیہ خدمت کے دَوران اُس کا اپنا کوئی گھر نہ تھا۔ تاہم ایسے گھر ضرور موجود تھے جہاں بطورِ مہمان اُس کا خیر مقدم کیا جاتا تھا اور عام طور سے اُسے سونے کو جگہ مل جاتی تھی۔ اُس کی بات کا اصل مطلب رُوحانی ہے۔ یہ دنیا اُس کو حقیقی اور دائمی آرام فراہم نہ کرسکی۔ اُس کے سپرد ایک کام تھا اور جب تک یہ کام پُورا نہ ہوجاتا وہ آرام نہیں کرسکتا تھا۔ یہی حال اُس کے پیروؤں کا ہے۔ یہ دُنیا اُن کے آرام کی جگہ نہیں ہے —— یا کم سے کم ہونی نہیں چاہیئے۔

۸: ۲۱۔ "ایک اَور شاگرد" بھی بہت اچھا اِرادہ رکھتا تھا۔ اُس نے بھی یسوع کی پیروی کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن اُس کے نزدیک ایک کام تھا جو مسیح کے پیچھے ہو لینے پر سبقت رکھتا تھا۔ "خُداوند مجھے اِجازت دے کہ پہلے جا کر اپنے باپ کو دفن کروں"۔ اِس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آیا اُس وقت اُس کا باپ مر چکا تھا یا نہیں۔ بنیادی مسئلہ تو متضاد الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ "خُداوند مجھے ... پہلے"۔ اُس نے خود کو مسیح سے پہلے رکھا۔ یہ بات بالکل موزوں و مناسب ہے کہ اِنسان اپنے باپ کی اچھی طرح تجہیز و تدفین کرے۔ لیکن یہ بات اُس وقت غلط ہوجاتی ہے جب اُسے نجات دہندہ کی بُلاہٹ پر فوقیت دی جائے۔

۸: ۲۲۔ یسوع نے اُسے جواب دیا کہ "تو میرے پیچھے چل اور مُردوں کو اپنے مُردے دفن کرنے دے"۔ مُراد ہے کہ رُوحانی طور پر مُردہ لوگوں کو اپنے جسمانی طور پر مُردہ لوگوں کو دفن کرنے دے۔ یہ کام تو ایک غیر نجات یافتہ شخص بھی کرسکتا ہے مگر ایک کام ایسا بھی ہے جسے صرف تُو ہی کرسکتا ہے۔ اپنی زندگی کی بہترین صلاحیتیں اُس کام میں لگاؤ جو دائمی ہے۔

یہ تو نہیں بتایا گیا کہ اِن دو شاگردوں کا ردِّ عمل کیا تھا، مگر معلوم یہی ہوتا ہے کہ وہ مسیح کو چھوڑ کر چلے گئے تاکہ دُنیا میں آرام و آسائش کا مقام حاصل کریں اور غیر ضروری اور معمولی چیزوں سے دامن بھرتے رہیں۔ اُن پر فتوے دینے اور اُن کی مذمّت کرنے سے پہلے ہم کو شاگردیت کی ان دو شرائط پر اپنے آپ کو پرکھنا چاہیئے جو کلام کے اِس حِصّے میں یسوع نے بیان کی ہیں۔

و۔ عناصرِ فطرت پر قُدرت (۸: ۲۳ - ۲۷)

گلیل کی جھیل فوری اور شدید طُوفانوں کے لئے مشہور ہے۔ شمال میں دریائے یردن کی وادی سے ہَوائیں تیزی کے ساتھ نِکلتی ہیں اور تنگ گھاٹی میں اُن کی رفتار اَور بھی تیز ہو جاتی ہے۔ جب جھیل سے ٹکراتی ہیں تو ہر قسم کی کشتی رانی نہایت خطرناک ہو جاتی ہے۔

زیرِنظر موقع پر یِسُوعؔ جھیل کو مغرب سے مشرق کی طرف عبُور کر رہا تھا۔ جب طُوفان آیا تو وُہ کشتی میں "سوتا تھا"۔ خوف زدہ شاگردوں نے اُسے جگایا اور مدد کے لئے دیوانہ وار التجائیں کرنے لگے۔ اُن کے حق میں اِتنی بات قابلِ تعریف ہے کہ وُہ صحیح شخص کے پاس آئے۔ پہلے تو یسوعؔ نے اُن کی کم اِعتقادی پر اُنہیں جھڑکا۔ پھر اُس نے "ہَوا اور پانی کو ڈانٹا"۔ فوراً "بڑا امن ہوگیا" اور "لوگ تعجب کر کے کہنے لگے" کہ عناصرِ فطرت بھی ہمارے "معمُولی" سے مُسافر کا حُکم مانتے ہیں۔ وُہ نہیں سمجھتے تھے کہ آج اِس کشتی میں کائنات کا مالک اور سنبھالنے والا ہمارے ساتھ مَوجُود ہے!

سارے شاگردوں کو جلدی یا بہ دیر طُوفانوں کا سامنا ہوتا ہے۔ کئی دفعہ محسُوس ہوتا ہے کہ لہریں ہم کو نِگل جائیں گی۔ مگر یہ جاننا کیسی اِطمینان بخش بات ہے کہ یسوعؔ ہمارے ساتھ کشتی میں ہے۔ جِس جہاز پر سمندر اور خشکی اور آسمانوں کا مالِک موجُود ہو اُسے کوئی طوفان نِگل نہیں سکتا اور کوئی ہستی نہیں جو خُداوند یسوعؔ کی طرح زِندگی کے طُوفانوں کو تھما سکے!

ز۔ یسُوعؔ دو آسیب زدہ آدمیوں کو شِفا دیتا ہے

(۸: ۲۸ - ۳۴)

۸: ۲۸ ۔ گلیل کی جھیل کے مشرقی کنارے "برگدرینیوں کا مُلک" تھا۔ جب یسوعؔ وہاں پہنچا تو اُسے "دو" ایسے بدرُوح گرفتہ آدمی ملے جو غار نُما "قبروں" میں رہتے تھے اور اِتنے "تُند مزاج" تھے کہ اُس علاقے میں سے ہو کر گزرنا نہایت خطرناک تھا۔

۸: ۲۹ - ۳۱ ۔ جب یسوعؔ وہاں پہنچا تو بدرُوحیں چلّا اُٹھیں "اَے خُدا کے بیٹے (یِسُوعؔ) ہمیں تجھ سے کیا کام؟ کیا تُو اِس لئے یہاں آیا ہے کہ وقت سے پہلے ہمیں عذاب میں ڈالے؟"

وُہ جانتی تھیں کہ یسوع کون ہے اور کہ بالآخر وُہ ہمیں ہلاک کرے گا۔ اِس لحاظ سے اُن کا علمِ الٰہی آج کے بہُت سے آزاد خیال عُلما کی نسبت زیادہ صحیح تھا۔ اُن بدرُوحوں کو معلوُم ہو گیا کہ یہ ہمیں اِن آدمیوں میں سے نکال دے گا۔ اِس لئے اُنہوں نے درخواست کی "ہمیں سُؤروں کے غول میں بھیج دے"۔ یہ غول نزدیک ہی چَر رہا تھا۔

۸ : ۳۲۔ خاصی عجیب بات معلوُم ہوتی ہے کہ یسوع نے اُن کی درخواست منظور کر لی۔ کامل اِختیار کے مالک خُداوند نے بدرُوحوں کی درخواست کیوں منظوُر کر لی؟ اِس بات کو سمجھنے کے لئے ہمیں دو حقیقتوں کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ اوّل۔ بدرُوحیں بے بدنی کی کیفیت سے بہُت کتراتی ہیں۔ وُہ اِنسانوں کے اندر سکونت رکھنا چاہتی ہیں۔ اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو جانوروں یا دُوسری مخلوُق میں رہنا پسند کرتی ہیں۔ دوم۔ بدرُوحوں کا ہمیشہ مقصد ہلاک کرنا ہوتا ہے۔ اگر یسوع اُن کو اُن آسیب زدہ افراد میں سے صِرف نکال دیتا تو یہ اُس عِلاقے کے لوگوں کے لئے ایک مُصیبت بن جاتیں۔ اُن کو سُؤروں میں داخل ہونے کی اِجازت دے کر یسوع نے اُنہیں دُوسرے آدمیوں اور عورتوں میں داخل ہونے سے روک دیا اور اُن کی تباہ کُن یا ہلاکت خیز طاقت کو صِرف جانوروں تک محدُود کر دیا۔ ابھی وقت نہیں آیا تھا کہ خُداوند اُن کو بالآخر ہلاک کر دیتا۔ جُونہی وُہ سُؤروں میں گھُس گئیں "سارا غول کڑاڑے (کنارے) پر سے جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا اور پانی میں ڈُوب مرا"۔

اِس واقعے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بدرُوحوں کا آخری مقصد تباہ یا ہلاک کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ خوفناک امکان بھی سامنے آتا ہے کہ دو آدمیوں میں اتنی تعداد میں بدرُوحیں بَس سکتی ہیں جن سے کوئی دو ہزار سُؤر ہلاک ہو سکتے ہیں (مرقس ۵ : ۱۳)۔

۸ : ۳۳-۳۴۔ سُؤر چرانے والے اِس واقعہ کی خبر لے کر شہر کو دوڑے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ شہر کے لوگ سخت پریشان ہُوئے اور یسوع کے پاس آکر "مِنّت کی کہ ہماری سرحدوں سے باہر چلا جا"۔ اُس وقت سے یسوع پر نکتہ چینی کی جاتی ہے کہ اُس نے سُؤروں کو بلا ضرورت مَروا دیا اور اُسے باہر چلے جانے کو کہا جاتا ہے کیونکہ وُہ جانوروں کی نسبت اِنسانی جانوں کی زیادہ قدر کرتا ہے۔ اگر گراسینی یہوُدی تھے تو سُؤر پالنا اُن کے لئے خلافِ شرع تھا۔ خیر، یہوُدی تھے یا غیر یہوُدی بہرحال اُن کی غلطی یہ ہے کہ وُہ سُؤروں کے غول کو دو اِنسانوں کے شِفا پانے سے زیادہ اہم اور قیمتی سمجھتے تھے۔

ح۔ گُناہ مُعاف کرنے کا اختیار (۹: ۱-۸)

۹: ۱۔ گراسینیوں نے یسوع کو ردّ کر دیا، چنانچہ وُہ گلیل کی جھیل کو دوبارہ عبُور کر کے کفرنحوم میں آ گیا۔ اب کفرنحوم اُس کا "اپنا شہر" بن چکا تھا۔ ناصرت کے لوگوں نے یسوع کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی (لُوقا ۴: ۲۹-۳۱)۔ اِس کے بعد سے اُس نے کفرنحوم کو "اپنا شہر" بنا لیا تھا۔ یہی جگہ ہے جہاں اُس نے بعض بڑے بڑے معجزے دکھائے۔

۹: ۲۔ چار آدمی "ایک مفلوج" کو چارپائی پر ڈال کر اُس کے پاس لائے۔ مرقس بیان کرتا ہے کہ بھیڑ کے سبب سے اُن کو چھت ادھیڑ کر مفلوج کو یسوع کے سامنے لٹکانا پڑا (مرقس ۲: ۱-۱۲)۔ "یسوع نے اُن کا ایمان دیکھ کر مفلوج سے کہا، بیٹا خاطر جمع رکھ، تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے"۔ غور کریں کہ یسوع نے "اُن کا" ایمان دیکھا۔ ایمان ہی نے اُن کو اُبھارا تھا کہ اِس معذور شخص کو شفا کے لئے یسوع کے پاس لائیں۔ ہمارے خُداوند نے سب سے پہلے اِس ایمان کا اَجر دیا اور اعلان کیا کہ اُس کے "گُناہ مُعاف ہُوئے"۔ طبیبِ اعظم نے علامات کا علاج کرنے سے پہلے اسباب کو دُور کیا۔ بیماری کے اثر سے پہلے اُس کی جڑ دُور کر دی۔ اُس نے بڑی برکت پہلے دی۔ یہاں یہ سُوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یسوع نے کِسی کو کبھی رُوحانی نجات دِئے بغیر شِفا بخشی؟

۹: ۳-۵۔ "بعض فقیہوں نے" یسوع سے اُس مَرد کے گُناہوں کی مُعافی کا اعلان سُن کر "اپنے دِل میں" اُس پر کُفر کا اِلزام لگا دیا کیونکہ گُناہ تو صِرف خُدا ہی مُعاف کر سکتا ہے اور وہ اُس کو خُدا تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے! خُداوند یسوع عالِمِ کُل ہے۔ اُس کو اُن کے خیالات معلُوم تھے۔ اُس نے اُن کو جھِڑکا کیونکہ اُن کے دِلوں میں بے اِیمانی کے "بُرے خیال" تھے۔ پھر اُن سے سُوال پُوچھا کہ "آسان کیا ہے۔ یہ کہنا کہ تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے یا یہ کہنا کہ اُٹھ اور چل پھر؟" درحقیقت دونوں باتیں "کہنا" یکساں آسان ہیں مگر کونسی بات "کرنا" مُشکل ہے؟ اِنسانی لحاظ سے دونوں ہی مُشکل ہیں۔ لیکن پہلے حکم کا نتیجہ نظر نہیں آ سکتا، جبکہ دُوسرے حُکم کے اثرات فوراً نظر آتے ہیں اور آئے بھی۔

۹: ۶، ۷۔ فقیہوں کو یہ دِکھانے کے لئے کہ "ابنِ آدم کو زمین پر گُناہ مُعاف کرنے کا اِختیار ہے" (اور اِس لئے بطور خُدا اُس کی تعظیم ہونی چاہیے) یسوع نے بندہ نوازی سے

کام لیتے ہوئے اُن کو وُہ معجزہ دکھایا جسے دیکھ سکیں۔ چنانچہ اُس نے مفلوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ "اُٹھ، اپنی چارپائی اُٹھا، اور اپنے گھر چلا جا"۔

۹:۸۔ جب لوگوں نے اُسے اپنی چارپائی اُٹھا کر اپنے گھر کو جاتے دیکھا تو انہوں نے دو جذبات کا اظہار کیا۔ ایک ڈر، دُوسرے حیرت۔ ڈر اِس لئے کہ وُہ ایک فوق الفطرت ہستی کے حضور میں تھے۔ چنانچہ وُہ "خدا کی تمجید کرنے لگے" کہ "اُس نے آدمیوں کو ایسا اختیار بخشا"۔ لیکن وُہ معجزے کے مفہوم اور اہمیت کو بالکل نہ سمجھ سکے۔ مفلوج کی "دیدنی" شفا کا مقصد اِس بات کی تصدیق کرنا تھا کہ اُس آدمی کے گناہ واقعی معاف ہو گئے ہیں۔ یہ ایک "نادیدنی" معجزہ تھا۔ اِس سے اُن کو سمجھ لینا چاہئے تھا کہ جو کچھ ہم نے دیکھا ہے، وُہ اِس بات کا مظاہرہ نہیں کہ خدا نے آدمیوں کو کوئی اختیار دے دیا ہے بلکہ یہ کہ خداوند یسوع مسیح کی شخصیت میں خود خدا کی حضوری ہمارے درمیان آ گئی ہے۔ لیکن وُہ کچھ بھی نہ سمجھے۔

جہاں تک فقیہوں کا تعلق ہے، ہم بعد کے واقعات سے جانتے ہیں کہ وُہ اپنی نفرت اور بے اعتقادی میں اَور زیادہ سخت ہوتے گئے۔

ط۔ متی کی بُلاہٹ (۹:۹-۱۳)

۹:۹۔ متی اپنی بُلاہٹ کا سادہ اور انکسارانہ بیان درج کرتا ہے۔ اِس طرح یسوع کے گرد جو تناؤ کا ماحول بڑھتا جا رہا تھا، اُس کے بیان میں کچھ وقفہ پیدا ہو جاتا ہے۔ متی محصول لینے والا یعنی کسٹم ہاؤس کا افسر تھا۔ یہودی اُس سے اور اُس کے ساتھی افسروں سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ ایک تو اِس لئے کہ یہ لوگ بہت بدقماش تھے، دُوسرے اِس لئے کہ وہ لوگوں پر تشدد کر کے محصول لیتے تھے۔ تیسرے اور سب سے زیادہ اِس لئے کہ وُہ رومیوں کے لئے محصول جمع کرتے تھے۔ اور رومی اسرائیلیوں پر حکمران تھے۔

یسوع "محصول کی چوکی" کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اُس نے متی کو وہاں دیکھا اور "اُس سے کہا میرے پیچھے ہو لے"۔ متی کا ردِ عمل فوری تھا۔ "وُہ اُٹھ کر اُس کے پیچھے ہو لیا"۔ اُس نے بددیانتی کا روایتی کاروبار ترک کر دیا اور ایک دم یسوع کا شاگرد بن گیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے، "اُس نے ایک آرام دہ مُلازمت چھوڑ دی، لیکن اپنی عاقبت سنوار لی۔ اچھی آمدنی پر لات مار دی، لیکن عزت پالی۔ ایک معقول تحفظ کو خیرباد کہہ دیا لیکن ایسی مہم جوئی پالی

جس کا اُسے کبھی خواب میں بھی خیال نہیں آیا تھا"۔ اور اُس کا یہ اعزاز ہی کیا کم ہے کہ یسوع کے بارہ شاگردوں میں شمار ہُؤا اور وُہ انجیل لکھی جو اُسی کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے ؟

۹ : ۱۰ ۔ جس ضیافت کا یہاں ذکر ہے، اُس کا اہتمام متّی ہی نے یسوع کے اعزاز میں کیا تھا (لُوقا ۵ : ۲۹)۔ اُس نے یسوع کا علانیہ اِقرار کرنے اور اپنے ساتھیوں کو نجات دہندہ سے مُتعارف کرانے کے لئے یہ طریقہ اِختیار کیا۔ چنانچہ لازماً مہمان "محصُول لینے والے" اور ایسے ہی افراد تھے جن کو عام لوگ "گُنہگار" کہتے تھے۔

۹ : ۱۱ ۔ اُس زمانے میں رواج تھا کہ کھانے کے لئے چوکیوں پر نیم دراز ہو کر بیٹھتے تھے اور رُخ میز کی طرف ہوتا تھا۔ جب "فریسیوں نے دیکھا" کہ یسوع سماج کے "بازاری لوگوں" سے میل ملاپ رکھتا ہے تو وُہ اُس کے شاگردوں کے پاس جا کر اُس پر الزام لگانے لگے کہ "جو گنہگاروں کے ساتھ میل ملاپ رکھتا ہے، وُہ بھی گُنہگار ہوتا ہے"۔ اُن کے نزدیک کوئی سچّا نبی گنہگاروں کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتا۔

۹ : ۱۲ ۔ یسوع نے اُن کی بات سُن کر جواب دیا کہ "تندرُستوں کو طبیب درکار نہیں بلکہ بیماروں کو"۔ فریسی اپنے آپ کو تندرُست گردانتے تھے اور ماننا نہیں چاہتے تھے کہ ہمیں یسوع کی ضرُورت ہے (حالانکہ اصل میں رُوحانی طور پر سخت بیمار تھے اور شِفا پانے کی اشد ضرُورت تھی)۔ لیکن اِن کے برعکس محصُول لینے والے اور گُنہگار اپنی اصل حالت کو ماننے اور مسیح کے نجات بخش فضل کو تلاش کرنے پر زیادہ آمادہ تھے۔ چنانچہ وُہ اِلزام دُرست تھا! یسوع واقعی گُنہگاروں کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ اگر وُہ فریسیوں کے ساتھ کھانا کھاتا تو بھی اِلزام دُرست ہوتا۔ شاید کُچھ زیادہ ہی دُرست ہوتا! اگر ہماری جیسی دُنیا میں یسوع گُنہگاروں کے ساتھ کھانا نہ کھاتا، تو ہمیشہ اکیلا ہی کھاتا۔ لیکن یہ یاد رکھنا ضرُوری ہے کہ جب وُہ گنہگاروں کے ساتھ کھاتا تھا تو وُہ کبھی اُن کے بُرے طور طریقوں میں شریک نہیں ہوتا تھا، نہ اپنی گواہی کے بارے میں کسی قسم کا سمجھوتا کرتا تھا۔ وُہ اِس موقع کو آدمیوں کو سچّائی اور پاکیزگی کی طرف بُلانے کے لئے اِستعمال کرتا تھا۔

۹ : ۱۳ ۔ فریسیوں کی مُشکل یہ تھی کہ اگرچہ وُہ یہُودیت کے رسم و رواج کی پُوری احتیاط اور دُرستی سے ساتھ پیروی کرتے تھے لیکن اُن کے دِل اِحساس سے عاری، بے رحم اور سخت تھے۔ اِسی لئے یسوع نے اُن کو ایک چیلنج دیا کہ یہوواہ کے اِن الفاظ پر غور کرو کہ "مَیں قُربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہُوں" (ہوسیع ۶ : ۶ سے اِقتباس)۔ اگرچہ قربانیوں کا نظام خُدا نے مُقرر کیا تھا لیکن وُہ ہرگز نہیں چاہتا تھا

کہ یہ رسم و رواج باطنی راستبازی کا بدل بن کر رہ جائیں۔ خدا شریعت پرست یا رسم پرست نہیں ہے اور وُہ ایسے رسم و رواج سے کبھی خوش نہیں ہوتا جن کا شخصی اور ذاتی راستبازی سے دُور کا واسطہ بھی نہ ہو۔ وُہ توریت کے لفظوں پر تو عمل کرتے تھے لیکن جن کو رُوحانی مدد درکار تھی، اُن کے لئے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے تھے۔ وُہ صرف اُن ہی لوگوں سے میل ملاپ رکھتے تھے جو اُن کی طرح اپنے آپ ہی کو راستباز سمجھتے تھے۔

اِس کے برعکس خُداوند یسوع نے اُن کو واضح طور سے بتا دیا کہ "مَیں راست بازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو بُلانے آیا ہُوں"۔ اُس نے رحم اور قربانی کے لئے خُدا کی خواہش کو پُورے طور پر پُورا کیا۔ ایک مفہوم میں اِس دُنیا میں کوئی راستباز نہیں ہے اِس لئے وُہ تمام لوگوں کو "توبہ" کی طرف بُلانے آیا تھا۔ لیکن یہاں نُکتہ یہ ہے کہ اُس کی بلاہٹ صِرف اُن لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے جو اپنے آپ کو گنہگار تسلیم کرتے ہیں۔ وُہ ایسے لوگوں کو شِفا نہیں دے سکتا جو فریسیوں کی طرح بیمار ہونے کا اِنکار کرتے اور اپنے آپ کو راستباز گردانتے ہوں اور توبہ کی حاجت محسُوس نہ کرتے ہوں۔

ی۔ یسوع سے روزہ کے بارے میں استفسار کیا جاتا ہے

۹: ۱۴-۱۷

۹: ۱۴۔ اُس وقت تک "یُوحنّا" بپتسمہ دینے والا غالباً قید ہو چُکا تھا۔ اُس کے شاگرد ایک مسئلہ لے کر یسوع کے پاس آئے۔ وُہ خود "اکثر روزہ رکھتے" تھے جبکہ یسوع کے شاگرد "روزہ نہیں رکھتے" تھے۔ کیوں نہیں رکھتے تھے؟

۹: ۱۵۔ خُداوند نے جواب دینے کے لئے ایک تمثیل سُنائی۔ وُہ خود "دُلہا" تھا اور اُس کے شاگرد "براتی" تھے۔ "جب تک" وُہ اُن کے "ساتھ" تھا اُنہیں روزہ رکھنے کی ضرُورت نہ تھی کیونکہ روزہ ماتم کی علامت ہے۔ مگر وُہ دِن آنے کو تھے جب وُہ "اُن سے جُدا کیا جائے گا" تب اُس کے شاگرد "روزہ رکھیں گے"۔ اور واقعی وُہ اُن سے جُدا کیا گیا ـــــــ اُس کی موت اور تدفین ہُوئی۔ اور اپنے صعُود سے لے کر وُہ اپنے شاگردوں سے جسمانی لحاظ سے جُدا ہے۔ اگرچہ یسوع کے الفاظ روزہ رکھنے کا حُکم نہیں دیتے لیکن یہ ضرُور کہتے ہیں کہ روزہ اُن لوگوں کے لئے نہایت موزُوں فعل ہے جو دُلہا کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔

۹: ۱۶۔ یُوحنّا کے شاگردوں کے سُوال نے یسوع کو یہ بات بتانے کی تحریک دی کہ

یُوحنّا کے ساتھ شریعت کے دَور کا خاتمہ اور فضل کے دَور کا آغاز ہوتا ہے۔ یسوع یہ وضاحت بھی کرتا ہے کہ ان دونوں کے اصُولوں کو باہم مِلایا نہیں جا سکتا۔ شریعت اور فضل کو باہم مِلانا ایسا ہی ہے جیسے "کورے کپڑے کا پیوند پُرانی پوشاک میں" لگا دیا جائے۔ جب اِس پوشاک کو دھوئیں گے تو نیا کپڑا سُکڑ جائے گا اور پُرانا کپڑا پھٹ جائے گا۔ کورے کپڑے کا پیوند الگ ہو جائے گا۔ اور اِس طرح پوشاک پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو جائے گی۔ گائبلین بجا طور پر شکوہ کرتا ہے کہ

"وُہ یہُودیت نما مسیحیّت خُدا کی نظر میں زیادہ مکرُوہ ہے جو فضل اور اِنجیل کا پرچار کرتی ہے مگر شریعت کی پابندی اور رسُوماتی راستبازی کو پالتی ہے۔ اِس کے مُقابلے میں وُہ اِسرائیلی قوم زیادہ قابلِ برداشت تھی جو خدا کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتی مگر بُتوں کی پُوجا کرتی تھی۔"

۹: ۱۷- یا مندرجہ بالا مرکب ایسے ہے جیسے "نئی مَے پُرانی مشکوں میں" بھر دی جائے۔ نئی مَے کے خمیر اُٹھنے کا دباؤ پُرانی مشکوں کو پھاڑ ڈالے گا کیونکہ اُن کی لچک ختم ہو چُکی ہے۔ اِنجیل کی زندگی اور آزادی رسم پرستی کی مشکوں کو برباد کر دیتی ہے۔

مسیحی دَور کے آغاز کا لازمی نتیجہ ایک دباؤ اور تناؤ کی صُورت میں ظاہر ہونا تھا۔ جو خُوشی اور شادمانی مسیح لایا تھا وُہ پُرانے عہد نامے کے تکلفات اور رسُومات میں سما ہی نہیں سکتی تھی۔ ضرُور تھا کہ ایک بالکل نیا نظام قائم ہو۔ ایک مُفسّر اِس بات کو یُوں واضح کرتا ہے کہ

"بادشاہ نے اپنے شاگردوں کو نئے اور پُرانے کے مُرکب سے خبردار کیا۔۔۔ تو بھی کلیسیا کی تاریخ میں بعینہٖ یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔ یہودیت کو پیوند لگا کر کلیسیاؤں میں اپنا لیا گیا ہے اور پُرانی پوشاک پر "مسیحیّت" کا لیبل لگا دیا گیا ہے۔ نتیجے میں ایک ایسا آمیزہ تیار ہو گیا ہے جس میں سوائے اُلجھن کے اور کُچھ نہیں۔ یہ نہ یہوُدیت ہے نہ مسیحیت بلکہ زندہ خدُا پر یقین اور بھروسا رکھنے کی جگہ رسُومات نے لے لی ہے جو مُردہ کاموں کے مترادِف ہیں۔ مُفت نجات کی نئی مَے کو رسُومات پرستی کی پُرانی مشکوں میں بھر دیا گیا ہے۔ انجام کیا ہُوا؟ کیوں مشکیں پھٹ کر برباد ہو گئی ہیں اور مَے بَہ گئی ہے، زندگی بخش انمول مَے کا بیشتر حِصّہ ضائع ہو گیا ہے اور شریعت کی دہشت جاتی رہی ہے؟ اِس

لئے کہ اِسے فضل کے ساتھ مِلا دیا گیا ہے اور فضل کی خوبصورتی اور خاصّہ جاتا رہا ہے، اِس لئے کہ اس کو شریعت کے اعمال کے ساتھ گڈمڈ کر دیا گیا ہے۔"

ک۔ لاعلاج مریضوں کو شفا دینے اور مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت (۹: ۱۸-۲۶)

۹: ۱۸-۱۹۔ یسوؔع شرعی نظام کی تبدیلی پر گفتگو کر رہا تھا کہ عبادت خانے کا ایک "سردار" آ مخل ہوا۔ اُس کی "بیٹی" ابھی ابھی "مری" تھی۔ اُس نے آتے ہی خداوند کو سجدہ کیا اور درخواست کی کہ چل کر اُس کی زندگی بحال کر۔ یہ بہت خلافِ معمول بات تھی کہ یہ سردار یسوؔع سے مدد مانگ رہا تھا۔ اکثر یہودی لیڈر ایسا کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی طرف سے تضحیک اور نفرت سے ڈرا کرتے تھے۔ یسوؔع اُس کی درخواست پر اپنے شاگردوں کے ہمراہ اُس سردار کے گھر کو چل پڑا۔

۹: ۲۰۔ اب ایک اَور مداخلت ہوئی۔ اِس دفعہ ایک "عورت" آ گئی۔ اُس کے "بارہ برس سے" خون جاری تھا۔ یسوؔع ایسی مداخلت سے کبھی خفا اور ناراض نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنے رویّے اور مزاج میں ہمیشہ توازن برقرار رکھتا تھا اور لوگ ہر وقت اُس کے پاس آ سکتے تھے۔

۹: ۲۱، ۲۲۔ علمِ طب اِس "عورت" کی مدد کرنے میں ناکام ثابت ہوا تھا بلکہ اُس کی حالت مزید خراب ہوتی جا رہی تھی (مرقس ۵: ۲۶)۔ انتہائی مایوس ہو کر وہ یسوؔع کے پاس آئی۔ وہ چاروں طرف ایک بھیڑ سے گھرا ہوا تھا۔ وہ عورت بھیڑ میں سے راستہ بناتی ہوئی اُس کے قریب پہنچی اور "اُس کی پوشاک کا کنارہ چھوا"۔ یسوؔع سچّے ایمان کو ہمیشہ دیکھ لیتا ہے اور اُس پر توجہ دیتا ہے۔ وہ اُس کی طرف مڑا اور اُسے بتا دیا کہ تو شفا پا گئی۔ "وہ عورت اُسی گھڑی اچھی ہو گئی"۔ بارہ برسوں میں پہلی دفعہ وہ کامل صحت سے ہوئی۔

۹: ۲۳، ۲۴۔ اب بیان عبادت خانے کے سردار کی طرف پھرتا ہے جس کی بیٹی مر گئی تھی۔ "جب یسوؔع سردار کے گھر میں آیا" تو پیشہ ور ماتم کرنے والے بقولِ شخصے "مصنوعی غم" سے نڈھال ہو کر بین کر رہے اور "غُل مچا" رہے تھے۔ یسوؔع نے حکم دیا کہ

سارے افراد باہر چلے جائیں اور ساتھ ہی اعلان کیا کہ "لڑکی مری نہیں بلکہ سوتی ہے"۔ اکثر مفسروں کی رائے ہے کہ یہاں یسوع نے "سونا" موت کے استعارے کے طور پر استعمال کیا۔ لیکن بعض کا خیال ہے کہ لڑکی غشی کے عالم میں تھی۔ یہ تشریح اس بات سے انکار نہیں کرتی کہ اگر لڑکی مر بھی گئی ہوتی تو یسوع اُس کو زندہ کر دیتا، بلکہ اِس بات پر زور دیتی ہے کہ یسوع اِتنا سچا، کھرا اور دیانتدار تھا کہ وہ مُردوں میں سے زندہ کرنے کی عزت لینے کو تیار نہیں تھا جبکہ لڑکی مری نہیں تھی۔ ایک مفسر اِس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ لڑکی کا باپ اور سب دوسرے لوگ کہتے تھے کہ لڑکی مر گئی ہے۔ "یسوع" نے کہا کہ "لڑکی مری نہیں"۔

۹: ۲۵، ۲۶۔ معاملہ کچھ بھی ہو، خداوند نے لڑکی "کا ہاتھ پکڑا" تو معجزہ رُونما ہوا۔ وہ "لڑکی اُٹھی" اور پورے علاقے میں معجزے کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔

ل۔ بینائی عطا کرنے کی قدرت (۹: ۲۷-۳۱)

۹: ۲۷-۲۸۔ جب یسوع سردار کے گھر سے آگے بڑھا "تو دو اندھے اُس کے پیچھے پکارتے ہوئے چلے"۔ وہ بینائی پانے کے لئے اِلتجائیں کر رہے تھے۔ اگرچہ وہ طبعی بصارت سے محروم تھے، لیکن گہری رُوحانی بصیرت رکھتے تھے۔ اُنہوں نے یسوع کو "ابنِ داؤد" کہہ کر مخاطب کیا۔ اِس طرح انہوں نے اقرار کیا کہ یہی وہ مسیح موعود اور اسرائیل کا بادشاہ ہے جس کا مُدتوں سے اِنتظار تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ جب مسیح موعود آئے گا تو اُس کی ایک اہلیت یہ ہوگی کہ وہ اندھوں کو بینائی عطا کرے گا (یسعیاہ ۴۲: ۷، بحوالہ لوقا ۴: ۱۸)۔ یسوع نے اُن کے ایمان کو آزمانے کے لئے پوچھا کہ "کیا تم کو اعتقاد ہے کہ میں یہ کر سکتا ہوں؟" وہ اِس آزمائش میں پورے اُترے اور بلا توقف جواب دیا کہ "ہاں خداوند"!

۹: ۲۹، ۳۰۔ اب طبیبِ اعظم نے "اُن کی آنکھیں چھو کر" انہیں یقین دلایا کہ چونکہ تم ایمان لائے اِس لئے دیکھنے لگو گے، اور فوراً اُن کی آنکھیں بالکل درست ہو گئیں۔

اِنسان کہتا ہے "دیکھنے سے ایمان پیدا ہوتا ہے"۔ خدا کہتا ہے "ایمان لانے سے دیکھنا پیدا ہوتا ہے"۔ یسوع نے مرتھا سے کہا، "کیا مَیں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ اگر تُو ایمان لائے گی تو خدا کا جلال دیکھے گی"؟ (یوحنا ۱۱: ۴۰)۔ عبرانیوں کا مصنف رقم طراز ہے کہ "ایمان ہی سے ہم معلوم کرتے ہیں ..." (عبرانیوں ۱۱: ۳)۔ یوحنا رسول لکھتا ہے کہ "مَیں نے تُم کو جو ...

ایمان لائے ہو ۔۔۔ لکھیں کہ تمہیں معلوم ہو" (۱۔یوحنا ۵: ۱۳)۔ خدا ایسے ایمان سے خوش نہیں ہوتا جو پہلے معجزے کا تقاضا کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اُس پر صرف اِس لئے ایمان رکھیں کہ وہ خدا ہے۔

اِن شفا پانے والوں کو یسوع نے کیوں "تاکید کر کے کہا" کہ کسی کو نہ بتائیں؟ ۸: ۴ کی تفسیر کرتے ہوئے ہم نے اِس رائے کا اظہار کیا تھا کہ غالباً وہ نہیں چاہتا تھا کہ وقت سے پہلے یہ تحریک بھڑک اُٹھے کہ اِسے بادشاہ بنایا جائے۔ لوگ ابھی تک غیر تائب تھے۔ جب تک وہ نئے سرے سے پیدا نہ ہوتے مسیح اُن پر بادشاہی نہیں کر سکتا تھا۔ علاوہ ازیں اگر یسوع کے حق میں کوئی انقلابی تحریک اُٹھ کھڑی ہوتی تو رومی حکومت کی طرف سے یہودیوں کے خلاف سخت انتقامی کارروائی کی جاتی۔ اِن تمام باتوں کے علاوہ بطور بادشاہ بادشاہی کرنے سے پہلے اُس کو صلیب پر چڑھنا ضرور تھا۔ کلوری کے راستے سے روکنے والی ہر چیز خدا کے پہلے سے مقرر کردہ منصوبے کے خلاف تھی۔

۹: ۳۱۔ اپنی بینائی کی بحالی پر وہ دونوں آدمی شکر گزاری سے دیوانے ہوئے جا رہے تھے۔ وہ خود پر قابو نہ رکھ سکے۔ انہوں نے "اُس تمام علاقہ میں اُس کی شہرت پھیلا دی"۔ ہو سکتا ہے کہ ہم اُن کی بھرپور گواہی کی تعریف بھی کرنے لگیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ سخت نافرمان ثابت ہوئے۔ لگتا ہے کہ اُن کی حرکت سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوا کیونکہ لوگوں میں رُوح کی تحریک سے دلچسپی نہیں بلکہ عام تجسس پیدا ہوا۔

م۔ گویائی دینے کی قدرت (۹: ۳۲-۳۴)

۹: ۳۲۔ پہلے یسوع نے مُردوں کو زندہ کیا، پھر اندھوں کو بینائی دی، اب گونگوں کو گویائی دیتا ہے۔ اِن معجزوں میں ایک رُوحانی سلسلہ معلوم ہوتا ہے۔ پہلے زندگی، پھر سمجھ اور اِدراک، اِس کے بعد گواہی۔

ایک بدرُوح نے اُس آدمی کو گونگا بنا رکھا تھا۔ کسی شخص کو اُس آدمی کی بہت فکر تھی۔ اِس لئے وہ اُس بدرُوح گرفتہ آدمی کو یسوع کے پاس لے آیا۔ خدا اُن گمنام مگر عالی مرتبت افراد کو برکت دے جو دوسروں کو یسوع کے پاس لانے کا وسیلہ بنتے ہیں!

۹: ۳۳۔ جیسے ہی "وہ بدرُوح نکال دی گئی تو گونگا بولنے لگا"۔ ہم تصور کر سکتے ہیں

کہ وُہ اپنی بحال شُدہ قوّتِ گویائی کو اُس ہستی کی حمد و ثنا اور گواہی کے لئے اِستعمال کرنے لگا جس نے کمال فضل اور مہربانی سے اُسے شفا عطا کی تھی۔ عام لوگوں نے تسلیم کیا کہ "اسرائیل" ایسے معجزات دیکھ رہا ہے جن کی پہلے مثال نہیں ملتی۔

۳۴:۹۔ "مگر فریسیوں" نے جواب دیا یسوعؑ "بدرُوحوں کے سردار کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتا ہے"۔ یہی وُہ بات ہے جس کو بعد میں یسوعؑ نے وُہ گناہ قرار دیا جس کی مُعافی نہیں ہو سکتی (۱۲: ۳۲)۔ وُہ رُوح القدس کے وسیلے سے مُعجزے کرتا تھا۔ اِن مُعجزوں کو شیطان کی قوّت سے منسُوب کرنا رُوح القدس کے خِلاف کُفر ہے۔ دُوسرے لوگ مسیح کے شِفا بخش لمس سے برکات پا رہے تھے جبکہ فریسی رُوحانی طور پر مُردہ، اندھے اور گُونگے ہی رہے۔

۶۔ المسیح اپنے رسُولوں کو اِسرائیل کے پاس بھیجتا ہے (۹: ۳۵ — ۱۰: ۴۲)

ا۔ فصل کاٹنے کے لئے مزدُوروں کی ضرُورت (۹: ۳۵-۳۸)

۳۵:۹۔ اِس آیت کے ساتھ ہی وُہ واقعات شرُوع ہوتے ہیں جن کو "گلیل کا تیسرا دَورہ" کہا جاتا ہے۔ یسوعؑ سارے "شہروں اور گاؤں میں" پھرتا اور "بادشاہی کی خوشخبری" کی منادی کرتا تھا۔ منادی کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ مَیں بادشاہ ہُوں۔ اگر قوم توبہ کرے اور مجھے تسلیم کرے تو مَیں اُن پر بادشاہی کروں گا۔ اِس موقع پر بنی اسرائیل کو بادشاہی کی حقیقی پیش کش کی گئی۔ اگر اِسرائیل اِس کا صحیح جواب دیتا تو کیا ہوتا؟ بائبل مُقدّس اِس سُوال کا جواب نہیں دیتی۔ ہم اِتنا ضرُور جانتے ہیں کہ مسیح کو وُہ بنیاد فراہم کرنے کے لئے پھر بھی مرنا ضرُور تھا جس سے خُدا ہر زمانے کے لوگوں کو راست باز ٹھہرا سکتا۔

جب یسوعؑ تعلیم دیتا اور منادی کرتا تھا، تو ساتھ ساتھ ہر قسم کی بیماریوں سے شِفا بھی دیتا تھا۔ جس طرح مُعجزات مسیحِ مَوعُود کی پہلی آمد کی خصُوصیّت تھے اور اُس کی فروتنی اور فضل کو ظاہر کرتے تھے اُسی طرح اُس کی دُوسری آمد میں وُہ اُس کی قُدرت اور عظیم جلال کو ظاہر کریں گے (دیکھئے عبرانیوں ۶: ۵ "آئندہ جہان کی قُوتوں ...")۔

۳۶:۹۔ یسوعؑ اِسرائیلیوں کے بڑے ہجُوم کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے محسُوس ہُوا کہ

یہ لوگ ہراساں اور بے یار و مددگار ہیں - "وُہ اُن بھیڑوں کی مانند جن کا چرواہا نہ ہو خستہ حال اور پراگندہ تھے" - اُس کو اُن لوگوں پر بے حد "ترس آیا" - کاش ہم بھی رُوحانی طور پر کھوئے ہُوؤں اور مرتے ہُوؤں کی بھلائی کے لئے تڑپیں! ہمیں مُسلسل دُعا کرنے کی کتنی ضرورت ہے!

میں بھی بھیڑ پر گہری نظر ڈالوں - جیسے میرے مُنجّی نے ڈالی تھی
یہاں تک کہ آنسوؤں کے باعث نظر دُھندلا جائے
میں ان بھٹکتی بھیڑوں کو ترس بھری آنکھوں سے دیکھوں -
اور اُس کی محبّت کی خاطر اُن سے محبّت کروں -

۹: ۳۷- رُوحانی فصل کو سمیٹنے کا بُہت بڑا کام سامنے تھا- "لیکن مزدُور تھوڑے" تھے - یہ مسئلہ آج تک چلا آرہا ہے - لگتا ہے کہ کارِندے ہمیشہ ہی کم ہوتے ہیں -

۹: ۳۸- خُداوند یسوؔع نے شاگردوں سے کہا کہ "فصل کے مالک کی مِنّت کرو کہ وُہ اپنی فصل کاٹنے کے لئے مزدُور بھیج دے" - یاد رکھیں کہ ضرورت بذاتِ خود بُلاہٹ نہیں بن جاتی - مزدُوروں کو اُس وقت تک نہیں "جانا" چاہیئے جب تک وُہ "بھیجے" نہ جائیں -

یسوؔع نے "فصل کے مالک" کی شناخت نہیں کرائی - بعض عُلما کا خیال ہے کہ یہ رُوحُ القُدس ہے - ۱۰: ۵ میں یسوؔع خود شاگردوں کو بھیجتا ہے - چنانچہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وُہ خود ہی وُہ ہستی ہے جس سے ہم کو پُوری دُنیا میں منادی کے مُعاملے میں دُعا مانگنی چاہیئے -

ب - بارہ (۱۲) شاگرد بُلائے جاتے ہیں (۱۰: ۱-۴)

۱۰: ۱- نویں باب کی آخری آیت میں خُداوند نے شاگردوں کو ہدایت کی کہ زیادہ مزدُوروں کے لئے دُعا مانگیں - اِس درخواست کو خلوصِ نیّت کے ساتھ پیش کرنے کے لئے ضرور ہے کہ ایماندار خُود جانے پر آمادہ ہوں - چنانچہ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ خُداوند اپنے "بارہ (۱۲) شاگردوں" کو بُلاتا ہے - اُس نے پہلے اُن کو چُنا تھا، لیکن اب وُہ اُن کو اسرائیلی قوم میں منادی کرنے کے خاص مشن کے لئے بُلاتا ہے - اِس بُلاہٹ کے ساتھ اُن کو اختیار مِلتا ہے کہ بدرُوحوں کو نکالیں اور ہر قسم کی بیماری سے شفا بخشیں - دُوسروں کی معرفت بھی مُعجزے رُونما ہُوئے مگر کسی نے بھی کسی دُوسرے کو مُعجزہ دکھانے کی قُوّت یا اختیار عطا نہ کیا -

۱۰: ۲-۴ - اِن "بارہ (۱۲) رسُولوں" کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ "شمعون جو پطرس کہلاتا ہے"۔ تیز مزاج، فراخ دل، محبت کرنے والا ــــــــ وہ پیدائشی لیڈر تھا۔

۲۔ "اُس کا بھائی اندریاس"۔ اُس کو یُوحنّا بپتسمہ دینے والے نے یسوع سے مِلایا تھا (یُوحنّا ۱: ۳۶، ۴۰)۔ پھر وہ اپنے بھائی پطرس کو یسوع کے پاس لایا تھا۔ اِس کے بعد بھی اُس کی یہی کوشش رہی کہ لوگوں کو یسوع کے پاس لے جائے۔

۳۔ "زبدی کا بیٹا یعقوب"۔ بعد میں ہیرودیس نے اُسے مَروا دِیا (اعمال ۱۲: ۲)۔ وہ بارہ[۱۲] شاگردوں میں پہلا شہید تھا۔

۴۔ "اُس کا بھائی یُوحنّا"۔ یہ بھی زبدی کا بیٹا تھا۔ یہی وہ شاگرد ہے جسے یسوع عزیز رکھتا تھا۔ ہم چوتھی انجیل، تین خطوط اور مکاشفہ کی کتاب کے لئے اُس کے ممنونِ احسان ہیں۔

۵۔ "فلپّس"۔ یہ بیت صیدا کا باشندہ تھا اور نتن ایل کو یسوع کے پاس لایا تھا۔ اِس کو فلپّس مُبشّر کے ساتھ گڈمڈ نہیں کرنا چاہیئے جس کا ذِکر اعمال کی کتاب میں آتا ہے۔

۶۔ "برتلمائی"۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِسی کا نام نتن ایل بھی تھا۔ یعنی وہ اسرائیلی جس میں یسوع نے کوئی مکر نہ پایا (یُوحنّا ۱: ۴۷)۔

۷۔ "توما"۔ یہ دیدیمس یعنی "توام" بھی کہلاتا تھا۔ عام طور پر اِسے "شکّی توما" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اُس کے شکوک نے مسیح کے بارے میں شاندار اقرار کی راہ ہموار کی (یُوحنّا ۲۰: ۲۸)۔

۸۔ "متّی"۔ یہ سابق محصُول لینے والا تھا۔ زیرِ نظر انجیل کا مُصنّف۔

۹۔ "حلفئی کا بیٹا یعقوب"۔ اِس کے بارے میں مزید معلومات حاصل نہیں۔

۱۰۔ "تدّی"۔ یہ اُس کا لقب یا خاندانی نام تھا۔ اُس کو یعقوب کا بیٹا یہوداہ بھی کہا گیا ہے (لُوقا ۶: ۱۶)۔ اُس کی صِرف ایک ہی بات کلام میں درج ہے جو یُوحنّا ۱۴: ۲۲ میں ہے۔

۱۱۔ "شمعون قنانی"۔ لُوقا اُس کو زیلوتیس بھی کہتا ہے (لُوقا ۶: ۱۵)۔

۱۲۔ "یہوداہ اسکریوتی"۔ اُس نے خُداوند کو دھوکے سے پکڑوایا تھا۔

عمر کے لحاظ سے شاگرد غالباً بیس[۲] اور تیس[۳] سال کے درمیان ہوں گے۔ وہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے اور اوسط درجے کی لیاقت اور صلاحیت کے مالک تھے۔ اُن کی حقیقی عظمت یسوع کے ساتھ رفاقت تھی۔

ج۔ بنی اسرائیل کے لئے مشن (۱۰: ۵۔ ۴۲)

۱۰: ۵، ۶۔ باب کے بقیہ حصّے میں یسوع کی وہ ہدایات درج ہیں جو اُس نے "اسرائیل کے گھرانے" میں منادی کے خاص دورے کے سلسلے میں اپنے شاگردوں کو دیں۔ اِس واقعہ کو بعد کے اُس واقعہ کے ساتھ ہرگز نہ ملائیں جب یسوع نے ستّر شاگردوں کو بھیجا تھا (لوقا ۱۰: ۱) اور نہ اِرشادِ اعظم (متی ۲۸: ۱۹، ۲۰) کے ساتھ منسلک کریں۔ یہ ایک عارضی مشن تھا، جس کا خاص مقصد یہ اعلان کرنا تھا کہ "آسمان کی بادشاہی" نزدیک آ گئی ہے۔ بعض اصُول تو خدا کے لوگوں کے لئے ہر زمانے میں دائمی قدر اور اہمیت کے حامل ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض اصولوں کو بعد میں خداوند یسوع نے منسوخ کر دیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقصد ہی نہیں تھا کہ وہ اصُول مستقل ہوں (لوقا ۲۲: ۳۵، ۳۶)۔

شاگردوں کو پہلے راستہ بتایا جاتا ہے یعنی اُن کو کہاں جانا ہو گا۔ اُن کو "غیر قوموں کی طرف" نہیں جانا تھا، نہ "سامریوں" کے پاس جانا تھا۔ سامری مخلوط نسل کے لوگ تھے۔ یہودی اُن سے سخت نفرت کرتے تھے۔ اِس موقع پر خدمت صرف "اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں" تک محدود رکھی گئی تھی۔

۱۰: ۷۔ اور پیغام یہ اعلان کرنا تھا کہ "آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے"۔ اگر اسرائیلی قوم اِس پیغام کو قبول کرنے سے انکار کرتی ہے تو اُن کے پاس کوئی عذر، کوئی بہانہ نہیں رہے گا۔ یہ بادشاہی بادشاہ کی شخصیت میں نزدیک آ گئی تھی۔ اسرائیل کو فیصلہ کرنا تھا کہ اُسے قبول کر لے یا ردّ کر دے۔

۱۰: ۸۔ اب شاگردوں کو سند دی گئی جس سے پیغام کی توثیق ہونا تھی۔ اُنہیں "بیماروں کو اچھا کرنا، مُردوں کو جلانا، کوڑھیوں کو پاک صاف کرنا، بدروحوں کو نکالنا" تھا۔ یہودی نشان طلب کرتے تھے (۱۔ کرنتھیوں ۱: ۲۲)۔ چنانچہ خدا نے اپنی مہربانی سے اُن کو نشانات عطا کر دئے۔ جہاں تک اُن کے معاوضے یعنی اُجرت کا تعلق ہے، خداوند کے نمائندوں کو اپنی خدمات

کے عِوض کچھ وصُول نہیں کرتا تھا۔ اُن کو برکات بے قیمت مِلی تھیں اور اُنہیں بے قیمت ہی دُوسروں کو دینا تھیں۔

۱۰: ۹، ۱۰۔ اُن کو اپنے سفر کے لئے پیشگی "زادِ راہ" کا بندوبست کرنے کی اِجازت نہ تھی۔ آخر وُہ اِسرائیلی تھے اور اِسرائیلیوں میں منادی کر رہے تھے۔ اور یہودیوں میں یہ اصُول مُسلّم تھا کہ مزدُور اپنی خوراک کا حقدار ہے۔ اِس لئے اُن کو "سونا، چاندی اور پیسے، خوراک کی جھولی، دو دو کُرتے، جُوتیاں اور لاٹھی" وغیرہ ساتھ رکھنے کی ضرُورت نہ تھی۔ غالباً یہاں مُراد ہے فالتُو جُوتیاں اور فالتُو لاٹھی۔ اگر اُن کے پاس پہلے ہی لاٹھی مَوجُود تھی تو اُسے ساتھ لے جانے کی اِجازت تھی (مرقس ۶: ۸)۔ تصوّر یہ ہے کہ اُن کی روز کی ضرُوریات ہر روز پُوری ہوتی رہیں گی۔

۱۰: ۱۱۔ رات کو قیام کے لئے وُہ کیا انتظام کریں گے؟ جب وُہ کسی "شہر یا گاؤں" میں داخل ہوں تو اُن کو کسی "لائق" میزبان کے بارے میں دریافت کرنا تھا۔ یعنی ایسا شخص جو اُن کو مسیح کے شاگردوں کی حیثیّت سے قبول کرے اور اُن کا پیغام سُننے کو تیار ہو۔ ایسا میزبان مِل جائے تو اُس شہر میں قیام کا عرصہ اُسی کے ہاں ٹھہرے رہیں۔ اور اگر کوئی بہتر جگہ مِل بھی جائے تو وہاں سے نہ جائیں۔

۱۰: ۱۲-۱۴۔ اگر کوئی "گھر" اُن کو قبُول کرے تو اُن کا "سلام" اُس گھرانے کو پہنچے گا (جس لفظ کا ترجمہ "سلام" کیا گیا ہے اُس میں اِطمینان اور صُلح کا مفہُوم پایا جاتا ہے)۔ اُنہیں چاہئے کہ وُہ مہمان نوازی کے لئے شُکر گزار ہوں لیکن اگر کوئی گھر خُداوند کے ایلچیوں کو اپنے ہاں ٹھہرانے سے اِنکار کرے تو اُن پر فرض عائد نہیں ہوتا کہ اُن کے لئے "دُعائے خیر" کریں یعنی اُس خاندان کے لئے برکت نہ مانگیں۔ اِتنا ہی نہیں بلکہ وہاں سے نکلتے وقت خُدا کی ناراضی کو ڈرامائی انداز میں ظاہر کریں۔ وُہ "اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ" دیں۔ جو مسیح کے شاگردوں کو رد کرتا ہے، وُہ درحقیقت مسیح کو ردّ کرتا ہے۔

۱۰: ۱۵۔ یسُوع نے خبردار کیا کہ اِس طرح ردّ کرنے کے نتیجے میں "عدالت کے دِن" اُن پر غضب نازل ہوگا اور اُن کا حال "سدوم اور عمورہ" کے حال سے بھی بدتر ہوگا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ دوزخ میں سزاؤں کے بھی درجات ہوں گے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ بعض کا حال دُوسروں "کی نسبت ... زیادہ برداشت کے لائق ہوگا"۔

۱۰: ۱۶۔ کلام کے اِس حِصے میں یسُوع اُن بارہ کو صلاح مشورہ دیتا ہے کہ ایذا رسانی کی صُورت

میں تمہارا رویّہ کیسا ہونا چاہئے ۔ اُن کا حال ایسا ہوگا جیسا "بھیڑیوں کے درمیان بھیڑوں" کا ہوتا ہے ۔ وُہ چاروں طرف سے ایسے خونخوار آدمیوں سے گھرے ہوں گے جو اُن کو ختم کر دینے پر تُلے ہوں گے ۔ اس لئے ضروری ہے کہ وُہ "سانپوں کی مانند ہوشیار" رہیں ۔ غیر ضروری خفگی پیدا کرنے سے احتراز کریں ۔ اور خیال رکھیں کہ ناواجب سمجھوتا کرنے کا دھوکا نہ کھا جائیں ۔ مگر اُن کو "کبوتروں کی مانند بھولے" بھی رہنا ہوگا یعنی کسی کو نقصان نہ پہنچائیں کیونکہ اُن کا راست کردار اور خالص ایمان اُن کی ڈھال ہوگا۔

۱۰ : ۱۷ ۔ اُن کو ایسے یہودیوں سے بھی اپنی حفاظت کرنی ہوگی جو ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اُن کو "عدالتوں کے حوالہ کریں گے ۔ اور اپنے عبادت خانوں میں ۔۔۔ کوڑے ماریں گے" ۔ اُن پر سرکاری اور مذہبی دونوں طرف سے حملے ہوں گے ۔

۱۰ : ۱۸ ۔ مسیح کی خاطر لوگ اُن کو "حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے" پیش کریں گے ۔ لیکن خُدا کا مُعاملہ انسان کی بُرائی پر غالب ہوگا ۔ جب شاگردوں کے لئے بظاہر شکست کی گھڑی ہو گی، اُسی میں اُن کو بے مثال اعزاز اور موقع ملے گا کہ حاکموں اور "غیر قوموں" کے سامنے گواہی دیں ۔ خُدا ساری باتوں سے بھلائی پیدا کرے گا ۔ مسیحیت نے سرکاری افسران اور مُقتدر افراد کے ہاتھوں بہت دُکھ اور اذیتیں اُٹھائی ہیں تو بھی حکمرانوں کے لئے کوئی بھی عقیدہ کبھی ایسا مددگار ثابت نہیں ہُوا جتنا کہ مسیحی عقیدہ ۔

۱۰ : ۱۹ ۔ ۲۰ ۔ اُن کو مشق کرنے کی ضرورت نہیں کہ پیشی یا مُقدّمے کے وقت ہمیں کیا کہنا ہے ۔ وقت آنے پر خُدا "باپ کا رُوح" اُن کو الٰہی حکمت بخشے گا کہ اِس طرح جواب دیں کہ مسیح کو جلال ملے ۔ یُوں الزام لگانے والے مُنہ دیکھتے رہ جائیں گے ۔ آیت ۱۹ کی تشریح کرتے ہُوئے دو انتہاؤں سے بچنا چاہئے ۔ اوّل ۔ ہم بڑی آسانی سے فرض کر لیتے ہیں کہ مسیحی خادموں کو وعظ تیار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ دوم ۔ یہ نظریہ کہ یہ آیت آج کے زمانے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی ۔ یہ بڑی معقول بات ہے کہ مُبشّر دُعا کے ساتھ خُدا کے حضور ٹھہرے اور خاص موقع کے لئے موزُوں پیغام حاصل کرے ۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ نازک اور بُحرانی وقت میں ایمان دار خُدا کے وعدوں کا دعوے کے ساتھ سہارا لے سکتے ہیں کہ وُہ ہمیں بولنے کے لئے اپنی حکمت دے گا ۔ وُہ اپنے باپ کے رُوح کی ہدایت سے بولتے بلکہ اُس کے نمائندے بن جاتے ہیں ۔

۱۰: ۲۱۔ یسوع نے اپنے شاگردوں کو پہلے ہی خبردار کر دیا کہ تمہیں غداری اور دغابازی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ "بھائی کو بھائی قتل کے لئے حوالہ کرے گا اور بیٹے کو باپ"۔ اولاد اپنے والدین کے خلاف مخبری کرے گی اور اُنہیں مروا ڈالے گی۔

جے۔سی۔میکالے کیا خوب لکھتا ہے کہ:

"خادم کو اپنے دُشمن کے ہاتھوں ایسے بُرے سلوک کی توقع نہیں ہوتی جیسا خود خُداوند کو برداشت کرنا پڑا۔ اگر دُنیا یسوع کو صلیب سے بہتر کوئی چیز پیش نہیں کرسکتی تھی تو اُس کے پیروؤں کو شاہی بگھی پیش نہیں کرے گی۔ اگر اُس کے لئے صرف کانٹے تھے تو ہمارے لئے ہار نہیں ہوں گے۔ ہمیں صرف اِس بات کا دھیان رکھنا ہے کہ ہمارے لئے دُنیا کی نفرت واقعی "مسیح کی خاطر" ہو۔ ہمارے اپنے اندر کوئی قابلِ نفرت بات نہ ہو، کوئی ایسی بات نہ ہو جو ہمارے مہربان اور پُرفضل خُداوند کے لائق نہ ہو"۔

۱۰: ۲۲، ۲۳۔ "سب لوگ تُم سے عداوت رکھیں گے مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وُہی نجات پائے گا"۔ اگر صرف اِتنی ہی بات کو دیکھا جائے تو لگتا ہے کہ نجات پانے کا انحصار صرف استقلال اور ثابت قدمی سے برداشت کرنے پر ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ مُراد نہیں کیونکہ پُورے کلامِ پاک میں بیان ہو رہا ہے کہ نجات ایمان کے وسیلے سے خُدا کی طرف سے بخشش ہے (افسیوں ۲: ۸، ۹)۔ اِس آیت کا یہ مطلب بھی نہیں کہ جتنے مسیح کے وفادار رہیں گے اُن کو جسمانی موت سے بچا لیا جائے گا۔ اِس سے پچھلی آیت میں کچھ وفادار شاگردوں کی موت کی پیش گوئی موجود ہے۔ اِس آیت کی سیدھی سادی تشریح یہ ہے کہ اذیت برداشت کرنا نجات یافتہ افراد کا نمایاں نشان ہے۔ جو لوگ ایذا رسانی کے دَور میں آخر تک قائم رہتے ہیں، وہ اپنے اِستقلال سے ثابت کرتے ہیں کہ ہم سچے ایمان دار ہیں۔ متی ۲۴: ۱۳ میں بھی یہی بیان پایا جاتا ہے۔ وہاں اِس کا اِشارہ بڑی مُصیبت کے دَوران یہودیوں کے بقیہ کی طرف ہے جو خُداوند یسوع مسیح کے ساتھ اپنی وفاداری پر کسی قسم کا سمجھوتا کرنے سے اِنکار کرنے پر قائم رہیں گے۔ اِس "برداشت" سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ سچے شاگرد ہیں۔

مُستقبل کے واقعات کا ذِکر کرتے ہُوئے خُدا کا رُوح کئی دفعہ مُستقبل قریب کی بات کرتے کرتے مُستقبل بعید کی طرف آتا ہے۔ ایسی صُورت میں نبوّت کا ایک اِطلاق فوری اور جزوی

ہوتا ہے اور دُوسرا اُس کی کامل اور دُور کی تکمیل پر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مسیح کی پہلی اور دُوسری آمد دونوں کو ایک حوالے میں بغیر کسی وضاحت کے اِکٹھا کر دیا جاتا ہے (یسعیاہ ۵۲: ۱۴، ۱۵؛ میکاہ ۵: ۲-۴)۔ آیات ۲۲ اور ۲۳ میں خُداوند یسوع اِسی قسم کی نبوّت کرتا ہے۔ اُس کا اِطلاق مُستقبلِ قریب سے مُستقبلِ بعید کی طرف مُنتقِل ہوتا ہے۔ وُہ بارہ شاگردوں کو خبردار کرتا ہے کہ میری خاطر تمہیں کیسی کیسی تکالیف اور مصائب برداشت کرنی ہوں گی۔ پھر یہ شاگرد اُسے اپنے اُن جاں نثار یہُودی پیروؤں کی مثیل نظر آتے ہیں جن کو بڑی مُصیبت کا سامنا کرنا ہوگا۔ وُہ پہلے مسیحیوں کی مُصیبتوں کا بیان کرتے کرتے اُن اِیمانداروں کا ذِکر بھی کرتا ہے جو اُس کی دُوسری آمد سے پہلے دُنیا میں موجُود ہوں گے۔

آیت ۲۳ کا پہلا حِصّہ بارہ شاگردوں کی طرف اشارہ کرتا ہے "جب تُم کو ایک شہر میں ستائیں تو دُوسرے کو بھاگ جاؤ"۔ اُن پر فرض نہیں تھا کہ اپنے دشمنوں کے جور و جبر کے ماتحت رہیں۔ اگر بچنے یا فرار ہونے کا باعِزّت راستہ مِلے تو اُسے اختیار کریں۔ خطرے سے بھاگنا غلطی نہیں، فرض سے بھاگنا غلطی ہوتا ہے۔

آیت ۲۳ کا دُوسرا حِصّہ ہمیں اُن دِنوں تک لے جاتا ہے جو مسیح کے بادشاہی کرنے کے لئے آنے (دُوسری آمد) سے پہلے آئیں گے "تُم اِسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چُکو گے کہ ابنِ آدم آجائے گا"۔ اِن الفاظ کا اشارہ اُن بارہ شاگردوں کے مشن کی طرف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس وقت تو ابنِ آدم آچُکا تھا۔ بائبل مُقدّس کے بعض عُلما سمجھتے ہیں کہ یہ اِشارہ ۷۰ء میں یروشلیم کی تباہی کی طرف ہے۔ لیکن یہ قابلِ تصوّر نہیں کہ اِس قتلِ عام کو "ابنِ آدم کی آمد" کہا جا سکتا ہے۔ اِس کا اِطلاق آمدِ ثانی پر کرنا زیادہ معقول معلُوم ہوتا ہے۔ "بڑی مصیبت" کے دِنوں میں مسیح کے وفادار یہُودی بھائی بادشاہی کی خوشخبری لے کر ہر جگہ جائیں گے۔ اُن کا پیچھا کیا جائے گا اور اُن کو ہر طرح سے ستایا جائے گا۔ وُہ اِسرائیل کے سارے شہروں میں پھر نہیں چُکیں گے کہ خُداوند یسوع اپنے دشمنوں کی عدالت کرنے اور اپنی بادشاہی قائم کرنے کے لئے دوبارہ آ جائے گا۔

آیت ۲۳ اور متّی ۲۴: ۱۴ میں بظاہر ایک تضاد نظر آتا ہے۔ یہاں بیان ہُوا ہے کہ "تُم اِسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چُکو گے کہ ابنِ آدم آ جائے گا" جبکہ وہاں لِکھا ہے کہ "بادشاہی کی اِسی خوشخبری کی منادی تمام دُنیا میں ہوگی ... تب خاتمہ ہوگا"۔ مگر حقیقتاً کوئی

تضاد نہیں۔ خوشخبری کی منادی ساری قوموں میں کی جائے گی مگر ضروری نہیں کہ یہ پیغام فرداً فرداً ہر شخص کو دیا جائے۔ تاہم اِس پیغام کو بہت سخت مخالفت کا سامنا ہوگا۔ ایلچیوں کو نہایت سخت ایذائیں دی جائیں گی اور اِسرائیل میں اُن کی راہ میں قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑی کی جائیں گی۔ اِس طرح اِسرائیل کے تمام شہروں تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

۱۰: ۲۴، ۲۵۔ خداوند کے شاگرد حیران ہوئے ہوں گے کہ ہمیں بدسلوکی برداشت کرنا کیوں ضروری ہے؟ اگر یسوع مسیح موعود ہے تو اُس کے پیروؤں کو بادشاہی کرنے کی بجائے مصیبتیں کیوں اُٹھانی ہوں گی؟ آیات ۲۴ اور ۲۵ میں یسوع اِس اُلجھن کو بھانپ لیتا اور اِس کا جواب دینے کے لئے اُنہیں یاد دلاتا ہے کہ تمہارا تعلق میرے ساتھ ہے۔ تم شاگرد ہو، مَیں اُستاد ہوں۔ تم نوکر ہو، مَیں مالک ہوں۔ تم گھرانے کے ممبران ہو، مَیں گھرانے کا مالک ہوں۔ شاگردیت کا مطلب ہے اُستاد کے پیچھے چلنا، نہ کہ اُس سے اعلیٰ ہونا۔ نوکر کو توقع نہیں ہوسکتی کہ میرے ساتھ مالک کی نسبت بہتر سلوک کیا جائے گا۔ اگر لوگ مُعزّز اور مُحترم مالک کو "بعل زبول" (مکھیوں کا آقا۔ ایک عقرونی دیوتا جس کا نام یہودی لوگ شیطان کے لئے استعمال کیا کرتے تھے) کہتے ہیں تو وہ "گھرانے" کے لوگوں کے لئے اِس سے بھی بے عزتی کے الفاظ اِستعمال کریں گے۔ شاگردیت کا مطلب ہے رَدّ کئے جانے میں مالک کا شریک ہونا۔

۱۰: ۲۶، ۲۷۔ خداوند نے اپنے پیروؤں کو تین مرتبہ کہا کہ "نہ ڈرو" (آیات ۲۶، ۲۸، ۳۱)۔ اوّل۔ اپنے دُشمنوں کی بظاہر فتح سے "نہ ڈرو"۔ وہ دِن آتا ہے کہ خداوند بڑے جلال کے ساتھ اپنے مُعاملے کی صداقت کو ثابت کرے گا۔ اب تک تو انجیل کی خوشخبری نسبتاً "ڈھکی" ہوئی اور اُس کی تعلیمات نسبتاً "چھپی" ہوئی تھیں۔ لیکن بہت جلد وہ دِن آنے والے تھے کہ اُس کے شاگرد مسیحی پیغام کو بڑی دلیری اور جُرأت کے ساتھ علی الاعلان پیش کریں گے، حالانکہ فی الوقت اُن کو یہ پیغام "کان میں" یعنی علیحدگی میں سُنایا گیا ہے۔

۱۰: ۲۸۔ دوم۔ اِنسانوں کے قاتلانہ غیض و غضب سے "نہ ڈرو"۔ اِنسان بُرے سے بُرا سلوک یہ کرسکتا ہے کہ "بدن کو قتل" کر دے۔ جسمانی موت مسیحی کے لئے اِنتہائی المیہ نہیں ہوتی۔ مَرنے سے مُراد ہے مسیح کے پاس اور ساتھ ہونا۔ اِس لئے موت بہت بہتر بات ہے۔ اِس طرح گناہ، غم، رنج، بیماری، دُکھ اور موت سے رہائی مل جاتی اور ایماندار ابدی جلال میں اُٹھا لیا جاتا ہے۔ لہٰذا اِنسان جو بُرے سے بُرا سلوک کرسکتا ہے، حقیقی معنوں میں وہ سب سے

اچھی بات ہے جو خُدا کے فرزند کو پیش آسکتی ہے۔

شاگردوں کو اِنسانوں سے نہیں ڈرنا چاہیئے بلکہ اُن کے دلوں میں اُس ہستی کے لئے عقیدت بھرا ڈر ہونا چاہیئے "جو رُوح اور بدن دونوں کو جہنّم میں ہلاک کر سکتا ہے"۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ خُدا اور مسیح اور اُمید سے ابدی جُدائی ——— رُوحانی موت وُہ نقصان ہے جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، جس کو ناپا تولا نہیں جا سکتا۔ اِس حشر اور انجام سے ہر قیمت پر بچنا چاہیئے۔

آیت ۲۸ میں یسوع کے الفاظ سے خُدا ترس جان ناکس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اُس کی لوحِ مزار پر یہ الفاظ رقم ہیں کہ

"یہاں وُہ شخص پڑا ہے جو خُدا سے اِتنا ڈرتا تھا کہ کسی اِنسان کے چہرے سے کبھی خوفزدہ نہیں ہوتا تھا"۔

۱۰: ۲۹۔ سخت سے سخت مُصیبتوں اور آزمائشوں میں بھی شاگردوں کو بھروسا اور اِعتماد ہونا چاہیئے کہ خُدا ہماری فکر اور نگہداشت کرتا ہے۔ خُداوند یسوع اِس حقیقت کو سمجھانے کے لئے ہر جگہ پائی جانے والی چڑیا کی مثال دیتا ہے۔ یہ معمولی پرندے "پیسے کی دو" کے حساب سے بکتے تھے۔ لیکن "اُن میں سے ایک بھی تمہارے باپ کی مرضی کے بغیر" یعنی اُس کو علم ہوئے بغیر یا اُس کی حضوری کے بغیر مر نہیں سکتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "خُدا ایک ایک چڑیا کے جنازے پر حاضر ہوتا ہے"۔

۱۰: ۳۰، ۳۱۔ وُہی خُدا جو ایک ننّھی سی چڑیا میں ذاتی دِلچسپی لیتا ہے، وُہ اپنے ایک ایک فرزند کے "سر کے بالوں" کا بھی حساب رکھتا ہے۔ ایک بال تو ایک چڑیا کے مُقابلے میں بے اِنتہا کم قدر و قیمت رکھتا ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ خُدا کی نظر میں اپنے لوگوں کی "قدر تو بہت سی چڑیوں سے زیادہ ہے"۔ اِس لئے وُہ کیوں ڈریں؟

۱۰: ۳۲۔ مندرجہ بالا ملاحظات کی بِنا پر مسیح کے شاگرد کے لئے اِس سے زیادہ معقول بات کیا ہو سکتی ہے کہ بے خوفی اور جُرأت کے ساتھ "آدمیوں کے سامنے اُس کا اِقرار کرے"۔ اِس سلسلے میں اُس کو جس بے عزّتی یا لعن طعن کا سامنا کرنا پڑے گا، خُداوند یسوع اُس کا بہت بڑا اجر دے گا کہ "اپنے باپ کے سامنے جو آسمان پر ہے اُس کا اِقرار کرے گا"۔ اِس دُنیا میں اِقرار کرنے کا مطلب ہے کہ اپنے آپ کو اُس کے لئے مخصُوص کریں کہ وُہ خُداوند اور مُنجّی ہے اور اِس کے نتیجے میں ہماری زندگی اور لبوں سے اُس کی گواہی ہو۔ جہاں تک اُن بارہ ۱۲ شاگردوں کا ذِکر ہے، اُن میں سے

اکثر نے شہادت کی موت کے وسیلے سے اُس کی گواہی کی اِنتہا کر دی۔

۱۰: ۳۳ ۔ اِس دُنیا میں مسیح کا اِنکار کرنے کا بدلہ اِس صورت میں مِلے گا کہ وُہ بھی "اپنے باپ کے سامنے جو آسمان پر ہے اُس کا اِنکار کرے گا"۔ مسیح کا اِنکار کرنے کا مطلب ہے اپنی زندگی پر اُس کے حق اور دعوے کو تسلیم نہ کرنا ۔ جن لوگوں کی زِندگیاں کہتی ہیں کہ "میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی"، آخر وُہ اُس سے یہی سُنیں گے کہ "میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی"۔ خُداوند اُس اِنکار کی بات نہیں کر رہا جو دباؤ میں آکر عارضی طور پر کیا جاتا ہے، جیسا کہ پطرس نے کیا تھا، بلکہ وُہ اِنکار جو مُسلسل اور حتمی ہوتا ہے اور جس کا اِنداز عادی ہو چکا ہوتا ہے ۔

د۔ صُلح نہیں بلکہ تلوار (۱۰: ۳۴-۳۹)۔

۱۰: ۳۴ ۔ مسیح خُداوند کے الفاظ علمِ بیان کی ایک صنعت یا اِستعارہ ہیں ۔ اِن سے مُراد یہ ہے کہ میری آمد کے دیدنی نتائج بظاہر میری آمد کا مقصد معلوم ہوتے ہیں ۔ وُہ کہتا ہے کہ "مَیں زمین پر . . . صُلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہُوں"۔ حقیقت میں تو وُہ صُلح کرانے ہی آیا تھا (افسیوں ۲: ۱۴-۱۷)۔ وُہ اِس لئے آیا کہ دُنیا اُس کے وسیلے سے نجات پائے (یُوحنّا ۳: ۱۷)۔

۱۰: ۳۵-۳۷ ۔ لیکن یہاں نُکتہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص اُس کا پیرو بنتا ہے اُس کا خاندان اُس کی جان کا دُشمن ہو جاتا ہے ۔ باپ ایمان لاتا ہے تو اُس کا بے ایمان بیٹا اُس کا دُشمن ہو جاتا ہے ۔ ماں مسیحی ہوتی ہے تو اُس کی بے ایمان بیٹی اُس سے عداوت رکھنے لگتی ہے ۔ نئی پیدائش کا تجربہ حاصِل کرنے والی ساس اپنی بہو کی نفرت کا نشانہ بن جاتی ہے کیونکہ بہو کو نئی پیدائش کا تجربہ نہیں ۔ چنانچہ اکثر مسیح اور خاندان کے درمیان اِنتخاب کرنا پڑتا ہے ۔ کسی بھی طبعی بندھن کو اجازت نہیں دی جا سکتی کہ مسیح کے ساتھ قطعی وفاداری سے کِسی شاگرد کو ہٹائے ۔ ضرور ہے کہ مسیح کو باپ، ماں، بیٹے یا بیٹی پر فوقیت دی جائے ۔ شاگردیت کی ایک قیمت یہ ہے کہ دباؤ، تناؤ اور اپنے خاندان سے علیحدگی کا سامنا ہوتا ہے ۔ یہ دُشمنی اکثر زِندگی کے دُوسرے شُعبوں میں پیش آنے والی عداوت سے زیادہ تلخ ہوتی ہے ۔

۱۰: ۳۸ ۔ لیکن ایک اَور چیز بھی ہے جو خاندانی بندھنوں سے بھی بڑھ کر ہے اور زِندگی میں مسیح کے جائز مقام کو چھین لیتی ہے، اور وُہ ہے اپنی زِندگی سے محبّت اور پیار ۔ اِسی لئے یسوع نے اِس بات کا اِضافہ کیا کہ "جو کوئی اپنی صلیب نہ اُٹھائے اور میرے پیچھے نہ چلے وُہ میرے لائق نہیں"۔

بے شک صلیب مجرم کو سزائے موت دینے کا ایک طریقہ تھی۔ صلیب اُٹھا کر مسیح کے پیچھے ہو لینے کا مطلب ہے، اُس کے لئے ایسی جاں نثاری کی زندگی بسر کرنا کہ موت کو بھی خاطر میں نہ لانا۔ تمام شاگردوں سے مطالبہ نہیں ہوتا کہ خداوند کے لئے جان بھی قربان کر دیں، لیکن سبھوں سے یہ مطالبہ ضرور کیا جاتا ہے کہ اُس کو ایسی قدر و منزلت دیں اور اتنا قیمتی اور انمول سمجھیں کہ اُس کے مقابلے میں اپنی جان بے حقیقت اور ناچیز گردانیں۔

۱۰: ۳۹۔ مسیح سے محبت اپنی ذات سے محبت پر حاوی ہونی چاہئے۔ "جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے اُسے کھوئے گا اور جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوتا ہے اُسے بچائے گا"۔ یہ آزمائش ہر وقت موجود رہتی ہے کہ انسان اپنی جان سے چمٹا رہے اور دُکھ درد اور کامل جاں نثاری کی زندگی سے بچتا رہے۔ لیکن یہی زندگی کا سب سے بڑا نقصان ہے کہ انسان نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے پیچھے پڑا رہے۔ اور زندگی کا بہترین مصرف یہ ہے کہ اُسے مسیح کی خدمت میں صرف کیا جائے۔ جو شخص مسیح کی جاں نثاری میں "اپنی جان کھوتا ہے" وہ اُسے بھرپور انداز میں پائے گا۔

۵۔ ٹھنڈے پانی کا ایک پیالہ (۱۰: ۴۰-۴۲)

۱۰: ۴۰۔ سبھی تو شاگردوں کے پیغام کو قبول کرنے سے انکار نہیں کریں گے۔ بعض لوگ اُن کو موعودہ مسیح کے نمائندہ مانیں گے اور قبول کریں گے۔ شاگرد ایسی مہربانی کا اجر دینے کی محدود اہلیت رکھتے ہوں گے، لیکن اُنہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اُن کے لئے جو کچھ بھی کیا جائے گا ایسے سمجھا جائے گا جیسے خود خداوند کے ساتھ کیا گیا ہے اور وہ اُس کے مطابق اجر دے گا۔

مسیح کے شاگرد کو قبول کرنا، خود مسیح کو قبول کرنے کے برابر ہے اور مسیح کو قبول کرنا اُس کے باپ کو جس نے اُسے بھیجا ہے قبول کرنے کے برابر ہے، اِس لئے کہ بھیجا ہوا بھیجنے والے کی نمائندگی کرتا ہے۔ ایلچی اپنے بادشاہ کی جگہ کھڑا ہوتا ہے۔ اِس لئے اُس کو قبول کرنا اُسے مقرر کرنے والے بادشاہ کو قبول کرنا اور اُس کے ملک کے ساتھ سفارتی تعلقات کا لطف اُٹھانا ہے۔

۱۰: ۴۱۔ "جو نبی کے نام سے نبی کو قبول کرتا ہے وہ نبی کا اجر پائے گا"۔ اے۔ ٹی۔ پیٹرسن اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"یہودی نبی کے اجر کو سب سے بڑا اجر گردانتے تھے کیونکہ بادشاہ خداوند کے نام سے حکومت کرتے، اور کاہن خداوند کے نام سے خدمات سرانجام دیتے تھے، مگر نبی خدا کی طرف سے آتے اور بادشاہ اور کاہن دونوں کو ہدایت دیتے تھے۔ مسیح کہتا ہے کہ اگر تم صرف اتنا ہی کرو کہ نبی کو نبی کی حیثیت سے قبول کرو اور اُس کے کام میں اُس کی مدد کرو تو تم کو بھی وُہی اجر ملے گا جو نبی کو ملتا ہے۔ اگر تم واعظ پر تنقید یا نکتہ چینی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو اس بات کو ذہن میں رکھو! اگر تم خدا کے نام میں کلام کرنے میں اُس کی مدد کرو گے، اُس کی حوصلہ افزائی کرو گے تو اُس کے اجر میں سے حصہ پاؤ گے۔ لیکن اگر اُس کی ذمہ داری پوری کرنے میں رکاوٹ کا باعث بنو گے تو اپنا اجر کھو دو گے۔ جو شخص نیکی اور بھلائی کرنے کی کوشش میں ہے اُس کی مدد کرنا بڑی بات ہے۔ تم کو اُس کے لباس، اُس کے رویے، اُس کے عادات و اطوار یا اُس کی آواز پر نہیں جانا چاہئے بلکہ اِن چیزوں سے آگے جا کر اپنے آپ سے پُوچھنا چاہئے کہ کیا خدا کا یہ پیغام میرے لئے ہے؟ کیا یہ آدمی میری رُوح کے لئے خدا کا نبی ہے؟ اگر ہے تو اُسے قبول کرو۔ اُس کے کام اور کلام کی بڑھ چڑھ کر تائید کرو۔ ایسی صورت میں تم اُس کے اجر میں حصہ دار بن جاؤ گے۔"

"جو راستباز کے نام سے راستباز کو قبول کرتا ہے، وُہ راستباز کا اجر پائے گا"۔ جو لوگ دوسروں کو اُن کی جسمانی دلکشی یا مادی خوشحالی کی ترازو میں تولتے ہیں، وُہ یہ دیکھنے سے قاصر رہتے ہیں کہ حقیقی اخلاقی لیاقت اور قدر و قیمت عموماً غریبانہ لباس میں چھپی ہوتی ہے۔ جس انداز سے کوئی شخص نہایت معمولی اور سادہ شاگرد سے برتاؤ کرتا ہے گویا وُہ خود خداوند سے وُہی برتاؤ کرتا ہے۔

۱۰: ۴۲۔ مسیح کے پیرو پر کوئی مہربانی کر، اِس پر ضرور دھیان دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ "صرف ایک پیالہ ٹھنڈا پانی" بھی بڑا اجر پائے گا، بشرطیکہ کسی "شاگرد" کو اِس وجہ سے دیا جائے کہ وُہ خداوند کے پیچھے چلتا ہے۔

یُوں خداوند اُن بارہ شاگردوں کو شاہی عزت اور وقار اور مرتبہ دے کر ایک خاص ذمہ داری اُن کے سپرد کرتا ہے۔ یہ بات سچ اور برحق ہے کہ لوگ اُن کو ستائیں گے، رد کریں گے، گرفتار کریں گے، اُن پر مقدمے چلائیں گے، قید میں ڈالیں گے بلکہ شاید مروا بھی ڈالیں گے۔

لیکن وُہ کبھی نہ بھُولیں کہ ہم بادشاہ کے نمائندے ہیں اور ہمارا جلالی اِعزاز ہے کہ اُس کی خاطر کام اور کلام کریں۔

۷۔ مُخالفت میں اضافہ اور رَدّ کیا جانا (ابواب ۱۱، ۱۲)

ا۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا قید کیا جاتا ہے (۱۱:۱-۱۹)

۱۱:۱۔ یسُوع نے اُن بارہ کو اسرائیل کے گھرانے میں منادی کے خاص اور عارضی مشن پر روانہ کر دیا اور خود "وہاں سے چلا گیا" تاکہ گلیل "کے شہروں میں تعلیم دے اور منادی کرے"۔ یہ وُہ شہر ہیں جہاں بیشتر شاگرد رہتے تھے۔

۱۱:۲، ۳۔ اُس وقت تک ہیرودیس "یُوحنّا" کو قید میں ڈال چُکا تھا۔ وُہ تنہائی محسُوس کرتا اور بے حوصلہ ہو رہا تھا۔ اگر یسُوع واقعی مسیحِ موعُود ہے تو اپنے پیشرو کو قید خانے میں کیوں بے حال اور پژمردہ ہونے دے رہا ہے؟ بہت سے عظیم مردانِ خُدا کی طرح یُوحنّا بھی وقتی طور پر ایمان میں کمزور ہونے لگا۔ اس لئے اُس نے اپنے دو "شاگردوں کی معرفت اُس (یسُوع) سے پُچھوا بھیجا" کہ تُو ہی وُہ ہستی ہے جس کا وعدہ نبیوں نے کیا تھا "یا ہم دُوسرے کی راہ دیکھیں؟" یعنی کیا تُو ہی مسیحِ موعُود ہے یا ہم کسی دُوسرے کے ظاہر ہونے کا انتظار کریں؟

۱۱:۴، ۵۔ "یسُوع نے جواب میں" اُن کو یاد دلایا کہ مَیں وُہی مُعجزے کر رہا ہُوں جن کی نبُوّت مسیحِ موعُود کے حق میں کی گئی تھی کہ "اندھے دیکھتے" (یسعیاہ ۳۵:۵) "اور لنگڑے چلتے پھرتے ہیں" (یسعیاہ ۳۵:۶)۔ "کوڑھی پاک صاف کئے جاتے" (یسعیاہ ۵۳:۴ بحوالہ متّی ۸:۱۶، ۱۷) "اور بہرے سُنتے ہیں" (یسعیاہ ۳۵:۵) "اور مُردے زندہ کئے جاتے ہیں" (مسیحِ موعُود کے حق میں اس مُعجزہ کی نبُوّت نہیں کی گئی تھی۔ یہ نبوّت سے بڑھ کر تھا)۔ یسُوع نے یُوحنّا کو یہ بھی یاد دلایا کہ یسعیاہ ۶۱:۱ میں مسیحِ موعُود کے حق میں پیش گوئی کے مُطابق "غریبوں کو خُوشخبری سُنائی جاتی ہے"۔ عام مذہبی راہنما دولتمندوں اور حاکموں پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں لیکن مسیحِ موعُود غریبوں کو خوشخبری سُناتا تھا۔

۱۱:۶۔ اس کے ساتھ ہی نجات دہندہ نے فرمایا "اور مُبارک وُہ ہے جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے"۔ اگر کوئی دُوسرا شخص یہ بات کہتا تو ایک انتہائی انا پرست کی بڑ سمجھی جاتی، لیکن

مسیح کے ہونٹوں پر یہ اُس کی شخصیت کی کاملیت کا درست بیان تھا۔ ایک پُرشکوہ فوجی جرنیل کی صُورت میں ظاہر ہونے کی بجائے مسیحِ موعُود ایک غریب بڑھئی بن کر آیا۔ اُس کی نرم مزاجی، فروتنی اور خاکساری ایک جنگ باز جرنیل کے بارے میں مُروّجہ تاثر سے میل نہیں کھاتی تھی۔ جو لوگ جسمانی خواہشات کے پیچھے دوڑتے ہیں، وہ اُس کے اِس دعوے کو شک کی نظروں سے دیکھتے تھے کہ مَیں بادشاہ ہُوں۔ لیکن جو باطنی بصیرت رکھتے اور ناصرت کے یسوع کو مسیحِ موعُود جانتے اور مانتے تھے، اُن پر خُدا کی برکت ہو گی۔

آیت ۶ سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ یسوع نے یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کو جھڑکا۔ بعض اوقات ہر ایک کو ضرورت پڑتی ہے کہ اُس کے ایمان کی توثیق اور تقویت کی جائے۔ عارضی طور پر ایمان میں کمزور ہو جانا اور بات ہے اور خُداوند یسوع کے بارے میں مُستقل ٹھوکر کھانا دُوسری بات ہے۔ ایک ہی باب انسان کی زندگی کی ساری کہانی نہیں ہوتا۔ اگر ہم یُوحنّا کی پُوری زندگی پر نظر دَوڑائیں تو ہمیں وفاداری، ایمان اور استقلال کا ایک شان دار ریکارڈ دِکھائی دیتا ہے۔

۱۱: ۷، ۸۔ یسوع کی دِلجمعی والی باتیں سُن کر یُوحنّا کے شاگرد جُونہی "روانہ ہو لئے" تو خُداوند نے "لوگوں سے" مخاطب ہو کر یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کے حق میں بڑی دلپسند اور تعریفی باتیں کہیں۔ یہی لوگ اُس وقت جوق در جوق بیابان میں یُوحنّا کے پاس جمع ہوتے تھے جب وُہ منادی کیا کرتا تھا۔ کیوں؟ کیا کسی کمزور اور کشمکش و پیچ میں پڑے ہُوئے آدمی کو دیکھنے جاتے تھے جو "ہَوا کے ہر جھونکے سے" سرکنڈے "کی طرح ہلنے لگتا تھا؟ ہرگز نہیں! یُوحنّا ایک نڈر اور بے خوف مُبشّر اور باضمیر شخص تھا۔ وُہ خاموش رہنے پر دُکھ سہنے کو اور جھُوٹ بولنے پر موت کو ترجیح دیتا تھا۔ تو کیا وُہ شاندار پوشاک میں ملبُوس کسی درباری امیر یا رئیس کو "دیکھنے گئے تھے" جو محل میں عیش و عشرت کے ساتھ رہتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یُوحنّا تو ایک سیدھا سادہ مَردِ خُدا تھا جس کی نہایت سادہ اور ریاضتی زندگی ان لوگوں کی اِنتہائی دُنیا دارانہ زندگی کے مُنہ پر ایک طمانچہ تھی۔

۱۱: ۹۔ تو کیا یہ لوگ "ایک نبی دیکھنے کو" بیابان میں گئے تھے؟ ہاں، یُوحنّا نبی تو تھا ــــ بلکہ حقیقت میں تمام نبیوں سے "بڑا" ہے۔ یہاں خُداوند یہ نہیں کہہ رہا کہ وُہ اپنے شخصی کردار، قادِرُالکلامی یا اپنے کلام کی تاثیر کے اِعتبار سے دُوسرے نبیوں سے بڑا اور برتر

تھا بلکہ اپنے مرتبے کے اعتبار سے برتر تھا کہ وہ مسیح موعود بادشاہ کا پیشرو تھا۔

۱۱: ۱۰ - آیت ۱۰ میں اِس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ یوحنا ملاکی نبی (۳: ۱) کی پیش گوئی کی تکمیل تھا۔ یوحنا وہ "پیغمبر" تھا جسے خداوند کے آگے آکر لوگوں کو اُس کی آمد کے لئے "تیار" کرنا تھا۔ دُوسرے آدمیوں نے مسیح کی آمد کی پیش گوئی کی تھی مگر یوحنا وہ ہستی تھا جس کو چُنا گیا تھا کہ منادی کرے کہ مسیحِ موعود واقعی آ گیا ہے۔ کسی نے کیا خُوب کہا ہے کہ "یوحنا نے مسیح کے لئے راستہ کھولا اور پھر مسیح کی خاطر راستے سے ہٹ گیا"۔

۱۱: ۱۱ - یہ بیان کہ "جو آسمان کی بادشاہی میں چھوٹا ہے، وہ اُس سے بڑا ہے" ثابت کرتا ہے کہ یسوع یوحنا کی سیرت و کردار کی نہیں بلکہ اُس کے اعزاز کی بات کر رہا تھا۔ وہ شخص "جو آسمان کی بادشاہی میں چھوٹا ہے" ضرُوری نہیں کہ اُس کی سیرت و کردار یوحنا سے بہتر ہو لیکن اُس کا اعزاز یقیناً "بڑا" ہے۔ آسمان کی بادشاہی کا شہری ہونا، اُس بادشاہی کی آمد کا اعلان کرنے سے بڑا اعزاز ہے۔ یوحنا کو اِس لحاظ سے بڑا اعزاز حاصل تھا کہ اُس نے خداوند کے لئے راہ تیار کی۔ لیکن وہ اِس بادشاہی کی برکات سے فیض یاب ہونے اور اُن کا لُطف اُٹھانے تک زندہ نہ رہا۔

۱۱: ۱۲ - یوحنا کی خدمت کے آغاز سے لے کر اُس کی حالیہ قید تک "آسمان کی بادشاہی پر زور (تشدد) ہوتا رہا"۔ فریسی اور فقیہ پُوری شدت سے اُس کی مخالفت کرتے رہے تھے۔ بادشاہ ہیرودیس نے بھی اُس بادشاہی کے نقیب کو قید کر کے اِس بادشاہی کو نقصان پہنچانے میں اپنا حصّہ ادا کر دیا تھا۔

"... اور زور آور اُسے چھین لیتے ہیں"۔ اِس بیان کی دو تشریحیں ہو سکتی ہیں۔ اوّل۔ بادشاہی کے دُشمنوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اِسے چھین کر تباہ و برباد کر دیں۔ اُنہوں نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کو ردّ کر دیا۔ یہ اِس بات کا پیش خیمہ تھا کہ وہ خود بادشاہ اور اِس طرح بادشاہی کو بھی ردّ کر دیں گے۔ دوم۔ اِس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ بادشاہ کی آمد کے لئے تیار تھے، اُنہوں نے اُس کے اعلان کا جواب پُورے جوش و خروش سے دیا اور اِس میں داخل ہونے کے لئے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ لوقا ۱۶: ۱۶ کا یہی مطلب ہے "شریعت اور انبیا یوحنا تک رہے۔ اُس وقت سے خدا کی بادشاہی کی خوشخبری دی جاتی ہے اور ہر ایک زور مار کر اُس میں داخل ہوتا ہے"۔ یہاں بادشاہی کی تصویر ایک محصُور شہر کی مانند ہے۔ باہر سے اِنسانوں کا ہر طبقہ اِس میں داخل ہونے کے لئے زور مار رہا ہے۔ رُوحانیت میں بھی کچھ نہ کچھ زور آزمائی اور زبردستی اور تشدد ضرُوری ہوتا ہے۔ کسی بھی تشریح کو اپنایا جائے، خیال اور مفہوم یہی ہے کہ یوحنا کی منادی سے ایک مشتعل

اور شدید ردِّ عمل کا آغاز ہُوا جس کے اثرات بہت گہرے اور وسیع تھے۔

۱۱: ۱۳۔ "کیونکہ سب نبیوں اور توریت نے یُوحنّا تک نبوّت کی"۔ پیدائش سے لے کر ملاکی تک پُورے پُرانے عہدنامے نے مسیحِ موعُود کی آمد کی نبوّت کی ہے۔ جس وقت یُوحنّا نے تاریخ کے اسٹیج پر قدم رکھا تو اُس کا بے مثال اور یکتا کام صِرف نبوت کرنا نہیں تھا بلکہ یہ اعلان کرنا تھا کہ مسیح کی پہلی آمد کے بارے میں ساری نبوّتیں پُوری ہو گئی ہیں۔

۱۱: ۱۴۔ ملاکی نے نبوت کی تھی کہ مسیحِ موعُود کے ظہور سے پہلے ایلیاہ اُس کے پیش رَو کی صُورت میں ظاہر ہو گا (ملاکی ۴: ۵، ۶)۔ اگر لوگ یسوع کو مسیحِ موعُود قبول کرنے پر آمادہ ہوتے تو یُوحنّا "ایلیاہ" کے کردار پر پُورا اُترتا۔ ایلیاہ دوبارہ مجسّم ہو کر یُوحنّا کی صُورت میں نہیں آیا تھا۔ یُوحنّا ۱: ۲۱ میں یُوحنّا نے ایلیاہ ہونے سے اِنکار کیا۔ لیکن وُہ "ایلیاہ کی رُوح اور قوّت میں" (لُوقا ۱: ۱۷) مسیح کے آگے آگے چلا۔

۱۱: ۱۵۔ سارے لوگ یُوحنّا کو پہچان سکے اور نہ اُس کی خدمت کی بڑی اہمیّت کو ہی سمجھ سکے۔ اِس لئے خداوند نے یہ بھی کہا کہ "جس کے سُننے کے کان ہوں وُہ سُن لے"۔ مطلب ہے کہ دھیان اور توجّہ دو اور اِس بات کو مانو۔ جو باتیں سُنتے ہو، اُن کے مفہوم اور اہمیّت کو سمجھنے سے قاصر نہ رہو۔ اگر یُوحنّا ایلیاہ کے بارے میں پیش گوئی پُوری کرتا ہے تو یسوع یقیناً "مسیحِ موعُود ہے! اِن الفاظ سے یسوع نے تصدیق کی کہ یُوحنّا ایلچی ہے اور دوبارہ تاکیدی طور پر کہا کہ مَیں ہی خُدا کا مسیح ہُوں۔ اگر پہلی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو دُوسری بات کو تسلیم کرنا لازم آتا ہے۔

۱۱: ۱۶، ۱۷۔ لیکن جس "پُشت" یعنی جس "زمانہ کے لوگوں" سے وُہ مخاطب تھا، وُہ اِن دونوں میں سے کوئی بات قبول کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ جن یہُودیوں کو اُس کی پہلی آمد دیکھنے کا شرف حاصل ہُوا، اُن کے دِل میں نہ مسیحِ موعُود بادشاہ کے لئے نہ اُس کے پیرَوؤں کے لئے کوئی دِلچسپی تھی۔ اُن کے لئے یہ دونوں ہی معمّا تھے۔ یسوع نے اُن کو ایسے زُود رنج لڑکوں کے مشابہ ٹھہرایا "جو بازاروں میں بیٹھے ہوئے" ہوتے ہیں اور صُلح جوئی کی کِسی قسم کی بات سے راضی نہیں ہوتے۔ اگر اُن کے دوست کہیں کہ ہم بانسلی بجاتے ہیں اور تم ناچو، تو وُہ نہیں مانتے۔ اگر دوست کہتے ہیں کہ ہم ماتم کرنے کا کھیل کھیلتے ہیں تو وُہ اُن کے ساتھ ماتم کرنے سے بھی اِنکار کرتے ہیں۔

۱۱: ۱۸، ۱۹۔ یُوحنّا ایک نفس کُش اور ریاضت کرنے والا شخص تھا۔ یہُودیوں نے اِلزام

لگایا کہ "اُس میں بدرُوح ہے"۔ دُوسری طرف "ابنِ آدم" عام آدمیوں کی طرح "کھاتا پیتا آیا"۔ یہُودی یُوحنّا کی نفس کُشی اور ریاضت پسندی سے ناخوش تھے۔ چنانچہ اُن کو یسوعؔ کے عام انداز میں کھانے پینے پر خوش ہونا چاہیۓ تھا۔ لیکن نہیں! وُہ اُسے "کھاؤ اور شرابی آدمی، محصُول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار" قرار دیتے تھے۔ بے شک یسوعؔ نہ کھاؤ تھا نہ شرابی، اُن کا اِلزام سراسر بُہتان تراشی اور مَن گھڑت تھا۔ البتہ یہ بات بالکل درست ہے کہ وُہ "محصُول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار" ہے۔ مگر اِس مفہوم میں نہیں جس میں یہُودی کہتے تھے۔ وُہ گنہگاروں کا یار بنا تاکہ اُنہیں اُن کے گُناہوں سے بچا لے۔ مگر نہ تو وُہ کبھی اُن کے گُناہوں میں شریک ہُوا نہ اُنہیں اچھّا قرار دیا۔

"مگر حِکمت اپنے کاموں سے راست ثابت ہُوئی"۔ بے شک خُداوند یسوعؔ "مجسّم حکمت" (۱-کرنتھیوں ۱: ۳۰) ہے۔ غیر ایماندار بے شک اُس پر کیچڑ اُچھالیں، لیکن وُہ اُن کاموں کے سبب سے جو وُہ اپنے پیرَوؤں میں کرتا ہے، راست ٹھہرتا ہے۔ خواہ یہُودی اُسے مسیحِ موعُود بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کریں لیکن اُس کے مُعجزے اور اُس کے جاں نثار شاگردوں کا رُوحانی انقلاب اُس کے دعوؤں کی پُوری پُوری تصدیق کرتا ہے۔

ب۔ گلیلؔ کے غیر تائب شہروں پر افسوس (۱۱: ۲۰-۲۴)

۱۱: ۲۰۔ عظیم اعزاز اور استحقاق کے ساتھ عظیم ذمّہ داری بھی وابستہ ہوتی ہے۔ کِسی شہر کو وُہ اعزاز حاصل نہ ہُوا جو خرازینؔ، بیت صیداؔ اور کفرنحُومؔ کو مِلا۔ ابنِ آدم اِن کے گرد آلُود گلی کُوچوں میں چلتا پھرتا رہا اور اُن کے منظُورِ نظر لوگوں کو تعلیم دیتا رہا اور اُن کی فصیلوں کے اندر "مُعجزے" دِکھاتا رہا۔ اِتنی بڑی بڑی شہادتوں کے باوجود اُنہوں نے "توبہ" کرنے سے سختی سے انکار کیا۔ چنانچہ تعجّب کیسا کہ خُداوند نے اُن کے لیۓ ایسے بُرے حشر کی خبر دی۔

۱۱: ۲۱۔ پہلے اُس نے خرازینؔ اور بیت صیداؔ کی بات کی۔ اُن شہروں نے اپنے منجّی خُدا کی نفس بھری منت سماجت سُنی تھی لیکن دانستہ مُنہ موڑ لیا تھا۔ اِس سے خُداوند کا خیال صُورؔ اور صیداؔ کی طرف چلا گیا۔ یہ شہر اپنی بدی اور بُت پرستی کے باعث خُدا کے غضب سے تباہ ہُوۓ تھے۔ اگر اُن کو یسوعؔ کے مُعجزے دیکھنے کا اعزاز مِل جاتا تو وُہ اپنے آپ کو خاکسار کر کے توبہ کر لیتے۔ اِس لیۓ "عدالت کے دِن" صُورؔ اور صیداؔ کا حال خرازینؔ اور بیت صیداؔ کے حال سے بہتر ہو گا۔

۱۱: ۲۲۔ "عدالت کے دِن ... حال زیادہ برداشت کے لائق ہو گا"۔ اِن الفاظ سے ظاہر

ہوتا ہے کہ جس طرح آسمان پر اجر کے درجات ہوں گے (۱-کرنتھیوں ۳:۱۲-۱۵) اُسی طرح جہنم میں سزا کے بھی درجات ہوں گے۔ وہ واحد گناہ جو انسانوں کو جہنم کے حوالہ کر دیتا ہے، وہ یسوع مسیح کی تابع داری کرنے سے اِنکار ہے (یوحنا ۳:۳۶)۔ لیکن جہنم میں دُکھوں کی شدت اِس بات سے مشروط ہے کہ اِنسان نے کتنے اعزازات کی تحقیر کی اور کتنے گناہوں کا مرتکب ہؤا۔

۱۱: ۲۳، ۲۴۔ کسی شہر پر اِتنی مہربانی نہیں ہوئی تھی جتنی کفرنحوم پر۔ جب ناصرت میں یسوع کو رد کیا گیا تو اس کے بعد سے کفرنحوم ہی اُس کا اپنا شہر بن گیا تھا (۹:۱ بحوالہ مرقس ۲:۱-۱۲)۔ اور اُس کے بعض غیر معمولی معجزات —— جو اُس کے مسیح موعود ہونے کے ناقابلِ تردید گواہ تھے —— اِسی شہر میں کئے گئے تھے۔ اگر ہم جنسیت یا لواطت کے مرکز اور ذلیل شہر سدوم کو ایسا شرف حاصل ہوجاتا تو وہ ضرور توبہ کرلیتا اور بچ جاتا۔ لیکن کفرنحوم کا شرف تو کہیں بڑا تھا۔ اُس کے باشندوں کو چاہیئے تھا کہ توبہ کر کے کمال خوشی کے ساتھ خُداوند کو قبول کر لیتے، مگر کفرنحوم نے موقع کھو دیا۔ اگرچہ سدوم کی برگشتگی کا گُناہ بہت بڑا تھا مگر کفرنحوم نے تو خدا کے مُقدس بیٹے کو رد کر دیا تھا۔ اِس سے بڑا اور کوئی گُناہ ہو نہیں سکتا۔ اِس لئے عدالت کے دِن سدوم کو اِتنی سخت سزا نہیں ملے گی جتنی کفرنحوم کو۔ اعزاز اور شرف کے لحاظ سے کفرنحوم کو "آسمان تک بلند" کیا گیا، مگر عدالت کے دِن اُسے "عالمِ ارواح میں" اُتارا جائے گا۔ اگر یہ بات کفرنحوم پر صادق آتی ہے تو اُن مقامات کا کیا حشر ہو گا جہاں بائبلوں کے انبار لگے ہوئے ہیں، جہاں ریڈیو کی نشریات کے ذریعے خوشخبری کی منادی ہوتی ہے اور جہاں کسی کے پاس کوئی عُذر باقی نہیں۔

ہمارے خُداوند کے زمانے میں گلیل کے چار شہر بہت نمایاں اور مشہور تھے۔ یہ تھے خرازین، بیت صیدا، کفرنحوم اور تبریاس۔ خُداوند نے پہلے تین شہروں پر افسوس کیا مگر چوتھے پر نہیں کیا۔ اِس کا نتیجہ کیا ہؤا؟ خرازین اور بیت صیدا کی تباہی اور بربادی اتنی مکمل ہے کہ اِن کی جائے وقوع تک کا علم نہیں۔ کفرنحوم کی جائے وقوع کا بھی صحیح علم نہیں ہے۔ تبریاس ابھی تک موجود ہے۔ خُداوند کی پیش گوئی کی ایسی نمایاں تکمیل ایک اور ثبوت ہے کہ وہ عالمِ کُل ہے اور کہ بائبل مُقدس الہامی کتاب ہے۔

ج۔ اپنے رَدّ کیے جانے پر مُنجّی کا رَدِّ عمل (۱۱: ۲۵-۳۰)

گلیل کے اِن تینوں شہروں کے پاس نہ تو خُدا کے مسیح کو دیکھنے کی آنکھیں تھیں، نہ اُس سے پیار کرنے کو دِل تھا۔ وُہ جانتا تھا کہ اُن کی طرف سے رَدّ کیا جانا، اِس حقیقت کا پیش خیمہ ہے کہ مجھے وسیع تر پیمانے پر رَدّ کیا جائے گا۔ اُن کی ہٹ اور کٹڑپن پر اُس کا رَدِّ عمل کیا تھا؟ اُس نے تلخی، تُرش مزاجی یا اِنتقام لینے کا رویّہ نہیں دِکھایا بلکہ بُلند آواز سے خُدا کی شُکرگزاری کی کہ کوئی بات بھی اُس کے عظیم مقاصِد میں سدِّ راہ نہیں ہو سکتی۔ "اے باپ، آسمان اور زمین کے خُداوند مَیں تیری حمد کرتا ہُوں کہ تُو نے یہ باتیں داناؤں اور عقل مندوں سے چھپائیں اور بچّوں پر ظاہر کیں۔"

یہاں ہمیں دو ممکنہ غلط فہمیوں سے بچنا چاہیے۔ اوّل۔ یسوع گلیل کے شہروں کی ناگزیر عدالت اور اُن پر غضب پر خُوشی کا اِظہار نہیں کر رہا تھا۔ دوم۔ نہ وُہ کہہ رہا تھا کہ خُدا نے ظُلم کر کے روشنی کو داناؤں اور عقل مندوں سے دُور رکھا ہے۔

ان شہروں کو ہر موقع مِلا کہ خُداوند یسوع کا خیر مقدم کریں لیکن اُنہوں نے جان بُوجھ کر اُس کو ماننے سے اِنکار کیا۔ جب اُنہوں نے نُور کا اِنکار کیا تو خُدا نے بھی نُور کو اُن سے روک لیا۔ لیکن خُدا کے اِرادے اور منصُوبے ناکام نہیں رہ سکتے۔ اگر دانا اور عقل مند لوگ اِیمان نہیں لائیں گے تو خُدا اُس کو سادہ اور خاکسار لوگوں پر ظاہر کرے گا۔ وُہ بُھوکوں کو اچھّی چیزوں سے سیر کرتا اور دولت مندوں کو خالی ہاتھ لَوٹا دیتا ہے (لُوقا ۱: ۵۳)۔

جو لوگ اپنے آپ کو اِتنا دانا اور فہیم سمجھتے ہیں کہ کہتے ہیں ہمیں مسیح کی ضرورت نہیں، اُن کو ازرُوئے اِنصاف اندھے پن کی سزا ملتی ہے۔ مگر جو اپنی نادانی کا اِقرار کرتے ہیں، اُنہیں اُس ہستی کا مکاشفہ عطا ہوتا ہے "جس میں حکمت اور معرفت کے سب خزانے پوشیدہ ہیں" (کُلسّیوں ۲: ۳)۔ یسوع نے باپ کا اِس بات پر شُکر کیا کہ اُس نے ٹھہرا دیا ہے کہ جہاں کُچھ لوگ مسیح کو رَدّ کریں گے، وہاں دُوسرے اُسے قبول کریں گے۔ عظیم بے اِیمانی کے رُوبرُو اُسے یہ تسلّی حاصل تھی کہ خُدا کا مقصد اور اِرادہ سب پر بھاری اور حاوی ہے۔

۱۱: ۲۷۔ باپ نے "سب کُچھ" مسیح کو "سونپ دیا" تھا۔ اگر کوئی دُوسرا شخص اَیسا دعویٰ کرتا تو بہت گستاخ اور متکبّر سمجھا جاتا، مگر جہاں تک خُداوند یسوع کا تعلق ہے

یہ بات بالکل سچ ہے۔ اِس لمحہ، جبکہ چاروں طرف مخالفت کا زور تھا، لگتا نہیں تھا کہ سب کچھ اُس کے کنٹرول میں ہے، مگر یہ بات بالکل درست تھی۔ اُس کی زندگی کا پروگرام جلالی فتح کی طرف بڑھ رہا تھا اور کوئی اُسے روک نہیں سکتا تھا۔ "کوئی بیٹے کو نہیں جانتا سوا باپ کے"۔ مسیح کی ذات ایک ناقابلِ فہم راز ہے۔ ایک ہی شخص میں الوہیت اور بشریت کا اجتماع کئی مسائل پیش کرتا ہے جو انسانی عقل کو چکرا دیتے ہیں۔ مثلاً ایک تو اُس کی موت کا مسئلہ ہے، خدا مر نہیں سکتا۔ مگر یسوع خدا ہے، اور یسوع مر گیا۔ اِس کے باوجود اُس کی الٰہی سیرت اور بشری سیرت کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اور اِسی طرح اگرچہ ہم اُسے جان سکتے، اُس سے محبت رکھ سکتے اور اُس پر ایمان لا سکتے ہیں مگر ایک مفہوم میں صرف باپ ہی حقیقی طور پر اُسے جان اور سمجھ سکتا ہے۔

"اور کوئی باپ کو نہیں جانتا سوا بیٹے کے اور اُس کے جس پر بیٹا اُسے ظاہر کرنا چاہے"۔

باپ بھی اِتنا دقیق ہے کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ بالآخر خدا ہی خدا کو جان اور سمجھ سکتا ہے۔ انسان اُس کو اپنی عقل یا ذہانت سے ہرگز نہیں جان سکتا، مگر خداوند یسوع جن پر چاہتا ہے باپ کو ظاہر کر سکتا ہے، اور کرتا ہے۔ جو بیٹے کو جان لیتا ہے، وہ باپ کو بھی جان لیتا ہے (یوحنا ۱۴: ۷)۔

مگر اِتنا کچھ کہنے کے باوجود ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ آیت ۲۷ کی تشریح کرنے میں ہمیں ایسی سچائیوں اور حقائق سے واسطہ ہے جو ہماری عقل سے بے حد بلند اور ارفع ہیں۔ ہماری عقل محدود ہے۔ وہ تو ابدیت میں بھی خدا کی بزرگی اور عظمت کو نہیں جان پائے گی اور نہ تجسم کے بھید کو ہی سمجھ سکے گی۔ جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ خدا صرف اُن ہی پر ظاہر کیا جا سکتا ہے جن کو بیٹا چُنتا ہے تو شاید ہم کو خیال گزرے کہ صرف چند پسندیدہ اور منظورِ نظر لوگ ہی چُنے جا سکتے ہیں اور یہ چُناؤ بے بنیاد اور زبردستی کا ہو گا۔ لیکن اگلی آیت اِس قسم کی تشریح سے بچاتی ہے۔ خداوند یسوع ایک عالمگیر دعوت دیتا ہے کہ جتنے محنت اُٹھانے والے اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگ ہیں، سب اُس کے پاس آئیں تو وہ آرام پائیں گے۔ دوسرے لفظوں میں جن کو وہ چُنتا ہے کہ اُن پر باپ کو ظاہر کرے وہ لوگ ہیں جو اُس پر ایمان لاتے اور اُسے خداوند اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔

جب ہم اِس بے حد مہربانی کی دعوت کا جائزہ لیتے ہیں تو یاد رکھیں کہ یہ اُس موقع پر دی گئی جب گلیل کے پسندیدہ اور منظورِ نظر شہروں نے اُسے پوری شدّ و مدّ سے ردّ کر دیا تھا۔ انسان کی

نفرت، عدالت اور ہٹ دھرمی اُس کی محبّت اور فضل کو ختم نہ کر سکی۔ اسے سیجے۔ میک کلین کہتا ہے کہ

"اگرچہ اسرائیلی قوم خُدا کی سخت عدالت کی طرف بڑھ رہی ہے، بادشاہ اپنے حتمی اور آخری کلام میں شخصی نجات کا دروازہ کھولتا اور اِس طرح ثابت کرتا ہے کہ مَیں عدالت اور غضب کی دہلیز پر بھی فضل کا خُدا ہُوں"۔

۱۱: ۲۸- "آؤ"۔ آنے کا مطلب ہے ایمان لانا (اعمال ۱۶: ۳۱)، قبول کرنا (یُوحنّا ۱: ۱۲)، کھانا (یُوحنّا ۶: ۳۵)، پینا (یُوحنّا ۷: ۳۷)، مُتوجّہ ہونا (یسعیاہ ۴۵: ۲۲)، اقرار کرنا (۱-یُوحنّا ۴: ۲)، سُننا (یُوحنّا ۵: ۲۴، ۲۵)، دروازے سے داخل ہونا (یُوحنّا ۱۰: ۹)، دروازہ کھولنا (مکاشفہ ۳: ۲۰)، اُس کی پوشاک کا کنارہ چھُونا (متّی ۹: ۲۰، ۲۱) اور خُداوند مسیح کے وسیلے سے ہمیشہ کی زندگی کی بخشش کو قبول کرنا (رومیوں ۶: ۲۳)۔

"میرے پاس"۔ ایمان کسی کلیسیا، کسی عقیدے یا کسی مذہبی لیڈر پر نہیں، بلکہ زندہ مسیح پر لانا ہے۔ نجات ایک ہستی میں ہے۔ جن کے پاس یسوع ہے، وہ نجات یافتہ ہیں۔

"اے محنت اُٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہُوئے لوگو، سب ..."۔ یسوع کے پاس آنے کے لئے اِنسان کو اقرار کرنے کی ضرورت ہے کہ مَیں گناہ کے بوجھ تلے دبا ہُوا ہُوں۔ صرف وہی نجات پا سکتے ہیں جو تسلیم کریں کہ ہم بھٹکے ہُوئے ہیں۔ خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لانے سے پہلے خُدا کے سامنے توبہ کرنا ضرور ہے۔

"مَیں تم کو آرام دُوں گا"۔ غور کریں کہ یہاں "آرام" ایک بخشش ہے۔ ہم نے اِسے کمایا نہیں، نہ اِس کے حق دار ہیں۔ یہ "نجات کا آرام" ہے۔ جو اِس حقیقت کو جان لینے سے ملتا ہے کہ یسوع نے کلوری کی صلیب پر مخلصی اور کفّارہ کے کام کو پُورا کیا۔ یہ "ضمیر کا آرام" ہے جو اِس حقیقت کو جان لینے کے بعد ملتا ہے کہ میرے گناہوں کا ہرجانہ ہمیشہ کے لئے ایک ہی دفعہ ادا کر دیا گیا ہے اور خُدا اِس کی دوبارہ ادائیگی کا مُطالبہ نہیں کرے گا۔

۱۱: ۲۹- آیات ۲۹ اور ۳۰ میں دعوتِ نجات سے خدمت میں بدل جاتی ہے۔

"میرا جُؤا اپنے اُوپر اُٹھا لو"۔ اِس کا مطلب ہے اُس کی مرضی کے تابع ہو جانا، اپنی زندگی کا کنٹرول اُس کے سپُرد کر دینا (رومیوں ۱۲: ۱، ۲)۔

"اور مجھ سے سیکھو"۔ جب ہم زندگی کے ہر شعبے میں اُس کو مالک تسلیم کرتے ہیں تو وہ اپنی

راہیں ہمیں سکھاتا ہے۔

"کیونکہ میں حلیم ہُوں اور دل کا فروتن"۔ یہاں فریسیوں کے ساتھ تقابل نظر آتا ہے۔ وُہ سخت اور مغرور تھے۔ سچا اور حقیقی اُستاد حلیم اور "فروتن" ہوتا ہے۔ جو اُس کا جُوا اٹھاتے ہیں وہ کمتر ین جگہ قبول کرنا سیکھتے ہیں۔

"تو تمہاری جانیں آرام پائیں گی"۔ یہ ضمیر کا آرام نہیں بلکہ دِل کا آرام ہے، جو خُدا اور اِنسان کے سامنے پست ترین جگہ قبول کرنے کے بعد ملتا ہے۔ یہ وُہ آرام ہے جس کا تجربہ اُس وقت ہوتا ہے جب اِنسان مسیح کی خِدمت کرتا اور بڑا بننے کی کوشش چھوڑ دیتا ہے۔

۱۱: ۳۰۔ "کیونکہ میرا جُوا ملائم ہے اور میرا بوجھ ہلکا"۔ یہاں پھر فریسیوں سے نمایاں تقابل ہے۔ یسوع نے اُن کے بارے میں کہا کہ "وُہ ایسے بھاری بوجھ جن کو اُٹھانا مُشکل ہے باندھ کر لوگوں کے کندھوں پر رکھتے ہیں مگر آپ اُن کو اپنی اُنگلی سے بھی ہلانا نہیں چاہتے"۔ (متی ۲۳: ۴)۔ یسوع کا جُوا ملائم ہے، اِس سے رگڑیں اور خراشیں نہیں لگتیں۔

"اور میرا بوجھ ہلکا"۔ اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ مسیحی زِندگی میں مسائل، مُشکلات، مصائب، محنت مُشقت اور غم نہیں ہوں گے۔ تاہم یہ مطلب ضرور ہے کہ ہمیں اِن کو اکیلے برداشت نہیں کرنا پڑے گا۔ ہم ایک ایسی ہستی کے ساتھ جُوئے میں جُتے گئے ہیں جس کا فضل ہماری ہر ضرورت کے لئے کافی و وافی ہے۔ اُس کی خِدمت کرنا غلامی نہیں بلکہ کامل خُوشی ہے۔ جے۔ ایچ۔ جیوٹ کہتا ہے:

> "ایماندار کے لئے مُہلک غلطی یہ ہے کہ زِندگی کے بوجھ کو اکیلے ہی اُٹھانے کی کوشش کرے۔ خُدا کا کبھی ارادہ نہیں تھا کہ اِنسان اپنا بوجھ تنہا اُٹھائے۔ اِس لئے مسیح جُوئے کا ذِکر کرتا ہے۔ جُوا گردن کا ایک ایسا ساز ہے جو دو کے لئے ہوتا ہے اور خُداوند خُود جُتنت کرتا ہے کہ اُن میں سے ایک میَں ہُوں گا۔ وُہ ہر تلخ اور تکلیف دِہ مُشقت میں ہمارا شریک بننا چاہتا ہے۔ مسیحی زِندگی میں چَین اور فتح مندی کا راز اِس بات میں ہے کہ "خُودی" کے سخت جُوئے کو اُتار پھینکو اور مالِک کے "ملائم" جُوئے کو قبول کر لو"۔

د۔ یسوع سبت کا مالک ہے (۱۲: ۱-۸)

۱۲: ۱ - اِس باب میں یسوع کو رَدّ کرنے کے بڑھتے ہوئے بُحران کا بیان ہے۔ فریسیوں کے بُغض اور دُشمنی کا پیالہ لبریز ہو کر چھلکنے کو ہے۔ جس تنازع نے طوفان برپا کیا، وہ تھا سبت کا مسئلہ۔

کسی "سبت" کو "یسوع" اپنے شاگردوں سمیت "کھیتوں" میں سے ہو کر گزر رہا تھا۔ اُس کے شاگرد "بالیں توڑ توڑ کر کھانے لگے"۔ شریعت کے مُطابق اُنہیں اجازت تھی کہ پڑوسی کے کھیت میں سے حسبِ ضرورت کھالیں، مگر اُسے ہنسوا نہ لگائیں (استثنا ۲۳: ۲۵)۔

۱۲: ۲ - مگر فریسی تو شریعت میں بال کی کھال نکالتے تھے۔ اُنہوں نے الزام لگایا کہ شاگردوں نے "سبت" کو توڑا ہے۔ اگرچہ الزام کی نوعیت بیان نہیں کی گئی مگر اُنہوں نے یہ اِلزام لگائے ہوں گے کہ (۱) فصل کاٹنا (بالیں توڑنا) (۲) فصل کو گاہنا (بالوں کو ہاتھوں میں مَسلنا) (۳) فصل کو اُڑانا (دانے اور بھوسا الگ کرنا)۔ سبت کے دِن اِن میں سے کوئی کام کرنا روا نہیں تھا۔

۱۲: ۳، ۴ - یسوع نے اُن کے مضحکہ خیز اعتراض کا جواب دینے کے لئے اُنہیں "داؤد" کی زندگی کا ایک واقعہ یاد دِلایا۔ اپنی جلاوطنی کے دِنوں میں ایک دفعہ داؤد اور اُس کے آدمیوں کو بیابان میں رہنا پڑا۔ اُس موقعے پر اُنہوں نے "نذر کی روٹیاں کھائیں" یعنی یادگاری کی وہ بارہ[12] روٹیاں جن کا کھانا سوائے کاہنوں کے اَور کسی کو روا نہ تھا۔ نہ داؤد، نہ اُس کے آدمی کاہن تھے، مگر خُدا نے اُن کو ایسا کرنے پر کبھی قصُوروار نہ ٹھہرایا۔ آخر کیوں؟

وجہ یہ ہے کہ خُدا کی شریعت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اپنے ماننے والوں کے لئے مُشکلات پیدا کرے۔ داؤد کا کوئی قصور نہیں تھا کہ وہ جلاوطن تھا۔ ایک گناہ آلودہ قوم نے اُسے رد[2] کر دیا تھا۔ اگر اُس کو اُس کا جائز مقام دے دیا جاتا، تو اُسے اور اُس کے آدمیوں کو نذر کی روٹیاں نہ کھانی پڑتیں۔ چونکہ بنی اسرائیل میں گناہ تھا اِس لئے خُدا نے ایک ایسے کام کی اجازت دے دی، جو دُوسری صُورت میں ناروا تھا۔

یہاں مثال بالکل صاف ہے۔ خُداوند یسوع اسرائیل کا بادشاہ تھا، لیکن قوم اُسے اپنا حاکمِ اعلیٰ اور شہنشاہ ماننے پر آمادہ نہ تھی۔ اگر اُس کو اُس کا جائز مقام دے دیا

جاتا، تو اُس کے شاگردوں کی یہ حالت نہ ہوتی کہ سبت کو یا ہفتے کے کسی اَور دِن بھی راہ چلتے بالیں توڑ توڑ کر کھاتے۔ تاریخ اپنے آپ کو دُہرا رہی تھی۔ خُداوند نے اپنے شاگردوں کو نہیں جھڑکا کیونکہ اُنہوں نے کوئی غلط کام نہیں کیا تھا۔

۱۲: ۵۔ یسوع نے فریسیوں کو یاد دِلایا کہ "کاہن ۔۔۔ سبت کی بے حُرمتی کرتے ہیں"۔ کہ وُہ سبت کے دِن جانوروں کو ذبح کرتے، اُن کی قربانی چڑھاتے اور کئی طرح کے خدمتی کام کرتے ہیں (گنتی ۲۸: ۹، ۱۰) مگر "بے قصور" رہتے ہیں کیونکہ وُہ خُدا کی خِدمت میں مشغول ہوتے ہیں۔

۱۲: ۶۔ فریسی جانتے تھے کہ کاہن ہر سبت کو ہیکل میں کام کرتے ہیں، تو بھی ہیکل ناپاک نہیں ہوتی۔ تو پھر وُہ شاگردوں پر کیوں نکتہ چینی کریں اور وُہ بھی اُس ہستی کی موجُودگی میں "جو ہیکل سے بھی بڑا ہے"۔ مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وُہ "چیز" جو ہیکل سے بھی بڑی ہے یعنی خُدا کی بادشاہی جو بادشاہ کی ذات میں وہاں موجُود تھی۔

۱۲: ۷۔ فریسی کبھی بھی خُدا کے دِل کی بات کو نہیں سمجھ سکے تھے۔ ہوسیع ۶: ۶ میں اُس نے کہا تھا کہ "مَیں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہُوں"۔ خُدا رحم اور ترس کو رسموں پر ترجیح دیتا ہے۔ اُسے یہ پسند ہے کہ میرے لوگ اپنی بُھوک مٹانے کے لئے سبت کے دِن بالیں توڑیں بجائے اِس کے کہ اس دِن کو منانے کے لئے جسمانی تکلیف اور دُکھ میں مُبتلا ہوں۔ اگر فریسیوں نے اِتنی بات سمجھ لی ہوتی تو وُہ شاگردوں کی کبھی مذمّت نہ کرتے۔ مگر فریسی اِنسانی بھلائی کی نسبت تکلفات کی زیادہ قدر کرتے تھے۔

۱۲: ۸۔ پھر نجات دہندہ نے مزید کہا کہ "کیونکہ ابنِ آدم سبت کا مالک ہے"۔ وُہی تو ہے جس نے یہ قانون بنایا تھا۔ چنانچہ وہی اِس کی تشریح اور وضاحت کرنے کا حق دار ہے۔ ای۔ ڈبلیو۔ روجرز کہتا ہے کہ

> "معلوم ہوتا ہے کہ پاک رُوح کی ہدایت پا کر متّی خُداوند یسوع کے بہت سے ناموں اور مناصب پر تبصرہ کر رہا ہے۔ وُہ ابنِ آدم، سبت کا مالک، میرا خادم، میرا پیارا، ابنِ داؤد، ہیکل سے بھی بڑا، یُوناہ سے بھی بڑا، سُلیمان سے بھی بڑا ہے۔ متّی یہ بات اِس لئے کرتا ہے کہ اُس گُناہ کی سنگینی واضح ہو جائے جو یسوع کو ردّ کرنے اور اُسے اُس کا جائز مقام نہ دینے سے کیا جاتا ہے۔"

اگلے واقعے میں یسوع نے سبت کے دِن سُوکھے ہاتھ والے آدمی کو شفا بخشی۔ اِس واقعے پر تبصرہ

کرنے سے پہلے ہم سبت کے بارے میں پاک کلام کی تعلیم پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔

سبت کے بارے میں صراحت

سبت ہفتہ کا ساتواں دِن (ہفتہ/سنیچر) تھا اور ہمیشہ رہے گا۔

خُدا نے چھ دِنوں میں ساری کائنات کو بنایا اور ساتویں دِن آرام کیا (پیدائش ۲: ۲)۔ اُس نے اُس وقت اِنسان کو سبت کا دِن ماننے کا حُکم نہیں دیا۔ ہو سکتا ہے کہ وُہ یہ اصُول لاگُو کرنے کا اِرادہ رکھتا ہو کہ ہر سات دِنوں میں ایک دِن آرام کا ہو۔

اِسرائیلی قوم کو سبت کا دِن ماننے کا حُکم اُس وقت ہُؤا جب دس حُکم دِئے گئے (خروج ۲۰: ۸۔۱۱)۔ سبت کے لئے حُکم باقی نو حکموں سے فرق ہے۔ یہ ایک رسُوماتی آئین ہے جبکہ دُوسرے اخلاقی احکام ہیں۔ سبت کے دِن کام کرنا غلط صِرف اِس لئے ہے کہ خُدا نے کہا ہے، اور کوئی وجہ نہیں۔ دیگر احکام کا تعلق ایسی باتوں سے ہے جو اپنی حقیقت اور ماہیّت میں غلط ہیں۔

سبت کے دِن کام کرنے کی ممانعت کا اطلاق کبھی خُدا کی خدمت پر نہیں ہُؤا، نہ خُدا کا کبھی ایسا ارادہ تھا (متی ۱۲: ۵)۔ نہ اِس کا اِطلاق ضرُوری کاموں (متی ۱۲: ۳، ۴)، نہ رحمدلی کے کاموں (متی ۱۲: ۱۱، ۱۲) پر ہوتا ہے۔ نئے عہدنامہ میں دس میں سے نو حُکم دُہرائے گئے ہیں، مگر حُکم کے طور پر نہیں بلکہ فضل کے تحت مسیحی زِندگی گزارنے کی ہدایات کے طور پر۔ صِرف یہی ایک حُکم ہے جس کو ماننے کے لئے مسیحیوں کو کبھی نہیں کہا گیا اور وُہ ہے سبت کے بارے میں حُکم۔ بلکہ پَولُس تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اُسے نہ ماننے پر مسیحیوں کو مُلزم نہیں ٹھہرایا جا سکتا (کلسیوں ۲: ۱۶)۔

مسیحیّت کا نمایاں اور امتیازی دِن ہفتہ کا پہلا دِن ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح اِس دِن مُردوں میں سے جی اُٹھا (یُوحنّا ۲۰: ۱)۔ یہ ثبوُت ہے کہ کفّارہ اور مخلصی کا کام پُورا ہو گیا اور خُدا نے اُسے منظُور کر لیا ہے۔ اِس لئے اِس کو خُداوند کا دِن کہا جاتا ہے۔ آگے یسُوع دو دفعہ ہفتے کے پہلے دِن اپنے شاگِردوں پر ظاہر ہُؤا (یُوحنّا ۲۰: ۱۹، ۲۶)۔ رُوح القُدس بھی ہفتے کے پہلے دِن دیا گیا (اعمال ۲: ۱ بحوالہ احبار ۲۳: ۱۵، ۱۶)۔ ابتدائی دِنوں میں شاگِرد اِسی دِن جمع ہُؤا کرتے اور روٹی توڑا کرتے اور خُداوند کی مَوت کا اظہار کیا کرتے تھے (اعمال ۲۰: ۷)۔ خُدا نے بھی مسیحیوں کے لئے یہی دِن مقرر کیا ہے جب وُہ خُداوند کے لئے چندہ نکالا کریں (۱۔کرنتھیوں ۱۶: ۱۔۲)۔

سبت یا ساتواں دِن محنت مُشقّت کے ایک ہفتے کے آخر میں آتا تھا۔ خُداوند کا دِن یا

اتوار سے ہفتہ کا آغاز ہوتا ہے۔ اور یہ آغاز اس طمانیت بخش علم کے ساتھ ہوتا ہے کہ کفّارہ کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ سبت پہلی تخلیق کی یادگار تھا، خداوند کا دِن نئی مخلوق کے ساتھ منسلک ہے۔ سبت کا دِن ذمّہ داری کا دِن ہوتا تھا، خداوند کا دِن اعزاز کا دِن ہوتا ہے۔

مسیحی خداوند کا دِن نجات کمانے یا پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے نہیں "مانتے" نہ سزا کے ڈر سے مانتے ہیں بلکہ اُس ہستی کی محبت اور اُس کے لئے جاں نثاری کے جذبے کے ساتھ اِس دِن کو مخصوص کرتے ہیں جس نے اُن کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ چونکہ اِس روز ہم معمول کے دُنیاوی کاموں سے آزاد ہوتے ہیں، اِس لئے اِسے خاص انداز میں مسیح کی عبادت اور خدمت کے لئے مخصوص کر سکتے ہیں۔

یہ کہنا غلط ہے کہ سبت کو خداوند کے دِن سے بدل دیا گیا تھا۔ سبت ہفتہ یا سنیچر کا دِن ہے، جبکہ خداوند کا دِن اتوار کا دِن ہے۔ سبت ایک عکس تھا، حقیقت مسیح ہے (کلسیوں ۲: ۱۶، ۱۷)۔ مسیح کے جی اُٹھنے سے ایک نیا آغاز ہوا۔ اور خداوند کا دِن اِسی آغاز کو نمایاں کرتا ہے۔

یسوع ایک وفادار، ایمان دار یہودی تھا، اور شریعت کے ماتحت زندگی گزارتا تھا اِس لئے سبت کو مانتا تھا (حالانکہ فریسیوں نے اِس کے اُلٹ الزام لگایا)۔ چونکہ وہ سبت کا مالک ہے، اِس لئے اُس نے سبت کو اُن جھوٹے قوانین اور ضوابط سے آزاد کرایا جن میں یہ گھرا ہوا تھا۔

۵۔ یسوع سبت کے دِن شفا دیتا ہے (۱۲: ۹-۱۴)

۱۲: ۹۔ کھیتوں سے چل کر یسوع "عبادت خانہ میں گیا"۔ لوقا بیان کرتا ہے کہ فقیہ اور فریسی وہاں بھی گھات میں تھے کہ اُس پر کوئی الزام لگا سکیں (لوقا ۶: ۶، ۷)۔

۱۲: ۱۰۔ عبادت خانے کے اندر "ایک آدمی تھا جس کا ہاتھ سوکھا ہوا تھا"۔ وہ فریسیوں کی بےبسی کی مُنہ بولتی تصویر تھا۔ اب تک وہ اُس کو نہایت سرد مہری سے نظر انداز کرتے رہے تھے۔ لیکن یکایک وہ اُن کے لئے بہت کارآمد بن گیا کیونکہ وہ یسوع کو پھانسنے کا پھندہ ثابت ہو سکتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یسوع انسانوں کو ہر دُکھ مصیبت سے آزاد کرنے کو ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اگر وہ سبت کے دن شفا دیتا ہے تو وہ اسے ایک قابلِ سزا جرم میں پکڑ سکتے تھے۔ وہ ایسی ہی باتیں سوچ رہے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے شریعت سے متعلق ایک مغالطہ آمیز سوال پوچھا کہ "کیا سبت کے دِن شفا دینا روا ہے؟"

۱۲: ۱۱- مُنجّی نے جواب میں بھی ایک سوال پُوچھا کہ اگر تمہاری بھیڑ "سبت کے دِن گڑھے میں گر جائے" تو کیا اُسے پکڑ کر باہر نہ نکالو گے؟ ضرور نکالیں گے - مگر کیوں؟ شاید اُن کے پاس یہ عُذر تھا کہ یہ رحم کا کام ہے - لیکن ایک اور سبب بھی ہو سکتا ہے کہ بھیڑ قیمتی ہوتی ہے، اِس کے عوض رقم مِلتی ہے - اور فریسی سبت کے دِن بھی مالی نقصان اُٹھانا پسند نہیں کریں گے -

۱۲: ۱۲- ہمارے خُداوند نے اُن کو یاد دِلایا کہ "آدمی کی قدر تو بھیڑ سے بہُت ہی زیادہ ہے" - جانور پر رحم اور ترس کھانا بہُت مناسب اور رَوا بات ہے - تو کسی اِنسان کے ساتھ "سبت کے دِن نیکی کرنا" کِس قدر زیادہ مُناسب اور روا نہ ہوگا!

۱۲: ۱۳، ۱۴- یہُودی راہنما اپنے لالچ کے گڑھے میں خُود ہی گر گئے - چنانچہ یسوع نے سُوکھے ہُوئے ہاتھ کو اچھّا کر دیا - آدمی کو یہ کہنے میں کہ "اپنا ہاتھ بڑھا" ایمان اور ارادہ کو حرکت میں لانے کو کہا گیا، اور فرمانبرداری کا صلہ شِفا کی صُورت میں مِلا - اُس عجیب خالق نے بیمار ہاتھ کو "دُوسرے ہاتھ کی مانند تندرُست" کر دیا - آپ سوچتے ہوں گے کہ فریسی ایک ایسے آدمی کی شفایابی پر خُوش ہُوئے ہوں گے جس کی مدد کرنے کی نہ اُن میں قوّت تھی نہ شوق تھا - ارے نہیں بلکہ اِس کے برعکس وُہ غُصّے سے آگ بگولہ ہو گئے اور باہم "مشورہ" یا سازش کرنے لگے کہ "اِسے کِس طرح ہلاک کریں" - اگر اُن کے اپنے ہاتھ سُوکھے ہُوئے ہوتے تو ہفتہ کے کِسی دِن بھی شِفا پانے پر راضی ہوتے -

و- سَب کے لئے شِفا (۱۲: ۱۵-۲۱)

۱۲: ۱۵، ۱۶- یسُوع اپنے دشمنوں کے خیالات کو جانتا تھا - چنانچہ وُہ "وہاں سے روانہ ہُوا" - مگر وُہ جہاں کہیں جاتا تھا، لوگ اُس کے پاس جمع ہو جاتے تھے - اور جہاں بھی بیمار اکٹھے ہو جاتے تھے وُہ "سَب کو اچھّا" کر دیتا تھا - مگر اُن کو "تاکید" کرتا تھا کہ میری مُعجزانہ شِفا بخشی کی تشہیر نہ کرنا - اِس لئے نہیں کہ وُہ خُود کو خطرے سے بچانا چاہتا تھا بلکہ اِس لئے کہ وُہ کسی ایسی متلوّن تحریک سے بچنا چاہتا تھا جو اُس کو انقلابی ہیرو بنا دیتی - ضرُور تھا کہ خُدا کے مُقرر کئے ہُوئے اوقات کو برقرار رکھا جائے - اُس کے اِنقلاب کو آگے رہنا تھا، مگر رُومی خُون بہا کر نہیں، بلکہ اُس کا اپنا خُون بہا کر -

۱۲: ۱۷ ، ۱۸ ۔ اُس کی پُر فضل خدمت یسعیاہ کی اُس پیش گوئی کی تکمیل تھی جو ۴۱: ۹ اور ۴۲: ۱-۴ میں مرقوم ہے ۔ "نبی" نے دیکھ لیا تھا کہ مسیحِ موعود ایک حلیم فاتح ہے ۔ وُہ یسوع کی تصویر یُوں پیش کرتا ہے کہ وُہ یہوواہ کا برگزیدہ "خادِم" ہے ۔ اُس کے بارے میں وُہ کہتا ہے کہ "میرا پیارا جس سے میرا دِل خوش ہے"۔ خُدا "اپنا رُوح اُس پر ڈالے گا"۔ یہ نبوّت یسوع کے بپتسمہ کے وقت پُوری ہوئی ۔ اور اُس کی خدمت بنی اسرائیل کی حدُود سے بہت آگے تک چلی جائے گی ۔ وُہ "غیر قوموں کو اِنصاف کی خبر دے گا"۔ جُوں جُوں بنی اسرائیل اُسے قبول کرنے سے اِنکار کرتے جاتے ہیں یہ آخری بات اور بھی نمایاں ہوتی جاتی ہے ۔

۱۲: ۱۹ ۔ یسعیاہ نے مزید پیش گوئی کی تھی کہ مسیحِ موعود "نہ جھگڑا کرے گا نہ شور اور نہ بازاروں میں کوئی اُس کی آواز سُنے گا"۔ دُوسرے لفظوں میں وُہ سیاسی مجمعوں کو اکسانے والا یا ہجوم کو بھڑکانے والا شخص نہیں ہو گا ۔ میک کلین لکھتا ہے کہ :

> "وُہ بادشاہ جو خُدا کا 'خادم' ہے اپنے جائز مقام پر پہنچنے کے لئے وُہ اِنسانی حربے اور قوّت استعمال نہیں کریگا جو تقریر باز سیاسی لیڈر اکثر کیا کرتے ہیں ۔ اور نہ وُہ اُن فوق الفطرت قوتوں ہی کو کام میں لائے گا جو اُس کے حکم کی منتظر رہتی ہیں"۔

۱۲: ۲۰ "یہ کُچلے ہُوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور دُھواں اُٹھتے سَن کو نہ بُجھائے گا"۔ وُہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے اور اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے بے سہارا اور بے مایہ لوگوں کو اپنے پاؤں تلے نہیں روندے گا ۔ وُہ شکستہ دِلوں اور مظلوم لوگوں کو تقویت اور حوصلہ دے گا ۔ وُہ ایمان کی چنگاری کو ہوا دے کر شعلہ بنا دے گا ۔ اُس کی خدمت اُس وقت تک جاری رہے گی "جب تک کہ اِنصاف کی فتح نہ کرائے"۔ اِنسانوں کی نفرت اور عداوت اور ناشکراپن اُس کی فروتن اور محبّت بھری خدمت کو ختم نہ کر سکے گا ۔

۱۲: ۲۱ ۔ "اور اُس کے نام سے غیر قومیں اُمید رکھیں گی"۔ یسعیاہ میں یہی بات اِن الفاظ میں بیان ہوئی ہے "جزیرے اُس کی شریعت کا اِنتظار کریں گے" مگر مطلب ایک ہی ہے ۔ "جزیرے" غیر قوموں کی طرف اِشارہ کرتے ہیں ۔ اور تصویر یہ پیش کی گئی ہے کہ وُہ اُس کی حکمرانی کا اِنتظار کر رہے ہیں تاکہ اُس کی وفادار شاہی رعایا بن جائیں ۔

ایک مُفسّر یسعیاہ سے اِس اقتباس کی یُوں تعریف کرتا ہے :

"انجیل کا ایک موتی - مسیح کی ایک نہایت حسین اور دلکش تصویر - یسعیاہ باب کے ساتھ مسیح کی یگانگت قوموں کو تعلیم اور ہدایت دینے کے مشن، دکھی انسانیت کے ساتھ برتاؤ میں اس کی نرمی اور آخری فتح کی تصویر کھینچتا ہے - سوائے اس کے نام کے دنیا کے لئے کوئی اُمید نہیں ہے - یسعیاہ نے اسے خشک عالمانہ الفاظ میں نہیں، بلکہ پُرمعنی مشرقی استعارات میں لپیٹ دیا ہے۔"

ذ - ناقابلِ معافی گناہ (۱۲: ۲۲-۳۲)

۱۲: ۲۲-۲۴ - جب یسوع نے ایک اندھے گونگے بدروح گرفتہ کو شفا دی تو عام لوگ سنجیدگی سے سوچنے لگے کہ کیا یہ "ابنِ داؤد" یعنی بنی اسرائیل کا مسیحِ موعود ہی تو نہیں؟ اس بات سے فریسی بھڑک اُٹھے - ان کے غصے کی آگ پر تیل پڑ گیا - وہ تو یسوع کے ساتھ ہمدردی کے اشارہ تک کو برداشت نہیں کر سکتے تھے - چنانچہ انہوں نے یہ الزام داغ دیا کہ یہ معجزہ "بعل زبول" یعنی بدروحوں کے سردار کی قوت سے کیا گیا ہے - یہ منحوس تہمت پہلا الزام تھا کہ خداوند یسوع کی قدرت بدروحوں کی طرف سے تھی -

۱۲: ۲۵-۲۶ - یسوع نے "اُن کے خیالوں کو جان کر" اُن کی نادانی بلکہ حماقت کو بے نقاب کرنا شروع کیا - اس نے بتایا کہ جس "بادشاہی"، "شہر یا گھر میں پھوٹ پڑے گی وہ قائم نہ رہے گا" - اگر میں شیطان کی مدد سے شیطان کی بدروحوں کو نکالتا ہوں تو گویا شیطان خود اپنے ہی خلاف کام کر رہا ہے - یہ تو نہایت مضحکہ خیز بات ہوئی -

۱۲: ۲۷ - ہمارے خداوند نے فریسیوں کو ایک اور دنداں شکن جواب دیا - اُن کے کچھ یہودی ساتھی تھے جو "سیانے" یا بدروحوں کو نکالنے والے کہلاتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے کہ ہم بدروحوں کو نکالنے کی طاقت رکھتے ہیں - یسوع نے نہ اُن کے دعوے کو رد کیا نہ قبول، بلکہ یہ بات واضح کرنے کے لئے استعمال کیا کہ "اگر میں بعل زبول کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہوں تو تمہارے (فریسیوں کے) بیٹے (یعنی یہ "سیانے") کس کی مدد سے نکالتے ہیں؟" فریسی کسی قیمت پر یہ بات قبول نہیں کر سکتے تھے - مگر اس بات کی منطق سے بھی بھاگ نہیں سکتے تھے - اُن کے اپنے ساتھی اس بات کے لئے اُن کی مذمت کرتے کہ ہم ابلیس یا شیطان کے ایجنٹ ہیں - سکوفیلڈ کہتا ہے :

"جہاں تک فریسیوں کی اپنی ذات اور اپنے بیٹوں کا تعلق ہے، وُہ اِس بات کا فی الفور بُرا مانتے کہ ہمارا شیطانی قوتوں سے کوئی علاقہ ہے۔ لیکن جو بُنیاد وُہ باندھ رہے تھے کہ یسوؔع بعل زبول کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتا ہے، اِسی بُنیاد پر اُن کے اپنے بیٹے اُن کو بے اصُول قرار دیتے کہ اگر بدرُوحوں کو نکالنے کی قوّت شیطانی قوّت ہے تو جو کوئی اِس قوّت کو اِستعمال کرتا ہے، وُہ اُس قوّت کے سرچشمے کا ساتھی ہے"۔

وُہ ایک ہی قِسم کے نتائج کو الگ الگ وجوہات سے منسوب کر رہے تھے۔ اِس لئے منطق سے کوسوں دُور تھے۔

۱۲: ۲۸۔ بے شک حقیقت تو یہ تھی کہ وُہ "خُدا کے رُوح کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتا" تھا۔ اُس نے دُنیا میں اپنی ساری بشری زِندگی رُوحُ القُدس کی قُدرت میں بسر کی۔ وُہ رُوح سے معمُور مسیحِ موعُود تھا جس کی پیش گوئی یسعیاؔہ نے کی تھی (یسعیاہ ۱۱: ۲؛ ۴۲: ۱؛ ۶۱: ۱-۳)۔ اِس لئے اُس نے فریسیوں سے کہا، "اگر مَیں خُدا کے رُوح کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتا ہُوں تو خُدا کی بادشاہی تمہارے پاس آ پہنچی"۔ یہ اِعلان اُن کے لئے ضربِ کاری ثابت ہُوا ہوگا۔ وُہ اپنے علمِ الٰہیات پر بہُت ناز کرتے تھے۔ لیکن "خُدا کی بادشاہی" اُن کے پاس اِس لئے "آ پہنچی" تھی کہ بادشاہ اُن کے درمیان تھا اور اُنہوں نے احساس تک نہیں کیا تھا کہ وُہ یہاں مَوجُود ہے۔

۱۲: ۲۹۔ شیطان کا ساتھی یا ساجھی ہونا تو دُور کی بات ہے، خُداوند یسوؔع تو شیطان کا فاتح ہے۔ اِس بات کی وضاحت کرنے کے لئے اُس نے "زور آور آدمی" کی تمثیل سُنائی۔ یہ "زور آور آدمی" شیطان ہے۔ اُس کا "گھر" وُہ علاقہ ہے جس پر اُس کی حُکمرانی ہے۔ اُس کا "اسباب" اُس کی بدرُوحیں ہیں۔ یسوؔع وُہ ہستی ہے جو اُس "زور آور آدمی کو باندھ دیتا ہے اور اُس کے گھر میں گھُس کر اُس کا اسباب لُوٹ" لیتا ہے۔ دراصل شیطان کو باندھنے کا کام مرحلوں میں ہوتا ہے۔ اِس کا آغاز یسوؔع کی زمینی خدمت کے دَوران ہُوا۔ مسیح کی مَوت اور قیامت سے اُس کی فیصلہ کُن ضمانت ہو گئی۔ اور بادشاہ کی ہزار سالہ بادشاہی (مکاشفہ ۲۰: ۲) کے دَوران ایک اَور نمایاں مرحلہ تک پُورا ہو جائے گا۔ اور مُکمّل اُس وقت ہوگا جب وُہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آگ کی جھیل میں ڈال دیا جائے گا (مکاشفہ ۲۰: ۱۰)۔ مَوجُودہ زمانے میں ابلیس بندھا ہُوا معلُوم نہیں ہوتا۔ ابھی تک بڑا زور مارتا ہے مگر

اُس کا حشر مُقرر ہو چکا ہے ۔ بس تھوڑا ہی وقت باقی ہے ۔

۱۲: ۳۰ ۔ پھر یسوع نے کہا "جو میرے ساتھ نہیں وُہ میرے خِلاف ہے ۔ اور جو میرے ساتھ جمع نہیں کرتا، وُہ بکھیرتا ہے"۔ فریسیوں کے کُفر بھرے رویّے سے ثابت ہوتا تھا کہ وُہ خُداوند کے "ساتھ نہیں" ۔ اِس لئے وُہ اُس کے "خلاف" تھے ۔ وُہ اُس کے ساتھ فصل جمع کرنے سے انکار کرتے تھے ۔ چنانچہ وُہ دانوں کو بکھیر رہے تھے ۔ اُنہوں نے یسوع پر اِلزام لگایا کہ یہ بَدرُوحوں کو شیطان کی مدد سے نکالتا ہے ۔ حالانکہ حقیقت میں وُہ خُود شیطان کے خادم تھے اور خُدا کے کام کو ناکام بنانے کی کوششوں میں مصرُوف تھے ۔

مرقس ۹: ۴۰ میں یسوع نے کہا "... جو ہمارے خِلاف نہیں وُہ ہماری طرف ہے"۔ یہاں متیّ ۱۲: ۳۰ میں الفاظ بالکُل اُلٹ معلُوم ہوتے ہیں ۔ یہ مُشکل اُس وقت دُور ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ متیّ میں بات "نجات" کی ہے ۔ اِنسان یا تو مسیح کے ساتھ ہوتا ہے یا اُس کے خِلاف، کوئی درمیانی حالت نہیں ہو سکتی ۔ جبکہ مرقس میں بات "خِدمت" کی ہے ۔ یسوع کے شاگردوں میں بڑے "وسیع" "فرق" پائے جاتے ہیں ۔ مقامی کلیسیا کی رفاقت میں فرق ہوتے ہیں، طور طریقوں اور عقائد کی تشریح اور تفسیر میں فرق موجُود ہوتے ہیں ۔ مگر یہاں اصُول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خُداوند کے خِلاف نہیں تو وُہ اُس کے ساتھ ہے، اور اِسی کے مُطابق اُس کی عزّت و توقیر ہونی چاہئے ۔

۱۲: ۳۱، ۳۲ ۔ اِن آیات میں اسرائیل کے لیڈروں کے ساتھ مسیح کے برتاؤ کا نقطۂ عرُوج پایا جاتا ہے ۔ وُہ اُن پر اِلزام لگاتا ہے کہ تم رُوح القُدس کے خِلاف کُفر بکنے کے ناقابلِ مُعافی گُناہ کے مُرتکب ہو کیونکہ وُہ کہتے تھے کہ یسوع رُوح القُدس کی قُدرت سے نہیں بلکہ شیطان کی مدد سے مُعجزے کرتا ہے ۔ اِس طرح گویا وُہ رُوح القُدس کو بعل زبول یعنی بَدرُوحوں کا سردار کہہ رہے تھے ۔

آدمیوں کا دُوسرا "ہر گُناہ اور کُفر" مُعاف ہو سکتا ہے بلکہ اگر اِنسان "اِبنِ آدم کے برخلاف" کوئی بات کرے تو اُس کی مُعافی بھی ہو سکتی ہے، مگر رُوح القُدس کے خِلاف کُفر بکنا ایسا گُناہ ہے جس کی مُعافی نہیں ہے، "نہ اِس عالم میں نہ آنے والے میں" یعنی ہزار سالہ بادشاہی کے دَوران بھی نہیں ۔ جب یسوع نے کہا "اِس عالم میں" تو مُراد تھی اُس کی زمینی خِدمت کے دِنوں میں ۔ یہ بات مشکوک معلُوم ہوتی ہے کہ موجُودہ زمانے میں یہ ناقابلِ مُعافی گُناہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ یسوع جسمانی طور پر یہاں موجُود ہو کر مُعجزے نہیں کر رہا ۔

انجیل کی خوشخبری کو رد کرنا بھی ناقابلِ مُعافی گُناہ نہیں ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص

برسوں تک نجات دِہندہ کی دعوت کو ٹھکراتا رہے، پھر توبہ کر کے ایمان لائے اور نجات پالے (البتہ اگر بے ایمانی کی حالت میں مَر جائے تو کبھی مُعافی نہیں پائے گا)۔ نہ مسیح کی پَیروی کرنے کے بعد اُسے چھوڑ دینا ہی ناقابلِ مُعافی گُناہ ہے۔ عَین ممکن ہے کہ کوئی ایمان دار شخص خُداوند سے دُور چلا جائے، مگر کسی وقت دوبارہ خُدا کے گھرانے میں بحال ہو جائے۔

کئی لوگ اِس بات پر پریشان ہوتے ہیں کہ شاید ہم ناقابلِ مُعافی گناہ کے مُرتکب ہو گئے ہیں۔ اگر موجُودہ زمانے میں یہ گُناہ کیا بھی جا سکتا، تو بھی یہ حقیقت کہ اِنسان کو اِس کی تشویش ہے ظاہر کرتی ہے کہ اُس نے یہ گُناہ نہیں کیا۔ جنہوں نے یہ گُناہ کیا یہ وُہ لوگ تھے جو مسیح کی مخالفت میں نہایت سخت اور کٹّر تھے۔ اُن کو رُوحُ القُدس کی تکفیر کرنے اور بیٹے کی مَوت کی سازِش کرنے میں کوئی تامل نہیں تھا۔ وُہ نہ پشیمان ہوتے نہ توبہ پر مائل ہوتے تھے۔

ح۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے (۱۲: ۳۳-۳۷)۔

۱۲: ۳۳۔ فریسیوں کو بھی ماننا چاہئے تھا کہ بدرُوحوں کو نکالنے سے خُداوند نے بھلائی کی ہے، مگر وُہ تو اُس پر بُرائی، بلکہ بُرا ہونے کا اِلزام لگاتے رہے۔ یہاں وُہ اُن کی بے اصُولی کو بے نقاب کر کے کہتا ہے کہ خُود فیصلہ کرو۔ اگر "درخت اچھا" ہے تو اُس کا "پھل" بھی "اچھا" ہوگا۔ اگر "درخت" "بُرا" ہے تو اُس کا "پھل" بھی "بُرا" ہوگا۔ پھل اُس درخت کی خاصیّت کا عکس ہوتا ہے جس نے اُسے پَیدا کیا۔ مسیح کی خِدمت کا پھل اچھا تھا۔ اُس نے بیماروں، اندھوں، بہروں اور گُونگوں کو اچّھا کیا۔ اُس نے بدرُوحوں کو نکالا اور مُردوں کو زندہ کیا۔ کیا کوئی خراب درخت ایسا اچّھا پھل لا سکتا ہے؟ قطعی ناممکن! تو پھر کیوں وُہ اپنی ہٹ دھرمی سے اُسے قبول کرنے سے اِنکار کر رہے تھے؟

۱۲: ۳۴، ۳۵۔ اِس کا سبب یہ تھا کہ وُہ "سانپ کے بچّے" تھے۔ ابنِ آدم کے خِلاف اُن کا کینہ اُن کی زہر آلُود باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ اور یہ زہر اُن کے بُرے دِلوں سے چھلک رہا تھا۔ جو دِل نیکی اور بھلائی سے بھرا ہے، اُس کا ثبوت اُس کی پُرفضل اور راستبازی کی باتوں سے مِلتا ہے۔ اور بُرا دِل کُفر، تلخی اور گندی باتوں سے اپنی بُرائی کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۲: ۳۶۔ یسوع نے اُن کو (اور ہمیں بھی) خبردار کیا کہ "جو نِکمّی بات لوگ کہیں گے عدالت کے دِن اُس کا حساب دیں گے"۔ کیونکہ جو لفظ لوگ بولتے یا جو باتیں کرتے ہیں وُہ اُن کی زِندگی کا بالکُل

درست آئینہ ہوتی ہے ۔ اُن کی بنیاد پر اُن کو سزا ہوگی یا وہ بری کئے جائیں گے ۔ خیال کریں کہ خُدا کے رُوح کے خلاف بُرے اور تحقیر آمیز الفاظ استعمال کرنے کے باعث فریسیوں پر کتنا بڑا غضب ہوگا!

۱۲: ۳۷ ۔ "کیونکہ تُو اپنی باتوں کے سبب سے راستباز ٹھہرایا جائے گا اور اپنی باتوں کے سبب سے قصُور وار ٹھہرایا جائے گا"۔ جہاں تک ایمانداروں کا تعلق ہے، اُن کی بے پروائی اور بے احتیاطی کی باتوں کی قیمت تو مسیح کی مَوت سے ادا ہو چکی ہے لیکن ہم نے جن ایسی باتوں کا اِقرار نہیں کیا، اور مُعافی حاصل نہیں کی، اُن کے باعث مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے ہمارے اجر میں کمی ہو جائے گی ۔

ط ۔ یُوناہ نبی کا نشان (۱۲: ۳۸ ۔ ۴۲)

۱۲: ۳۸ ۔ یسوؔع نے بے شمار معجزے کئے تھے ۔ اِس کے باوجود "فقیہوں اور فریسیوں" نے بڑی ڈِھٹائی سے خُداوند سے "ایک نشان" دیکھنے کا مطالبہ کیا ۔ ظاہر یہ کیا کہ اگر وہ اپنے آپ کو مسیحِ موعُود ثابت کر دے تو ہم ایمان لے آئیں گے لیکن اُن کی عیاری اور ریاکاری صاف نظر آرہی تھی ۔ اگر اُنہوں نے اِتنے عجیب کاموں کے باوجُود یقین نہیں کیا تھا تو ایک اَور نشان سے بھی قائل نہ ہوتے ۔ خُدا کو یہ رویّہ پسند نہیں کہ ایمان لانے کے لئے معجزانہ نشانوں کی شرط عائد کی جائے ۔ چنانچہ یسوؔع نے توماؔ سے کہا تھا کہ "مبارک وہ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لائے" (یوحناؔ ۲۰: ۲۹) ۔ خُدا کے اِنتظام میں ایمان پہلے ہے اور دیکھنا بعد میں ۔

۱۲: ۳۹ ۔ خُداوند نے اُن کو "اِس زمانہ کے بُرے اور زناکار لوگ" کہہ کر مخاطب کیا ۔ "بُرے" اِس لئے کہ وہ جان بُوجھ کر اپنے مسیحِ موعُود کے حق میں اندھے بنے ہوئے تھے، اور "زناکار" اِس لئے کہ وہ رُوحانی لحاظ سے اپنے خُدا کے بے وفا تھے ۔ اُن کا خالق خُدا، وہ ہستی ہے جس میں کامِل اُلوہیت اور کامِل بشریت یکجا تھی، اُن کے درمیان کھڑا اُن سے مخاطب تھا، اور وہ اُس سے "ایک نشان" طلب کرنے کی جسارت کر رہے تھے ۔

۱۲: ۴۰ ۔ اُس نے اُن کو ٹکا سا جواب دیا کہ "یُوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اَور نشان اُن کو نہ دیا جائے گا"۔ یہ اُس کی اپنی مَوت، تدفین اور قیامت کی طرف اِشارہ تھا ۔ یُوناہ کو مچھلی نے نِگل لیا تھا اور تین دِن بعد اُگل دیا تھا (یُوناہ ۱: ۱۷، ۲: ۱۰) ۔ یہ خُداوند کے دُکھ اُٹھانے

اور جی اُٹھنے کی تصویر یہ تھی۔ اُس کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا بنی اسرائیل کے لئے اُس کی خدمت کا آخری اور حتمی نقطۂ عروج ہوگا۔

ہمارے خداوند نے اُن کو پیشگی بتا دیا کہ "جیسے یُوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابنِ آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا"۔ اِس بات سے ایک مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ عام طور سے مانا جاتا ہے کہ یسوع کو جُمعہ کی شام کو دفن کیا گیا اور وُہ اِتوار کی صُبح زندہ ہوگیا تو کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وُہ تین رات دن قبر میں رہا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ یہُودی حساب کے مُطابق دِن یا رات کا کوئی حصّہ بھی پُورا عرصہ شُمار ہوتا ہے۔ "ایک دِن اور ایک رات سے ایک اوناہ (onah) بنتا ہے اور اوناہ کا ایک حصّہ کُل جیسا ہوتا ہے" (یہُودی کہاوت)۔

۱۲: ۴۱۔ یسوع نے یہُودی لیڈروں کی خطا کو ظاہر کرنے کے لئے دو تقابل پیش کئے۔ اوّل یہ کہ "نینوہ" کے لوگوں کو اسرائیلیوں کی نسبت بہت کم شرف حاصل ہُوا تو بھی اُنہوں نے شہر میں گشت لگانے والے نبی "یُوناہ کی منادی پر توبہ کرلی"۔ یہ لوگ "عدالت کے دِن ... کھڑے ہوکر" یسوع کے زمانے کے لوگوں کو مُجرم ٹھہرائیں گے کہ اُنہوں نے اُس ہستی کو یعنی خُدا کے مُجسّم بیٹے کو "جو یُوناہ سے بھی بڑا ہے" قبول کرنے سے اِنکار کر دیا تھا۔

۱۲: ۴۲۔ دوم۔ صبا کی "ملکہ" غیر قوم ہونے کے باعث اُس شرف سے محرُوم تھی جو یہُودی قوم کو حاصل تھا۔ وُہ "دکھن" یعنی جنُوب سے بڑی کوشش اور پیسہ خرچ کر کے سُلیمان سے مِلنے کو آئی۔ یسوع کے زمانے کے یہُودیوں کو تو اُس سے مِلنے کے لئے کوئی سفر نہیں کرنا پڑا تھا۔ وُہ خُود آسمان سے سفر کر کے اُن کا مسیحِ موعُود بادشاہ بننے کے لئے اُن کے پاس آگیا تھا۔ تو بھی وُہ اُسے "جو سلیمان سے بھی بڑا ہے" اپنی زندگیوں میں جگہ دینے کو تیار نہ تھے۔

اِس باب میں بتایا گیا ہے کہ یسوع ہیکل سے (آیت ۶)، یُوناہ سے (آیت ۴۱) اور سلیمان سے بڑا ہے (آیت ۴۲)۔ "وُہ عظیم ترین سے عظیم تر اور بہترین سے بہتر ہے"۔

ی۔ ناپاک رُوح واپس آتی ہے (۱۲: ۴۳-۴۵)

۱۲: ۴۳-۴۴۔ اب یسوع تمثیلی انداز میں بے اعتقاد بنی اسرائیل کے ماضی، حال اور مُستقبل کا خُلاصہ پیش کرتا ہے۔ "آدمی" یہُودی قوم کی نمائندگی کرتا ہے اور "ناپاک رُوح" اُس بُت پرستی کا نمائندہ ہے جو مصر میں غُلامی کے زمانے سے لے کر بابل کی اسیری (جس نے عارضی طور پر بنی اسرائیل

سے بُت پرستی چھڑا دی تھی) تک اسرائیلی قوم کی خاصیت رہی۔ یہ ایسے ہی تھا کہ جیسے ناپاک رُوح "آدمی میں سے نکلتی ہے"۔ اسیری کے خاتمے سے لے کر آج کے دِن تک یہودی لوگوں نے بُت پرستی نہیں کی۔ وُہ اُس گھر کی مانند ہیں جو "خالی اور جھڑا ہُوا اور آراستہ" ہے۔

کوئی دو ہزار سال پیشتر مخلصی دہندہ نے اُس خالی گھر میں داخل ہونا چاہا۔ وُہ اِس گھر کا جائز قابض، گھر کا مالک ہے، مگر لوگوں نے ڈٹ کر اُسے گھر میں داخل نہ ہونے دِیا۔ اگرچہ اب وُہ بُتوں کی پُوجا تو نہیں کرتے تھے، مگر حقیقی خُدا کو بھی سجدہ نہیں کرتے تھے۔

"خالی" گھر رُوحانی خلا کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسا کہ بعد کا احوال ظاہر کرتا ہے، یہ ایک خطرناک حالت ہوتی ہے۔ صرف اِصلاح کافی نہیں ہوتی، ضرور ہے کہ نجات دہندہ کو مُثبت اور پکّے طور پر قبول کیا جائے۔

۱۲: ۴۵۔ مُستقبل میں کسی وقت بُت پرستی کی رُوح اُس گھر میں واپس آنے کا فیصلہ کرے گی۔ اُس وقت "اور سات رُوحیں اپنے سے بُری ہمراہ لے" آئے گی۔ چونکہ سات کاملیّت کا عدد ہے اِس لئے اِشارہ غالباً پُورے طور پر ترقی یافتہ بُت پرستی کی طرف ہے۔ یہ اُس بڑی مُصیبت کا پتہ دیتی ہے جب برگشتہ قوم مُخالفِ مسیح کی پرستش کرے گی۔ "گناہ کے شخص" کے سامنے سجدہ کرنا اور خُدا کی طرح اُس کی پرستش کرنا وُہ بد ترین اور انتہائی خوفناک بُت پرستی ہے کہ ماضی میں قوم ایسی بُت پرستی کی کبھی مُرتکب نہیں ہوئی (۲۔ تھسلنیکیوں ۲: ۴)۔ اِس طرح "اُس آدمی کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے"۔ بے اعتقاد اور ایمان نہ لانے والی اِسرائیلی قوم کو "بڑی مُصیبت" کے ہولناک غضب کا سامنا کرنا پڑے گا، اور اُن کی مُصیبت اور دُکھ بابل کی اسیری سے زیادہ ہوگا۔ مسیح کی دُوسری آمد پر قوم کا بُت پرست حصّہ بالکل تباہ اور ہلاک ہو جائے گا۔

"اِس زمانہ کے بُرے لوگوں کا حال بھی ایسا ہی ہوگا"۔ وُہی برگشتہ اور مسیح کو رَدّ کرنے والی قوم جس نے خُدا کے بیٹے کی پہلی آمد پر اُس کی تحقیر کی تھی اُس کی دُوسری آمد پر نہایت سخت عدالت اور غضب کا شکار ہوگی۔

ک۔ یسوعؔ کی ماں اور بھائی (۱۲: ۴۶۔۵۰)

اِن آیات میں ایک ایسا واقعہ درج ہے جو بظاہر عام سا معلوم ہوتا ہے کہ یسوعؔ کے خاندان کے افراد اُس سے ملنے آئے۔ وُہ کیوں آئے تھے؟ مرقس کچھ اِشارہ دیتا ہے۔ یسوعؔ کے

بعض عزیزوں کا کہنا تھا کہ اُس کا دماغ چل گیا ہے (مرقس ۳: ۲۱؛ ۳۱-۳۵)۔ اُس کے خاندان کے لوگ شاید اِسی لئے آئے تاکہ خاموشی سے اُسے وہاں سے لے جائیں (یوحنا ۷: ۵ بھی ملاحظہ کریں)۔ جب اُسے بتایا گیا کہ تیری "ماں اور بھائی باہر کھڑے" ہیں اور تجھ سے "بات کرنا چاہتے" ہیں تو یسوع نے جواب میں پوچھا کہ "کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟" پھر اپنے شاگردوں کی طرف اشارہ کر کے اُس نے کہا کہ "جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے، وُہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے۔"

یہ چونکا دینے والا بیان گہرے رُوحانی معنی کا حامل ہے۔ یہ بنی اسرائیل کے ساتھ یسوع کے سلوک میں ایک نمایاں موڑ ہے۔ مریم اور اُس کے بیٹے اِسرائیلی قوم، یسوع کی خُونی رِشتے کی قوم کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اب تک وُہ اپنی خِدمت کو بڑی حد تک اِسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہُوئی بھیڑوں تک محدُود رکھے ہُوئے تھا، مگر یہ حقیقت واضح ہوتی جا رہی تھی کہ اُس کے اپنے لوگ اُسے قبُول نہیں کریں گے۔ اپنے مسیحِ موعُود کے سامنے جُھکنے کی بجائے فریسی اِلزام لگا رہے تھے کہ وُہ شیطان کے کنٹرول میں ہے۔

چنانچہ اب یسوع ایک نئے نظام کا اعلان کرتا ہے۔ وُہ مضبوط رِشتوں کے ساتھ بنی اسرائیل کے ساتھ بندھا ہُوا تھا۔ مگر اب سے وُہ دُوسروں میں منادی کرنے میں اِن بندھنوں کا پابند نہیں رہے گا۔ اگرچہ اُس کا رحم بھرا دِل جسم میں اپنے ہم وطنوں سے عرض اور منت کرتا رہے گا لیکن باب ۱۲ اِسرائیل سے الگ ہو جانے کی واضح نشاندہی کرتا ہے۔ نتیجہ بھی صاف ظاہر ہے۔ اِسرائیل اُسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔ چنانچہ وُہ اُن لوگوں کی طرف رجُوع کرے گا جو اُسے قبول کریں گے۔ رُوحانی رِشتے بلحاظ خُونی رِشتوں پر سبقت لے جائے گا۔ یہُودی ہوں یا غیر قوم، جتنے اور جو بھی لوگ خُدا کی فرمانبرداری کریں گے، اُن کا مسیح یسوع کے ساتھ رشتہ قائم ہو جائے گا۔

اِس واقعہ کے بیان کو ختم کرنے سے پہلے ہم یسوع کی ماں کے بارے میں دو اہم نکات کا ذِکر کرنا چاہتے ہیں۔ اوّل۔ جہاں تک یسوع کی حضُوری میں رسائی حاصل کرنے کا تعلق ہے مریم کو کوئی اِمتیازی اِستحقاق حاصل نہیں تھا۔

دوم۔ یسوع کے بھائیوں کا ذِکر مریم کے دائمی کنوارپن کی تعلیم پر ضربِ کاری لگاتا ہے۔ یہاں یہ مفہُوم بہت مضبُوط ہے کہ وُہ مریم کے حقیقی بیٹے تھے۔ اِس لئے ماں کی طرف سے یسوع کے بھائی تھے۔ صحائف کے دُوسرے مُتعدد حوالے اِس نظریہ کو تقویت دیتے ہیں۔

دیکھئے زبور ۶۹: ۸؛ متّی ۱۳: ۵۵؛ مرقس ۳: ۳۱، ۳۲؛ ۶: ۳؛ یُوحنّا ۷: ۳، ۵؛ اعمال ۱: ۱۴؛ ا-کرنتھیوں ۹: ۵؛ گلتیوں ۱: ۱۹ -

۸- اِسرائیل کے رَدّ کرنے کے باعث بادشاہ بادشاہی کی ایک نئی عبوری شکل کا اعلان کرتا ہے (باب ۱۳)

بادشاہی کی تماثیل

اَب ہم متّی کی انجیل کے ایک بُحرانی نُکتے پر پہنچتے ہیں - خُداوند نے واضح کر دیا ہے کہ رُوحانی بندھن زمینی رِشتوں پر سبقت رکھیں گے، کہ اب اہمیّت یہُودی جنم کو نہیں بلکہ خُدا باپ کی فرمانبرداری کو حاصِل ہوگی - بادشاہ کو رَدّ کر کے فریسیوں اور فقیہوں نے بادشاہی کو بھی رَدّ کر دیا ہے - وُہ تماثیل کے ایک سِلسلے کی مدد سے بادشاہی کی نئی صُورت کا خاکہ پیش کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ میرے رَدّ کئے جانے اور بالآخر بادشاہوں کے بادشاہ اور خُداوندوں کے خُداوند کے طور پر ظاہر ہونے کے وقت کے درمیانی عرصے کے دوران یہ بادشاہی کیا شکل وصُورت اختیار کرے گی - اِن میں سے چھ تماثیل اِن الفاظ سے شرُوع ہوتی ہیں کہ "آسمان کی بادشاہی ... کی مانند ہے"۔

اِن تماثیل کو صحیح تناظُر میں دیکھنے کے لئے آئیے ہم باب تین ۳ کے بیان کے مُطابق اِس بادشاہی پر دوبارہ غور کریں - آسمان کی بادشاہی وُہ دائرہ یا عِلاقہ ہے جس کے اندر خُدا کی حُکمرانی کو تسلیم کیا جاتا ہے - اِس کے دو پہلُو ہیں (۱) ظاہری یا خارجی اقرار - اِس میں وُہ سب شامِل ہیں جو خُدا کی حُکمرانی کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں (۲) داخلی یا باطنی حقیقت - اِس میں صرف وُہی لوگ شامِل ہیں جو ایمان لاکر بادشاہی میں داخِل ہوتے ہیں - اِس بادشاہی کے پانچ مرحلے ہیں (۱) پُرانے عہدنامہ کا مرحلہ جس میں اِس کی پیش گوئی ہُوئی (۲) وُہ مرحلہ جس میں یہ بادشاہی "نزدیک" یعنی بادشاہ کی ذات میں موجُود ہے - (۳) عبوری مرحلہ - یہ اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو اِس زمین پر موجُود ہیں اور اُس کی رعیت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں - یہ بادشاہ کے رَدّ کئے جانے اور آسمان پر واپس جانے کے بعد کا زمانہ ہے (۴) ہزار سالہ دَور میں بادشاہی کا ظہُور (۵) آخری، دائمی بادشاہی - بادشاہی کے بارے میں بائبل مُقدّس کا ہر حوالہ

اِن میں سے کسی نہ کسی مرحلے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے - باب ۱۳ میں جس مرحلے پر بحث کی گئی ہے، وُہ تیسرا یعنی عبوری دَور ہے - اِس مرحلے کے دَوران (پنتکُست سے لے کر فضائی اِستقبال تک) بادشاہی اپنی باطنی حیثیت سے اُن ہی لوگوں سے تشکیل پاتی ہے جن کو کلیسیا کہا جاتا ہے - بادشاہی اور کلیسیا کے درمیان صرف یہی واحد مماثلت ہے - ورنہ وُہ ایک ہی چیز نہیں ہیں -

آیئے اِس پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہُوئے تماثیل کا جائزہ لیں -

۱- بیج بونے والے کی تمثیل (۱۳: ۱-۹)

۱۳: ۱ - جس گھر میں یسوع نے بدرُوح گرفتہ کو شفا دی تھی، اب وُہ اُس "گھر سے نکل کر جھیل کے کنارے جا بیٹھا" بائبل مُقدّس کے بہت سے عُلما کے نزدیک گھر بنی اسرائیل کی اور جھیل غیر قوموں کی تصویر پیش کرتی ہے - چنانچہ خُداوند کا یہ فعل بنی اسرائیل سے تعلقات توڑ لینے کی علامت ہے - اِس عبُوری دَور میں بادشاہی کی منادی غیر قوموں میں کی جائے گی -

۱۳: ۲ - ایک "بڑی بھیڑ" جھیل کے کنارے پر جمع ہو گئی - چنانچہ وُہ ایک "کشتی پر چڑھ بیٹھا" اور "تمثیلوں میں" اُن کو تعلیم دینے لگا - تمثیل ایک ایسی کہانی ہوتی ہے جس میں ہمیشہ کوئی رُوحانی یا اخلاقی سبق یا تعلیم چھُپی ہوتی ہے مگر ہمیشہ فوری طور پر سمجھ میں نہیں آتی - یہاں سات تمثیلیں ہیں - اِن میں بیان ہُوا ہے کہ مسیح کی پہلی اور دُوسری آمد کے درمیانی عرصے میں بادشاہی کیسی کچھ ہو گی -

پہلی چار تمثیلیں بھیڑ کو سُنائی گئیں اور آخری تین صرف شاگردوں کو - خُداوند نے پہلی دو اور ساتویں تمثیل کا مطلب شاگردوں کو سمجھایا - باقی چار کو چھوڑ دیا کہ شاگرد (اور ہم) اُس کی مُہیا کردہ کلید کے مُطابق ان کا مطلب خُود دریافت کریں -

۱۳: ۳ - پہلی تمثیل کا تعلق ایک "بیج بونے والے" سے ہے - اُس نے بیج چار مُختلف قسم کی زمینوں میں بویا اور حسبِ توقع ہر صُورت میں نتیجہ مختلف نکلا -

۱۳: ۴-۸

زمین	نتائج
۱- راہ کا کنارہ - دبی ہُوئی سخت زمین	۱- بیج پرندوں نے چُگ لیا -
۲- پتھریلی زمین	۲- بیج جلدی اُگ آیا، دُھوپ سے جل گیا

	اور سُوکھ گیا۔
۳۔ جھاڑیوں والی زمین	۳۔ بیج اُگا، مگر جھاڑیوں نے دبا لیا۔ بڑھ نہ سکا۔
۴۔ اچھّی زمین۔	۴۔ بیج اُگا، بڑھا اور پھل لایا۔ "کچھ سَو گُنا، کچھ ساٹھ گُنا، کچھ تیس گُنا"۔

۱۳: ۹۔ یسوع نے ایک رازدارانہ نصیحت کے ساتھ تمثیل کو ختم کیا کہ "جس کے کان ہوں وہ سُن لے"۔ اِس تمثیل میں وُہ بھیڑ کو ایک ضروری پیغام دے رہا تھا مگر شاگردوں کے لئے فرق پیغام تھا۔ کِسی کو اُس کے اہم الفاظ کو سمجھنے سے رہ نہیں جانا چاہیئے۔

چونکہ خُداوند نے خُود اِس تمثیل کا مطلب سمجھا دیا اِس لئے ہم اُس بیرے (آیات ۱۸-۲۳) تک پہنچنے تک اپنے تجسُّس پر قابُو رکھیں گے۔

ب۔ تمثیلوں کا مقصد (۱۳: ۱۰-۱۷)

۱۳: ۱۰۔ "شاگرد" اِس بات پر حیران ہُوئے کہ خُداوند لوگوں سے "تمثیلوں" کی کنایہ دار زبان میں "باتیں کرتا ہے"۔ اِس لئے اُنہوں نے درخواست کی کہ اپنا طریقہ سمجھا دے۔

۱۳: ۱۱۔ جواب میں یسوع نے پہلے عام بے اعتقاد بھیڑ اور ایماندار شاگردوں میں فرق واضح کیا۔ بھیڑ میں قوم کے ہر طبقے کے لوگ شامل تھے اور صاف نظر آتا تھا کہ یہ بھیڑ یسوع کو رد کر رہی ہے، البتہ ان کے ردّ کرنے کی تکمیل صلیب پر ہو گی۔ اُن کو "آسمان کی بادشاہی کے بھیدوں" کو سمجھنے کی اہلیّت نہ بخشی گئی، جبکہ حقیقی شاگردوں کی مدد کی گئی کہ وُہ اِن بھیدوں کو سمجھ سکیں۔

نئے عہدنامے میں بھید سے مُراد ایسی حقیقت ہے جِس کا اِنسان کو پہلے کبھی علم نہیں تھا، اور جِس کو اِنسان خُدا کے مکاشفے کے بغیر کبھی سمجھ نہیں سکتا، مگر اب اس کو ظاہر کیا گیا ہے۔ "بادشاہی کے بھیدوں" سے مُراد وُہ حقائق ہیں جِن کا تعلق بادشاہی کی عبُوری صُورت سے ہے، اور جو اَب تک کِسی کو معلُوم نہ تھیں بلکہ خُود یہ حقیقت اب تک ایک بھید تھی کہ بادشاہی کی ایک عبُوری شکل بھی ہوگی۔ ان تماثیل میں بادشاہی کی کچھ ایسی خصُوصیات بیان کی گئی ہیں جِن کا تعلق اُس مُدت کے ساتھ ہے جب بادشاہ غیر حاضر ہوگا۔ اِس لئے بعض لوگ اِس کو "بادشاہی کی پُراسرار صُورت" کہتے ہیں۔ مُراد یہ نہیں کہ اِس میں کوئی بھید یا اَسرار ہیں بلکہ یہ کہ اِس سے پہلے اِس کا عِلم نہیں تھا۔

۱۳: ۱۲- یہ بات کچھ بے وجہ سی معلوم ہوتی ہے کہ یہ بھید بھیڑ سے چھپائے گئے اور شاگردوں پر ظاہر کئے گئے ہیں۔ لیکن خداوند اِس کی غرض و غایت بیان کرتا ہے کہ "جس کے پاس ہے اُسے دِیا جائے گا اور اُس کے پاس زیادہ ہو جائے گا۔ اور جس کے پاس نہیں ہے، اُس سے وُہ بھی لے لیا جائے گا جو اُس کے پاس ہے۔" شاگرد خداوند یسوع پر ایمان رکھتے تھے، اِس لئے اُن کو مزید ایمان کی اِستعداد دی گئی۔ اُنہوں نے نور کو قبول کر لیا تھا۔ اِس لئے اُن کو اور زیادہ نور دیا گیا۔ لیکن دوسری طرف یہودی قوم نے نورِ حقیقی کو رد کر دیا تھا، اِس لئے اُن کو نہ صرف مزید نور حاصل کرنے سے روک دیا گیا بلکہ جو تھوڑا بہت نور اُن کے پاس تھا، وُہ بھی اُن سے جاتا رہے گا۔ نور کو رد کرنا ہی نور سے محرومی ہے۔

۱۳: ۱۳- میتھیو ہنری تماثیل کو بادل اور آگ کے ستون کے مشابہ ٹھہراتا ہے۔ "یہ ستون اِسرائیلیوں کو منور کرتا مگر مصریوں کو حیران اور پریشان کر دیتا تھا۔ اِن تمثیلوں کا مطلب صرف اُن پر ظاہر کیا جائے گا جو سچے دِل سے دِلچسپی رکھتے ہوں گے۔ لیکن جو یسوع کے مخالف ہوں گے اُن کے لئے تکلیف دِہ ثابت ہوں گی۔"

چنانچہ خداوند نے محض تر نگ میں آ کر ایسا نہیں کیا تھا بلکہ ایک ایسے اصول کو کام میں لا رہا تھا جو ساری زِندگی میں گھر کئے ہوئے ہے۔ دانستہ اندھے پن کا نتیجہ حقیقی اندھا پن ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے یہودیوں سے تمثیلوں میں باتیں کیں۔ ایچ۔ سی۔ وڈرنگ کہتا ہے کہ "چونکہ وُہ سچائی سے محبت نہیں رکھتے تھے اِس لئے اُن کو سچائی کا نور نہ دیا جا سکا۔" اُن کا دعوی تھا کہ ہم دیکھتے ہیں یعنی الٰہی سچائی سے واقف ہیں۔ لیکن مجسم سچائی اُن کے سامنے کھڑی تھی، مگر اُنہوں نے اُس کو دیکھنے سے انکار کر دیا۔ وُہ دعوی کرتے تھے کہ ہم خدا کا کلام سنتے ہیں مگر خدا کا زِندہ کلام اُن کے درمیان تھا اور وُہ اُس کو ماننے پر راضی نہ ہوئے۔ وُہ تجسم کی عجیب حقیقت کو سمجھنے پر آمادہ نہ تھے اِس لئے اُن سے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی گئی۔

۱۳: ۱۴، ۱۵- وُہ یسعیاہ ۶: ۹، ۱۰ کی پیش گوئی کا جیتا جاگتا ثبوت تھے۔ اسرائیل کا دِل "چربا گیا" تھا، اور اُن کے "کان" خدا کی آواز سننے کے لئے بے حس ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے دانستہ اِنکار کیا کہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ وُہ جانتے تھے کہ اگر ہم نے دیکھا، سنا، سمجھا اور توبہ کی تو خدا ہمیں شفا دے گا۔ لیکن اپنی ضرورت اور بیماری کے وقت اُنہوں نے اُس سے مدد لینے سے اِنکار کر دیا۔ اِس لئے اُن کو یہ سزا دی گئی کہ وُہ "سنیں" مگر نہ

سمجھیں"، وُہ "دیکھیں" مگر "معلوم نہ کریں"۔

۱۳: ۱۶-۱۷- شاگردوں کو بہت بڑا شرف بخشا گیا اور وُہ یہ کہ وُہ اُن چیزوں کو دیکھ رہے تھے جن کو پہلے کِسی نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پُرانے عہدنامے کے نبی اور راستباز آدمی آرزو کرتے رہے کہ مسیحِ موعُود کی آمد کو دیکھنے کے لئے زندہ رہیں۔ لیکن اُن کی آرزو پُوری نہ ہُوئی۔ شاگردوں پر مہربانی ہُوئی کہ وُہ تاریخ کے اِس اہم دَور میں زندہ تھے۔ اُنہوں نے مسیحِ موعُود کو دیکھا، اُس کے معجزوں کے شاہد ہُوئے اور اُس کے لبوں سے نکلنے والی بے مثال تعلیم سُنی۔

ج۔ بیج بونے والے کی تمثیل کی تشریح (۱۳: ۱۸-۲۳)

۱۳: ۱۸- یسُوع نے یہ واضح کیا کہ وُہ تمثیلیں کیوں اِستعمال کرتا ہے۔ پھر خُداوند نے چار قسم کی زمینوں کی تمثیل کی تشریح پیش کی۔ اُس نے بیج بونے والے کی شناخت نہیں کرائی۔ مگر یقین جانیں کہ اِس کا اِشارہ (۱) خُود اُس کی اپنی طرف یا (۲) اُن افراد کی طرف ہے جو بادشاہی کے پیغام کی منادی کرتے ہیں۔ اُس نے سمجھایا کہ بیج بادشاہی کا کلام (آیت ۱۹) ہے اور زمینیں اُن لوگوں کی نمائندگی کرتی ہیں جو یہ پیغام سُنتے ہیں۔

۱۳: ۱۹- سخت دبی ہُوئی راہ کی زمین اُن لوگوں کی مثال ہے جو پیغام کو قبول کرنے سے اِنکار کر دیتے ہیں۔ وُہ اِنجیل سُنتے تو ہیں پر "سمجھتے نہیں"۔ اِس لئے نہیں کہ وُہ سمجھ نہیں سکتے، بلکہ اِس لئے کہ سمجھنا نہیں چاہتے۔ "پرندے" شیطان کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ وُہ اِن سُننے والوں کے دِلوں سے "بیج" کو چھین لے جاتا ہے۔ اُنہوں نے اپنے لئے بنجر پن کا اِنتخاب کیا اور شیطان اِس سِلسلے میں اُن سے تعاون کرتا ہے۔ فریسی ایسی ہی سخت دبی ہُوئی زمین تھے۔

۱۳: ۲۰-۲۱- جب یسُوع پتھریلی زمین کی بات کر رہا تھا تو اُس کے سامنے ایک ایسی چٹان کا کنارہ تھا جس پر مٹی کی پتلی سی تہ جمی ہو۔ یہ ان لوگوں کی نمائندگی کرتی ہے جو کلام سُنتے ہیں اور بڑی "خُوشی" سے ردِ عمل کا اِظہار کرتے ہیں۔ شرُوع میں تو مُبشّر بہت خوشی اور فخر کرتا ہے کہ میری منادی بڑی کامیاب ہے، مگر بہت جلد ایک گہرا سبق سیکھ لیتا ہے کہ جب لوگ محض خُوشی سے کلام کو قبول کرتے ہیں تو یہ کوئی اچھّی بات نہیں ہوگی۔ ضرُور ہے کہ پہلے گناہ سے قائلیت ہو، پشیمانی ہو اور توبہ ہو۔ یہ بہتر ہے کہ متلاشی روتا ہُوا کلوری کی طرف

جاتا نظر آئے، بجائے اِس کے کہ وُہ ہنستا مُسکراتا ہُوا اگر جسے نکلے۔ کم گہری زمین سے اِقرار بھی سطحی حاصل ہوتا ہے۔ جڑیں گہری نہیں ہوتیں، لہٰذا جب مُصیبت یا ظُلم کی تیز دھوپ اُس کے اقرار کو آزماتی ہے تو وُہ مسیح کی تابعداری کرنے سے اِنکار کر دیتا ہے۔

۱۳: ۲۲۔ جھاڑیوں اور کانٹوں سے بھری ہُوئی زمین اُن سُننے والوں کی نمائندہ ہے جو سطحی طور پہ سُنتے ہیں۔ ظاہراً تو وُہ بادشاہی کی اصلی اور درُست رعایا معلوم ہوتے ہیں، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ "دُنیا کی فکر اور دولت کا فریب" اُن کی دِلچسپی کا گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ اُن کی زِندگیوں میں خُدا کے لئے کوئی پھل نہیں لگتا۔ لینگ اِس کی وضاحت کرنے کے لئے ایک بڑے کاروباری مگر زر دوست آدمی کے بیٹے کی مثال دیتا ہے۔ اِس لڑکے نے جوانی میں کلام سُنا، مگر کاروبار میں مگن ہو گیا۔

"بہت جلد اُس کو انتخاب کرنا پڑا کہ خُداوند کو خُوش کروں یا باپ کو۔ جب بیج بویا گیا اور اُگا، تو اِس طرح جھاڑیاں وہاں موجُود تھیں۔ اِس دُنیا کی فکر اور دولت کا فریب بالکل نزدیک تھے۔ اُس نے باپ کی خواہشات کا احترام کرتے ہُوئے اپنے آپ کو کاروبار کے لئے وقف کر دیا اور ترقی کرتے کرتے کاروبار کا سربراہ بن گیا۔ زِندگی میں کافی آگے جا کر اُسے اِقرار کرنا پڑا کہ مَیں آسمانی باتوں کی طرف سے غفلت برتتا رہا ہُوں۔ وُہ ریٹائر ہونے والا تھا۔ اب اُس نے اِرادہ کیا کہ مَیں رُوحانی باتوں میں زیادہ تن دہی سے مصرُوف رہوں گا۔ مگر خُدا کو ٹھٹھوں میں نہیں اُڑایا جا سکتا۔ وُہ ریٹائر ہُوا اور چند ہی ماہ بعد اچانک ہلاک ہو گیا۔ اُس نے اپنے پیچھے نوّے ۹۰ ہزار پونڈ اور رُوحانی لحاظ سے ایک برباد شُدہ زِندگی چھوڑی۔ جھاڑیوں نے کلام کو دبا لیا تھا اور وُہ بے پھل رہا۔"

۱۳: ۲۳۔ اچھی زمین سچّے اور حقیقی ایمان دار کی نمائندہ ہے۔ وُہ "کلام کو سُنتا" اور قبول کرتا اور سُنتے ہُوئے کی فرمانبرداری کرنے سے اُسے "سمجھتا" ہے۔ اگرچہ ایسے ایمان دار سب یکساں مِقدار میں پھل نہیں لاتے، مگر سب اپنے پھلوں سے ظاہر کرتے ہیں کہ ہم میں خُدا کی زِندگی ہے۔ یہاں "پھل" سے مُراد مسیحی کردار کا اظہار ہے، مسیح کے لئے رُوحیں جیتنا اِتنا نمایاں نہیں۔ جب نئے عہدنامہ میں لفظ پھل اِستعمال کیا جاتا ہے تو اِس کا اشارہ اکثر "رُوح کے پھل" (گلتیوں ۵: ۲۲، ۲۳) کی طرف ہوتا ہے۔

اِس تمثیل سے بِھیڑ کو کیا سمجھانا مقصود تھا؟ یہی کہ سُن کر عمل نہ کرنا بہت خطرناک بات ہے۔ مزید برآں اِنسانوں کی حوصلہ افزائی کرنا بھی مقصود تھا کہ وُہ کلام کو سچّے دِل سے قبول کریں اور پھر خُدا کے لئے پھَل لا کر سچّے ثابت ہوں۔ جہاں تک شاگردوں اور مُستقبل میں مسیح کے پیروکاروں کا تعلق ہے، یہ تمثیل اُنہیں ایک حوصلہ شکن حقیقت کے لئے تیار کرتی ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد نسبتاً بہت تھوڑی ہے جو پیغام کو سچّے دِل سے سُنتے اور نجات پاتے ہیں۔ اِس طرح مسیح کی وفادار رعایا اِس خام خیالی سے بچ جاتی ہے کہ انجیل کی بشارت سے ساری دنیا ایمان لے آئے گی۔ پھر اِس تمثیل سے شاگردوں کو انجیل کے تین مخالفوں سے خبردار کیا گیا ہے ــــ (۱) ابلیس ــــ (پرندے ــــ وہ شریر) ــــ (۲) جسم ــــ (تیز دھُوپ ــــ مُصیبت یا ظُلم) ــــ (۳) دُنیا ــــ (جھاڑیاں ــــ دُنیا کی فکر اور دولت کا فریب)۔

آخر میں شاگردوں کو اُس عظیم منافع کی رویا دی گئی ہے جو اِنسانی شخصیّت کو اِس رُوحانی کاروبار میں لگانے سے حاصل ہوتا ہے۔ تیس گُنا سے مُراد تین ہزار فی صد، ساٹھ گُنا سے مُراد چھ ہزار فیصد اور سَو گُنا سے مُراد دس ہزار فی صد آمدنی ہے۔ حقیقت میں کوئی ایسا پیمانہ موجُود نہیں جس سے اِن نتائج کو ناپا جا سکے جو ایک رُوح کی حقیقی تبدیلی سے حاصل ہوتے ہیں۔ سنڈے سکول کے ایک گمنام اُستاد نے ڈوائٹ ایل۔ موڈی میں سرمایہ لگایا۔ موڈی نے دُوسرے لوگوں کو خُداوند کے لئے جِیتا۔ آگے اُنہوں نے اَوروں کو جِیتا۔ اُس اُستاد نے عمل در عمل کا ایک ایسا سِلسلہ شرُوع کر دیا جو کبھی ختم نہیں ہو گا۔

د۔ گیہوں اور کڑوے دانوں کی تمثیل (۱۳: ۲۴۔ ۳۰)

گُزشتہ تمثیل اِس حقیقت کی وضاحت کرتی ہے کہ آسمان کی بادشاہی میں دونوں قسم کے لوگ شامل ہیں یعنی بادشاہ کی زبانی کلامی تعریف کرنے والے اور اُس کے حقیقی شاگرد۔ پہلی تین قسم کی زمینیں ایک وسیع تر حلقے میں بادشاہی کی مثال پیش کرتی ہیں، یعنی ظاہری اِقرار کا حلقہ۔ یہ چوتھی قسم کی زمین بادشاہی کو ایک چھوٹے حلقے کے طور پر پیش کرتی ہے، یعنی وُہ جو سچّے دِل سے ایمان لائے ہیں۔

۱۳: ۲۴۔ ۲۶۔ یہ دُوسری "تمثیل" یعنی گیہوں اور کڑوے دانوں کی تمثیل بھی بادشاہی کے اِن دونوں پہلوؤں کو پیش کرتی ہے۔ گیہوں سچّے اور حقیقی ایمان داروں کی، اور

کڑوے دانے صرف اقرار کرنے والوں کی تصویر ہیں۔ یسوع "بادشاہی" کو "اُس آدمی کی مانند" قرار دیتا ہے "جس نے اپنے کھیت میں اچھا بیج بویا۔ مگر لوگوں کے سوتے میں اُس کا دشمن آیا اور گیہوں میں کڑوے دانے بھی بو گیا"۔ اُنگر کہتا ہے کہ ارضِ مقدس میں گیہوں کے کھیت میں عام پائے جانے والے کڑوے دانے "بالو دار تلخہ" ہے۔ یہ ایک زہریلی گھاس ہے۔ جب تک بالیں نہ نکلیں شکل و صورت کے لحاظ سے اُسے گیہوں سے الگ پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مگر جب بالیں آجاتی ہیں تو ان کو آسانی سے الگ کیا جا سکتا ہے۔

۱۳: ۲۷، ۲۸۔ جب "نوکروں نے" گیہوں کے ساتھ کڑوے دانوں کو اُگتے بڑھتے دیکھا تو اُنہوں نے مالک سے پوچھا کہ یہ کیسے ہو گیا؟ اُس نے فوراً جان لیا کہ یہ "دشمن" کا کام ہے۔ "نوکر" ان کڑوے دانوں کو فوراً اکھاڑ ڈالنے پر تیار تھے۔

۱۳: ۲۹، ۳۰۔ مگر مالک نے اُنہیں حکم دیا کہ "کٹائی تک" انتظار کریں۔ اُس وقت فصل کاٹنے والے دونوں کو الگ الگ کر دیں گے۔ گیہوں کو کھتوں میں جمع کر لیں گے اور "تلخہ" کو جلا دیں گے۔

مالک نے اُنہیں الگ الگ کرنے میں تاخیر کرنے کا حکم کیوں دیا؟ قدرتی طور پر گیہوں اور تلخہ کی جڑیں آپس میں ایسی اُلجھی ہوتی ہیں کہ ایک کو اکھاڑیں تو دوسرا بھی ساتھ ہی اکھڑ آتا ہے۔

آیات ۳۷-۴۳ میں ہمارے خداوند نے اِس تمثیل کی تشریح کی ہے۔ اِس لئے باقی تبصرہ وہاں پہنچ کر کریں گے

۵۔ رائی کے دانے کی تمثیل (۱۳: ۳۱، ۳۲)

اِس کے بعد مسیح "بادشاہی کو "رائی کے دانے" سے تشبیہ دیتا ہے۔ وہ اِسے "سب بیجوں سے چھوٹا" قرار دیتا ہے۔ مُراد ہے کہ اُس کے سننے والوں کے تجربہ میں وہ سب سے چھوٹا ہے۔ کسی آدمی نے یہ بیج بویا تو وہ اُگ کر ایک "درخت" یعنی ایک بہت بڑا پودا بن گیا۔ رائی کا عام پودا درخت نہیں بلکہ جھاڑی جیسی ہوتا ہے۔ اور یہ "درخت" اِتنا بڑا ہو گیا کہ "پرندے آکر اُس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں"۔

بیج بادشاہی کے سادہ اور خاکسارانہ آغاز کا نمائندہ ہے۔ شروع میں بادشاہی نسبتاً چھوٹی اور ظلم و ستم کے باعث پاک تھی لیکن حکومت کی سرپرستی اور تحفظ کے باعث

اُس کو غیر معمولی ترقی حاصل ہُوئی - پھر پرندے آکر اُس میں بسیرا کرنے لگے - یہاں پرندوں کے لئے وہی لفظ استعمال ہُوا ہے جو آیت ۴ میں ہے - وہاں یسوع نے بیان کیا تھا کہ پرندوں سے مُراد "وہ شریر" ہے (آیت ۱۹)۔ بادشاہی شیطان اور اُس کے چیلے چانٹوں کے لئے گھونسلوں کی جگہ بن گئی۔ آج مسیحی دُنیا ایسے نظاموں کو تحفّظ دِئے ہُوئے ہے جو مسیح کا انکار کرتے۔ مثلاً تثلیث کے مُنکر، کرسچن سائنس، مارمن فرقہ، یہوواہ کے گواہ، یونیفکیشن چرچ وغیرہ۔

چنانچہ یہاں خُداوند نے اپنے شاگردوں کو پہلے سے خبردار کِیا کہ میری غیر حاضری میں بادشاہی نادر طور پر بڑھے گی۔ وہ فریب نہ کھائیں اور اِس ترقّی کو کامیابی نہ سمجھیں۔ یہ "بڑھنا" اور یہ ترقی غیر صحت مند ہوگی - اگرچہ یہ چھوٹا سا بیج غیر معمولی درخت بن جائے گا، مگر اِس کا یہ بڑا پن "شیاطین کا مسکن اور ہر ناپاک رُوح کا اڈّا اور ہر ناپاک اور مکروہ پرندہ کا اڈّا" (مکاشفہ ۱۸: ۲) بن جائے گا۔

و۔ خمیر کی تمثیل (۱۳: ۳۳)

اب خُداوند یسوع نے "بادشاہی" کو "خمیر" کے مشابہ ٹھہرایا "جسے کسی عورت نے لے کر تین پیمانہ آٹے میں مِلا دیا"۔ نتیجے میں سارا آٹا "خمیر ہو گیا"۔ ایک تشریح یہ کی جاتی ہے کہ آٹا دُنیا ہے اور خمیر انجیل کا پیغام ہے جِس کی منادی ساری دُنیا میں کی جائے گی، حتیٰ کہ ہر شخص نجات پالے گا۔ مگر پاک صحائف، تاریخ اور حالیہ واقعات اِس نظریہ کی تردید کرتے ہیں۔

بائبل مُقدّس میں خمیر ہمیشہ بُرائی کا مثیل ہے۔ جب خُدا نے اپنی قوم کو اپنے گھروں کو خمیر سے پاک کرنے کا حُکم دیا (خروج ۱۲: ۱۵) تو وہ اِس کا مطلب سمجھتے تھے - بے خمیری روٹی کی عید کے دوران اگر کوئی پہلے دِن سے لے کر ساتویں دِن تک خمیری چیز کھاتا وہ اِسرائیل میں سے کاٹ ڈالا جاتا - یسوع نے فریسیوں اور صدوقیوں کے خمیر سے خبردار کیا (متی ۱۶: ۶، ۱۲) اور ہیرودیس کے خمیر سے ہوشیار رہنے کا حُکم دیا (مرقس ۸: ۱۵)۔ ۱-کرنتھیوں ۵: ۶-۸ میں خمیر کو بدی اور شرارت بیان کیا گیا ہے اور گلتیوں ۵: ۹ کے سیاق و سباق سے ثابت ہوتا ہے کہ وہاں اِس کا مطلب جھُوٹی یا باطل تعلیم ہے - عام طور پر خمیر کا مطلب جھوٹے اور غلط عقائد یا بُرا کردار ہے۔

چنانچہ اِس تمثیل میں خداوند بُرائی کی سرایت کر جانے والی قوّت سے خبردار کرتا ہے کہ یہ قوّت "آسمان کی بادشاہی" میں بھی کام کرتی ہے۔ رائی کے دانے کی تمثیل میں بادشاہی کی ظاہری صورت میں بُرائی کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ تمثیل اُس باطنی بگاڑ کی نشاندہی کرتی ہے جو بادشاہی کے اندر پیدا ہو جائے گا۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ اِس تمثیل میں "آٹا" خدا کے لوگوں کی اُس خوراک کو ظاہر کرتا ہے جو بائبل مُقدّس میں پائی جاتی ہے۔ "خمیر" بُرا اور غلط عقیدہ ہے۔ "عورت" جھوٹی نبیہ ہے جو "غلط تعلیم دے کر گمراہ کرتی ہے" (مکاشفہ ۲: ۲۰)۔ کیا یہ بات نمایاں اور اہم نہیں ہے کہ عورتیں ہی متعدد غلط اور جھوٹے فرقوں اور مذہبی مسالک کی بانی ہوئی ہیں؟ بائبل مُقدّس میں عورتوں کو کلیسیا میں تعلیم دینے سے منع کیا گیا ہے (۱۔کرنتھیوں ۱۴: ۳۴؛ ۱۔تیمتھیس ۲: ۱۲)۔ لیکن بعض عورتوں نے اِس حکم کی مخالفت کرتے ہوئے وہ مقام حاصل کیا ہے، جہاں وہ عقیدے کے معاملے میں اپنے آپ کو سند قرار دیتی ہیں۔ اُنہوں نے ہلاکت خیز بدعتوں سے خدا کی قوم کی خوراک کو ملاوٹ سے بھر دیا ہے۔

جے۔ ایچ۔ بروکس کہتا ہے:

"اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسیح آسمان کی بادشاہی کو کسی بُری چیز سے تشبیہ نہیں دے سکتا تھا تو اِتنا ہی جواب کافی ہو گا کہ اُس نے بادشاہی کو اُس کھیت سے تشبیہ دی جس میں گیہوں اور کڑوے دانے دونوں شامل تھے اور اُس جال سے جس میں اچھی اور بُری دونوں قسم کی مچھلیاں تھیں۔ نیز اُس میں "شریر نوکر" (متی ۱۸: ۲۳-۳۲) کو بھی جگہ حاصل ہے، جو اُس آدمی کو بھی اندر آنے دیتا ہے جس نے شاہی کا لباس نہیں پہن رکھا اور جو ہلاک ہو گیا (متی ۲۲: ۱۱-۱۳)۔"

ز۔ تمثیل کے اِستعمال سے نبوّت پوری ہوتی ہے

(۱۳: ۳۴-۳۵)

یسوع نے پہلی چار تمثیلیں "بھیڑ" کو سُنائی تھیں۔ اِس طریقۂ تعلیم کے اِستعمال سے زبور ۷۸: ۲ میں درج آسف کی پیشنگوئی پوری ہوئی کہ مسیحِ موعود "تمثیل میں کلام" کرے گا اور وہ "قدیم معمے" کہے گا جو بنائے عالم کے وقت سے پوشیدہ تھے۔ اپنی عبوری

تشکل میں آسمان کی بادشاہی کی یہ خصوصیات آج تک پوشیدہ رہیں، اب ظاہر کی جا رہی ہیں۔

ح۔ کڑوے دانوں کی تمثیل کی تشریح (۱۳: ۳۶-۴۳)

اِس کے بعد کی باتیں خداوند نے "گھر میں" "شاگردوں" کے ساتھ کیں۔ شاید یہاں "شاگرد" اس بقیہ کی نمائندگی کرتے ہیں جو ایمان لایا۔ گھر کا دوبارہ ذکر یاد دلاتا ہے کہ خدا نے اپنی اُمت کو جسے اُس نے پہلے سے جانا، ہمیشہ کے لئے ردّ نہیں کر دیا (رومیوں ۱۱: ۲)۔

۱۳: ۳۷۔ گیہوں اور کڑوے دانوں کی تمثیل کی تشریح کرنے میں اُس نے خود کو بیج بونے والا ٹھہرایا۔ اُس نے اپنی زمینی خدمت کے دوران براہِ راست بیج بویا اور بعد کے زمانوں میں اپنے خادموں کی معرفت۔

۱۳: ۳۸۔ کھیت دُنیا ہے۔ اِس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ کھیت دُنیا ہے، کلیسیا نہیں ہے۔ "اچھا بیج" سے مُراد "بادشاہی کے فرزند" ہے۔ یہ بات بے ڈھنگی اور بے جوڑ سی لگتی ہے کہ زندہ اِنسانوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ زمین میں بوئے گئے ہیں۔ مگر نکتہ یہ ہے کہ بادشاہی کے یہ فرزند دُنیا میں بوئے گئے تھے۔ اپنی علانیہ خدمت کے عرصے میں یسوع نے اپنے شاگردوں کو جو بادشاہی کے وفادار رعایا تھے دُنیا میں بویا۔ "کڑوے دانے اُس شریر کے فرزند ہیں"۔ شیطان کے پاس خدا کی ہر اصلی چیز کا جعلی بدل موجود ہے۔ وہ دُنیا میں ایسے بیج بوتا ہے جو شاگردوں کے ہم شکل دکھائی دیتے، شاگردوں کی طرح بولتے اور بڑی حد تک شاگردوں کی طرح چلتے ہیں، لیکن بادشاہ کے سچے پیرو نہیں ہوتے۔

۱۳: ۳۹۔ دُشمن شیطان ہے۔ وہ خدا اور خدا کے تمام لوگوں کا دُشمن ہے۔ "کٹائی دُنیا کا آخر ہے" یعنی بادشاہی کے عبوری دور کا آخیر جو اُس وقت ہو گا جب یسوع مسیح بادشاہ کی حیثیت سے جلال اور قدرت کے ساتھ بادشاہی کرنے کو دوبارہ آئے گا۔ خداوند کلیسیائی زمانے کے اخیر کی بات نہیں کر رہا۔ اگر یہاں کلیسیا کی بات کی جائے تو صرف اُلجھن ہی پیدا ہو گی۔

۱۳: ۴۰-۴۳۔ فصل "کاٹنے والے فرشتے ہیں" (دیکھئے مکاشفہ ۱۴: ۱۴-۲۰)۔ بادشاہی کے موجودہ مرحلے میں گیہوں اور کڑوے دانوں کو الگ الگ کرنے کے لئے کوئی زبردستی نہیں کی جا رہی۔ اِن کو اکٹھے بڑھنے دیا جا رہا ہے۔ لیکن مسیح کی دُوسری آمد پر فرشتے گناہ کے سارے

اَسباب کو اور بدکاروں کو جمع کریں گے۔ "اور اُن کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے"۔ وہاں وُہ روئیں گے اور دانت پیسیں گے۔

۱۳ : ۴۳۔ بڑی مُصیبت کے زمانے میں جو صادق اور راستباز رعایا اِس زمین پر موجود ہوگی، "وُہ اپنے باپ کی بادشاہی میں" داخل ہوں گے اور مسیح کے ساتھ ہزار سالہ بادشاہی کا لُطف اُٹھائیں گے۔ وہاں وُہ "آفتاب کی مانند چمکیں گے" یعنی وُہ جلال میں جگمگائیں گے۔

یسوع کی بات میں یہاں بھی ایک نصیحت پوشیدہ ہے کہ "جس کے کان ہوں، وُہ سُن لے"۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اِس تمثیل کے مُطابق مقامی کلیسیا کو اپنے اندر موجود بے دین افراد کو بھی برداشت کرنا چاہئے۔ لیکن یہ تمثیل اِس نظریہ کو جائز قرار نہیں دیتی۔ یاد رکھیں کہ کھیت دُنیا ہے کلیسیا نہیں ہے۔ مقامی کلیسیاؤں کو صاف حُکم ہے کہ خاص قسم کے بدکاروں کو اپنی رفاقت اور صُحبت سے باہر نکال دیں (۱۔کرنتھیوں ۵ : ۹۔۱۳)۔ یہ تمثیل صِرف اِتنا کہہ دیتی ہے کہ اپنی پُراسرار شکل میں آسمان کی بادشاہی میں حقیقت اور نقل، اصلی اور جعلی دونوں موجود ہیں۔ اور یہ حالت موجودہ دَور کے آخر تک جاری رہے گی۔ اُس وقت خُدا کے ایلچی جھوٹوں کو الگ کریں گے۔ اُن کو غضب کے حوالے کریں گے۔ سچے ایمان دار الگ ہو جائیں گے اور زمین پر مسیح کی جلالی بادشاہی کے مزے لیں گے۔

ط۔ چُھپے ہُوئے خزانے کی تمثیل (۱۳ : ۴۴)

اب تک کی تمثیلیں یہی سِکھاتی آ رہی تھیں کہ بادشاہی میں نیک اور بد، راست اور ناراست رعایا دونوں ہوں گی۔ اگلی دو تمثیلیں یہ سِکھاتی ہیں کہ راستباز رعایا کی دو اقسام ہوں گی — (۱) کلیسیائی دَور سے پہلے اور اِس کلیسیائی دَور کے بعد ایمان لانے والے یہودی۔ (۲) موجودہ دَور میں ایمان لانے والے یہودی اور غیر قوم لوگ۔

"خزانہ" کی تمثیل میں یسوع نے "بادشاہی" کو "کھیت میں چُھپے خزانہ کی مانند" بیان کیا ہے۔ کوئی "آدمی" اُسے پاتا ہے، اُسے ڈھانک کر چُھپا دیتا ہے اور بڑی خوشی سے اپنا سب کُچھ بیچ کر اُس کھیت کو خرید لیتا ہے۔

ہمارے نزدیک "آدمی" خُداوند یسوع خُود ہے۔ (گیہوں اور کڑوے دانوں کی تمثیل میں بھی آدمی وُہ خُود تھا)۔

"خزانہ" ایمان لانے والے خدا پرست یہودیوں کے بقیہ کی نمائندگی کرتا ہے جو یسوع کی زمینی خدمت کے دوران موجود تھا اور جب کلیسیا فضا میں اُٹھالی جائے گی، اُس کے بعد پھر موجود ہو گا (دیکھئے زبور ۱۳۵: ۴ جہاں اسرائیل کو خدا کی "خاص ملکیت" یا خزانہ کہا گیا ہے)۔ وہ کھیت میں چھپے یعنی ساری دُنیا میں تتر بتر ہیں، اور سوائے خدا کے ان کو کوئی نہیں جانتا۔ تصویر یہ پیش کی گئی ہے کہ یسوع اُن کو ڈھونڈتا ہے۔ پھر صلیب پر جا کر اپنا سب کچھ دے دیتا ہے تاکہ دُنیا کو خرید لے (۲-کرنتھیوں ۵: ۱۹؛ ۱-یوحنا ۲: ۲) جہاں خزانہ چھپایا گیا تھا۔ فدیہ یافتہ اسرائیل کو "چھپنے" سے اُس وقت باہر لایا جائے گا جب اُس کی مخلصی صیون سے آئے گی، اور مسیح کی اُس ہزار سالہ بادشاہی کو قائم کرے گی جس کا مُدت سے انتظار تھا۔

بعض اوقات اِس تمثیل کا اطلاق ایک گنہگار شخص پر کیا جاتا ہے جو خزانہ یعنی مسیح کو پانے کے لئے اپنا سب کچھ دے ڈالتا ہے۔ لیکن اِس تشریح سے فضل کے عقیدہ کی نفی ہوتی ہے جو زور دیتا ہے کہ نجات بالکل مُفت ہے (یسعیاہ ۵۵: ۱؛ افسیوں ۲: ۸، ۹)۔

ی۔ بیش قیمت موتی کی تمثیل (۱۳: ۴۵، ۴۶)

"بادشاہی" کو "اُس سوداگر کی مانند" بھی بیان کیا گیا ہے "جو عُمدہ موتیوں کی تلاش میں تھا"۔ جب اُسے ایک غیر معمولی "بیش قیمت موتی ملا" تو اُس نے اُسے خریدنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

ایک گیت ہے کہ "مسیح میں مَیں نے پایا ہے اِک موتی بیش بہا"۔ اِس گیت میں "موتی" نجات دہندہ ہے اور پانے والا گنہگار ہے۔ مگر ہم پھر وُہی احتجاج کریں گے کہ گنہگار کو سب کچھ بیچنے کی ضرورت نہیں اور نہ وُہ مسیح کو خرید ہی سکتا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ "سوداگر" خداوند یسوع ہے اور کلیسیا "بیش قیمت موتی" ہے۔ مسیح نے اِس موتی کو خریدنے کے لئے کلوری پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ جس طرح موتی ایک سیپ کے اندر رگڑوں اور خراشوں کا دُکھ اُٹھا کر بنتا اور تشکیل پاتا ہے، اِسی طرح کلیسیا نے مسیح کے بدن کے چھیدے جاتے اور زخمی ہونے سے تشکیل پائی ہے۔

یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ خزانے کی تمثیل میں خود بادشاہی ہی کو خزانے سے تشبیہ

دی گئی ہے۔ یہاں بادشاہی کو "موتی" نہیں بلکہ "سوداگر" کی مانند کہا گیا ہے۔ یہ فرق کیوں؟

گزشتہ تمثیل میں زور خزانے یعنی مخلصی یافتہ اسرائیل پر ہے۔ بادشاہی اسرائیلی قوم سے بہت قریبی تعلق رکھتی ہے۔ ابتدا میں یہ بادشاہی اُس قوم کو پیش کی گئی اور کلیسیائی دَور کے بعد زیادہ تر یہی قوم اِس کی رعایا ہو گی۔

ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ کلیسیا اور بادشاہی ایک ہی چیز نہیں ہیں۔ جتنے لوگ کلیسیا میں ہیں، وُہ بادشاہی کی عبوری شکل میں شامل ہیں۔ مگر جتنے لوگ بادشاہی میں ہیں، وُہ سب کلیسیا میں شامل نہیں ہیں۔ کلیسیا بادشاہی کی مستقبل کی شکل میں شامل نہیں ہو گی بلکہ مسیح کے ساتھ نئی زمین پر بادشاہی کرے گی۔ دُوسری تمثیل میں زور خود بادشاہ پر ہے اور اُس بھاری قیمت پر جو اُسے دُلہن کو جیتنے کے لئے ادا کرنی پڑی۔ اُس کے ظہور کے دن کلیسیا اُس کے جلال میں شریک ہو گی۔

جس طرح موتی سمندر سے نکلتا ہے، اِسی طرح کلیسیا جسے بعض اوقات "مسیح کی غیر قوم دُلہن" بھی کہا جاتا ہے، بڑی حد تک (غیر یہودی) قوموں میں سے نکلی ہے۔ یہاں اِس بات سے انکار نہیں کیا جا رہا کہ بہت سے ایماندار اسرائیلی بھی اس میں موجود ہیں، بلکہ صرف یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ کلیسیا کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ اُن لوگوں پر مشتمل ہے جن کو اُس کے نام کی خاطر قوموں میں سے بُلایا گیا ہے۔ اعمال ۱۵: ۱۴ میں یعقوب رسول اِس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ موجودہ دَور میں خدا کا عظیم مقصد یہی ہے۔

ک۔ بڑے جال کی تمثیل (۱۳: ۴۷--۵۰)

۱۳: ۴۷، ۴۸۔ اِس سلسلہ کی آخری تمثیل میں "بادشاہی" کو ایک "بڑے جال" کی مانند کہا گیا "جو دریا میں ڈالا گیا اور اُس نے ہر قسم کی مچھلیاں سمیٹ لیں"۔ مچھیروں نے مچھلیوں کی چھانٹی کی۔ "اچھی اچھی تو برتنوں میں جمع کر لیں اور جو خراب تھیں پھینک دیں"۔

۱۳: ۴۹، ۵۰۔ ہمارا خداوند تمثیل کی تشریح کرتا ہے۔ زمانہ "دُنیا کے آخر" کا ہے یعنی بڑی مصیبت کے اختتام کا وقت۔ یہ مسیح کی دُوسری آمد کا وقت ہے۔ ماہی گیر "فرشتے" ہیں۔ اچھی مچھلیاں راستباز لوگ ہیں یعنی نجات یافتہ لوگ۔ اِن میں یہودی اور غیر قوم سبھی شامل ہیں۔ بُری مچھلیاں ناراست لوگ ہیں، یعنی ہر نسل کے وُہ لوگ جو ایمان نہیں لائے۔

جیسا کہ ہم نے گیہوں اور کڑوے دانوں کی تمثیل میں دیکھا تھا۔ دونوں قسم کے لوگوں کو الگ الگ رکیا جاتا ہے (آیات ۳۰، ۳۹-۴۳)۔ راستباز اپنے باپ کی بادشاہی میں داخل ہوتے ہیں جبکہ ناراستوں کو آگ کی بھٹی میں پھینک دیا جاتا ہے۔ "وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا" مگر یہ آخری عدالت نہیں ہوگی۔ یہ عدالت ہزار سالہ بادشاہی کے آغاز میں ہوتی ہے۔ آخری عدالت ہزار سال ختم ہونے پر ہوگی (مکاشفہ ۲۰: ۷-۱۵)۔

گیبلین اِس تمثیل پر یوں تبصرہ کرتا ہے :

"بڑا جال دریا میں ڈالا جاتا ہے۔ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ دریا قوموں کو پیش کرتا ہے۔ تمثیل "بڑی مصیبت" کے زمانے میں انجیل کی خوشخبری کی منادی کی طرف اشارہ کرتی ہے (مکاشفہ ۱۴: ۶، ۷)۔ راستبازوں اور ناراستوں کو الگ الگ کرنے کا کام فرشتے کریں گے۔ اِن ساری باتوں کا تعلق موجودہ دَور سے نہیں ہوسکتا، اور نہ کلیسیا کے ساتھ ہوسکتا ہے، بلکہ اشارہ اُس دَور کی طرف ہے جب بادشاہی قائم کی جانے کو ہوگی، جیسا کہ مکاشفہ کی کتاب سے بھی صاف واضح ہے۔ فرشتوں کو اِستعمال کیا جائے گا۔ ناراستوں یا شریروں کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیا جائے گا اور راستباز ہزار سالہ بادشاہی کے لئے زمین پر موجود رہیں گے۔"

ل۔ سچّائی کا خزانہ (۱۳: ۵۱-۵۲)

۱۳: ۵۱ - جب تمثیلیں سُنا چُکا تو اُستادِ کامل نے اپنے شاگردوں سے پُوچھا "کیا تم یہ سب باتیں سمجھ گئے؟" اُنھوں نے جواب دیا "ہاں"۔ شاید ہم اُن کے جواب پر حیرت زدہ ہوں، یا کُچھ رشک محسوس کریں کیونکہ ہم اِتنے اِعتماد کے ساتھ "ہاں" میں جواب نہیں دے سکتے۔

۱۳: ۵۲ - چونکہ وُہ سمجھ گئے تھے، اب اُن کا فرض تھا کہ دُوسروں کو بھی بتائیں۔ فرور ہے کہ شاگرد برکت آگے پُہنچانے کا راستہ بنیں نہ کہ آخری بند کنارہ بن کر بیٹھ جائیں۔ یہ بارہ شاگرد اب "فقیہ" بن گئے تھے یعنی "آسمان کی بادشاہی" کے وُہ تربیت یافتہ اُستاد جو سچّائی کی تعلیم دیتے اور تشریح و وضاحت کرتے ہیں۔ وُہ "اُس گھر کے مالک کی مانند" تھے "جو اپنے خزانہ میں سے نئی اور پُرانی چیزیں نکالتا ہے"۔ پُرانے عہد نامہ میں اُن کے پاس

بڑی قابلِ قدر اور بیش بہا چیزیں موجود تھیں جن کو ہم "پرانی چیزیں" کہہ سکتے ہیں اور مسیح کی تمثیلوں والی تعلیم جو اُن کو ابھی ابھی ملی تھی بالکل "نئی چیزیں" ہیں۔ علم کے اِس وسیع ذخیرے سے وُہ جلالی اور شاندار سچائی کو دُوسروں تک پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔

م۔ ناصرت میں یسوع کو رد کیا جاتا ہے (۱۳: ۵۳-۵۸)

۱۳: ۵۳-۵۶۔ جب یسوع "یہ تمثیلیں ختم کر چکا" تو پھر وُہ گلیل کی جھیل کے ساحل سے چلا تاکہ آخری دفعہ ناصرت آئے۔ جب وُہ وہاں کے "عبادت خانہ میں" تعلیم دے رہا تھا تو لوگ اُس کی "حکمت" اور "معجزوں" پر جن کی خبر اُنہیں ملی تھی، حیران رہ گئے۔ اُن کے خیال میں تو وُہ صرف ایک "بڑھئی کا بیٹا" تھا۔ وُہ جانتے تھے کہ "اُس کی ماں کا نام مریم" ہے۔ وُہ جانتے تھے کہ "یعقوب اور یُوسف اور شمعون اور یہوداہ" اُس کے بھائی ہیں۔ وُہ اُس کی بہنوں کو بھی جانتے تھے۔ وُہ سب ناصرت میں رہتے تھے! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اُن کے اپنے وطن کا ایک لڑکا اُٹھ کر ایسی باتیں کہنے اور ایسے کام کرنے لگ جائے جن سے اِتنا مشہور ہو جائے؟ وُہ اِسی بات پر حیران تھے۔ اور سچائی کو تسلیم کرنے کی بجائے اپنی نادانی اور لاعلمی سے چمٹے رہنا اُن کو زیادہ آسان معلوم ہوتا تھا۔

۱۳: ۵۷-۵۸۔ "اُنہوں نے اُس کے سبب سے ٹھوکر کھائی"۔ اِس بات نے "یسوع" کو یہ کہنے پر اُکسایا کہ حقیقی اور سچا "نبی" عمُوماً اپنے گھر اور وطن سے باہر ہی عزت پاتا ہے۔ اُس کے اپنے عِلاقے کے لوگ اور اپنے عزیز رِشتہ دار چونکہ اُسے جانتے تھے اِس لئے اُن کے دِلوں میں اُس کے لئے حقارت پیدا ہوئی۔ اُن کی یہ بے ایمانی ناصرت میں نجات دہندہ کے کام کی راہ میں رُکاوٹ بن گئی۔ وہاں اُس نے صرف تھوڑے سے بیماروں کو شِفا دی (بحوالہ مرقس ۶: ۵)۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ وُہ معجزے کر نہیں سکتا تھا۔ اِنسان کی شرارت خُدا کی قُدرت کو روک نہیں سکتی۔ وُہ اُس جگہ بھی برکت دیتا جہاں برکت پانے کی خواہش تک نہ تھی، وہاں بھی ضروریات پُوری کرتا جہاں ضرورت کا احساس تک نہ تھا۔ اُن لوگوں کو بھی شفا دیتا جن کو اگر بتایا جاتا کہ تُم بیمار ہو تو بُرا مانتے۔

۹۔ مسیح کے فضلِ فراواں کی بڑھتی ہُوئی مخالفت

(۱۴: ۱-۱۶: ۱۲)

۶۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کا سر قلم ہوتا ہے (۱۴: ۱-۱۲)

۱۴: ۱، ۲- یسوع کی خدمت کی خبر "چوتھائی مُلک کے حاکم ہیرودیس" کو بھی ملی - ہیرودیس اعظم کے اِس بدنام بیٹے کو تاریخ ہیرودیس انتپاس کے نام سے بھی جانتی ہے - اِسی نے یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا - جب اُس نے مسیح کے معجزوں کے بارے میں سُنا تو اُس کا ضمیر اُسے کچوکے دینے لگا - اُسے اُس نبی کی یاد ستانے لگی جس کا سر اُس نے قلم کروا دیا تھا - وُہ اپنے نوکروں سے کہتا تھا کہ "یہ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا ہے - وُہ مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے اِس لئے اُس سے یہ معجزے ظاہر ہوتے ہیں"۔

۱۴: ۳- آیات ۳-۱۲ میں متّی بیان کو روکتا ہے، اور اُن حالات کا جائزہ پیش کرتا ہے جن میں یُوحنّا کی موت واقع ہُوئی تھی -

۱۴: ۴، ۵- ہیرودیس نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا تھا - اب وُہ "اپنے بھائی فلپّس کی بیوی ہیرودیاس" کے ساتھ زناکاری بلکہ زنائے محرم کی زندگی بسر کر رہا تھا - خُدا کا نبی ہونے کی حیثیت میں یُوحنّا اُس کی مذمّت کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا - اُس نے بڑی بے خوفی سے اُس کی بداخلاقی پر اُسے ٹوکا اور برملا بُرا کہا -

بادشاہ اِتنا ناراض تھا کہ اُسے مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن یہ بات سیاسی لحاظ سے قرینِ مصلحت نہ تھی - لوگ یُوحنّا کو "نبی جانتے" اور اُس کے گُن گاتے تھے - اور اگر یُوحنّا کو قتل کروا دیا جاتا تو شاید شدید ردِّ عمل دکھاتے - چنانچہ اُس ظالم نے بپتسمہ دینے والے کو قید میں ڈال کر وقتی طور پر اپنے غیض و غضب کو ٹھنڈا کر لیا - "بے دین لوگ مذہب کو ایسے ہی پسند کرتے ہیں جیسے وُہ ببر شیروں کو پسند کرتے ہیں کہ یا تو مُردہ ہوں، یا سلاخوں کے پیچھے بند - جب مذہب آزاد ہوتا اور اُن کے ضمیر کو چیلنج کرتا ہے تو اُس سے نہایت خوفزدہ ہوتے ہیں"۔

۱۴: ۶-۱۱- "ہیرودیس کی سالگرہ" کے موقع پر ہیرودیاس کی بیٹی نے اپنے رقص سے بادشاہ کو ایسا خُوش کر دیا کہ اُس نے ترنگ اور جوش میں آ کر پیش کش کر دی کہ لڑکی جو مانگے گی پائے گی - اپنی عیاش ماں کے کہنے پر لڑکی نے بڑی بے حیائی سے کہا کہ "مُجھے یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کا سر تھال میں یہیں منگوا دے"۔ اُس وقت یُوحنّا کے بارے میں بادشاہ کا غُصّہ کُچھ کم

ہو چکا تھا۔ شاید وُہ نبی کی جُرأت اور دیانت کے باعث اُس کی تعریف بھی کرتا ہو۔ لیکن اگرچہ اُسے افسوس ہُؤا مگر محسُوس کرتا تھا کہ مجھے اپنا وعدہ پُورا کرنا چاہیئے۔ حکم جاری ہو گیا۔ "یُوحنّا کا سر کٹوا دیا" گیا اور ناچنے والی لڑکی کی بھیانک درخواست پُوری ہو گئی۔

۱۴: ۱۲۔ یُوحنّا کے شاگردوں نے اپنے اُستاد کی "لاش" کو بڑی عزّت واحترام سے دفن کیا "اور جا کر یسُوع کو خبر دی"۔ وُہ اپنے غم وغصّے کے اِظہار کے لئے اُس سے بہتر کسی شخص کے پاس نہیں جا سکتے تھے اور نہ وُہ ہمارے لئے اِس سے بہتر نمُونہ چھوڑ سکتے تھے۔ ایذا رسانی، ظُلم، دُکھ اور غم کے موقع پر ہمیں بھی جا کر "یسُوع کو بتانا چاہیئے"۔

جہاں تک ہیرودیس کا تعلق ہے، اُس کا جُرم تو ختم ہو گیا مگر یاد باقی رہ گئی۔ جب اُس نے یسُوع کی سرگرمیوں کی شُہرت سُنی تو سارا واقعہ اُس کی آنکھوں کے سامنے گھُومنے اور ڈرانے لگا۔

ب۔ پانچ ہزار کو کھلانا (۱۴: ۱۳-۲۱)

۱۴: ۱۳، ۱۴۔ "جب یسُوع نے یہ سُنا" کہ ہیرودیس میرے مُعجزات کی خبریں سُن کر پریشان ہو رہا ہے تو وُہ "کشتی پر" سُوار ہُؤا اور گلیل کی جھیل کے پاس الگ چلا گیا۔ یقیناً وُہ ڈر کے مارے نہیں گیا تھا۔ وُہ جانتا تھا کہ جب تک میرا وقت نہ آئے مجھے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہم نہیں جانتے کہ خاص وجہ کیا تھی، مگر ایک کم تر وجہ یہ تھی کہ اُس کے شاگرد منادی کرنے کے مِشن سے واپس آئے تھے (مرقس ۶: ۳۰؛ لُوقا ۹: ۱۰) اور اُنہیں آرام وسکُون کی ضرُورت تھی۔

مگر اِردگرد کے دیہات سے لوگ جمع ہو گئے اور "پیدل اُس کے پیچھے گئے"۔ وُہ ساحل پر پُہنچا تو یہ لوگ اُس کے اِنتظار میں وہاں کھڑے تھے۔ اِس مداخلت پر ناراض ہونے کی بجائے ہمارا ہمدرد خُداوند فوراً کام میں لگ گیا اور "اُن کے بیماروں کو اچھّا کر دیا"۔

۱۴: ۱۵۔ "جب شام ہُوئی" (سہ پہر تین بجے کے بعد) تو اُس کے شاگردوں کو احساس ہُؤا کہ ایک بُحران سر اُٹھانے والا ہے۔ اِتنے لوگ ہیں اور اِن کے کھانے کو کُچھ بھی نہیں! چنانچہ اُنہوں نے یسُوع سے کہا کہ لوگوں کو آس پاس کے گاؤں میں بھیج دے جہاں اُن کو کھانے پینے کی چیزیں مِل سکیں۔ نہ وُہ مسیح کے دِل کو سمجھتے تھے، نہ اُس کی قُدرت کو جانتے تھے!

۱۴: ۱۶-۱۸۔ خُداوند مسیح نے اُن کو یقین دِلایا کہ ایسی کوئی "ضرُورت" نہیں جو پُوری نہ کی جا سکتی ہو۔ لوگ اُس ہستی کے پاس سے کیوں چلے جائیں جو اپنی مُٹھّی کھولتا ہے اور ہر

جاندار کی خواہش کو پُورا کر دیتا ہے! پھر یسوع نے ایک ایسی بات کہی جس کے لئے شاگرد کسی صورت بھی تیار نہ تھے کہ "تم ہی اِن کو کھانے کو دو"۔ اُن کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ انہیں کھانے کو دیں؟ ہمارے پاس تو "پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں کے سوا اَور کچھ نہیں"۔ وہ بھُول رہے تھے کہ اُن کے پاس یسوع بھی تھا۔ مُنجّی نے بڑے سکون سے کہا "وہ یہاں میرے پاس لے آؤ"۔ اِتنا کام اُن کو ہی کرنا تھا۔

۱۴: ۱۹-۲۱- ہم تصوّر کر سکتے ہیں کہ کس طرح خداوند نے بھیڑ کو گھاس پر بیٹھ جانے کی ہدایات دیں۔ اور "پھر اُس نے وہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لیں"۔ اُس نے شکر کیا اور "روٹیاں توڑ کر شاگردوں کو دیں" اور اُنہوں نے لوگوں میں تقسیم کیں۔ اور وہ سب کے لئے کافی سے زیادہ ثابت ہوئیں۔ جب "سب کھا کر سیر ہو گئے" تو شاگردوں نے بچے ہوئے ٹکڑوں سے "بارہ ٹوکریاں" بھر کر اُٹھائیں۔ ٹکڑے تو اِس مقدار سے بھی زیادہ تھے جس سے یسوع نے اِتنے لوگوں کو کھلانا شروع کیا تھا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ شاگرد جو بے اعتقاد ہو رہے تھے، اُن سب کے لئے ایک ایک ٹوکری موجود تھی اور کوئی ۱۰،۰۰۰ یا ۱۵،۰۰۰ نفوس پر مشتمل بھیڑ سیر ہو گئی تھی (یعنی ۵،۰۰۰ مرد جمع عورتیں اور بچے)۔

یہ معجزہ ہر زمانے کے شاگردوں کے لئے رُوحانی سبق کا حامل ہے۔ بھُوکی بھیڑ تو ہمیشہ موجود ہوتی ہے اور شاگردوں کا گروہ بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ بظاہر اُن کے پاس وسائل بھی بہت کم ہوتے ہیں اور ہمدرد اور ترس کھانے والا مُنجّی بھی ہمیشہ موجود ہوتا ہے۔ جب شاگرد جو تھوڑا اُن کے پاس تھا اُسے دینے پر تیار ہوتے ہیں تو وہ اُن کو برکت دے کر اِتنا بڑھا دیتا ہے کہ ہزاروں سیر ہو جاتے ہیں۔ قابلِ غور بات تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو گلیل کی جھیل کے ساحل پر کھلایا گیا، اُن کی بھُوک صرف تھوڑے عرصے کے لئے مٹی لیکن جو لوگ آج زندہ مسیح کو کھاتے ہیں ہمیشہ کے لئے سیر ہو جاتے ہیں (یوحنّا ۶: ۳۵)۔

ج- یسوع پانی پر چلتا ہے (۱۴: ۲۲-۳۳)

مندرجۂ بالا معجزے نے شاگردوں کو یقین دِلا دیا کہ جس ہستی کے پیچھے ہم چل رہے ہیں، وہ ہماری ساری ضروریات پوری کر سکتا ہے۔

۱۴: ۲۲-۲۳- جب خداوند بھیڑ کو رُخصت کر رہا تھا تو اُس نے شاگردوں سے کہا

کہ "کشتی میں سوار ہو کر اُس سے پہلے پار چلے جائیں"۔ پھر وُہ دُعا کرنے کے لئے پہاڑ پر چڑھ گیا۔ "جب شام ہُوئی" (سُورج غروب ہونے کے بعد) تو یسوع "وہاں اکیلا تھا"۔

۱۴: ۲۴-۲۷۔ اِس اثنا میں کشتی ساحل سے بہت دُور جا چکی تھی اور مخالف ہوا کے تھپیڑے کھا رہی تھی۔ جب لہریں کشتی سے ٹکرا رہی تھیں تو یسوع نے شاگردوں کی خستہ حالت دیکھی۔ "رات کے چوتھے پہر" (۳ اور ۶ بجے صُبح کے درمیان) وُہ "جھیل پر چلتا ہُوا اُن کے پاس آیا"۔ شاگرد سمجھے کہ "بھُوت" ہے اور گھبرا اُٹھے۔ مگر فوراً اُن کو اپنے مالک اور دوست کی تسلّی بخش آواز آئی "خاطر جمع رکھو۔ مَیں ہُوں۔ ڈرو مت"۔

یہ بات ہمارے اپنے تجربے کے ساتھ کیسی مُطابقت رکھتی ہے! اکثر ہمیں بھی طُوفانوں کا سامنا ہوتا ہے۔ ہم پریشان ہو جاتے ہیں، ہمّت ہار دیتے ہیں، نااُمید ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقعے پر لگتا ہے کہ نجات دہندہ بہت دُور ہے مگر وُہ تو سارا وقت ہمارے لئے دُعا کرتا رہتا ہے۔ ہماری شفاعت کرتا رہتا ہے۔ جب رات نہایت تاریک معلُوم ہوتی ہے، وہ بالکل نزدیک ہوتا ہے۔ ہم اُس وقت بھی اُسے نہیں پہچانتے، گھبرا اُٹھتے ہیں۔ ایسے موقع پر اُس کی تسلّی بخش آواز سُنائی دیتی ہے۔ ہمیں یاد آتا ہے کہ جو لہریں ہمیں ڈرا رہی ہیں، ہمارا دم فنا کئے دے رہی ہیں، وہ تو اُس کے قدموں کے نیچے ہیں۔

۱۴: ۲۸۔ جب پطرس نے وُہ مانُوس اور پیاری آواز سُنی تو اُس کی عقیدت اور جوش میں اُبال آنے لگا۔ وُہ کہنے لگا "اے خُداوند اگر تُو ہے تو مجھے حُکم دے کہ پانی پر چل کر تیرے پاس آؤں"۔ ہمیں پطرس کے "اگر" پر زور دے کر کم ایمانی پر اُنگلی نہیں رکھنی چاہیئے بلکہ اُس کی درخواست کو دیکھنا چاہیئے کہ کیسے مضبُوط ایمان کو ظاہر کرتی ہے۔ پطرس کو احساس تھا کہ خُداوند کا حکم ہمیں توفیق عطا کرتا ہے۔ اور جس کام کے کرنے کا حُکم دیتا ہے اُسے کرنے کی طاقت بھی بخشتا ہے۔

۱۴: ۲۹-۳۳۔ جونہی یسوع نے کہا "آ" تو پطرس چھلانگ لگا کر کشتی سے نکلا اور اُس کی طرف چلنے لگا۔ جب تک اُس کی نگاہیں یسوع پر لگی رہیں وُہ ایک غیر ممکن کام کرنے پر قادر رہا۔ مگر جونہی اُس کا دھیان تیز "ہَوا" کی طرف مُڑا وُہ "ڈُوبنے لگا"۔ وُہ دیوانہ وار چلّانے لگا۔ "اے خُداوند مجھے بچا!" خُداوند نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور "کم اعتقاد" ہونے پر نرمی سے جھڑکا اور پھر اُسے کشتی پر لے آیا۔ جونہی یسوع کشتی میں آ گیا "ہوا تھم گئی"۔ کشتی میں

حمد و ستائش کی عبادت شروع ہو گئی اور شاگرد یسوع سے کہنے لگے "یقیناً تو خدا کا بیٹا ہے"۔

پانی پر چلنے کی طرح مسیحی زندگی بھی انسانی طور پہ ناممکن ہے۔ یہ زندگی صرف روح القدس کی طاقت سے بسر کی جا سکتی ہے۔ جب تک ہم دوسری ہر چیز سے نظریں ہٹا کر صرف یسوع پر لگائے رکھتے ہیں (عبرانیوں ۱۲: ۲) اُس وقت تک اس فوق الفطرت زندگی کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جس لمحے دھیان اپنی یا اپنے حالات کی طرف جاتا ہے ہم ڈوبنے لگتے ہیں۔ اُس وقت چاہئے کہ ہم بحالی اور الٰہی قوت کے لئے مسیح کو پکاریں۔

د۔ یسوع گنیسرت کے علاقے میں شفا دیتا ہے

(۱۴: ۳۴-۳۶)

اُن کی کشتی "گنیسرت" کے ساحل پر کنارے لگی۔ یہ علاقہ گلیل کی جھیل کے شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ جونہی وہاں کے لوگوں نے یسوع کو دیکھا انہوں نے سارے علاقے میں خبر بھیج دی اور "سب بیماروں کو اُس کے پاس لائے" تاکہ وہ "اُس کی پوشاک کا کنارہ ہی چھو لیں۔ اور جتنوں نے چھوا وہ اچھے ہو گئے"۔ اس طرح اُس علاقے کے ڈاکٹروں کو چھٹیاں مل گئیں کیونکہ کم سے کم تھوڑے عرصے کے لئے وہاں کوئی بیمار نہ رہا۔ اُس علاقے کو طبیبِ اعظم کے آنے سے صحت اور شفا کا تجربہ ہوا۔

ہ۔ ناپاکی باطن سے ہوتی ہے (۱۵: ۱-۲۰)

اکثر کہا جاتا ہے کہ ابتدائی ابواب میں متّی نے تواریخی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا۔ مگر باب ۱۴ کے آغاز سے آخر تک واقعات بڑی حد تک اُسی ترتیب سے بیان ہوئے ہیں جیسے وقوع پذیر ہوئے تھے۔

باب ۱۵ میں ہمیں ایک انتظامی ترتیب بھی نظر آتی ہے۔ پہلے تو فریسیوں اور فقیہوں کا اُس کے ساتھ مسلسل لڑتے جھگڑتے رہنا (آیات ۱-۲۰) پتہ دیتا ہے کہ بنی اسرائیل مسیحِ موعود کو رد کریں گے۔ دوسرے کنعانی عورت کا ایمان (آیات ۲۱-۲۸) یہ تصویر پیش کرتا ہے کہ موجودہ دور میں خوشخبری غیر قوموں تک پہنچے گی اور آخر میں بڑی بھیڑ کا شفا پانا (آیات ۲۹-۳۱) اور چار ہزار کو کھلانا (آیات ۳۲-۳۹) آنے والے ہزار سالہ دور کی تصویر پیش کرتا ہے جب ہر طرف صحت اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گا۔

۱۵: ۱-۲- "فریسیوں اور فقیہوں" کی دن رات کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح نجات دہندہ کو پھنسائیں۔ اُن کا ایک وفد "یروشلیم سے" آیا۔ وہ اُس کے شاگردوں پر اِلزام عائد کرنے لگے کہ چونکہ بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھاتے ہیں اِس لئے ناپاک ہیں، اور اِس طرح "بزرگوں کی روایت" کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں۔

اِس واقعے کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ہمیں پاک اور ناپاک کے حوالوں کی سمجھ ہونی چاہیئے۔ نیز جاننا چاہیئے کہ ہاتھ دھونے سے فریسیوں کی کیا مُراد تھی۔ پاک اور ناپاک کا سارا تصوّر پُرانے عہدنامے سے تعلق رکھتا ہے۔ جس ناپاکی کا اِلزام شاگردوں پر لگایا گیا وہ سراسر ایک رسُوماتی بات تھی۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی مُردہ کو چھُو لیتا تھا یا خاص چیز کھا لیتا تھا تو رسُوماتی طور پر ناپاک ہو جاتا اور خُدا کی عبادت کی رسُوم ادا نہیں کر سکتا تھا۔ شریعت کا تقاضا تھا کہ خُدا کے پاس آنے سے پہلے ایسا شخص رسُوماتی طور پر پاک ہو۔

مگر بزرگوں نے پاک ہونے کی رسم کے ساتھ کُچھ روایت کا اضافہ کر رکھا تھا۔ مثال کے طور پر وہ اِصرار کرتے تھے کہ یہُودی کے لئے لازم ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی تفصیلی کارروائی پر عمل کرے اور صِرف ہاتھ ہی نہیں بلکہ کہنیوں تک بازو بھی دھوئے۔ اگر بازار گیا ہُوا تھا تو اُس کے لئے غسل کرنا ضروری ہوتا تھا۔ چنانچہ فریسیوں نے شاگردوں پر نکتہ چینی کی کہ وہ روایت میں مقرر شُدہ رسمی پاکیزگی کی پیچیدگیوں پر عمل نہیں کرتے۔

۱۵: ۳-۶- خُداوند یسوع نے اِن اعتراض کرنے والوں کو یاد دِلایا کہ "تُم اپنی روایت سے خُدا کا حُکم کیوں ٹال دیتے ہو؟" شریعت حُکم دیتی ہے کہ "تُو اپنے باپ کی اور اپنی ماں کی عزّت کرنا"۔ اِس میں اگر ضرُورت ہو تو اُن کی مالی مدد کرنا بھی شامل ہے۔ مگر فریسی (اور بہتیرے دُوسرے لوگ) اپنے عُمر رسیدہ والدین کے گزارہ کے لئے پیسہ خرچ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنی ذمّہ داری سے پہلُوتہی کرنے کے لئے ایک روایت وضع کر لی تھی۔ جب ماں یا باپ مدد مانگتے تو اُن کے لئے اِس قسم کا جواب دے دینا ہی کافی ہوتا تھا کہ جو روپیہ پیسہ آپ کی مدد کے لئے اِستعمال ہونا تھا، وہ تو "خُدا کی نذر ہو چُکا" اِس لئے آپ کو نہیں دے سکتا۔ اور یہ فارمُولا دُہرانے کے بعد وہ اپنے والدین کی ذمّہ داری سے آزاد ہو جاتے تھے۔ اِس گمراہ کُن روایت سے وہ "خُدا کے کلام" کو باطل کر دیتے تھے جو اُنہیں والدین کی نگہداشت اور پرورش کرنے کا حُکم دیتا تھا۔

۱۵: ۷، ۹- ایسی ہوشیاری اور عیاری سے لفظوں کو توڑنے موڑنے سے وہ "یسعیاہ ۲۹: ۱۳ کی پیش گوئی کو پورا کر رہے تھے- وہ دعویٰ تو کرتے تھے کہ ہم خدا کی "عزت" کرتے ہیں مگر اُن کے "دِل" اُس سے "دُور" تھے- اُن کی پرستش بے وُقعت اور "بے فائدہ" تھی کیونکہ وُہ اِنسانی روایت کو خدا کے کلام پر ترجیح دیتے تھے-

۱۵: ۱۰- ۱۱- "لوگوں" سے مخاطب ہو کر یسوع نے ایک نہایت اہم اعلان کیا کہ "جو چیز مُنہ میں جاتی ہے، وُہ آدمی کو ناپاک نہیں کرتی، مگر جو مُنہ سے نکلتی ہے، وُہی آدمی کو ناپاک کرتی ہے-" ہم اِس بیان کی اِنقلابی خصوصیات کا پُورا پُورا اندازہ نہیں لگا سکتے- شریعت کے ضابطے کے مُطابِق جو چیز مُنہ میں جاتی، وُہ آدمی کو ناپاک کرتی تھی- یہودیوں کو ایسے جانور کا گوشت کھانا منع تھا جو جگالی نہ کرتا ہو، یا جس کے پاؤں چِرے ہُوئے نہ ہوں- وُہ ایسی مچھلی نہیں کھا سکتے تھے جس کے پَر یا چِھلکے نہ ہوں- پاک اور ناپاک کھانوں کے بارے میں خدا نے نہایت تفصیلی ہدایات دے رکھی تھیں-

اب شریعت کے بانی نے رسُوماتی ناپاکی کے نظام کو منسُوخ کرنے کی راہ تیار کر دی- وُہ کہہ رہا تھا کہ جو کھانا شاگرد بغیر ہاتھ دھوئے کھاتے ہیں، وُہ اُنہیں ناپاک نہیں کرتا مگر فقیہوں کی ریاکاری حقیقت میں ناپاک کرتی ہے-

۱۵: ۱۲- ۱۴- جب شاگرد یہ خبر لائے کہ اِن باتوں سے "فریسیوں نے ... ٹھوکر کھائی" یعنی وُہ خفا ہو گئے ہیں تو یسوع نے جواب میں اُن کو ایسے پودوں کے مُشابہ ٹھہرایا جن کو خدا نے نہیں لگایا- وُہ گیہوں نہیں بلکہ کڑوے دانے تھے- بالآخر وُہ اور اُن کی تعلیمات جڑ سے اُکھاڑی جائیں گی یعنی تباہ کی جائیں گی- اُس نے یہ بھی کہا کہ "اُنہیں چھوڑ دو- وُہ اندھے راہ بتانے والے ہیں" یعنی اندھوں کے اندھے راہنما ہیں- وُہ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم رُوحانی مُعاملات میں سند رکھتے ہیں مگر رُوحانی سچائیوں کے بارے میں "اندھے" ہیں- اور اِسی طرح وُہ لوگ بھی اندھے ہیں جن کی راہنمائی یہ فقیہ اور فریسی کرتے ہیں- چنانچہ راہنماؤں اور پیرووں دونوں کا "گڑھے میں گرنا" ناگزیر ہے-

۱۵: ۱۵- شاگردوں کو پاک اور ناپاک کھانوں سے مُتعلق مخصوص تعلیم دی گئی تھی- اُن کے خداوند کی باتیں اِس تعلیم کے بالکل برعکس تھیں- اور اِن باتوں نے اُنہیں بالکل ہلا کے رکھ دیا- یہ باتیں بھی اُن کو "تمثیل" معلوم ہوئیں یعنی ایسی کہانی جس کا اصل مطلب پوشیدہ اور ڈھکا

ہُوا ہوتا ہے۔ "پطرس" نے اُن کی پریشانی کو لفظوں میں ڈھالا اور خداوند سے درخواست کی کہ "یہ تمثیل ہمیں سمجھا دے"۔

۱۵: ۱۶-۱۷۔ پہلے تو خداوند نے اِس بات پر تعجب کا اِظہار کیا کہ وُہ اِس بات کو سمجھنے میں سُست نکلے۔ پھر سمجھایا کہ حقیقی ناپاکی جسم کی نہیں بلکہ اخلاق کی ناپاکی ہے۔ کھانے پینے کی کوئی چیز اپنی ذات میں پاک یا ناپاک نہیں ہوتی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی بھی مادی چیز اپنے آپ میں بُری نہیں۔ اُس چیز کا غلط اِستعمال بُرائی ہے۔ جو کھانا اِنسان کھاتا ہے، وُہ "مُنہ میں جاتا" اور "پیٹ میں پڑتا" ہے جہاں وُہ ہضم ہوتا ہے اور پھر "مزبلہ میں پھینکا جاتا ہے"۔ اِس سے اِنسان کے اخلاق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ صِرف بدن پر اثر پڑتا ہے۔ آج ہم جانتے ہیں کہ "خدا کی پیدا کی ہُوئی ہر چیز اچھّی ہے اور کوئی چیز انکار کے لائق نہیں بشرطیکہ شُکرگزاری کے ساتھ کھائی جائے۔ اِس لئے کہ خُدا کے کلام اور دُعا سے پاک ہو جاتی ہے" (۱-تیمتھیس ۴: ۴-۵)۔ بے شک یہاں زہریلے پودوں کی بات نہیں ہو رہی بلکہ اُن کھانوں کی جو خُدا نے اِنسان کے کھانے کے لئے مُہیّا کئے ہیں سب اچھّے ہیں۔ لہٰذا شُکرگزاری کے ساتھ انہیں کھانا چاہیئے۔ اگر اِنسان کو کسی کھانے سے الرجی ہو جاتی ہے یا بعض کھانوں کو ہضم نہیں کر سکتا تو وُہ اُنہیں نہ کھائے۔ مگر عام طور پہ ہم ساری چیزیں اِس یقین کے ساتھ کھا سکتے ہیں کہ خُدا خوراک کو ہماری جسمانی نشو و نما کے لئے اِستعمال کرتا ہے۔

۱۵: ۱۸۔ اگر کھانے اِنسان کو ناپاک نہیں کرتے تو کیا چیز کرتی ہے؟ یسوعؔ نے جواب دیا کہ "جو باتیں مُنہ سے نکلتی ہیں، وُہ دِل سے نکلتی ہیں اور وُہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں"۔ یہاں "دِل" سے مُراد وُہ عُضو نہیں جو خُون کو پمپ کرتا ہے بلکہ اِنسانی خواہشات اور ارادوں کا بگڑا ہُوا سرچشمہ ہے۔ اِنسان کی اخلاقی خصلت کا یہ حِصّہ ناپاک خیالات، فاسد باتوں اور بُرے کاموں کی صُورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

۱۵: ۱۹-۲۰۔ چند باتیں جو اِنسان کو ناپاک کرتی ہیں یہ ہیں۔ "بُرے خیال، خُوں ریزیاں، زناکاریاں، حرامکاریاں، چوریاں، جھُوٹی گواہیاں، بدگوئیاں"۔

فریسی اور فقیہ ہاتھ دھونے وغیرہ کی خُودنمائی کی رسُومات پر پُورے تکلّفات کے ساتھ عمل کرتے تھے مگر اُن کی باطنی زِندگیاں بالکل خراب ہو چُکی تھیں۔ وُہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑا زور دیتے تھے مگر حقیقی اہمیّت کی باتوں کو نظرانداز کر دیتے تھے۔ وُہ شاگردوں

پر تو غیر الہامی روایات کو نہ ماننے پر نکتہ چینی کرتے مگر خود خدا کے بیٹے کو مار ڈالنے کی سازشیں کر رہے تھے اور یوں اُن سارے گناہوں کے مرتکب ہو رہے تھے جن کی فہرست آیت ۱۹ میں درج ہے۔

۹۔ ایک غیر قوم عورت اپنے ایمان کے باعث برکت پاتی ہے (۱۵ : ۲۱-۲۸)

۱۵ : ۲۱، ۲۲۔ یسوع بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع "صور اور صیدا کے علاقہ" میں چلا گیا۔ جہاں تک ہمیں علم ہے یہ واحد موقع ہے جب وہ یہودی علاقے سے باہر گیا۔ یہاں فینیکے میں ایک کنعانی عورت نے عرض کی کہ میری بدروح گرفتہ بیٹی کو شفا دے۔

یہ بات نہایت اہم اور قابلِ توجہ ہے کہ یہ عورت یہودی نہیں، بلکہ غیر قوم تھی۔ وہ کنعانی نسل سے تھی اور خدا نے اِس قوم کو نیست و نابود کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن اسرائیلیوں کی نافرمانی کے باعث یشوع کے زمانے میں کچھ کنعانی بچ رہے تھے۔ اور یہ عورت اُن ہی بچے ہوئے کنعانیوں کی نسل سے تھی۔ چونکہ وہ غیر قوم تھی اِس لئے اُسے کوئی ایسا حق حاصل نہیں تھا جو زمین پر خدا کے برگزیدہ لوگوں کو حاصل تھا۔ وہ غیر ملکی تھی اور اِس لئے اُس کے لئے کوئی اُمید نہ تھی۔ اپنی حیثیت کے اعتبار سے وہ خدا یا المسیح سے کسی طرح کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی۔

یسوع سے بات کرتے ہوئے اُس نے اُسے "خداوند، ابنِ داؤد" کہہ کر مخاطب کیا۔ یہ وہ لقب ہے جو یہودی مسیحِ موعود کا ذکر کرتے ہوئے استعمال کرتے تھے۔ اگرچہ یسوع واقعی "ابنِ داؤد" تھا مگر کسی غیر قوم کو حق نہیں پہنچتا تھا کہ اِس بنیاد پر اُس کے پاس آتا۔ یہی وجہ ہے کہ یسوع نے شروع میں اُسے جواب نہ دیا۔

۱۵ : ۲۳۔ "اُس کے شاگردوں نے پاس آ کر اُس سے یہ عرض کی کہ اُسے رخصت کر دے۔" اُن کے لئے وہ عورت وبالِ جان بنی ہوئی تھی جبکہ یسوع کے لئے وہ ایمان کا پسندیدہ نمونہ اور ایسا پیکر تھی جس پر اُس کے فضل کو چمکنا تھا۔ مگر ضرور تھا کہ پہلے وہ اُس کے ایمان کا امتحان لے اور اُس کی تربیت کرے۔

۱۵: ۲۴، ۲۵ - اُس نے عورت کو بتایا کہ میرا مشن "اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں" کے لئے ہے۔ غیر قوموں اور خصوصاً کنعانیوں کے لئے نہیں ہے۔ عورت اِس بظاہر انکار سے بے دِل نہ ہوئی۔ اب اُس نے "ابنِ داؤد" کے لقب کو چھوڑ دیا اور اُسے سجدہ کرتے ہوئے کہا "اے خداوند! میری مدد کر"۔ اگر وہ اِس طرح نہیں آسکتی تھی جیسے یہودی اپنے مسیحِ موعود کے پاس آسکتا ہے تو وہ ایسے آئی جیسے مخلوق اپنے خالق کے پاس آسکتی ہے۔

۱۵: ۲۶ - اُس کے ایمان کی حقیقت کو مزید پرکھنے کے لئے یسوع اُس سے کہنے لگا کہ میرے لئے مناسب نہیں کہ یہودی "لڑکوں" کو چھوڑ کر غیر قوم "کتوں" کو روٹی کھلاؤں۔ بے شک یہ الفاظ اور انداز ہمیں بے حد سخت معلوم ہوتے ہیں، مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سرجن کے نشتر کی مانند ہیں جس کا مقصد زخم لگانا نہیں بلکہ شفا دینا ہوتا ہے۔ وہ تھی غیر قوم۔ یہودی غیر قوموں کو کتوں کے برابر گردانتے تھے جو خوراک کے ٹکڑوں کی خاطر گلیوں میں آوارہ گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ مگر یسوع نے یہاں جو لفظ استعمال کیا، اُس کا مطلب "چھوٹے پالتو کتے" ہے۔ یہاں مسئلہ یہ تھا کہ کیا یہ عورت تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ مَیں ایسی نالائق ہوں کہ معمولی سے معمولی رحم کی بھی حق دار نہیں؟

۱۵: ۲۷ - اُس کا جواب نہایت شاندار تھا۔ اُس نے یسوع کے بیان کے ساتھ پورا پورا اتفاق کیا۔ اُس نے قبول کیا کہ میری حیثیت ایک نالائق غیر قوم کی ہے۔ اُس نے اپنے آپ کو اُس کے رحم، محبت اور فضل پر چھوڑ دیا اور گویا یہ کہا "تیرا کہنا بالکل بجا ہے! مَیں صرف میز کے نیچے ایک "چھوٹے کتے" کی مانند ہوں۔ لیکن مَیں دیکھتی ہوں کہ کئی دفعہ میز سے ٹکڑے گرتے ہیں۔ تو کیا تو مجھے کچھ ٹکڑے بھی نہیں دے گا؟ مَیں اِس لائق نہیں کہ تو میری بیٹی کو شفا دے، مگر میری اِلتجا ہے کہ اپنی ایک نالائق مخلوق کے لئے ایسا کر"۔

۱۵: ۲۸ - یسوع نے اُس کے "بہت بڑے ایمان" کے لئے اُس کی تعریف کی، جبکہ ایمان نہ لانے والے بچوں کو روٹی کی کوئی بھوک نہ تھی، یہاں یہ عورت اپنے آپ کو "چھوٹا کتا" تسلیم کر کے اُسی روٹی کے لئے فریاد کر رہی تھی۔ ایمان کا انعام مل گیا۔ "اُس کی بیٹی نے اُسی گھڑی شفا پائی"۔ ہمارے خداوند نے دُور ہی سے اِس غیر قوم لڑکی کو شفا دی۔ اِس سے اُس کی موجودہ خدمت کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا اِس زمانے میں غیر قوموں کو رُوحانی شفا دے رہا ہے جبکہ اُس کی قدیم قوم، قومی لحاظ سے پیچھے ہٹا دی گئی ہے۔

ز۔ یسوع بڑی بھیڑ کو شفا دیتا ہے (۱۵: ۲۹-۳۱)

مرقس ۷: ۳۱ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ خداوند صور سے نکل کر شمال میں صیدا کو گیا۔ پھر مشرق کی طرف یردن کو پار کر کے دکپلس کے علاقہ سے جنوب کو گیا۔ وہاں اُس نے گلیل کی جھیل کے پاس "لنگڑوں، اندھوں، گونگوں، ٹنڈوں اور بہت سے اور بیماروں کو ... اچھا کر دیا"۔

اِس حیرت زدہ بھیڑ نے "اسرائیل کے خدا کی تمجید کی"۔ قوی امکان ہے کہ یہ غیر قوموں کا علاقہ تھا۔ لوگ جانتے تھے کہ یسوع اور اُس کے شاگرد اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اُنہوں نے درست نتیجہ اخذ کیا کہ "اسرائیل کا خدا" اُن کے درمیان کام کر رہا ہے۔

ح۔ چار ہزار کو کھلانا (۱۵: ۳۲-۳۹)

۱۵: ۳۲۔ بے دھیان (یا تنقیدی) قارئین اِس واقعہ کو پانچ ہزار کو کھلانے کے واقعہ کے ساتھ گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ اور پھر بائبل مقدس پر واقعات کو دُہرانے، تضاد بیانی اور غلط اعداد و شمار پیش کرنے کا اعتراض کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دونوں واقعات بالکل الگ الگ ہیں اور ایک دوسرے کی تردید کرنے کی بجائے تکمیل کرتے ہیں۔

"بھیڑ" تین دن سے خداوند کے ساتھ ساتھ تھی۔ چنانچہ اُن کی کھانے پینے کی چیزیں ختم ہو چکی تھیں۔ وہ اُنہیں بھوکا روانہ کرنے پر تیار نہ تھا مبادا "راہ میں تھک کر رہ جائیں"۔

۱۵: ۳۳، ۳۴۔ اُس کے شاگرد اِتنی بڑی بھیڑ کو کھلانے کے ناممکن کام کے خیال سے پھر پریشان ہونے لگے۔ اِس دفعہ اُن کے پاس صرف "سات" روٹیاں اور "تھوڑی سی چھوٹی مچھلیاں" تھیں۔

۱۵: ۳۵، ۳۶۔ جیسے پانچ ہزار کو کھلانے کے موقع پر کیا تھا، یسوع نے بھیڑ کو بٹھایا، موجود خوراک کے لئے "شکر کیا، اور اُنہیں توڑ کر شاگردوں کو دیتا گیا" اور وہ لوگوں میں تقسیم کرتے گئے۔ وہ توقع کرتا ہے کہ شاگرد جتنا کام کر سکتے ہیں وہ کریں۔ پھر وہ آگے بڑھ کر وہی کچھ کر دیتا ہے جو وہ نہیں کر سکتے۔

۱۵: ۳۷-۳۹۔ جب لوگ "کھا کر سیر ہو گئے" تو بچی ہوئی خوراک سے "سات ٹوکرے بھر گئے۔ اور کھانے والے سوا عورتوں اور بچوں کے چار ہزار مرد تھے۔"

اگلے باب میں ہم دیکھیں گے کہ دونوں مُعجزوں کے بارے میں اعداد و شمار بہُت اہم ہیں (۱۶: ۸-۱۲)۔ بائبل مُقدس میں درج ہر تفصیل گہرے معنی کی حامل ہے - بھیڑ کو رُخصت کر کے یسوعؔ "کشتی میں سُوار ہُوا اور مگدن کی سرحدوں میں آگیا"۔

ط۔ فریسیوں اور صدُوقیوں کا خمیر (۱۶: ۱-۱۲)

۱۶: ۱- فریسی اور صدُوقی علم الٰہیات کے مُعاملات میں روایتی طور پہ ایک دُوسرے کے مخالف تھے اور عقائد کے لحاظ سے دو انتہاؤں کی نمائندگی کرتے تھے - لیکن یسوعؔ کو پھنسانے کے سلسلے میں وُہ اپنی مخالفت کو بھُول کر مُتحد ہو گئے - چنانچہ آزمانے کے لئے اُس سے کہنے لگے کہ "آسمانی نشان دکھا"۔ اگرچہ ہم نہیں سمجھتے مگر وُہ کسی نہ کسی اُسے اُلجھانے کی کوشش میں تھے - "آسمانی نشان" طلب کرنے میں شاید یہ بات مضمر تھی کہ وُہ اپنے پچھلے مُعجزوں میں کوئی مخالف قُوّت استعمال کرتا رہا تھا یا شاید آسمان پر کوئی فوق الفطرت نشان چاہتے تھے - یسوعؔ کے سارے مُعجزے زمین پہ ہُوئے تھے - کیا وُہ کوئی آسمانی مُعجزے بھی کر سکتا ہے؟

۱۶: ۲، ۳- اُس نے "آسمان" کے موضُوع کو جاری رکھتے ہُوئے اُن کو جواب دیا کہ جب "شام" کو دیکھتے ہیں کہ آسمان "لال" ہے تو اگلے دن کے لئے اچھّے اور کھُلے موسم کی پیش گوئی کرتے ہیں - اور اگر "صُبح" کو آسمان "لال" دکھائی دے تو اُس روز "آندھی" چلنے کی اُمید کرتے ہیں - وُہ آسمان کی شکل و صُورت کی تشریح کرنے میں تو مہارت رکھتے ہیں مگر "زمانوں کی علامتوں" کو نہیں پہچان سکتے۔

یہ "علامتیں" کیا ہیں؟ جس نبی نے مسیح کی آمد کی خبر دی وُہ یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی شکل میں ظاہر ہُوا تھا اور مسیحِ موعُود کے بارے میں جن مُعجزوں کی پیش گوئی کی گئی تھی، وُہ اُن کی نظروں کے سامنے کئے گئے تھے - زمانوں کی ایک اور صاف علامت یہ تھی کہ یہُودیوں نے مسیحِ موعُود کو ردّ کر دیا تھا اور غیر قوموں کو خوشخبری سُنائی جانے لگی تھی - یہ سب کچھ نبوّتوں کی تکمیل میں ہو رہا تھا۔ لیکن ایسی ناقابلِ تردید شہادت کے باوجود اُن کو تاریخ کا کوئی شعور نہ تھا کہ ہماری آنکھوں کے سامنے تاریخ بن رہی ہے یا نبوّتیں پُوری ہو رہی ہیں۔

۱۶: ۴- وُہ خود اُن کے درمیان کھڑا تھا مگر فریسی اور صدُوقی نشان طلب کر رہے تھے۔ اس طرح وُہ دکھا رہے تھے کہ ہم رُوحانی طور پہ "زناکار لوگ" ہیں - مگر یوناہ کے نشان کے

سوا کوئی اور نشان اُن کو نہ دیا جائے گا"۔ جیسا کہ ۱۲: ۳۹ کی تشریح میں بیان کیا گیا اِس سے مُراد مسیح کا تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھنا ہے۔ "اِس زمانہ کے بُرے اور زِناکار لوگ" مسیح موعُود کو مصلُوب کریں گے۔ مگر خُدا اُسے مُردوں میں سے جِلائے گا۔ اور یہ اُن سبھوں کے حشر کا نشان ہو گا جو اُسے حاکم تسلیم نہیں کرتے اور اُس کے آگے نہیں جُھکتے۔

یہ پیرا اِن منحُوس الفاظ پر ختم ہوتا ہے کہ "وُہ اُن کو چھوڑ کر چلا گیا"۔ ان الفاظ کے رُوحانی مُضمرات سب کو صاف نظر آنے چاہئیں۔

۱۶: ۵، ۶۔ جب اُس کے "شاگرد" جھیل کے مشرقی ساحل پر اُس کے ساتھ آ ملے تو معلُوم ہُؤا کہ وُہ "روٹی ساتھ لینا بُھول گئے تھے"۔ اِس لئے یسُوع نے اُن کا خیر مقدم کرتے ہُوئے کہا کہ "خبردار! فریسیوں اور صدُوقیوں کے خمیر سے ہوشیار رہنا"۔ شاگردوں کا خیال تھا کہ خُداوند کہہ رہا ہے کہ "کھانے پینے کی چیزیں لینے کو یہُودی لیڈروں کے پاس نہ جانا"۔ چونکہ وُہ پہلے ہی کھانے پینے کی چیزوں کے خیال میں تھے، اِس لئے وُہ لفظی اور طبعی تشریح کی طرف دیکھتے رہے حالانکہ اِس میں رُوحانی سبق پوشیدہ تھا۔

۱۶: ۷-۱۰۔ شاگردوں کو ابھی تک خوراک کی کمی کی فکر تھی حالانکہ جس نے پانچ ہزار اور پھر چار ہزار کو سیر کیا تھا، وُہ اُن کے ساتھ تھا۔ چنانچہ اُس نے اُن کے ساتھ مِل کر اِن دونوں مُعجزوں پر نظرِ ثانی کی۔ جو رُوحانی سبق سامنے آیا اُس کا تعلق رُوحانی اعداد و شُمار اور رُوحانی طور پر وسائل مُہیا کرنے سے تھا کیونکہ جِتنی کم خوراک کے ساتھ یسُوع کو کام کرنا پڑا، اِتنے ہی زیادہ لوگ سیر ہُوئے اور اِتنی ہی زیادہ خوراک باقی بچی۔ جب اُس کے پاس صِرف پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں تھیں تو پانچ ہزار سے اُوپر لوگ سیر ہُوئے اور بارہ ٹوکریاں خوراک بچی۔ جب روٹیاں اور مچھلیاں زیادہ تھیں تو صِرف چار ہزار سے اُوپر لوگ سیر ہُوئے اور صِرف سات ٹوکریاں بچیں۔ اگر ہم اپنے اپنے محدُود وسائل اُس کے سپُرد کر دیں تو وُہ اُن کو تناسبِ معکوس میں بڑھاتا ہے۔ "اگر خُدا ساتھ ہو، تو تھوڑا ہی بہت ہوتا ہے"۔ اہم سبق یہی ہے کہ "جب ہمارا تعلق ایسی ہستی سے ہے جو لامحدُود قُدرت اور وسائل کا مالک ہے تو بُھوک اور مُحتاجی کی فِکر کیوں کریں"۔

۱۶: ۱۱-۱۲۔ "فریسیوں اور صدُوقیوں کے خمیر" کی بات سے خُداوند نے روٹی کی طرف نہیں بلکہ اُن کے باطل عقائد اور بگڑے ہُوئے رویّہ اور کردار کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وُہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم خُدا کے کلام کی ذرا ذرا تفصیل پر عمل کرتے ہیں مگر اُن کی فرمانبرداری ظاہری اور سطحی تھی۔

باطن میں وُہ بُرے اور بگڑے ہُوئے تھے۔

"صدُوقیوں" کا خمیر عقل پرستی تھا۔ وُہ اپنے زمانے کے آزاد خیال یعنی لبرل لوگ تھے۔ اُنہوں نے شکوک اور مُنکرات کا ایک نظام قائم کر رکھا تھا۔ وُہ فرشتوں اور رُوحوں کے وجُود کا، بدن کی قیامت کا، رُوح کی بقا کا اور ابدی سزا کا انکار کرتے تھے۔ اگر اِس فلسفے کو برداشت کر لیا جائے، تو وُہ خمیر کی طرح سرایت کرتا اور پھیل جاتا ہے۔

۱۰۔ بادشاہ شاگردوں کو تیار کرتا ہے (۱۶: ۱۳- ۱۷: ۲۷)

الف۔ پطرس کا اقرار (۱۶: ۱۳- ۲۰)۔

۱۶: ۱۳، ۱۴۔ "قیصریہ فلپّی" گلیل کی جھیل سے پچیس ۲۵ میل شمال اور دریائے یردن سے پانچ میل مشرق میں واقع تھا۔ جب یسوع اُس کے گردونواح کے دیہات میں پہنچا (مرقس ۸: ۲۷) تو ایک ایسا واقعہ رُونما ہُوا جس کو اُس کی تعلیمی خدمت کا نُقطۂ اَوج سمجھا جاتا ہے۔ اُس وقت تک وُہ شاگردوں کی راہنمائی کر رہا تھا کہ اُس کی شخصیت کو حقیقی طور پر سمجھ لیں۔ اِس مقصد میں کامیاب ہو جانے کے بعد اب وُہ پُورے عزم اور مُصمّم ارادے کے ساتھ صلیب کی طرف رُخ کرتا ہے۔

آغاز میں وُہ "اپنے شاگردوں" سے سُوال کرتا ہے کہ "لوگ ابنِ آدم کو کیا کہتے ہیں؟" یعنی میری شناخت کس طرح کرتے ہیں؟ جواب میں بتایا جاتا ہے کہ بعض لوگ "یُوحنّا بپتسمہ دینے والا" اور بعض "ایلیّاہ" کہتے ہیں۔ بعض تجھے "یرمیاہ" قرار دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دُوسرے "نبیوں میں سے کوئی" ہے۔ عام آدمیوں کے لئے وُہ بہت سے انبیا میں سے کوئی ایک نبی تھا۔ اچھّا تھا لیکن سب سے اچھّا نہیں تھا۔ بڑا تھا لیکن سب سے بڑا نہیں تھا۔ ایک نبی تھا مگر "وُہ نبی" نہیں تھا۔ اِس میں اُس کی تھوڑی بہت تعریف تو تھی مگر اُس کی اصلیت کی تردید ہوتی تھی کہ اگر وُہ کئیوں میں سے ایک ہے تو وُہ جعل ساز ہے کیونکہ خدا باپ کے برابر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

۱۶: ۱۵- ۱۶۔ چنانچہ اُس نے شاگردوں سے پُوچھا کہ "تم مُجھے کیا کہتے ہو؟" یہاں "شمعون پطرس" نے وُہ اِقرار کیا جو تاریخی حیثیّت اور اہمیّت رکھتا ہے کہ "تُو زندہ خُدا کا بیٹا مسیح ہے!" دُوسرے لفظوں میں بنی اسرائیل کا مسیحِ موعُود اور خُدا کا بیٹا ہے۔

۱۶: ۱۷ - ۱۸ - ہمارے خداوند نے "شمعون بریوناہ" کو "مُبارک" ٹھہرایا۔ اُسے برکت دی۔ ایک ماہی گیر خداوند یسوع کے بارے میں اِس تصوّر تک اپنی ذہانت یا طبعی عقل کی مدد سے نہیں پہنچا تھا بلکہ "خدا" باپ نے فوق الفطرت طور پر اُس پر "ظاہر" کیا تھا، مگر بیٹا پطرس سے بھی ایک اہم اور ضروری بات کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ یسوع نے کہا "تو پطرس ہے اور مَیں اِس پتھر پر اپنی کلیسیا بناؤں گا۔ اور عالمِ ارواح کے دروازے اُس پر غالب نہ آئیں گے"۔ ہم جانتے ہیں کہ جتنا اختلافِ رائے اِس آیت میں پایا جاتا ہے، انجیل کی کسی دُوسری آیت پر شاید ہی پایا جاتا ہو۔ سُوال یہ ہے کہ "پتھر" کیا یا کون ہے؟ کچھ مسئلہ تو اِس لئے پیدا ہوتا ہے کہ یُونانی زبان میں پطرس اور پتھر کے لئے لفظ متشابہ ہیں۔ لیکن اِن کے مطالب میں فرق ہے۔ پہلا لفظ petros ہے جس کا مطلب ہے پتھر یا بھربھری چٹان۔ دُوسرا لفظ petra ہے جس کا مطلب ہے چٹان۔ چنانچہ یسوع نے جو بات کہی دراصل یہ تھی کہ "تُو پطرس (پتھر۔ پہلا مطلب) ہے۔ اور مَیں اِس پتھر (چٹان، دُوسرا مطلب) پر اپنی کلیسیا بناؤں گا"۔ اُس نے یہ نہیں کہا تھا کہ مَیں پتھر پر کلیسیا بناؤں گا، بلکہ یہ کہ چٹان پر بناؤں گا۔

اگر پطرس وُہ چٹان نہیں، تو کیا چیز وُہ چٹان ہے؟ اگر ہم سیاق و سباق پر توجہ دیں تو جواب واضح ہے کہ وُہ چٹان پطرس کا اقرار ہے کہ مسیح زندہ خُدا کا بیٹا ہے۔ اور یہی وُہ سچائی ہے جس پر کلیسیا کی بُنیاد ہے۔ افسیوں ۲: ۲۰ ہمیں سکھاتی ہے کہ کلیسیا کی تعمیر یسوع مسیح پر ہُوئی ہے۔ وُہی کونے کے سرے کا پتھر ہے۔ یہ بیان کہ "تم رسُولوں اور نبیوں کی نیو پر ... تعمیر کئے گئے ہو" یہ مطلب نہیں رکھتا کہ کلیسیا کی بُنیاد اُن ہستیوں پر ہے بلکہ یہ کہ خداوند یسوع مسیح کے بارے میں اُن کی تعلیم پر ہے۔

۱- کرنتھیوں ۱۰: ۴ میں بیان ہُوا ہے کہ "چٹان" مسیح ہے۔ اِس سلسلے میں مورگن بہت عُمدہ بات یاد دلاتا ہے:

> "یاد رکھیں کہ وُہ یہودیوں سے کلام کر رہا تھا۔ اگر ہم عبرانی صحائف میں لفظ چٹان کے مجازی اِستعمال کی تحقیق کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ اِس کو اِنسان کے لئے علامت کے طور پر کبھی اِستعمال نہیں کیا گیا بلکہ ہمیشہ خُدا کے لئے۔ اِسی طرح یہاں قیصریہ فلپی میں بھی کلیسیا پطرس پر تعمیر نہیں کی گئی۔ یسوع صنائع بدائع کی بے قدری نہیں کرتا۔ اُس نے اُن کی قدیم عبرانی مثال ہی کو لیا ہے یعنی چٹان

جو ہمیشہ ذاتِ الٰہی کی علامت تھی اور کہا ہے کہ خود خُدا پر —— زندہ خُدا کے بیٹے مسیح پر —— مَیں اپنی کلیسیا بناؤں گا"۔

پطرس نے کبھی نہیں کہا کہ مَیں کلیسیا کی بنیاد ہُوں۔ یسوع کا ذِکر کرتے ہُوئے وُہ دو دفعہ اُسے "پتھر" کہتا ہے (دیکھئے اعمال ۴: ۱۱، ۱۲ اور ۱۔پطرس ۲: ۴-۸)۔ مگر یہاں مثال فرق ہے۔ وُہ پتھر بنیو نہیں بلکہ "کونے کے سِرے کا پتھر" ہے۔

"مَیں ... اپنی کلیسیا بناؤں گا"۔ یہ پہلا موقع ہے کہ بائبل مُقدّس میں "کلیسیا" کا ذِکر آتا ہے۔ پُرانے عہدنامہ میں اِس کا وجُود نہ تھا۔ جب یسوع نے یہ الفاظ بولے، اُس وقت بھی کلیسیا ابھی مُستقبل میں بننے والی تھی۔ اِس کا قیام پنتکُست کے دِن ہی ہُوا۔ اور یہ اُن سب افراد پر مُشتمل تھی جو مسیح میں حقیقی ایمان دار ہیں۔ خواہ وُہ یہُودی ہوں، خواہ غیر اقوام —— یہ ایک الگ گروہ ہے جس کو مسیح کا بدن اور دُلہن کہا جاتا ہے۔ اِس کو بے مثال آسمانی بُلاہٹ حاصل ہے۔ اِس کا مُقدر بھی یکتا اور آسمانی ہے۔

متّی کی انجیل میں نمایاں موضُوع اسرائیل اور بادشاہی ہیں۔ اور ہمیں توقع نہیں ہوتی کہ یہاں کلیسیا کا موضُوع بھی مُتعارف ہو گا لیکن چونکہ اسرائیل نے مسیح کو رَدّ کر دیا، اِس لئے ایک مُعترضہ دَور —— کلیسیائی دَور —— شرُوع ہو جاتا ہے جو فضائی اِستقبال تک چلتا رہے گا۔ پھر خُدا بنی اسرائیل سے بہ حیثیتِ قوم دوبارہ مُعاملہ شرُوع کرے گا۔ اِس لئے نہایت موزُوں بات ہے کہ خُدا یہاں کلیسیا کا تعارُف کرائے جو کہ بنی اسرائیل کے مسیح کو رَدّ کرنے کے بعد اُس کا اگلا انتظامی اقدام ہے۔

"اور عالمِ اَرواح کے دروازے اُس پر غالب نہ آئیں گے"۔ اِس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ اوّل۔ "عالمِ ارواح کے دروازے" کلیسیا کے خلاف ناکام حملے ہیں۔ کلیسیا اپنے خِلاف تمام حملوں میں قائم و دائم رہے گی۔ دُوسری تصویر یہ ہو سکتی ہے کہ کلیسیا خود حملہ آور ہوتی اور فاتح رہتی ہے۔ ہر صُورت میں مَوت کی قُوتیں شکست کھائیں گی۔ زندہ ایمان دار آسمان پر اُٹھائے جائیں گے اور جو مسیح میں مُوئے وُہ زندہ کئے جائیں گے۔

۱۶: ۱۹۔ "مَیں آسمان کی بادشاہی کی کُنجیاں تجھے دُوں گا"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمیوں کو بہشت میں داخل کرنے کا اختیار پطرس کو دِیا گیا۔ زیرِ نظر بات کا تعلق اِس زمین پر "آسمان کی بادشاہی" کے ساتھ ہے یعنی وُہ حلقہ جو اُن سبھوں پر مُشتمل ہے جو بادشاہ کے ساتھ وفاداری کا حلف اُٹھاتے اور مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ "کُنجیاں" رسائی حاصل کرنے یا اندر داخل ہونے کو ظاہر کرتی ہیں۔ وُہ کنجیاں جو اِقرار کے حلقے کا دروازہ کھولتی ہیں ان کا بیان اِرشادِ عظیم (متّی ۲۸: ۱۹) میں مِلتا ہے یعنی شاگرد بنانا، بپتسمہ

دینا اور تعلیم دینا (بپتسمہ نجات کے لئے ضروری نہیں بلکہ شمولیت کی رسم ہے جس سے لوگ بادشاہ کے ساتھ وفاداری کا علانیہ اقرار کرتے ہیں)۔ پطرس نے یہ کنجیاں سب سے پہلے پنتکُست کے دِن استعمال کیں۔ یہ کنجیاں دُوسروں کو چھوڑ کر صِرف اُسی کو نہیں دی گئی تھیں بلکہ وُہ تمام شاگردوں کا نمائندہ مانا گیا تھا (دیکھئے متی ۱۸:۱۸ جہاں یہی وعدہ اُن سب سے کیا گیا ہے)۔

"جو کچھ تُو زمین پر باندھے گا، وُہ آسمان پر بندھے گا اور جو کچھ تُو زمین پر کھولے گا وُہ آسمان پر کھُلے گا"۔ اِس کے ساتھ میل کھاتا ہُؤا دُوسرا حوالہ یُوحنّا ۲۰:۲۳ ہے۔ بعض اوقات اِن دونوں حوالوں کی مدد سے یہ مفروضہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ پطرس اور اُس کے جانشینوں کو گناہ مُعاف کرنے کا اِختیار دیا گیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ گناہ صِرف خُدا ہی مُعاف کر سکتا ہے۔

اِس آیت کو دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اوّل۔ کہ شاگردوں کو باندھنے اور کھولنے کا اِختیار تھا جو آج ہمیں حاصل نہیں۔ مثال کے طور پر پطرس نے حننیاہ اور سفیرہ کے گُناہوں کو اُن پر باندھ دیا اور اُن کو فوری موت کی سزا ملی (اعمال ۵:۱-۱۰) جبکہ پَولُس نے کرنتھس میں جس آدمی کی تادیب کی گئی تھی، اُسے گُناہ کے نتائج سے کھول دیا کیونکہ اُس آدمی نے توبہ کر لی تھی (۲۔کرنتھیوں ۲:۱۰)۔

اِس آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسُول زمین پر جو کچھ باندھتے یا کھولتے ہیں دراصل وُہ آسمان پر پہلے ہی بندھا یا کھُلا ہوتا ہے۔ اِس ضمن میں رائرؔی کہتا ہے کہ "باندھنے اور کھولنے کا آغاز رسُول نہیں کرتے، بلکہ آسمان کرتا ہے۔ رسُول صِرف ان باتوں کا اعلان کرتے ہیں"۔

آج یہ آیت صِرف ایک ہی مفہوم میں سچ ہے اور وُہ ہے اُس کا اظہاری یا بیانیہ مفہوم۔ جب کوئی گنہگار اپنے گُناہوں سے سچّی توبہ کرتا اور یسُوع مسیح کو اپنا خُداوند اور نجات دہندہ قبول کر لیتا ہے تو ایک مسیحی اعلان کر سکتا ہے کہ اُس کے گناہ مُعاف ہوئے۔ جب کوئی گنہگار نجات دہندہ کو ردّ کر دیتا ہے تو ایک مسیحی کا رندہ اعلان کر سکتا ہے کہ اُس کے گُناہ قائم ہیں۔ ولیم کیلی لکھتا ہے کہ "جب بھی کلیسیا خُداوند کے نام میں کام کرتی اور حقیقی معنوں میں اُس کی مرضی پوری کرتی ہے تو اُس کے کاموں پر خُدا کی مُہر ثبت ہوتی ہے"۔

۱۶:۲۰۔ ہم دوبارہ دیکھتے ہیں کہ خُداوند یسُوع نے "اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا کہ مَیں مسیح ہُوں"۔ بنی اِسرائیل کی بے اِعتقادی کے سبب ایسے اِنکشاف سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر اُس کو بادشاہ بنانے کی تحریک چل پڑتی تو سخت نُقصان ہو سکتا تھا کیونکہ ایسی بے وقت تحریک کو رُومی نہایت بے رحمی سے کچل ڈالتے۔

سٹوارٹ اِس حِصّے کو مسیح کی خدمت کا موڑ قرار دیتا ہے۔ وُہ رقم طراز ہے کہ

"آج قیصریہ فلپی میں اناجیل کے دونوں دھاروں کو الگ الگ کیا جا رہا ہے۔ اِس نُقطہ سے دھارے ایک دُوسرا رُخ اختیار کرتے ہیں۔ ایک دھارا ہر دِلعزیزی کا تھا جو یسوع کی خدمت کے ابتدائی ایّام میں اُبھرا۔ اور لگتا تھا کہ اُسے تخت تک پہنچا دے گا۔ لیکن وُہ دھارا تو پیچھے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب دھارے کا رُخ صلیب کی طرف ہے۔ قیصریہ فلپی میں یسوع گویا دوراہے پر آکھڑا ہُؤا، جیسے وُہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہے اور اپنے پیچھے اُس راستے پر نظر ڈال سکتا ہے جسے وُہ طے کر آیا ہے اور اُس کے سامنے ایک تاریک اور نہایت ناخوش گوار راستہ اُس کا منتظر ہے۔ اُس نے ایک نگاہ پیچھے ڈالی جہاں پُرمسرت گزرے دِنوں کی شفق ابھی تک موجود تھی۔ پھر وُہ مڑا اور اُس راہ پر قدم بڑھا دِئے جس پر سائے ہی سائے تھے۔ اب اُس کا راستہ کلوری کو جاتا تھا۔"

ب۔ شاگردوں کو اپنی مَوت اور قیامت کے لئے تیار کرنا

(۱۶: ۲۱-۲۳)

۱۶: ۲۱۔ اب جبکہ شاگردوں کو یہ شعور حاصل ہو گیا کہ یسوع زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے تو وُہ اُس کی مَوت اور قیامت کے بارے میں اُس کی پہلی براہِ راست پیش گوئی سُننے کو تیار تھے۔ اب وُہ جانتے تھے کہ جس مقصد کے لئے وُہ آیا ہے، اِس میں ہرگز ناکام نہیں ہو سکتا۔ وُہ جانتے تھے کہ ہم فتح مند فریق کے ساتھ ہیں۔ وُہ جانتے تھے کہ کُچھ بھی ہو گزرے فتح یقینی ہے۔ چنانچہ خُداوند نے تیار دِلوں کو یہ خبر سُنائی کہ مُجھے "ضرُور ہے کہ یروشلیم کو" جاؤں۔ اور ضرُور ہے کہ مذہبی لیڈروں کے ہاتھوں "بہت دُکھ" اُٹھاؤں۔ اور ضرُور ہے کہ "قتل کیا" جاؤں اور ضرُور ہے کہ "تیسرے دِن جی" اُٹھوں۔ یہ خبر کِسی بھی تحریک کا گلا گھونٹ ڈالنے کو کافی تھی۔ ساری گفتگو میں صِرف آخری بات کہ "ضرُور ہے کہ تیسرے دِن جی" اُٹھوں کِسی تحریک کو زندہ رکھ سکتی تھی۔ اِس بات نے سب کُچھ بدل ڈالا!

۱۶: ۲۲۔ پطرس اِس خیال ہی سے خشمناک ہو گیا کہ ہمارے مالِک کے ساتھ ایسا سلوک ہو۔ اُس نے خُداوند کو یُوں پکڑا جیسے اُس کا راستہ روک رہا ہو اور احتجاج کرنے لگا کہ "اَے خُداوند، خُدا نہ کرے، یہ تُجھ پر ہرگز نہیں آنے گا!"

۱۶: ۲۳۔ اِس پر خُداوند یسوع نے اُسے جھڑکا۔ وُہ تو اِس دُنیا میں آیا ہی گُنہگاروں کی

خاطر جان دینے کو تھا۔ جو چیز یا جو شخص اُسے اِس مقصد سے روکتا، وُہ خُدا کی مرضی کا مخالف تھا۔ چنانچہ اُس نے پطرس سے کہا کہ "اے شیطان، میرے سامنے سے دُور ہو۔ تُو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تُو خُدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔" پطرس کو "شیطان" کہنے سے یسوع کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ وُہ بدرُوح گرفتہ یا شیطان کے کنٹرول میں ہے۔ مطلب صرف اِتنا تھا کہ اُس کی باتیں اور حرکات ایسی تھیں جن کی توقع صرف شیطان سے کی جا سکتی ہے (اور اُس کے نام کا مطلب ہے۔ مُخالِف)۔ کلوری کے خِلاف احتجاج کر کے پطرس نجات دہندہ کے لئے ایک رُکاوٹ بن رہا تھا۔

ہر مسیحی کی بلاہٹ ہے کہ اپنی صلیب اُٹھائے اور خُداوند یسوع کے پیچھے ہولے۔ لیکن جب صلیب راستے میں ایک رُکاوٹ بن کر کھڑی ہو جاتی ہے تو اندر سے ایک آواز آتی ہے "خُدا ایسا نہ کرے! اپنے آپ کو بچا لو۔" یا شاید اپنے عزیز و اقارب کی آوازیں ہمیں فرمانبرداری کے راستے سے ہٹا دینے کی کوشش کرتی ہیں۔ ایسے وقت ہمیں بھی کہنا چاہئے کہ "اے شیطان، میرے سامنے سے دُور ہو۔ تُو میرے لئے ایک رُکاوٹ ہے۔"

ج۔ حقیقی شاگردیت کے لئے تیاری (۱۶: ۲۴-۲۸)

۱۶: ۲۴۔ اب خُداوند یسوع صاف صاف بیان کرتا ہے کہ میرا شاگرد ہونے میں کن کن باتوں کا سامنا ضروری ہے۔ اپنی خُودی کا اِنکار، صلیب اُٹھانا اور اُس کے پیچھے چلنا۔ "خُودی" کے اِنکار سے مُراد خُود انکاری نہیں۔ اِس کا مطلب ہے کہ اپنے آپ کو ایسے کامل طور سے اُس کے کنٹرول میں دے دینا کہ اپنی ذات کا کوئی حق باقی نہ رہے۔ "صلیب اُٹھانے" کا مطلب ہے کہ ہر طرح کی شرمساری اور دُکھ اُٹھانے، بلکہ اُس کی خاطر شہید ہونے کو بھی تیار اور آمادہ ہونا۔ گُناہ اور خُودی اور دُنیا کے اعتبار سے مَر جانا۔ اور اُس کے "پیچھے ہو لینے" کا مطلب ہے اُس کی طرح زِندگی گُزارنا۔ اُس نے ایسی زِندگی گُزاری جس میں حلیمی، فروتنی، غربت، ترس، محبّت، فضل اور ہر خُدائی وصف اور خُوبی شامل تھی۔

۱۶: ۲۵۔ خُداوند دیکھتا ہے کہ دو باتیں شاگردیت کی راہ میں رُکاوٹ ہیں۔ پہلی تو قُدرتی آزمائش ہے کہ اِنسان "اپنی جان" کو بے آرامی یا تکلیف، درد، تنہائی یا نقصان سے "بچانا" چاہتا ہے اور دُوسری ہے دولت مند بننے کی خواہش۔ جہاں تک پہلی رُکاوٹ کا تعلق ہے، یسوع نے خبردار

کیا کہ جو لوگ خودغرضانہ مقاصد کے لئے زندگی سے چمٹے رہتے ہیں، اُن کو اپنی زندگی کا مقصد کبھی حاصل نہ ہوگا۔ جو لوگ بے دھڑک ہو کر زندگی اُس کے حوالے کر دیتے ہیں، قیمت کا حساب نہیں لگاتے، اُن کو اپنی زندگی کا مقصد مل جاتا ہے۔

۱۶: ۲۶ - دُوسری آزمائش — دولت مند بننے کی آرزو — بالکل غیر معقول ہے۔ یسوع کہتا ہے کہ "فرض کریں کہ ایک آدمی" اپنے کاروبار میں اتنا کامیاب ہے کہ "ساری دُنیا" حاصل کر لیتا ہے۔ دولت اور دُنیا کی دیوانہ وار تلاش میں اُس کا وقت اور طاقت اِتنی شدّومد سے صرف ہو جاتی ہے کہ وُہ اپنی زندگی کے اصل مقصد کو بھول جاتا ہے۔ کیا فائدہ ہے کہ انسان اِتنی دولت جمع کرے، پھر مر جائے اور ساری دولت پیچھے چھوڑ جائے اور ابدیت خالی ہاتھ بسر کرے؟" یہاں اِنسان کے سامنے پیسہ کمانے کی نسبت کہیں بڑا مقصد ہے۔ اُس کو بُلایا گیا ہے کہ بادشاہ کے مقاصد پُورے کرے۔ اگر وُہ یہ نہیں کر سکا تو اُس نے کچھ نہیں کیا۔

۱۶: ۲۷ - اب خُداوند اپنے لوگوں کو اُس "جلال" کی یاد دِلاتا ہے جو دُکھوں کے بعد مِلتا ہے۔ وُہ اپنی دُوسری آمد کی طرف اشارہ کرتا ہے جب وُہ "فرشتوں کے ساتھ" زمین پر واپس آئے گا۔ اُس وقت وُہ اپنے "باپ کے" فائق اور افضل "جلال میں" ہوگا۔ "اُس وقت ہر ایک کو" جو اُس کی راہوں پر چلتا ہے "بدلہ دے گا"۔ کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اِنسان اِس جلالی مستقبل کو اپنے سامنے رکھے، اُس کے لئے منصوبہ بندی کرے۔ فیصلہ کرے کہ اُس وقت کونسی چیز واقعی اہم ہوگی۔ اور پھر پُوری قوّت کے ساتھ اُس کے پیچھے لگ جائے۔

۱۶: ۲۸ - اب یسوع ایک چونکا دینے والی بات کرتا ہے کہ "جو یہاں کھڑے ہیں، اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابنِ آدم کو اُس کی بادشاہی میں آتے ہُوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے"۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ وُہ شاگرد تو سارے موت کا مزہ چکھ چکے ہیں اور مسیح قدرت اور جلال کے ساتھ بادشاہی قائم کرنے کے لئے ابھی تک نہیں آیا۔ اِس مسئلے کو حل کرنے کے لئے ہمیں اِس بات کو نظر انداز کرنا ہوگا کہ یہاں باب کا خاتمہ ہوتا ہے اور اگلے باب کی پہلی آٹھ آیات کو اُس کے اِس پُراسرار بیان کی تشریح سمجھنا ہوگا۔ اِن آیات میں پہاڑ پر مسیح کی صُورت بدل جانے کا واقعہ بیان ہُوا ہے۔ وہاں پطرس، یعقوب اور یوحنّا نے مسیح کو جلالی صُورت میں دیکھا۔ اُن کو یہ شرف حاصل ہُوا کہ پہلے ہی ایک جھلک دیکھ لیں کہ اپنی بادشاہی کے جلال میں مسیح کیسا ہوگا۔

یہ بات بالکل حق بجانب ہے کہ ہم مسیح کی صُورت بدل جانے کو اُس کی آنے والی بادشاہی کی ایک

پیشگی تصویر جانیں۔ پطرس اِس واقعہ کو (۲۔پطرس ۱: ۱۶) "خداوند یسوع مسیح کی قدرت اور آمد" کہتا ہے۔ خداوند یسوع مسیح کی قدرت اور آمد کا مطلب اُس کی دوسری آمد ہے۔ اور یوحنا اِس پہاڑ پر کے تجربے کے بارے میں کہتا ہے کہ "ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اِکلوتے کا جلال" (یوحنا ۱: ۱۴) ۔ مسیح کی پہلی آمد عاجزی اور خاکساری میں ہوئی، لیکن جو آمد جلال میں ہو گی وہ اُس کی دوسری آمد ہے۔ چنانچہ آیت ۲۸ کی پیش گوئی اِس پہاڑ پر پوری ہوئی۔ پطرس، یعقوب اور یوحنا نے ابنِ آدم کو دیکھا، جب وہ فروتن اور حلیم ناصری نہیں بلکہ جلال کا بادشاہ تھا۔

د۔ شاگردوں کو جلال کے لئے تیار کرنا — صورت کا تبدیل ہو جانا (۱۷: ۱-۸)

۱۷: ۱-۲۔ قیصریہ فلپی کے واقعہ کے "چھ دِن کے بعد یسوع نے پطرس اور یعقوب اور اُس کے بھائی یوحنا کو ہمراہ لیا" اور گلیل کے کسی علاقے میں "اُنہیں ایک اُونچے پہاڑ پر الگ لے گیا"۔ کئی مفسرین "چھ دن" کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ مثلاً گیبلین کہتا ہے کہ "چھ اِنسان کا عدد ہے اور کام کرنے کے دِنوں کو ظاہر کرتا ہے۔ چھ دِن کے بعد یعنی کام کے بعد جب اِنسان کا دِن ختم ہو جاتا ہے، پھر خداوند کا دِن — بادشاہی — آتا ہے"۔

جب لوقا کہتا ہے کہ صورت تبدیل ہونے کا واقعہ "کوئی آٹھ روز بعد" (لوقا ۹: ۲۸) پیش آیا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ وہ درمیانی دِنوں کے ساتھ پہلے اور آخری دِن کو بھی شمار کرتا ہے۔ چونکہ آٹھ جی اُٹھنے اور نئے آغاز کا عدد ہے اِس لئے نہایت بجا ہے کہ لوقا بادشاہی کو نئے آغاز کے مماثل ٹھہراتا ہے۔

پطرس، یعقوب اور یوحنا نے نجات دہندہ کی خاص قربت حاصل کر لی تھی۔ اُن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ خداوند کو جلالی صورت میں دیکھیں۔ اب تک اُس کا جلال بشری بدن کے پردہ میں ڈھکا رہا تھا، لیکن اِس موقع پر "اُس کی صورت بدل گئی اور اُس کا چہرہ سورج کی مانند چمکا اور اُس کی پوشاک نور کی مانند سفید ہو گئی"۔ یہ اُس کی اُلوہیت کا دیدنی اِظہار تھا۔ جس طرح کہ پرانے عہدنامہ میں جلالی بادل خدا کی حضوری کی علامت ہوتا تھا۔ یہ منظر خداوند یسوع کی اُس حالت کی پیشگی جھلک دِکھاتا ہے جو اُس وقت ہو گی جب وہ بادشاہی قائم کرنے کے لئے دوبارہ آئے گا۔ پھر

وُہ قربانی کے برّہ کی صُورت میں ظاہر نہیں ہوگا بلکہ یہُوداہ کے قبیلے کا ببر ہوگا۔ جتنے اُس کو دیکھیں گے فوراً پہچان لیں گے کہ یہ خُدا کا بیٹا، بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند ہے۔

۱۷: ۳۔ اُس پہاڑ پر مُوسیٰ اور ایلیاہ ظاہر ہُوئے۔ وُہ یسوع کی آنے والی موت کی باتیں کر رہے تھے جو یروشلیم میں ہونے کو تھی (لُوقا ۹: ۳۰، ۳۱)۔ مُوسیٰ اور ایلیاہ پُرانے عہدنامہ کے مُقدّسین کی نمائندگی کرتے ہیں۔ شاید مُوسیٰ شریعت کی اور ایلیاہ نبیوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ اگر یہ خیال صحیح ہے تو پُرانے عہدنامہ کے دونوں دھارے مسیح کے دُکھوں اور اُن کے بعد کے جلال کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مُوسیٰ موت کے راستے سے آسمان پر گیا، اِس لئے وُہ اُن سب کا نمائندہ ہے جن کو ہزار سالہ دَور میں داخل ہونے کے لئے زندہ کیا جائے گا۔ اور ایلیاہ زندہ آسمان پر اُٹھایا گیا، اِس لئے وُہ اُن سب کا نمائندہ ہے جو زندہ اُٹھائے جانے کی راہ سے بادشاہی میں داخل ہوں گے۔

پطرس، یعقوب اور یُوحنّا تینوں شاگرد نئے عہدنامہ کے مُقدّسین کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وُہ اُس ایمان دار یہودی بقیہ کی جھلک بھی پیش کرتے ہیں جو مسیح کی دُوسری آمد کے وقت زندہ ہوگا اور مسیح کے ساتھ بادشاہی میں داخل ہوگا۔

پہاڑ کے دامن میں جو بِھیڑ جمع تھی (آیت ۱۴ بمقابلہ لُوقا ۹: ۳۷) اُسے غیر قوموں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ وُہ بھی ہزار سالہ بادشاہی کی برکات میں سے حصّہ پائیں گی۔

۱۷: ۴، ۵۔ "پطرس" اِس واقعہ سے بے حد متاثر ہُوا۔ وُہ تاریخ کا حقیقی شعُور رکھتا تھا۔ وُہ اُس جاہ و جلال کو گویا قابُو کر لینا چاہتا تھا۔ وُہ بلا توقف رائے دیتا ہے کہ "یہاں تین ڈیرے" یا خیمے بنا لیں۔ ایک یسوع کے لئے، "ایک مُوسیٰ کے لئے اور ایک ایلیاہ کے لئے"۔ وہ یسوع کو اوّل مقام دینے میں بالکل حق بجانب تھا۔ لیکن غلطی یہ کی کہ اُسے فوقیت نہیں دی۔ یسوع کی حیثیت برابری کی نہیں، بلکہ وُہ سب کا خداوند ہے۔ اُس کو یہ سبق سکھانے کے لئے خُدا باپ نے اُن سب کو ایک "نُورانی بادل" سے گھیر لیا اور اعلان کیا کہ "یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے مَیں خُوش ہُوں اِس کی سُنو"۔ اُس بادشاہی میں مسیح لاثانی ہوگا۔ وُہ اعلیٰ حضرت شہنشاہ ہوگا جس کی بات حتمی سند اور با اختیار ہوگی۔ اور یہی بات موجُودہ دَور میں اُس کے پیروؤں کے دِلوں میں ہونی چاہیئے۔

۱۷: ۶-۸۔ شاگرد نُورانی بادل اور خُدا کی آواز سے دہل گئے اور "مُنہ کے بل گر" گئے مگر یسوع نے اُن سے کہا "اُٹھو۔ ڈرو مت"۔ وُہ اُٹھے تو "ایک یسوع کے سِوا" وہاں "کسی کو نہ دیکھا"۔ یہی حال بادشاہی میں ہوگا۔

ٹ۔ پیش رَو کے بارے میں (۱۷: ۹ - ۱۳)

۱۷: ۹ - پہاڑ سے اُترتے ہُوئے "یسوع نے اُنہیں یہ حکم دِیا کہ جب تک ابنِ آدم مُردوں میں سے نہ جی اُٹھے" پہاڑ پر پیش آنے والی باتوں کے بارے میں خاموش رہیں۔ یہودی رومیوں کے جُوئے سے رہائی پانے کے لئے اِتنے بے قرار تھے کہ اُنہیں رہائی دِلانے والا کوئی بھی مل جاتا، اُس کا پُورے جوش سے خیر مقدم کرتے۔ مگر وُہ اُسے گُناہ سے نجات دہندہ قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔ اِسرائیل نے اپنے مسیحِ موعُود کو رَدّ کر دیا۔ اب اُن کو اُس کے جلال کی رویا کے بارے میں بتانا بے فائدہ تھا۔ لیکن جی اُٹھنے کے بعد اِس پیغام کی منادی ساری دُنیا میں ہونی تھی۔

۱۷: ۱۰ - ۱۳ - شاگردوں نے ابھی ابھی خُداوند کے قُدرت اور جلال میں آنے کی پیشگی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن اُس کا پیش رَو تا حال ظاہر نہیں ہُوا تھا۔ ملاکی نے نبوّت کی تھی کہ مسیحِ موعُود کی آمد سے پہلے "مَیں ایلیاہ نبی کو تُمہارے پاس بھیجُوں گا" (ملاکی ۴: ۵، ۶)۔ چنانچہ "شاگردوں نے" یسوع سے اِس بارے میں "پُوچھا"۔ خُداوند نے اِتفاق کیا کہ "ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے" تاکہ سب کُچھ بحال کرے، حالات کی اِصلاح کرے۔ مگر ساتھ ہی سمجھایا کہ "ایلیاہ تو آ چُکا"۔ صاف ظاہر ہے کہ وُہ "یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی بابت" کہہ رہا تھا (دیکھئے آیت ۱۳)۔ یُوحنّا ایلیاہ تو نہیں تھا مگر "وُہ ایلیاہ کی رُوح اور قُوّت میں آیا تھا (لُوقا ۱: ۱۷)۔ اگر بنی اسرائیل یُوحنّا اور اُس کے پیغام کو قبول کر لیتے، تو وُہ اُس کِردار کو پُورا کرتا جس کی پیش گوئی ایلیاہ کے حق میں کی گئی تھی (متی ۱۱: ۱۴)۔ لیکن یہ قوم یُوحنّا کے مشن کی اہمیت کو نہ سمجھ سکی، اور جیسا دِل چاہا اُس سے سلوک کیا۔ یُوحنّا کی موت اِس کی علامت تھی کہ ابنِ آدم سے کیسا سلوک کیا جائے گا۔ اُنہوں نے پیش رَو کو رَدّ کر دیا۔ وُہ بادشاہ کو بھی رَدّ کریں گے۔ شاگرد سمجھ گئے کہ اُس نے "یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے"۔

یہ یقینی بات ہے کہ مسیح کی آمدِ ثانی سے پہلے ایک نبی برپا ہو گا جو بنی اِسرائیل کو بادشاہ کی آمد کے لئے تیار کرے گا۔ مگر یہ کہنا نا ممکن ہے کہ وُہ خُود ایلیاہ ہو گا یا کوئی اور شخص جو اُس جیسی خدمت کا حامل ہو گا۔

ث۔ دُعا اور روزہ کے وسیلہ خدمت کرنے کی تیاری (۱۷: ۱۴-۲۱)

زِندگی صرف پہاڑ کی چوٹی والا تجربہ ہی نہیں ہے۔ رُوحانی شادمانی کے اوج کے بعد محنت کے

دن اور طاقت خرچ کرنے کی گھڑیاں آتی ہیں۔ وقت آتا ہے کہ انسان پہاڑ کی چوٹی سے اُترے اور انسانی احتیاج کی وادی میں خدمت کرے۔

۱۷: ۱۴، ۱۵۔ پہاڑ کے دامن میں ایک بے قرار اور بے صبر باپ مسیح کا منتظر تھا۔ وہ "اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کر" دَرد بھری فریاد کرنے لگا کہ میرے بدرُوح گرفتہ بیٹے کو شفا دے۔ بیٹے کو "مرگی" کے شدید دورے پڑتے تھے جن کی وجہ سے وہ "اکثر آگ میں" اور "اکثر پانی میں بھی گر پڑتا تھا۔" چنانچہ جل جانا اور تقریباً ڈوب مرنا اُس کی بدنصیبی میں شامل تھا۔ وہ شیطان کے پیدا کردہ دُکھوں کا ایک مستند نمونہ تھا۔

۱۷: ۱۶۔ باپ نے "شاگردوں" سے مدد مانگی تھی مگر یہی پتہ چلا کہ "انسانی مدد عبث ہے" (زبور ۶۰: ۱۱، ۱۰۸: ۱۲)۔ وہ اُسے شفا دینے سے قاصر رہے تھے۔

۱۷: ۱۷۔ "اے بے اعتقاد اور کج رَو نسل، میں کب تک تمہارے ساتھ رہُوں گا؟ کب تک تمہاری برداشت کروں گا؟" یہ بات اُس نے شاگردوں سے کہی۔ اُن میں اِتنا ایمان نہیں تھا کہ مرگی والے لڑکے کو شفا دے سکتے۔ اور اِس لحاظ سے وہ اپنے زمانے کے یہودی طبقے کی مانند تھے ـــــ بے اعتقاد اور کج رَو۔

۱۷: ۱۸۔ جُونہی مرگی والا لڑکا اُس کے پاس لایا گیا تو "یسوع نے اُسے (بدرُوح کو) جھڑکا" اور بیمار "اُسی گھڑی اچھا ہو گیا۔"

۱۷: ۱۹، ۲۰۔ شاگرد اپنی بے بسی پر حیران تھے۔ چنانچہ "خلوت" میں اُنہوں نے خداوند سے اِس کی وجہ پُوچھی۔ اُس کا جواب بالکل سیدھا اور صاف تھا۔ "ایمان کی کمی"۔ اگر اُن میں "رائی کے دانے" (بیجوں میں سب سے چھوٹا) "کے برابر بھی ایمان" ہوتا تو وہ "پہاڑ" کو بھی سمندر میں جا پڑنے کا حکم دے سکتے تھے اور ایسا ہو جاتا۔ بے شک یہاں سمجھنے کی بات ہے کہ سچّے ایمان کی بنیاد خدا کے کسی حکم یا وعدہ پر ہوتی ہے۔ اپنی کسی ترنگ یا لہر کی تشفّی کی خاطر کوئی انوکھا یا عجیب کام کرنے کی توقع رکھنا ایمان نہیں بلکہ تکبّر اور گستاخی ہے۔ لیکن اگر خدا کسی ایمان دار کی کسی خاص رُخ میں راہنمائی کرتا ہے، یا کسی کام کا حکم دیتا ہے تو مسیحی کو ایمان رکھنا چاہئے کہ پہاڑ جیسی بڑی مشکلات معجزانہ طور پر دُور ہو جائیں گی۔ صاحبِ ایمان کے لئے کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا۔

۱۷: ۲۱۔ "یہ قسم دُعا کے سوا اَور کسی طرح نہیں نکل سکتی"۔ بعض نسخوں میں "دُعا اور روزہ" ہے لیکن چونکہ اکثر قدیم نسخوں میں "روزہ" کا لفظ موجود نہیں، اِس لئے جدید ترجمہ میں بھی

اِسے شامل نہیں کیا گیا۔ البتہ سنگین صُورتِ حال میں دُعا کے ساتھ روزہ رکھنا نہایت موزُوں معلُوم ہوتا ہے۔

ز۔ یسوعؔ شاگردوں کو اپنے پکڑوائے جانے کے لئے تیار کرتا ہے (۱۷: ۲۲، ۲۳)

خُداوند یسوعؔ دوبارہ بالکُل واضح اور سادہ انداز میں اپنے شاگردوں کو پیشگی خبردار کرتا ہے کہ مَیں قتل کیا جاؤں گا۔ لیکن ساتھ ہی فتح کی بات بھی ہے کہ "تیسرے دِن زندہ کیا" جاؤں گا۔ اگر وہ اُنہیں اپنی مَوت کے بارے میں پہلے ہی نہ بتا دیتا، تو جب موت واقع ہوتی تو وہ اَور بھی زیادہ پریشان ہو جاتے کہ مسیحِ موعُود کے ساتھ جو توقعات وابستہ تھیں، دُکھ اور ذِلت کی مَوت اُن کے ساتھ مُطابقت نہیں رکھتی۔

فی الحال وہ اِس بات پر سخت غمگین ہُوئے کہ وہ ہمیں چھوڑ جائے گا اور قتل کیا جائے گا۔ اُنہوں نے اُس کے دُکھ کی پیش گوئی تو سُن لی، لیکن لگتا تھا جی اُٹھنے کے وعدہ کو سُنا ہی نہیں۔

ح۔ پطرؔس اور اُس کا اُستاد ٹیکس ادا کرتے ہیں (۱۷: ۲۴-۲۷)

۱۷: ۲۴-۲۵۔ "کفرنحوم" میں ہیکل کا جزیہ لینے والوں نے پطرؔس سے پُوچھا کہ کیا تُمہارا "اُستاد" وہ نیم مِثقال ادا کرتا ہے جو ہیکل کے اخراجات کے لئے ہر یہُودی سالانہ ادا کرتا ہے؟ پطرؔس نے جواب دیا "ہاں، دیتا ہے"۔ شاید یہ غلط سوچ رکھنے والا شاگرد مسیح کو پریشانی سے بچانا چاہتا تھا۔ اِس کے بعد جو کچھ ہُوا، اُس سے خُداوند کے عالمِ کُل ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ جب پطرؔس گھر میں آیا تو خُداوند نے اُس کے بولنے سے پہلے ہی کہا کہ "اے شمعوؔن، تُو کیا سمجھتا ہے؟ دُنیا کے بادشاہ کن سے محصُول یا جزیہ لیتے ہیں؟ اپنے بیٹوں سے یا غیروں سے؟" اِس سوال کو اُس زمانے کی روشنی میں دیکھنا چاہئے۔ بادشاہ رعایا پر محصُول اِس لئے عائد کرتا تھا کہ اُس کی حکومت اور گھرانے کے اخراجات پُورے ہو سکیں۔ اِس لئے اپنے خاندان سے محصُول وصُول نہیں کرتا تھا۔ ہمارے نظامِ حکومت میں حُکمران اور اُس کے گھر والوں، سبھوں پر ٹیکس عائد ہوتے ہیں۔

۱۷: ۲۶۔ پطرؔس نے بالکُل صحیح جواب دیا کہ حُکمران "غیروں سے" محصُول وصُول کرتے ہیں۔ اِس پر یسوعؔ نے کہا کہ "پس بیٹے بری ہُوئے"۔ اِس میں نکتہ یہ تھا کہ ہیکل خُدا کا گھر تھی۔ یسوعؔ خُدا کا

بیٹا ہے ۔ اگر وُہ ہیکل کے اخراجات کے لئے خراج دیتا ہے تو گویا اپنے آپ کو خراج ادا کرتا ہے ۔

۱۷: ۲۷ ۔ البتہ غیر ضرُوری ٹھوکر کھلانے سے بچنے کی خاطر مسیح خُداوند محصُول ادا کرنے پر راضی ہُوا ۔ لیکن رقم کا بندوبست کیسے کرے ؟ یہ بات کہیں اَور کبھی درج نہیں کی گئی کہ یسوع اپنے پاس پیسے رکھتا تھا ۔ چنانچہ اُس نے پطرس کو گلیل کی جھیل پر بھیجا اور اُسے کہا کہ جو مچھلی پہلے پکڑی جائے ، اُس کا مُنہ کھولنا " تو ایک مِثقال پائے گا " ۔ چنانچہ پطرس نے یہ مِثقال لے کر آدھا مثقال اپنے لئے اور آدھا مثقال خُداوند یسوع کے لئے محصُول ادا کیا ۔

یہ مُتحیّر کرنے والا مُعجزہ بڑی اِحتیاط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ مسیح عالمِ کُل ہے ۔ اُسے معلُوم تھا کہ گلیل کی جھیل کی ساری مچھلیوں میں سے کِس کے مُنہ میں مِثقال ہے ۔ اُسے معلُوم تھا کہ وُہ مچھلی کِس مقام پر ہے ۔ اور اُسے معلُوم تھا کہ یہی پہلی مچھلی ہوگی جسے پطرس پکڑے گا ۔

اگر یہاں کِسی اِلٰہی اصُول کو چوٹ لگتی تو یسوع یہ ادائیگی نہ کرتا ۔ اخلاقی لحاظ سے اِسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا ، اِس لئے اُس نے ٹھوکر کھلانے کی بجائے ادا کر دینا زیادہ بہتر سمجھا ۔ ایماندار ہونے کی حیثیّت میں ہم شریعت سے آزاد ہیں ۔ لیکن جن باتوں میں اخلاقی اصُول لاگو نہیں ہوتے ، ہمیں دُوسروں کے ضمیر کا احترام کرنا چاہیئے اور ٹھوکر کھلانے والی کوئی حرکت نہیں کرنی چاہیئے ۔

۱۱ ۔ بادشاہ اپنے شاگردوں کو ہدایات دیتا ہے (باب ۱۸ ۔ ۲۰)

أ ۔ حلیمی کے بارے میں (۱۸: ۱ ۔ ۶)

اٹھارہویں باب میں اُن لوگوں کی زِندگی کے لئے اصُول پیش کئے گئے ہیں جو مسیح بادشاہ کی رعایا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔

۱۸: ۱ ۔ شاگردوں کا ہمیشہ سے یہی خیال تھا کہ آسمان کی بادشاہی امن اور خُوش حالی کا سنہری دَور ہوگی ۔ اب وُہ اُس بادشاہی میں اِمتیازی مراتب کی تمنّا اور لالچ کرنے لگے ۔ خُود پروری کی رُوح نے اپنا اظہار اِس سوال سے کیا " آسمان کی بادشاہی میں بڑا کون ہے ؟ "

۱۸: ۲، ۳ ۔ یسوع نے ایک " بچّے " کو اُن کے بیچ میں کھڑا کیا اور کہنے لگا " اگر تم نہ پھرو اور بچّوں کی مانند نہ بنو تو آسمان کی بادشاہی میں ہرگز داخل نہ ہوگے " ۔ وُہ بادشاہی کی باطنی حقیقت کا بیان کر رہا تھا ۔ ایک سچا ایمان دار بننے کے لئے ضرُور ہے کہ اِنسان اپنی بڑائی کے خیال کو ترک

کرے اور چھوٹے بچے کی طرح نیچی یعنی فروتنی کی حیثیت اختیار کرے۔ اِس بات کا آغاز اُس وقت ہوتا ہے جب انسان مان لیتا ہے کہ مَیں گنہگار اور نالائق ہُوں، اور قبول کرتا ہے کہ یسوع مسیح ہی میری واحد اُمید ہے۔ یہ رویّہ پُوری مسیحی زندگی میں جاری رہنا چاہئے۔ یسوع یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ میرے شاگرد نجات یافتہ نہیں۔ سوائے یہوداہ اسکریوتی کے سب کے سب اُس پر سچا ایمان رکھتے تھے اور اِس لئے راستباز ٹھہرائے گئے تھے۔ مگر اُن کو اب تک اندر سکونت کرنے والا رُوح القدس نہیں ملا تھا۔ اِس لئے اُن میں سچی حلیمی کی وُہ قوّت نہیں تھی جو آج ہم میں ہے (مگر اِسے لائق طور سے اِستعمال نہیں کرتے)۔ ابھی اُن کو پھرنے کی ضرورت تھی، تاکہ اُن کی ساری غلط سوچ بدل کر بادشاہی کے موافق ہو جائے۔

۱۸: ۴۔ آسمان کی بادشاہی میں سب سے بڑا شخص وُہ ہے جو اپنے آپ کو "بچے" کی مانند چھوٹا بناتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ آسمان کی بادشاہی کی اَقدار اور معیار دُنیا سے بالکل اُلٹ ہیں۔ ضرور ہے کہ ہماری سوچ کا پُورا انداز بالکل بدل جائے اور ہم ویسا ہی مزاج رکھیں جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا (فلپیوں ۲: ۵-۸)۔

۱۸: ۵۔ یہاں خداوند طبعی بچے سے رُوحانی "بچے" کے موضوع پر آجاتا ہے۔ جو کوئی اُس کے چھوٹے سے چھوٹے شاگرد کو "اُس کے نام پر" قبول کرتا ہے، اُس کو وہی اجر ملے گا جیسے اُس نے خود خداوند کو قبول کیا۔ جو کچھ شاگرد کے لئے کیا جاتا ہے، وُہ اُستاد کے لئے کیا گیا سمجھا جائے گا۔

۱۸: ۶۔ دُوسری طرف جو کوئی کسی شاگرد کو گناہ کی طرف ورغلاتا ہے، وُہ زبردست سزا کا حق دار ہو گا۔ "اُس کے لئے یہ بہتر ہے کہ بڑی چکّی کا پاٹ اُس کے گلے میں لٹکایا جائے اور وُہ گہرے سمندر میں ڈبو دیا جائے۔" بڑی چکّی سے یہاں مُراد خراس ہے۔ اِس کے پتھر کو گھمانے کے لئے بیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ گناہ کرنا ہی نہایت بُری بات ہے، مگر کسی ایمان دار سے گناہ کروانا اُس کی معصُومیت کو تباہ کرنا، اُس کے ذہن کو بگاڑنا اور اُس کی نیک نامی پر دھبّا لگانا ہے۔ کسی دُوسرے کی پاکیزگی اور بےگناہی سے کھیلنے سے بہتر ہے کہ ایسا شخص ظالمانہ موت مرے۔

ب۔ ٹھوکر کھلانے کے بارے میں (۱۸: ۷-۱۴)

۱۸: ۷۔ یسوع نے واضح کیا کہ "ٹھوکروں کا لگنا ضرور ہے۔" دُنیا، جسم اور ابلیس باہم ملے ہُوئے ہیں تاکہ ہمیں ورغلائیں اور بگاڑیں۔ لیکن اگر کوئی شخص بُری قوتوں کا آلۂ کار بن جائے تو

اُس کا قصور نہایت بڑا ہوگا۔ اِس لئے خُداوند تنبیہ کرتا ہے کہ اِنسان کو چاہیئے کہ اپنی ذات کو سختی سے قابو میں رکھے اور خُدا کے کسی فرزند کو آزمائش میں نہ ڈالے۔

۱۸: ۸، ۹ ۔ گُناہ کرنے والا عُضو ہاتھ ہو یا آنکھ ہو، بہتر ہے کہ اِسے سرجن کے نشتر پر قُربان کر دیا جائے، بجائے اِس کے کہ کسی دُوسرے کی زندگی میں خُدا کے کام کو برباد کیا جائے۔ کسی عُضو کے بغیر زندگی میں داخل ہونا اِس سے بہتر ہے کہ سارے اعضا سلامت ہوں اور انسان جہنم میں ڈالا جائے۔ ہمارے خُداوند کا یہ مطلب نہیں کہ بہشت میں بعض بدنوں میں بعض اعضا کی کمی ہوگی، بلکہ وُہ صِرف اُس جسمانی حالت کی تصویر پیش کرتا ہے جو اِس جہان سے اگلے جہان کے لئے رُخصت ہوتے وقت کسی ایمان دار کی ہوگی۔ اِس حقیقت میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ جی اُٹھا بدن ہر لحاظ سے مکمل ہوگا۔

۱۸: ۱۰ ۔ اِس کے بعد خُدا کے بیٹے نے "اِن چھوٹوں میں سے کسی کو" خواہ وُہ بچہ ہو خواہ کوئی اَور، حقیر جاننے سے خبردار کیا۔ اِن کی اہمیت پر زور دینے کے لئے اُس نے یہ بھی کہا کہ "اُن کے فرشتے" ہر وقت خُدا کی حضوری میں رہتے اور اُس کا مُنہ ... دیکھتے ہیں"۔ فرشتوں سے مُراد غالباً مُحافظ یا نگہبان فرشتے ہے (عبرانیوں ۱: ۱۴ بھی دیکھئے)۔

۱۸: ۱۱ ۔ یہ آیت ہمارے خُداوند کے مشن کا بیان کرتی ہے اور بجا طور سے کلام کے اِس حصّے کا نُقطۂ عرُوج ہے۔ اِس کو قوسین میں اِس لئے لکھا گیا ہے کہ چند ایک قدیم نسخوں میں موجود نہیں ہے جبکہ زیادہ تر نسخوں میں ہے۔

۱۸: ۱۲، ۱۳ ۔ اور اِن "چھوٹوں" پر ہماری رُوحوں کے چرواہے کی خاص نگاہ ہوتی ہے۔ "سَو بھیڑوں" میں سے اگر صِرف "ایک" بھٹک جائے تو وُہ "ننانوے" کو چھوڑ کر اُس ایک کی تلاش کرتا ہے جب تک وُہ مِل نہ جائے۔ اور اُس ایک کے مِل جانے پر گڈریئے کو جو خُوشی ہوتی ہے اُس سے ہمیں یہ سبق مِلتا ہے کہ اِن چھوٹوں کی عزّت اور قدر کریں کیونکہ یہ اُس کے ہیں۔

۱۸: ۱۴ ۔ وُہ صِرف گڈریئے اور فرشتوں ہی کی نظر میں اہم نہیں، بلکہ خُدا "باپ" کی نظر میں بھی نہایت قیمتی ہیں۔ وُہ "نہیں چاہتا کہ اِن چھوٹوں میں سے ایک بھی ہلاک ہو"۔ اگر وُہ اِتنے اہم ہیں کہ فرشتوں، خُداوند یسوع اور خُدا باپ کے مرکزِ نگاہ ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ ہمیں اُن کو کبھی حقیر نہیں جاننا چاہیئے چاہے بظاہر وُہ کیسے ہی خستہ حال اور بدصُورت نظر آتے ہوں۔

ج۔ ٹھوکر کھلانے والوں کی تادِیب کے بارے میں (۱۸: ۱۵-۲۰)

باب کا بقیہ حِصّہ کلیسیا کے ممبران کے درمیان اختلافات طے کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اِس میں اِس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مُعافی دینے کی کوئی حد نہیں۔

۱۸: ۱۵۔ یہاں واضح اور تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں کہ جب ایک ایمان دار دُوسرے کے ساتھ بُرا سلوک کرے تو جِس سے بُرا سلوک کیا گیا ہے اُس پر کیا ذِمّہ داری عائد ہوتی ہے۔ اوّل ۔ دونوں مِل کر علیحدگی میں مُعاملہ صاف کر لیں۔ اگر قصُور وار فریق اپنا قصُور مان لے تو میل ملاپ ہو جائے گا۔ مُشکل یہ ہے کہ ہم ایسا کرتے نہیں۔ اِس کی بجائے ہم دُوسروں کے سامنے اس کا چرچا کرتے ہیں۔ یُوں مُعاملہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتا اور جھگڑا بڑھ جاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ پہلا قدم یہ ہے کہ "تُو جا اور خلوت میں بات چیت کر کے اُسے سمجھا"۔

۱۸: ۱۶۔ اگر قصُور وار بھائی نہ سُنے تو جِس پر زیادتی ہُوئی ہے، وُہ "ایک دو آدمیوں" کو ساتھ لے جا کر بحالی کی کوشش کرے۔ اِس سے اُس کی بڑھتی ہُوئی ہٹ دھرمی کی سنگینی ظاہر ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک گواہ بھی ہو گا جِس کا تقاضا پاک کلام بھی کرتا ہے کہ "... دو گواہوں یا تین گواہوں کے کہنے سے بات پکّی سمجھی جائے" (اِستثنا ۱۹: ۱۵)۔ کلیسیاؤں میں اکثر اِس سادہ سے اصُول کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اِس طرح جتنی مُشکلات اور مسائل پیدا ہوتے ہیں، اُن کا اندازہ لگانا بہت مُشکل ہے۔ اِس مُعاملے میں تو دُنیاوی عدالتیں زیادہ راستی سے عمل کرتی ہیں جبکہ مسیحی کلیسیائیں اور جماعتیں پیچھے رہ گئی ہیں۔

۱۸: ۱۷۔ اگر قصُور وار بھائی اب بھی "اِنکار کرے" اور مُعافی نہ مانگے تو مُعاملہ مقامی "کلیسیا" کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ مُعاملہ سُننے کی ذِمّہ داری دیوانی عدالت پر نہیں بلکہ مقامی کلیسیا پر عائد ہوتی ہے۔ ایماندار کو دُوسرے ایماندار کے خِلاف مُقدّمہ عدالت میں لے جانے کی ممانعت کی گئی ہے (۱۔کرنتھیوں ۶: ۱-۸)۔

اگر مُدعا علیہ کلیسیا کے سامنے بھی اپنے قصُور اور زیادتی کو ماننے سے اِنکار کرے تو "اُسے غیر قوم والے اور محصُول لینے والے کے برابر" سمجھا جائے۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ اُسے کلیسیا کے دائرے سے خارِج مانا جائے۔ وُہ حقیقی ایمان دار ہی کیوں نہ ہو مگر وُہ ایسی زِندگی بسر نہیں کر رہا۔ چنانچہ اُس سے سلوک بھی ویسا ہی کیا جائے۔ اگرچہ وُہ عالمگیر کلیسیا میں شامل ہے مگر مقامی کلیسیا کی مراعات سے خارج ہو گا۔ ایسی تادیب ایک نہایت سنجیدہ بات ہے۔ اِس طرح ایماندار کو

عارضی طور پر شیطان کی قوّت کے حوالہ کر دیا جاتا ہے "تاکہ اُس کی رُوح خُداوند یسوع کے دِن نجات پائے" (۱-کرنتھیوں ۵: ۵)۔ ساری کارروائی کا مقصد یہ ہے کہ وُہ عقل کے ناخن لے اور اپنے گناہ کا اقرار کرے۔ جب تک اِس مرحلے تک نہ پہنچے دُوسرے ایماندار اُس کے ساتھ شائستگی اور اخلاق کے ساتھ پیش آئیں۔ لیکن اپنے روّیہ سے یہ بھی ظاہر کرتے رہیں کہ ہم تیرے گُناہ سے چشم پوشی نہیں کر رہے اور تیرے ساتھ ہم ایمان کی حیثیت سے میل ملاپ نہیں رکھ سکتے۔ اور جب وُہ سچّے دِل سے توبہ کرے تو جماعت کو اُسے قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہئے۔

۱۸: ۱۸۔ اِس آیت کا گُزشتہ آیتوں کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جب ایک جماعت کلام کے حُکم کے مُطابق اور دُعا کے ساتھ کسی شخص پر تادیبی کارروائی "باندھتی" ہے یعنی اُسے پابند بناتی ہے تو "آسمان پر" اُس کا احترام کیا جاتا ہے۔ جب ایسا شخص اپنے گُناہ کا اقرار کرتا اور توبہ کرتا ہے اور جماعت اُسے رفاقت میں بحال کرتی ہے اور پابندی کو "کھول" دیتی ہے تو خُدا بھی اِس کارروائی کی منظُوری دیتا ہے (دیکھئے یُوحنّا ۲۰: ۲۳)۔

۱۸: ۱۹۔ سُوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ "باندھنے" اور "کھولنے" کے لئے جماعت کتنی بڑی ہونی چاہئے؟ جواب یہ ہے کہ صرف دو ایماندار بھی ایسے مُعاملات کو دُعا میں خُدا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اُن کو یقین ہونا چاہئے کہ خُدا سُنتا ہے۔ آیت ۱۹ خُدا کے دُعاؤں کا جواب دینے کا عام وعدہ بھی ہے۔ لیکن موجُودہ سیاق و سباق میں اِس کا تعلق اِس دُعا کے ساتھ ہے جو کلیسیا انضباطی اور تادیبی کارروائی کے سلسلے میں کرتی ہے۔ اِس کا مطلب دُعا کے بارے میں دیگر ساری تعلیم کی روشنی ہی میں سمجھنا چاہئے۔ مثال کے طور پر ضرُور ہے کہ ہماری دُعائیں

(۱) خُدا کی مرضی کے موافق ہوں (۱-یُوحنّا ۵: ۱۴-۱۵)۔

(۲) ایمان کے ساتھ ہوں (یعقوب ۱: ۶-۸)۔

(۳) سچے دِل کے ساتھ ہوں (عبرانیوں ۱۰: ۲۲) وغیرہ وغیرہ۔

۱۸: ۲۰۔ اِس آیت کی تفسیر بھی سیاق و سباق کے مُطابق ہونی چاہئے۔ یہ نئے عہدنامہ کی سادہ ترین کلیسیا کی تشکیل یا بناوٹ کی طرف اِشارہ نہیں کرتی، نہ عام دُعائیہ اجلاس کی بات کرتی ہے بلکہ ایسی کارروائی کی طرف جس میں کلیسیا دو ایسے مسیحیوں میں میل ملاپ کروا رہی ہے جن میں گُناہ کے باعث جُدائی ہو گئی ہو۔ اِس کا بجا طور پر اطلاق ایمان داروں کے اُن تمام اجلاسوں پر ہو سکتا ہے جہاں مسیح کو مرکزیت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہاں ایک خاص قِسم کا اجلاس پیشِ نظر ہے۔

"میرے نام پر اکٹھے" ہونے کا مطلب ہے اُس کے اختیار میں اکٹھے ہونا۔ اُس کے کلام کی فرمانبرداری کرتے ہُوئے، اور اُس کی ذات اور اختیار کو تسلیم کرتے ہُوئے اکٹھے ہونا۔ کوئی گروہ یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ صِرف ہم ہی اُس کے نام پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو اُس کی حضوری اِس زمین پر اُس کے بدن کے ایک چھوٹے سے حِصّے تک محدُود ہو کر رہ جائے گی۔ جہاں بھی "دو یا تین" اُس کو خُداوند اور نجات دہندہ تسلیم کرتے ہُوئے اکٹھے ہوتے ہیں وہاں ہی وُہ اُن کے "بیچ میں" ہوتا ہے۔

د۔ غیر محدُود مُعافی کے بارے میں (۱۸: ۲۱-۳۵)

۱۸: ۲۱، ۲۲۔ اِس نُکتے پر "پطرس" نے یہ سُوال اُٹھایا کہ اگر "میرا بھائی میرا گُناہ کرتا رہے" تو مُجھے اُس کو "کتنی دفعہ" مُعاف کرنا چاہئے۔ اس کا خیال تھا کہ "سات بار" کا ذِکر کر کے میں عام رائج مہربانی یا رعایت کا ثبوت دے رہا ہُوں۔ "یسوؔع" نے جواب دیا کہ "سات بار نہیں، بلکہ سات دفعہ کے ستّر بار تک"۔ اُس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہم لفظی طور پر ۴۹۰ دفعہ مُعاف کریں۔ یہ "غیر محدُود" کہنے کا اِستعاراتی طریقہ ہے۔

اب کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ "پھر اُوپر بیان کئے گئے اقدامات کا دردِ سر کرنے کی کیا ضرُورت ہے، کہ خطاکار کے ساتھ پہلے اکیلے میں بات کرو۔ پھر دو تین بھائیوں کو لے کر جاؤ اور پھر اُسے کلیسیا کے سامنے پیش کرو، کیوں نہ بس مُعاف کر دو اور مُعاملہ ختم کر دو؟"

جواب یہ ہے کہ مُعافی دینے کے بھی مراحل ہیں، جن کی تفصیل یوُں ہے:

۱۔ جب کوئی بھائی میرے ساتھ زیادتی کرے یا میرا گُناہ کرے تو اپنے دِل میں اُسے فوراً مُعاف کر دینا چاہئے (اِفسیوں ۴: ۳۲)۔ اِس طرح مَیں مُعاف نہ کرنے کی تلخ رُوح سے آزاد ہو جاؤں گا اور ساری ذمّہ داری دُوسرے کے کندھوں پر ہوگی۔

۲۔ مَیں نے اُسے دِل میں تو مُعاف کر دیا ہے مگر اُسے ابھی تک نہیں بتایا۔ جب تک وُہ توبہ نہ کرے علی الاعلان مُعافی دینا درست نہیں ہوگا۔ چنانچہ مُجھ پر فرض ہے کہ اُس کے پاس جاؤں اور محبّت کی رُوح میں اُسے ملامت کروں۔ اور اُمّید کروں کہ وُہ اپنی غلطی کو مان لے گا (لُوقا ۱۷: ۳)۔

۳۔ جُونہی وُہ اپنے گُناہ کا اِقرار کرے اور مُعافی کا خواستگار ہو، مَیں فوراً بتاؤں کہ اُسے

مُعاف کر دیا گیا ہے (لوقا ۷: ۴۱-۴۷)۔

۱۸: ۲۳- اب یسوعؔ "آسمان کی بادشاہی" کی تمثیل سُنا کر خبردار کرتا ہے کہ جن کو مُعاف کر دیا گیا ہے، اگر وُہ مُعاف نہیں کرتے تو نتائج کیا ہوں گے۔

۱۸: ۲۴-۲۷- کہانی میں ایک ایسے بادشاہ کا ذِکر ہے جو اپنا قرض وصُول کرنا چاہتا تھا- ایک نوکر "دس ہزار توڑوں" کا مقروض تھا- وُہ دیوالیہ ہو چکا تھا- چنانچہ مالک نے حکم دِیا کہ اُسے اور اُس کے بال بچوں کو غلاموں کے طور پر بیچ کر قرض وصُول کر لیا جائے- بےبس نوکر نے مُہلت کے لئے درخواست کی کہ موقع دیا جائے تو مَیں "سارا قرض ادا کر دُوں گا"- اکثر قرض داروں کی طرح وُہ بھی ناقابلِ یقین حد تک اِس خوش فہمی میں مُبتلا تھا کہ مُہلت مِلے تو بہُت کُچھ کر سکتا ہُوں (آیت ۲۶)- گلیل کے کُل محصُولات کا مجمُوعہ ۳۰۰ توڑے ہوتا تھا اور یہ شخص دس ہزار توڑوں کا مقروض تھا- اِتنی بڑی رقم کی تفصیل بیان کرنے میں بھی ایک مقصد پوشیدہ ہے کہ سامعین چونک جائیں اور مُتوجّہ ہو کر سُنیں- دُوسرا اِس بات پر زور دینا بھی مقصُود ہے کہ ہم پر خُدا کا بہُت ہی بڑا قرض ہے- مارٹن لوتھر کہا کرتا تھا کہ خُدا کے سامنے ہم سب بھکاری ہیں- ہم یہ قرض اُتار سکنے کی اُمّید تک نہیں کر سکتے۔

"مالک" نے دیکھا کہ "نوکر" پشیمان و پریشان ہے تو اُس نے دس ہزار توڑوں کی پُوری رقم مُعاف کر دی- یہ اِنصاف نہیں، بلکہ رحم اور فضل کا تاریخی مظاہرہ تھا۔

۱۸: ۲۸-۳۰- اب اُس نوکر کا ایک ہم خِدمت تھا جو اُس کا صرف "سَو دینار" کا مقروض تھا- اُسے مُعاف کرنے کی بجائے اُس شخص نے "اُس کو پکڑ کر اُس کا گلا گھونٹا" اور سارا قرض ادا کرنے کا مُطالبہ کیا- اِس بدنصیب مقرُوض نے بھی مُہلت کی درخواست کی مگر سب بے فائدہ- "اُسے قید خانہ میں ڈال دِیا کہ جب تک قرض ادا نہ کرے قید رہے"- یہ تو نہایت ہی مُشکل مُعاملہ ہو گیا کیونکہ قید میں اُسے کُچھ کمانے کا موقع کہاں سے مِل سکتا تھا۔

۱۸: ۳۱-۳۴- دُوسرے "ہم خِدمت" اِس شخص کے غیر مُناسب رویّے سے سخت ناراض ہوئے اور جا کر "مالک کو سب کُچھ جو ہُؤا تھا سُنا دیا"- وُہ اِس بے رحم قرض خواہ پر غضب ناک ہُؤا- اُسے اِتنا بڑا قرض مُعاف ہُؤا تھا مگر وُہ معمُولی سا قرض مُعاف کرنے کو تیار نہ تھا- چنانچہ اُس کو "جلّادوں" کے حوالہ کیا گیا "کہ جب تک تمام قرض ادا نہ کر دے قید رہے"۔

۱۸: ۳۵- تمثیل کا مطلب اور اطلاق بالکل واضح ہے- خُدا بادشاہ ہے- اُس کے خادِموں نے گُناہ کا بڑا قرض اپنے سر چڑھا رکھا تھا جسے ادا نہیں کر سکتے تھے- خُداوند نے بڑا ترس کھا کے

اور عظیم فضل کر کے اُن کا قرض ادا کر دیا اور اُن کو مُفت اور کامل مُعافی عطا کی۔ اب فرض کریں کہ ایک مسیحی دُوسرے پر زیادتی کرتا ہے۔ جب اُسے ملامت کی جاتی ہے تو وُہ مُعافی کا خواستگار ہوتا ہے مگر جس پر زیادتی ہُوئی ہے وُہ مُعاف کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ خُود اُس کو کروڑوں رُوپے کا قرض مُعاف ہو چُکا ہے۔ مگر وُہ چند سَو روپیوں کا قرض مُعاف نہیں کرتا۔ کیا بادشاہ ایسے رویّے کو بے سزا چھوڑ دے گا؟ ہرگز نہیں! مُجرم کو اِس زندگی میں بھی تادیب کی جائے گی اور مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے بھی نُقصان اُٹھائے گا۔

۵۔ شادی، طلاق اور تجرُّد کے بارے میں (۱۹: ۱-۱۲)

۱۹: ۱، ۲۔ "گلیل" میں اپنی خدمت پُوری کر چُکنے پر خداوند نے جنوب کی طرف یروشلیم کا رُخ کیا۔ اگرچہ اُس نے جو راستہ اختیار کیا، اُس کا دُرست تعین کرنا مُمکن نہیں مگر اِتنا ضرُور معلوم ہوتا ہے کہ وُہ یردن کے مشرق میں پیریہ میں سے گُزرا۔ متّی اِس علاقے کا عمُومی سا بیان یُوں کرتا ہے کہ "یردن کے پار یہُودیہ کی سرحدوں میں آیا"۔ پیریہ میں خدمت کا بیان ۱۹: ۱ سے ۲۰: ۱۶ یا ۲۰: ۲۸ تک چلتا ہے۔ یہ بات واضح نہیں ہے کہ کب یردن پار کر کے وُہ یہودیہ میں آیا۔

۱۹: ۳۔ ایک بڑی بھیڑ شفا پانے کی غرض سے اُس کے پیچھے ہولی۔ غالباً اِسی بھیڑ کے سبب سے "فریسیوں" کو پتہ چل گیا کہ یسُوع کہاں ہے۔ پس وُہ اُس کے پیچھے لگ گئے کہ کسی نہ کسی طرح اُس کے مُنہ سے ایسی بات کہلوائیں جس سے اُسے پھنسا سکیں۔ اُنہوں نے سُوال کیا کہ "کیا ہر ایک سبب سے اپنی بیوی کو چھوڑ دینا رَوا ہے؟" یعنی طلاق دے دینا جائز ہے؟ وُہ کوئی بھی جواب دیتا، یہُودیوں کا ایک نہ ایک طبقہ ضرُور سخت ناراض ہو جاتا۔ ایک مکتبۂ فکر طلاق کے بارے میں خاصا آزاد خیال تھا جبکہ دُوسرا اِنتہائی سخت تھا۔

۱۹: ۴-۶۔ ہمارے خُداوند نے بیان کیا کہ خُدا کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایک مَرد ایک بیوی کرے۔ جس خُدا نے "مَرد اور عَورت" کو خلق کیا، اُس کے فیصلے کے مُطابق ازدواجی رِشتہ، والدین کے ساتھ رِشتے پر سبقت رکھتا ہے۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ شادی دو شخصوں کا ملاپ ہوتی ہے۔ خُدا کا ارادہ یہ ہے کہ جو ملاپ اُس نے قائم کیا ہے، اُسے اِنسانی فیصلہ یا عمل سے توڑا نہ جائے۔

۱۹: ۷۔ فریسیوں کا خیال تھا کہ ہم نے یسُوع کو پُرانے عہدنامہ کے صریحاً خلاف تعلیم دیتے ہُوئے پکڑ لیا ہے۔ "کیا مُوسیٰ" نے "طلاق" کی گنجائش نہیں رکھی تھی؟ ایک مَرد طلاق نامہ

بیوی کے ہاتھ میں تھما کر اُسے گھر سے نکال سکتا تھا (استثنا ۲۴: ۱-۴)۔

۱۹: ۸- یسوع نے اتفاق کیا کہ "موسیٰ" نے طلاق دینے کی "اجازت" دی تھی مگر اس لئے نہیں کہ خدا اسے انسانوں کے لئے کوئی بہت ہی اچھا عمل سمجھتا تھا بلکہ اس لئے کہ بنی اسرائیل "سخت دل" ہو گئے تھے۔ موسیٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تم کو اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی مگر ابتدا سے ایسا نہ تھا"۔ خدا کے نزدیک اعلیٰ ترین اور مثالی بات یہ ہے کہ طلاق کا وجود تک نہ ہو۔ لیکن خدا بعض اوقات ایسے حالات کی بھی برداشت کرتا ہے جو اُس کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتے۔

۱۹: ۹- اب خداوند نے پورے اختیار کے ساتھ بیان کیا کہ ماضی میں طلاق دینے کی جو سہولت تھی، اب سے بالکل ختم کی جاتی ہے۔ اب سے طلاق دینے کی صرف ایک وجہ جائز ہو گی، اور وہ ہے "حرامکاری"۔ اگر کوئی مرد کسی اور وجہ سے طلاق دے کر دوسری شادی کر لیتا ہے تو وہ "زناکاری" کا مجرم ہے۔

اگرچہ براہِ راست تو نہیں کہا گیا لیکن ہمارے خداوند کے الفاظ سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ جب حرامکاری کے باعث طلاق دی جائے تو بے قصور فریق کو دوسری شادی کرنے کی آزادی ہے ورنہ طلاق سے کوئی فائدہ نہیں، اور نہ علیحدگی اختیار کرنے سے کوئی مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جنسی بد اخلاقی یا حرامکاری کا عام مطلب زناکاری ہے۔ تاہم بائبل مقدس کے بعض علما کے خیال کے مطابق اِس سے مراد وہ حرامکاری ہے جو شادی سے پہلے کی گئی تھی مگر پتہ شادی کے بعد لگا (دیکھئے استثنا ۲۲: ۱۳-۲۱)۔

طلاق پر مزید بحث کے لئے دیکھئے ۵: ۳۱، ۳۲ کی تفسیر۔

۱۹: ۱۰- جب "شاگردوں" نے طلاق کے بارے میں خداوند کی تعلیم سُنی تو وہ اپنی سوچ میں انتہائی حدوں تک پہنچ گئے کہ اگر طلاق صرف ایک ہی سبب سے دی جا سکتی ہے تو شادی شدہ حالت میں گناہ کرنے سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ بیاہ ہی نہ کیا جائے۔ لیکن اِس طرح وہ تجرد کی حالت میں گناہ کرنے سے بچ تو نہیں سکتے۔

۱۹: ۱۱- چنانچہ نجات دہندہ اُن کو یاد دلاتا ہے کہ صرف وہی مجرد رہ سکتے ہیں جن کو اس سلسلے میں خاص فضل دیا گیا ہے۔ چنانچہ مستند مقولہ یہ ہے کہ "سب اِس بات کو قبول نہیں کر سکتے مگر وہی جن کو یہ قدرت دی گئی ہے"۔ اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ سب لوگ اُس

کے نتائج کو نہیں سمجھ سکتے بلکہ ضبط نفس اور پرہیزگاری کی یہ زندگی صرف وہی لوگ بسر کر سکتے ہیں جن کی ایسی بلاہٹ ہوئی ہے۔

۱۹: ۱۲۔ خداوند یسوع نے سمجھایا کہ "خوجے" تین قسم کے ہیں۔ بعض اِس لئے خوجے ہیں کہ اُن میں پیدائشی طور سے افزائش نسل کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ دوسرے وہ جن کو آدمیوں نے مصنوعی طریقوں سے خوجہ بنا دیا۔ مشرقی حکمران اکثر آدمیوں کو عمل جراحی سے خوجہ بنا دیتے تھے اور پھر اُن کو اپنی حرموں کی نگہداشت پر لگا دیتے تھے۔ اور تیسرے وہ ہیں جن کا خداوند خاص طور پر ذکر کرتا ہے یعنی "جنہوں نے آسمان کی بادشاہی کے لئے اپنے آپ کو خوجہ بنایا"۔ یہ مرد شادی کر سکتے تھے۔ اِن میں کوئی جسمانی نقص یا کمزوری بھی نہ تھی۔ لیکن وہ اپنے آپ کو بادشاہ اور اُس کی بادشاہی کے لئے مخصوص کرتے ہیں۔ اور رضاکارانہ شادی نہیں کرتے تاکہ مسیح کی خدمت میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ بعد میں پولس بھی لکھتا ہے کہ "بے بیاہا شخص خداوند کی فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح خداوند کو راضی کرے" (۱۔کرنتھیوں ۷: ۳۲)۔ ان کا تجرد جسمانی وجوہات کے باعث نہیں بلکہ رضاکارانہ پرہیزگاری کے باعث ہوتا ہے۔

ہر ایک شخص اِس طرح کی زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں ہوتا بلکہ صرف وہی جسے خدا نے اس کی توفیق بخشی ہے: "لیکن ہر ایک کو خدا کی طرف سے خاص خاص توفیق ملی ہے۔ کسی کو کسی طرح کی، کسی کو کسی طرح کی" (۱۔کرنتھیوں ۷: ۷)۔

وہ بچوں کے بارے میں (۱۹: ۱۳-۱۵)

یہ بات بہت دلچسپ ہے کہ طلاق پر گفتگو کرنے کے فوراً بعد بچوں کا ذکر کیا گیا ہے (مرقس ۱۰: ۱-۱۶ بھی ملاحظہ کریں)۔ میاں بیوی کی علیحدگی سے بچوں ہی کو اکثر سب سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔

والدین اپنے چھوٹے "بچوں کو اُس (مسیح) کے پاس لائے تاکہ اُن کو برکت دے۔ "شاگردوں" نے اس کو اپنے استاد کی خدمت میں رکاوٹ تصور کیا۔ اور والدین کو "جھڑکا"۔ "لیکن یسوع" نے شاگردوں کو ٹوکنے کے لئے وہ الفاظ کہے جن سے وہ ہر زمانے کے بچوں کا محبوب بن گیا کہ "بچوں کو میرے پاس آنے دو اور اُنہیں منع نہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی ایسوں ہی کی ہے"۔

اِن الفاظ سے کئی اہم سبق حاصل ہوتے ہیں۔ اوّل۔ خدا کے خادم پر آشکارا ہو جانا چاہیے کہ بچوں تک پہنچنا بھی بہت اہم ہے کیونکہ اُن کے ذہن بات کو بہت جلدی قبول کرنے کی صلاحیت

رکھتے ہیں۔ چنانچہ اُن کو بھی خدا کا کلام سُنانا اور سمجھانا ازحد ضروری ہے۔ دوم۔ جو بچے خداوند یسوع پر ایمان لانا چاہتے ہوں، اُن کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ روکنا نہیں چاہیئے۔ کوئی نہیں جانتا کہ جہنم میں سب سے کم عمر شخص کون ہوگا۔ اگر بچہ نجات پانا چاہتا ہے تو اُسے یہ کہہ کر نہ روکیں کہ تو ابھی بہت چھوٹا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی اہم ہے کہ بچوں کو وقت سے پہلے اقرار کرنے پر مجبور بھی نہ کیا جائے۔ بچے جذباتی باتوں کا اثر بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ اِس لئے اِنہیں بشارت کے دباؤ والے طریقوں سے بچانا چاہیئے۔ نجات پانے کے لئے بچوں کا بالغ ہونا ضروری نہیں، البتہ بالغوں کو بچوں جیسا بننا ضروری ہے (۱۸: ۳، ۴؛ مرقس ۱۰: ۱۵)۔

سوم۔ ہمارے خداوند کے یہ الفاظ اِس سوال کا جواب ہیں کہ "اُن بچوں کا کیا حال ہوتا ہے جو ذمہ داری کی عمر کو پہنچنے سے پہلے اِنتقال کر جاتے ہیں؟" یسوع نے فرمایا "۔۔۔ آسمان کی بادشاہی ایسوں ہی کی ہے۔" یہ بات اُن والدین کے لئے خاص تسلی اور اطمینان کا باعث ہے جن کے بچے اِنتقال کر گئے ہیں۔

بعض اوقات اِس آیت کو بچوں کے بپتسمہ کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے کہ چھوٹے بچے بپتسمہ کے وسیلے سے مسیح کے اعضا اور بادشاہی کے وارث بنتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ والدین بچوں کو بپتسمہ کی جگہ پر نہیں بلکہ یسوع کے پاس لائے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہ پہلے ہی بادشاہی کے مالک تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ کلام کے اِس حصے میں پانی کے ایک قطرے کا بھی ذِکر نہیں۔

ز۔ دولت کے بارے میں۔ دولت مند جوان حاکم (۱۹: ۱۶-۲۶)

۱۹: ۱۶۔ اِس واقعے سے ہمیں متضاد باتوں کا مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ابھی ابھی ہم نے دیکھا کہ آسمان کی بادشاہی بچوں کی ہے۔ اور اب ہم دیکھیں گے کہ بڑوں کا اِس میں داخل ہونا کتنا مشکل ہے!

ایک دولت مند شخص نے پاس آکر خداوند سے بظاہر بڑی نیک نیتی سے ایک سوال پوچھا کہ "اے اُستاد، میں کون سی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟" اِس سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یسوع کی حقیقی شناخت سے ناواقف تھا اور نجات کے راستے کو نہیں جانتا تھا۔ اُس نے یسوع کو "اے اُستاد" کہہ کر عام اُستادوں یا دوسرے بڑے آدمیوں کی سطح پر رکھا۔ اور

"ہمیشہ کی زندگی" کا ذکر ایسے کیا جیسے یہ بخشش نہیں، بلکہ قرض وصول کرنے کی بات ہو۔

۱۹: ۱۷۔ ہمارے خداوند نے اِن ہی دونوں نکات پر اُس کو اچھی طرح ٹٹولا۔ اُس سے پوچھا کہ "تُو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے" یعنی خدا۔ یہاں یسوع اپنی اُلوہیت سے اِنکار نہیں کر رہا بلکہ اُس شخص کو یہ کہنے کا موقع فراہم کر رہا تھا کہ "مَیں اِسی لئے تو تجھے نیک کہہ رہا ہُوں کیونکہ تُو خدا ہے"۔

نجات کے بارے میں جانچنے کے لئے یسوع نے اُس سے کہا کہ "لیکن اگر تُو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر"۔ مسیح کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ اِنسان حکموں پر عمل کر کے نجات پا سکتا ہے۔ وُہ شریعت کو اِستعمال کر کے اُس کے دِل میں گُناہ کا احساس پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وُہ نوجوان ابھی تک اِسی غلط فہمی میں مُبتلا تھا کہ مَیں "اعمال" کے اصُول پر عمل کر کے بادشاہی کا وارث بن سکتا ہُوں۔ چنانچہ وُہ اِسی شریعت کی فرمانبرداری کرتا رہے جو کہتی ہے کہ یہ کرو اور وُہ کرو۔

۱۹: ۱۸۔ ۲۰۔ یسوع نے وُہ پانچ حکم دُہرائے جو بُنیادی طور پر ہم جنس اِنسانوں کے ساتھ سلُوک کرنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور سب سے اُوپر اِس حکم کو رکھا کہ "اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبّت رکھ"۔ وُہ شخص اپنی خُود غرضی کی طرف سے آنکھیں بند کئے ہُوئے تھا۔ چنانچہ بڑے فخر سے کہنے لگا کہ مَیں ہمیشہ سے اِن حکموں پر عمل کرتا رہا ہُوں۔

۱۹: ۲۱۔ اِس پر ہمارے خُداوند نے اُس کی اصل حالت کو بے نقاب کر دیا کہ وُہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبّت نہیں کرتا۔ اِس مقصد کے لئے خُداوند نے اُسے کہا کہ "اپنا مال و اسباب بیچ کر غریبوں کو دے ... اور آ کر میرے پیچھے ہو لے"۔

خُداوند کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ وُہ آدمی اگر سب کچھ بیچ کر خیرات کر دیتا تو نجات پا سکتا تھا۔ نجات پانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے — خُداوند پر ایمان۔

لیکن نجات پانے کے لئے ضرُور ہے کہ اِنسان تسلیم کرے کہ مَیں نے گُناہ کیا ہے اور خُدا کے پاکیزہ مُطالبات پُورے کرنے میں ناکام رہا ہُوں۔ دولت مند شخص اپنی دولت میں کسی کو شریک کرنے پر آمادہ نہیں تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وُہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبّت نہیں رکھتا تھا۔ اُسے تو یُوں کہنا چاہئے تھا کہ "خداوند، اگر یہی شرط ہے تو مَیں گُنہگار ہُوں۔ مَیں اپنی کوشش سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ اِس لئے عرض کرتا ہُوں کہ اپنے فضل سے مجھے نجات عطا کر"۔ اگر وُہ مسیح کی ہدایت کے مُطابق کرتا تو اُسے نجات کا راستہ مِل جاتا۔

۱۹: ۲۲- مگر وُہ شخص "غمگین ہو کر چلا گیا"۔

۱۹: ۲۳-۲۴- اِس دَولتمند شخص کے طرزِ عمل کو دیکھ کر یسوؔع نے ... کہا ... کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مُشکل ہے"۔ دَولت اکثر و بیشتر ایک بُت بن جاتی ہے - اِنسان اِس پر تکیہ کرنے لگتا ہے - اِس لئے ہمارے خُداوند نے اِعلان کیا کہ "اُونٹ کا سُوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اِس سے آسان ہے کہ دَولت مند آسمان کی بادشاہی میں داخل ہو"۔ خُداوند نے ایک صنعتِ ادبی اِستعمال کی جِسے مُبالغہ کہا جاتا ہے - جس میں کسی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے کہ واضح اور ناقابلِ فراموش اثر پَیدا ہو۔

یہ تو حقیقت ہے کہ اُونٹ سُوئی کے ناکے میں سے نکل نہیں سکتا - اکثر مُفسّر کہتے ہیں کہ "سُوئی کا ناکا" شہر کے بڑے پھاٹک میں ایک چھوٹا دروازہ ہوتا ہے اور اُونٹ کو اُس میں سے گزرنے کے لئے گھٹنوں کے بل ہونا پڑتا تھا اور اِنتہائی مُشکل سے گزر سکتا تھا - لُوقا کی انجیل میں اُسی کے بیان (لُوقا ۱۸: ۱۸-۳۰) میں "سُوئی" کے لئے جو لفظ استعمال ہُوا ہے وُہ جراح کے نشتر کے لئے اِستعمال ہوتا ہے - سیاق وسباق سے واضح ہوتا ہے کہ خُداوند مُشکل کی نہیں بلکہ ناممکن ہونے کی بات کر رہا ہے - جہاں تک اِنسان کا سوال ہے ایک دَولت مند شخص نجات پا ہی نہیں سکتا۔

۱۹: ۲۵- یہ باتیں سُن کر "شاگرد ... بہت ہی حیران ہوئے"۔ وُہ یہودی تھے اور مُوسیٰ کے آئین و احکام کے تحت زندگی گزارتے تھے جس کے مُطابق شریعت پر عمل کرنے والوں کے لئے خُدا نے خُوشحالی کا وَعدہ کر رکھا تھا - چنانچہ وُہ بجا طور پر سمجھتے تھے کہ خُوشحالی یا دولت خُدا کی برکت کا ثبُوت ہے - اور اگر خُدا کی برکت سے محظُوظ ہونے والے نجات نہیں پا سکتے تو کَون پا سکتا ہے؟

۱۹: ۲۶- خُداوند نے جواب دِیا کہ "یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا لیکن خُدا سے سب کُچھ ہو سکتا ہے"۔ اِنسانی لحاظ سے کسی کے لئے نجات پانا ممکن نہیں - صِرف خُدا ہی کسی رُوح کو نجات دے سکتا ہے - لیکن دَولت مند شخص کے لئے اپنی مرضی کو مسیح کے تابع کرنا نسبتاً زیادہ مُشکل ہوتا ہے - اور اِس کا ثبوت یہ ہے کہ بہُت کم امیر لوگ مسیح پر ایمان لاتے ہیں - اُن کا اِعتماد دیدنی چیزوں پر ہوتا ہے - اِنہیں چھوڑ کر وُہ نادیدنی "شَے" پر بھروسا کرنا اور ایمان لانا مُشکل پاتے ہیں - صِرف خُدا ہی ایسی تبدیلی پَیدا کر سکتا ہے۔

اِس موقع پر مُفسّرین اور مُبشّرین ہمیشہ یہ بات بیچ میں لے آتے ہیں کہ مسیحیوں کے لئے دَولت مند ہونا بالکُل جائز اور دُرست ہے - اور عجیب بات یہ ہے کہ وُہ کلام کے اُس حِصّے کو اِستعمال

کرتے ہیں جس میں خداوند دولت کو ردّ کرتا ہے کہ یہ انسان کی ابدی فلاح اور نجات کے راستے میں رُکاوٹ ہے۔ نیز وہ دُنیاوی دولت جمع کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ایک مسیحی دولت سے کس طرح چھٹکارہ سکتا ہے جبکہ دُنیا میں چاروں طرف دہشت ناک محتاجی اور ناداری پھیلی ہوئی ہے۔ مسیح جلد واپس آنے کو ہے، اور اُس نے زمین پر خزانہ جمع کرنے سے واضح طور پر منع کر رکھا ہے۔ اگر ہم نے خزانہ جمع کر رکھا ہے تو وہ ہمیں مجرم ٹھہراتا ہے کہ ہم اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت نہیں رکھتے۔

ح۔ اَجر اور ایثار کی زندگی بسر کرنے کے بارے میں (۱۹: ۲۷-۳۰)

۱۹: ۲۷۔ "پطرس" خداوند کی تعلیم کا مطلب سمجھ گیا کہ یسوع کہہ رہا ہے کہ "سب کچھ چھوڑ کر میرے پیچھے ہو لے"۔ پطرس ایک لحاظ سے فخر محسوس کرتا ہے کہ مَیں اور دُوسرے شاگردوں نے بالکل ایسا ہی کیا ہے۔ چنانچہ وہ پوچھتا ہے کہ "ہم کو کیا ملے گا؟" یہاں پطرس کا خود غرضی کا رُجحان صاف نظر آتا ہے۔ پُرانی فطرت زور سے سر اُٹھاتی ہے۔ یہ ایسی رُوح ہے جس پر ہم سب کو نظر رکھنی چاہئے۔ وہ خداوند کے ساتھ سودا بازی کر رہا تھا۔

۱۹: ۲۸، ۲۹۔ خداوند نے اُسے یقین دلایا کہ میری خاطر جو کچھ بھی کیا جائے گا، اُس کا بڑا اجر ملے گا اور جہاں تک خاص اُن بارہ[۱۲] کا تعلق ہے، اُن کو ہزار سالہ بادشاہی کے دوران بااختیار مرتبہ ملے گا۔ "نئی پیدائش" سے مُراد اِس زمین پر مسیح کی مستقبل کی بادشاہی اور حکمرانی ہے۔ اور اِن الفاظ سے اِس کی تشریح ہوتی ہے کہ "جب ابنِ آدم ... اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا"۔ ہم پہلے اِس اصطلاح کا بیان کر چکے ہیں کہ اِس سے مُراد بادشاہی کا ظہور ہے۔ اُس وقت یہ بارہ[۱۲] شاگرد "بارہ[۱۲] تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ[۱۲] قبیلوں کا انصاف کریں گے"۔ نئے عہدنامے میں اجر کا تعلق ہزار سالہ بادشاہی کے دوران انتظامی عہدوں کے ساتھ نظر آتا ہے (دیکھئے لوقا ۱۹: ۱۷-۱۹)۔ اُن کو اجر مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے دیا جاتا ہے، لیکن اجر کا ظہور اُس وقت ہوتا ہے جب خداوند بادشاہی کرنے کے لئے زمین پر واپس آتا ہے۔

جہاں تک عام ایمان داروں کا تعلق ہے، یسوع نے کہا کہ "جس کسی نے گھروں یا بھائیوں یا بہنوں یا باپ یا ماں یا بچوں یا کھیتوں کو میرے نام کی خاطر چھوڑ دیا ہے اُس کو سَو گنا ملے گا اور ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوگا"۔ اِس دُنیا میں وہ ایمان داروں کی عالمگیر رفاقت سے محظوظ ہوتے ہیں۔

یوں دُنیاوی رشتوں کے چھوٹ جانے کا نقصان پُورا ہو جاتا ہے - وُہ ایک گھر چھوڑتے ہیں تو سینکڑوں مسیحی گھر مِل جاتے ہیں جہاں اُن کا خیر مقدم کیا جاتا ہے - کھیت یا دُوسری قسم کی دَولت چھُوٹ جاتی ہے تو وُہ بے حساب رُوحانی دَولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں -

سارے ایمانداروں کے لئے مُستقبل کا اَجر "ہمیشہ کی زِندگی" ہے - اِس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اپنا سب کُچھ چھوڑنے اور قُربان کرنے سے ہمیشہ کی زندگی کما لیتے ہیں - ہمیشہ کی زندگی ایک بخشش ہے - اِسے کمایا نہیں جا سکتا - نہ یہ کِسی لیاقت یا قابلیت کے باعث مِلتی ہے - یہاں یہ خیال پیش کیا گیا ہے کہ جو لوگ سب کُچھ چھوڑ دیتے ہیں، اُن کو آسمان میں ابدی زندگی سے لُطف اندوز ہونے کی زیادہ صلاحیت عطا ہوتی ہے - ہمیشہ کی زِندگی مِلے گی تو سارے ایمان داروں کو، مگر سب اُس سے یکساں لُطف نہیں اُٹھائیں گے -

۱۹ : ۳۰- آخر میں خُداوند نے سَودے بازی کی رُوح سے خبردار کیا - اُس نے گویا پطرس سے یہ کہا "تم میرے لئے جو کُچھ کرو گے، اُس کا اَجر مِلے گا، مگر خبردار رہو کہ کوئی بات خُود غرضی کی نیّت سے نہ کی جائے کیونکہ اِس صُورت میں "بہُت سے اوّل آخر ہو جائیں گے اور آخر اوّل" - اِس کی تشریح اگلے باب میں ایک تمثیل کی مَدد سے کی گئی ہے - یہ بیان اِس بات سے بھی خبردار کرتا ہے کہ شاگردیت کی راہ پر اچھا آغاز اِتنا اہم نہیں، بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اِسے ختم کِتنی اچھی طرح کیا گیا ہے -

کلام کے اِس حِصّے سے آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ "آسمان کی بادشاہی" اور "خُدا کی بادشاہی" آیت ۲۳ اور ۲۴ میں ہم معنی ہیں -

ط - تاکستان میں محنت کے اَجر کے بارے میں (۲۰ : ۱-۱۶)

۲۰ : ۱-۲- گزشتہ باب میں اجر کے بارے میں بحث ہو رہی تھی - یہ تمثیل اُسی کا تسلسل ہے - یہ اِس حقیقت کی وضاحت کرتی ہے کہ حقیقی شاگردوں کو جزا مِلے گی اور ان کی جزا یا اَجر کے تعیّن کا دارومدار اُس رُوح پر ہے جس سے اُنہوں نے خِدمت کی ہو گی -

تمثیل میں بیان کیا گیا ہے کہ گھر کا مالک "سویرے نِکلا تاکہ اپنے تاکستان میں مزدُور لگائے" - اِن مزدُوروں سے طے پایا کہ دِن بھر کی مزدُوری "ایک دِینار" ہو گی - اُس زمانے کے مُطابق یہ معقول مُعاوضہ تھا - ہم فرض کرتے ہیں کہ اُنہوں نے صُبح چھ بجے کام شروع کیا -

۲۰ : ۳، ۴- صُبح نو بجے مالِک کو "بازار میں" چند اَور بے روزگار مزدُور مِل گئے - اِس

دفعہ مزدوری تو طے نہ کی گئی مگر وُہ مالک کی اِس یقین دہانی پر کہ "جو واجب ہے تُم کو دُوں گا" تاکستان میں کام کرنے لگ گئے۔

۲۰ : ۵ - ۷ - دوپہر کو اور ۳ بجے سہ پہر کو کچھ اَور مزدُوروں کو اِس بُنیاد پر کام پر لگایا گیا کہ واجب مزدُوری ادا کی جائے گی۔ ۵ بجے شام اُسے چند اَور بے روزگار مزدُور مِل گئے۔ وُہ کام تلاش کرتے رہے تھے مگر مِلا نہیں تھا۔ اُس نے اُن کو بھی "تاکستان میں" بھیج دیا مگر مزدُوری کی کوئی بات نہ کی۔

یہ بات قابِلِ غور ہے کہ سب سے پہلے آدمیوں کو مزدُوری کے بارے میں سودا بازی کر کے لگایا گیا تھا۔ دُوسروں نے مزدُوری کی ادائیگی کا مُعاملہ مالک پر چھوڑ دیا تھا۔

۲۰ : ۸ - شام ہُوئی تو مالک نے اپنے کارِندے سے کہا کہ "پچھلوں سے لے کر پہلوں تک" سارے مزدُوروں کو اُجرت ادا کر دے (اِس طرح سب سے پہلے آنے والے مزدُور دیکھ سکتے تھے کہ دُوسروں کو کیا مِلتا ہے)۔

۲۰ : ۹ - ۱۲ - سب کو برابر اُجرت — ایک ایک دینار — مِلی۔ جو مزدُور چھ بجے صُبح لگائے گئے تھے، وُہ سوچ رہے تھے کہ ہمیں زیادہ مِلے گا۔ لیکن نہیں، اُن کو بھی ایک ایک دینار ہی مِلا۔ اُنہوں نے سخت بُرا مانا۔ آخر وُہ دُوسروں کی نسبت سب سے زیادہ دیر تک اور "سخت دھوپ" میں کام کرتے رہے تھے۔

۲۰ : ۱۳ ، ۱۴ - اُن میں سے ایک کو جو جواب مِلا، اُس میں دائمی سبق پائے جاتے ہیں۔ مالک نے کہا "میاں، مَیں تیرے ساتھ بے اِنصافی نہیں کرتا۔ کیا تیرا مُجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا؟ جو تیرا ہے اُٹھا لے اور چلا جا۔ میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہُوں، اِس پچھلے کو بھی اُتنا ہی دُوں۔" پہلے مزدُور نے سودا بازی کر کے دِن کا ایک دینار طے کیا تھا۔ اُسے مُعاہدہ کے مُطابق ایک دینار مزدُوری مِلی۔ دُوسروں نے اپنے آپ کو مالک کے فضل پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ اُن کو فضل مِلا۔ فضل اِنصاف سے بہتر ہوتا ہے۔ خُداوند سے اَجر کے لئے سودا بازی کرنے سے بہتر ہے کہ یہ مُعاملہ اُسی پر چھوڑ دیں۔

۲۰ : ۱۵ - اب مالک نے کہا کہ "کیا مُجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہُوں سو کروں؟"

بے شک یہاں یہ سبق پوشیدہ ہے کہ خُدا اختیارِ کُلی رکھتا ہے۔ وُہ جیسا چاہے کر سکتا ہے اور جو کچھ وُہ چاہتا ہے وُہ ہمیشہ درست ہوتا اور مبنی بر انصاف ہوتا ہے۔ مالک نے مزید کہا کہ

"یا تو اِس لئے کہ مَیں نیک ہُوں بُری نظر سے دیکھتا ہے؟" یہ سُوال اِنسانی فطرت کی خودغرضی کو بے نقاب کرتا ہے۔ چھ بجے صُبح آنے والے آدمیوں کو بالکل وُہی کچھ مِلا جس کے وُہ حق دار تھے۔ مگر وُہ حسد کرنے لگے کہ جن آدمیوں نے تھوڑے گھنٹے کام کیا تھا، اُن کو بھی اُتنا ہی مِلا۔ ہم میں سے اکثر کو یہ اِقرار کرنا پڑے گا کہ ہمیں یہ بے اِنصافی لگتی ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمان کی بادشاہی میں ہمیں ایک نیا اندازِ فکر اختیار کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنی لالچی اور دُوسروں کے ساتھ مُقابلہ کرنے والی رُوح کو خیرباد کہنا ہوگا اور خُداوند کے انداز میں سوچنا ہوگا۔

مالک جانتا تھا کہ اِن سارے مزدُوروں کو پَیسے کی ضرُورت ہے۔ چنانچہ اُس نے لالچ کے مُطابق نہیں بلکہ ضرُورت کے مُطابق دِیا۔ کسی کو اُس کے حق سے کم نہیں مِلا، مگر سب کو اپنی اور اپنے خاندان کی ضرُورت کے مُطابق مِل گیا۔ جیمز سٹوأرٹ کے مُطابق اِس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ "جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ مَیں آخری اَجر کے بارے میں سَودا بازی کرسکتا ہُوں، ہمیشہ غلطی پر ہوتا ہے۔ خُدا کی محبّت جو فَیصلہ کرتی ہے وُہ آخری ہوتا ہے۔ اُسے چیلنج نہیں کیا جاسکتا"۔ اِس روشنی میں ہم اِس تمثیل کا جتنا بھی مُطالعہ کرتے ہیں اُتنا ہی احساس ہوتا ہے کہ یہ بات نہ صِرف مبنی بر انصاف ہے، بلکہ نہایت خوبصُورت ہے۔ جن کو چھ بجے صُبح مزدُوری پر لگایا گیا تھا، اُن کو بھی بڑا اَجر سمجھنا چاہیئے تھا کہ ہمیں ایسے پُرمحبت مالک کی پُورا دِن خدمت کرنے کا موقع مِل گیا۔

۲۰: ۱۶۔ یسُوع نے اِن الفاظ میں تمثیل کو ختم کیا کہ "اِسی طرح آخر اوّل ہو جائیں گے اور اوّل آخر" (دیکھئے ۱۹: ۳۰)۔ اَجر کے مُعاملے میں بہُت سی حیران کن باتیں پیش آئیں گی۔ بعض لوگ جن کا خیال ہے کہ ہم اوّل ہوں گے، وُہ آخر ہو جائیں گے کیونکہ اُن کی خِدمت میں فخر اور خُودغرضی شامِل تھی۔ دُوسرے، جنہوں نے محبّت اور شُکرگُزاری کے باعث خِدمت کی، اُنہیں بہُت زیادہ عِزّت مِلے گی۔

ی۔ خُداوند کی مَوت اور قیامت کے بارے میں (۲۰: ۱۷-۱۹)

خُداوند پیریہ کو چھوڑ کر یریحُو کے راستے "یروشلیم" کو جا رہا تھا (دیکھئے آیت ۲۹)۔ ایک دفعہ پھر "یسُوع بارہ۱۲ شاگردوں کو الگ لے گیا" تاکہ اُن کو بتائے کہ مُقدّس شہر میں پہُنچنے کے بعد کیا پیش آئے گا کہ دھوکے سے اُسے "سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کیا جائے گا"۔ یہاں یہُوداہ کی دغابازی کی طرف واضح اِشارہ مِلتا ہے۔ یہُودیوں کے لیڈر "اُس کے قتل کا حُکم دیں گے" لیکن چونکہ اُن کو سزائے مَوت پر عمل درآمد کرنے کا اختیار نہیں اِس لئے وُہ "اُسے غیر قوموں کے حوا

کریں گے"۔ رومی حکمران غیر قوم ہی تو تھے ۔ اُسے ٹھٹھوں میں اُڑایا جائے گا، کوڑے مارے جائیں گے اور مصلوب کریں گے ۔ مگر موت اپنے شکار کو اپنے قبضے میں نہ رکھ سکے گی "اور وہ تیسرے دِن زندہ کیا جائے گا"۔

ک ۔ بادشاہی میں رُتبے کے بارے میں (۲۰ : ۲۰ - ۲۸)

یہ تیسری مرتبہ ہے کہ خداوند نے شاگردوں کو اپنے دُکھوں کے بارے میں بتایا ۔ مگر انسانی فطرت کا کیسا افسوس ناک پہلو ہے کہ وہ اُس کے دُکھوں کے بارے میں نہیں بلکہ اپنی عزت اور جاہ و مقام کے بارے میں سوچ رہے تھے ۔

دُکھوں کے بارے میں مسیح کی پہلی پیش گوئی کے موقع پر پطرس نے پس و پیش کیا تھا (۱۶ : ۲۲) ۔ دُوسری پیش گوئی کے فوراً بعد شاگرد پُوچھنے لگے تھے کہ "... بڑا کون ہو گا؟" اسی طرح اِس تیسرے موقع پر ہم دیکھتے ہیں کہ یعقوب اور یُوحنا اُونچے مقام کا سوچ رہے ہیں ۔ اُن کو تکالیف اور دُکھوں کے بارے میں آگاہ کیا جاتا ہے، مگر وہ مسلسل آنکھیں بند کئے رکھتے ہیں ۔ اُن کو صرف جلال کا وعدہ نظر آتا ہے ۔ چنانچہ وہ بادشاہی کے بارے میں ایک مادہ پرست اور غلط نظریہ قائم کر لیتے ہیں ۔

۲۰ : ۲۰، ۲۱ ۔ یعقوب اور یُوحنا کی "ماں" ایک درخواست کے ساتھ خداوند کے پاس آتی ہے کہ "تیری بادشاہی میں" میرے دونوں بیٹے تیری دہنی اور بائیں طرف بیٹھیں ۔ اُس کے حق میں یہ بات قابلِ تعریف ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو یسوع کے نزدیک دیکھنا چاہتی تھی اور وہ اُس کی آنے والی بادشاہی کے بارے میں نااُمید نہیں تھی ۔ مگر وہ اُن اصولوں کو نہیں سمجھتی تھی جن کے مطابق اُس بادشاہی میں اعزازات دیئے جائیں گے ۔

مرقس کہتا ہے کہ زبدی کے بیٹوں نے خود عرض کی تھی (مرقس ۱۰ : ۳۵) ۔ ہو سکتا ہے اُنہوں نے اپنی ماں کے کہنے پر ایسا کیا ہو یا تینوں اِکٹھے خداوند کے پاس آئے ہوں ۔ یہاں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے ۔

۲۰ : ۲۲ ۔ یسوع نے اُن کو صاف صاف جواب دیا کہ "تم نہیں جانتے کہ کیا مانگتے ہو" ۔ وہ تاج تو چاہتے تھے مگر صلیب کے بغیر ۔ تخت تو چاہتے تھے مگر قربان گاہ اور قربانی کے بغیر ۔ جلال تو چاہتے تھے مگر دُکھوں کے بغیر جو جلال کو پہنچاتے ہیں ۔ چنانچہ اُس نے اُن سے ایک خاص سوال کیا

"جو پیالہ مَیں پینے کو ہُوں کیا تُم پی سکتے ہو؟" ہمیں یہ تعجب کرنے کی حاجت نہیں کہ "پیالہ" سے اُس کا مطلب کیا تھا۔ وُہ آیات ۱۸ اور ۱۹ میں ابھی ابھی اِس پیالے کا ذکر کر رہا تھا کہ ضرور ہے کہ مَیں دُکھ اُٹھاؤں اور قتل کیا جاؤں۔

یعقوبؔ اور یُوحنّاؔ نے اپنی اُس صلاحیّت کا اظہار کیا کہ ہم دُکھوں میں شریک ہو سکتے ہیں، مگر شاید اُن کا اعتماد جوش اور جذبے پر مبنی تھا کیونکہ وُہ حقیقت کو نہیں جانتے تھے۔

۲۰ : ۲۳۔ یسوعؔ نے اُن کو یقین دِلایا کہ تُم "میرا پیالہ تو پیو گے"۔ یعقوبؔ شہید کیا جائے گا اور یُوحنّاؔ کو ایذائیں دے کر پتمسؔ کے جزیرہ میں جلاوطن کر دیا جائے گا۔ رابرٹ لِٹل کہتا ہے کہ "یعقوبؔ شہید کی موت مُوا اور یُوحنّاؔ نے شہید جیسی زندگی گزاری"۔ یسوعؔ نے بتایا کہ مَیں اپنی مرضی سے بادشاہی میں عزّت کے مقامات نہیں دے سکتا۔ "باپ" نے خاص اصُول مُقرر کر رکھے ہیں جن کی بُنیاد پر یہ مرتبے دِیے جائیں گے۔ وُہ سمجھتے تھے کہ یہ سیاسی سرپرستی کا معاملہ ہے کہ چونکہ ہم مسیح کے اِتنے قریب ہیں اِس لئے ترجیحی مرتبے حاصل کرنے کے حق دار ہیں۔ لیکن یہاں شخصی طرفداری کا مسئلہ نہیں۔ خُدا کی مشورت کے مُطابق خُداوند کی دہنی اور بائیں طرف کی جگہیں دُکھوں کی بُنیاد پر عطا کی جائیں گی۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہی میں بڑے بڑے اعزازات صِرف پہلی صدی کے مسیحیوں کے لئے مخصُوص نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جو مسیحی آج زِندہ ہیں، اُن میں سے بعض ــــــ اپنے دُکھوں کے باعث ــــــ یہ درجہ پا لیں۔

۲۰ : ۲۴۔ جب باقی "دسوں" شاگردوں نے سُنا کہ زبدیؔ کے بیٹوں نے ایسی درخواست کی ہے تو دونوں بھائیوں سے سخت "خفا ہُوئے"۔ وُہ اِس لئے ناخوش تھے کہ وُہ خُود سب سے بڑا بننا چاہتے تھے۔ اور یعقوبؔ اور یُوحنّاؔ کی طرف سے پہلے ہی حق جتانے پر ناراض ہو گئے تھے۔

۲۰ : ۲۵ - ۲۷۔ شاگردوں کی اِن باتوں سے ہمارے خُداوند کو موقع مِل گیا کہ خُدا کی بادشاہی میں بڑائی اور اعزاز کے بارے میں ایک انقلابی بات کہے۔ "غیر قوموں" بڑائی اور اعزاز کو حکُومت اور اختیار کے پیمانے سے ناپتی ہیں۔ لیکن مسیح کی بادشاہی میں عظمت اور بڑائی خِدمت گزاری سے ظاہر ہوتی ہے۔ "جو تُم میں بڑا ہونا چاہے، وُہ تمہارا خادم بنے اور جو تُم میں اوّل ہونا چاہے وُہ تمہارا غُلام بنے"۔

۲۰ : ۲۸۔ "اِبنِ آدم" ادنیٰ خدمت کا کامل نمونہ ہے۔ وُہ دُنیا میں اِس لئے نہیں آیا کہ "خِدمت لے بلکہ اِس لئے کہ خِدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فِدیہ میں دے"۔ تجسُّم کے سارے مقصد کو صِرف دو لفظوں میں سمویا جا سکتا ہے "خدمت کرنا" اور "جان دینا"۔ یہ سوچ کر ہی

حیرت ہوتی ہے کہ جلالی اور سربلند خداوند نے اپنے آپ کو چرنی اور صلیب تک فروتن کر دیا۔ اُس کی فروتنی اور انکساری کی گہرائیوں میں اُس کی عظمت اور بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔ ہمیں بھی ایسا ہی کرنا ہوگا۔

اُس نے اپنی جان "بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دی"۔ اُس کی موت نے گُناہ کے بارے میں خُدا کے جائز تقاضے پُورے کر دیئے۔ اُس کا فدیہ ساری دُنیا کے سارے گُناہوں کو دُور کرنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن اِس فدیہ سے صِرف وُہ فیض یاب ہوتے ہیں جو اُس کو خُداوند اور مُنجی مانتے ہیں۔ کیا آپ نے اُسے خُداوند اور مُنجی قبول کیا ہے؟

ل۔ دو اندھوں کو شفا دینا (۲۰: ۲۹-۳۴)

۲۰: ۲۹، ۳۰۔ اب تک یسوع پیریہ سے روانہ ہوکر اور یردن کو عبور کرکے یریحو پہنچ گیا تھا۔ جب وُہ شہر سے نِکل رہا تھا تو "دو اندھوں نے ... چلّا کر کہا، اے خُداوند ابنِ داؤد، ہم پر رحم کر"۔ اُنہوں نے "ابنِ داؤد" کا لقب اِستعمال کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ وُہ جسمانی طور پر اندھے تھے مگر اُن کی رُوحانی بصیرت اِتنی تیز تھی کہ اُنہوں نے پہچان لیا کہ یسوع مسیح مَوعُود ہے۔ شاید وُہ اندھے اِسرائیل کے اُس بقیہ کے نمائندہ ہیں جو اُسے اُس وقت المسیح تسلیم کریں گے جب وُہ بادشاہی کرنے کو واپس آئے گا (یسعیاہ ۳۵: ۵؛ ۴۲: ۷؛ رومیوں ۱۱: ۲۵، ۲۶؛ ۲-کرنتھیوں ۳: ۱۶؛ مکاشفہ ۱: ۷)۔

۲۰: ۳۱-۳۴۔ بِھیڑ اُنہیں خاموش کرانے کی کوشش کرنے لگی لیکن وُہ "اَور بھی چلّا کر" اُس سے درخواست کرنے لگے۔ جب یسوع نے پُوچھا کہ تُم کیا چاہتے ہو تو اُنہوں نے کوئی فالتو بات نہیں کی جیسا ہم دُعا مانگتے وقت اکثر کرتے ہیں بلکہ ایک دم مطلب کی بات کی کہ "اے خُداوند، یہ کہ ہماری آنکھیں کُھل جائیں"۔ اُن کی واضح درخواست کا واضح جواب مِلا۔ "یسوع کو ترس آیا اور اُس نے اُن کی آنکھوں کو چُھوا۔ اَور وُہ فوراً بینا ہو گئے اور اُس کے پیچھے ہو لئے"۔

جہاں تک اُن کو چُھونے کا تعلق ہے، گیبلین بہت عُمدہ بات کہتا ہے:

"اِس سے پیشتر اِس انجیل میں ہم سیکھ چُکے ہیں کہ چُھو کر شفا دینے کا تمثیلی مطلب کیا ہے۔ جب بھی خُداوند چُھو کر شفا دیتا ہے تو اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وُہ شخصی طور پر دُنیا میں موجُود ہے اور بنی اِسرائیل کے ساتھ فضل کا سلوک کرتا

ہے۔ جب وُہ اپنے منہ کے کلام سے شِفا دیتا ہے اور وُہ شخصی طور پر غیر موجود ہو... یا اگر کوئی ایمان کے ساتھ اُسے چھُوتا ہے تو اُس زمانے کی طرف اشارہ ہے جب وُہ دُنیا میں جسمانی طور پر غیر موجود ہے۔ اور یہ وُہ زمانہ ہے جب غیر قومیں ایمان کے ساتھ اُس کے پاس آتی اور شِفا پاتی ہیں"۔

متّی کے اِس بیان اور مرقس ۱۰: ۴۶-۵۲ اور لوقا ۱۸: ۳۵-۴۳، ۱۹: ۱ کے بیانات میں موافقت پیدا کرنے میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ یہاں دوؔ اندھے آدمی ہیں جبکہ مرقس اور لوقا صرف ایک کا ذکر کرتے ہیں۔ اکثر یہ رائے پیش کی جاتی ہے کہ مرقس اور لوقا مشہور اندھے برتمائی کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن متّی چونکہ یہ انجیل یہودیوں کے لئے لکھ رہا ہے اس لئے دوؔ کا بیان کرتا ہے کیونکہ گواہی کے قابلِ قبول ہونے کے لئے کم سے کم دوؔ گواہوں کا ہونا ضروری تھا (۲-کرنتھیوں ۱۳: ۱)۔ متّی اور مرقس کے مطابق یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب یسوع یریحو سے نِکل رہا تھا اور لوقا کے مطابق اُس وقت جب وُہ یریحو کے نزدیک پہنچا۔ دراصل یریحو شہر بھی دوؔ تھے، ایک پُرانا یریحو اور دُوسرا نیا یریحو۔ اور شِفا دینے کا یہ معجزہ اغلباً اُس وقت پیش آیا جب یسوع ایک یریحو سے نِکل کر دُوسرے میں داخل ہو رہا تھا۔

۱۲- بادشاہ کا پیش کیا جانا اور ردّ کیا جانا (ابواب ۲۱-۲۳)

ا- فاتحانہ داخلہ (۲۱: ۱-۱۱)

۲۱: ۱-۳- یریحو سے نِکلے تو یسوع "زیتون کے پہاڑ" کی مشرقی طرف پہنچا جہاں بیت عنیاہ اور "بیت فگے" واقع تھے۔ یہاں سے سڑک زیتون کے پہاڑ کے گرد جنوب کو گھومتی اور یہوسفط کی وادی میں اُترتی تھی۔ پھر قدرون کے نالے کو عبُور کر کے اُوپر کو چڑھتی ہوئی "یروشلیم" تک جاتی تھی۔ یسوع نے "دوؔ شاگردوں" کو بیت عنیاہ بھیجا۔ اُنہیں پہلے سے بتا دیا کہ وہاں "ایک گدھی بندھی ہوئی اور اُس کے ساتھ بچّہ پاؤ گے"۔ اُنہیں کہا کہ اِن جانوروں "کو کھول کر میرے پاس لے آؤ۔ اگر کوئی تُمہارے اِس کام کو چیلنج کرے تو اُنہیں بتانا کہ خُداوند کو اِن کی ضرورت ہے"۔ اِس پر مالک رضامند ہو جائے گا۔ شاید مالک یسوع کو جانتا تھا اور اُس نے پہلے کسی وقت مدد کرنے کی پیش کش کی ہوگی۔ مگر یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ خُداوند عالمِ کُل ہے اور اعلیٰ ترین اختیار کا مالک ہے۔ تمام باتیں

یسوع کے بتانے کے مطابق رُونما ہوئیں۔

۲۱: ۴، ۵۔ اِن جانوروں کو اِستعمال کرنے سے زکریاہ اور یسعیاہ نبی کی پیشین گوئیاں پُوری ہُوئیں کہ

صِیُّون کی بیٹی سے کہو کہ

دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔

وُہ حلیم ہے اور گدھے پر سوار ہے

بلکہ لادُو کے بچّے پر۔

۲۱: ۶۔ "شاگردوں نے" اپنے کپڑے ان جانوروں پر ڈال دِئے تو یسوع گدھی کے بچّے پر سوار ہوگیا (مرقس ۱۱: ۷) اور یروشلیم کو روانہ ہُوا۔ یہ بہت تاریخی لمحہ تھا۔ دانی ایل کی نبوّت کے اُنہتر[۶۹] ہفتے اب ختم ہوگئے تھے۔ اِس "کے بعد وُہ ممسُوح قتل کِیا جائے گا" (دانی ایل ۹: ۲۶)۔

اِس طرح سوار ہوکر یروشلیم میں داخل ہونے سے خُداوند نے دانستہ اور کھُلم کھُلا دعویٰ کیا کہ مَیں مسیحِ موعُود ہُوں۔ لینگ متوجہ کرتا ہے کہ

"یسوع نے دانستہ وُہ پیشین گوئی پُوری کی جس کے بارے میں اُن دِنوں یہ اِتفاق رائے پایا جاتا تھا کہ یہ مسیحِ موعُود کے مُتعلق ہے۔ پہلے وُہ اپنے مرتبے کے بارے میں اِعلان کو خطرناک سمجھتا تھا لیکن اب وُہ خاموشی کو ناقابلِ تصوّر شمار کرتا ہے۔ اِس واقعے کے بعد یہ کہنا قطعی ناممکن ہوگیا کہ اُس نے اپنے بارے میں کبھی صریح طور سے اِعلان نہیں کیا۔ بعد کے زمانے میں جب یروشلیم پر مسیحِ موعُود کو قتل کرڈالنے کا اِلزام لگایا جاتا، تو وُہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ مسیحِ موعُود نے کوئی ایسا نشان ہی نہیں دیا تھا جِسے سب لوگ پہچان سکتے۔"

۲۱: ۷، ۸۔ لوگوں نے اُس کی راہ میں "کپڑوں" اور "کھجُور کی ڈالیوں" کا گویا قالین بچھا دیا تھا جِس پر سے گزرتا ہُوا وُہ یروشلیم کو جارہا تھا۔ لوگوں کے نعرے اُس کے کانوں میں گُونج رہے تھے۔

۲۱: ۹۔ "بھیڑ... پُکار پُکار کرکہتی تھی 'ابنِ داؤد کو ہوشعنا! مُبارک ہے وُہ جو خُداوند کے نام سے آتا ہے'۔" زبُور ۱۱۸: ۲۵، ۲۶ کے اِس اقتباس کا اِطلاق واضح طور پر مسیحِ موعُود کی آمد پر ہوتا ہے۔ "ہوشعنا" کا اصل مطلب ہے "ابھی نجات دے"۔ شاید لوگوں کا مطلب تھا کہ 'ہمیں ظالم رُومیوں سے نجات دے'۔ بعد کے زمانے میں یہ اِصطلاح حمد وستائش کی پُکار بن گئی۔ "ابنِ داؤد" اور

"مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے" اِن اصطلاحوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ اُسے مسیحِ موعود تسلیم کر رہے تھے کہ یہی وہ مبارک ہستی ہے جو یہوواہ کے اختیار سے اُس کی مرضی کو پورا کرنے کے لئے آ رہی ہے۔ مرقس کے بیان میں لوگوں کے نعروں میں سے ایک اَور نعرہ قلم بند کیا گیا ہے کہ "مبارک ہے ہمارے باپ داؤد کی بادشاہی جو آ رہی ہے" (مرقس ۱۱: ۱۰)۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کو خیال تھا کہ بادشاہی ابھی قائم ہو گی جس میں یسوع تخت پر بیٹھے گا۔ "عالمِ بالا پر ہوشعنا" پکارنے سے بھیڑ گویا آسمان کو پکار رہی تھی کہ مسیحِ موعود کی حمد و ثنا میں زمین کے ساتھ شامل ہو۔ یا اُسے پکار رہی تھی کہ عرشِ معلیٰ سے ہمیں نجات دے۔

۱۱: ۱۱ میں مرقس تحریر کرتا ہے کہ یروشلیم میں داخل ہونے پر یسوع ہیکل میں گیا۔ ہیکل کے اَندر نہیں بلکہ صحن میں۔ عام خیال کے مطابق یہ خدا کا گھر تھا۔ لیکن یسوع کو وہاں سکون نہیں تھا کیونکہ کاہن اور لوگ اُس کو اُس کا جائز مقام دینے سے اِنکار کرتے تھے۔ مختصر سا جائزہ لینے کے بعد منجی اپنے بارہ شاگردوں کے ہمراہ بیت عنیاہ چلا گیا۔ یہ اتوار کی شام تھی۔

۲۱: ۱۰، ۱۱۔ اِس عرصے میں شہر کے اَندر اُس کی شناخت کے بارے میں حیرانی اور گھبراہٹ تھی۔ جن لوگوں نے اُس کے بارے میں دریافت کیا اُن کو صرف اِتنا بتایا گیا کہ "یہ گلیل کے ناصرت کا نبی یسوع ہے"۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی بھی نہ سمجھ سکا تھا کہ وہ مسیحِ موعود ہے۔ ایک ہفتہ بھر کے اندر یہی متلون مزاج بھیڑ پکارنے لگے گی کہ "اُسے صلیب دے! اُسے صلیب دے!"

ب۔ ہیکل کو پاک صاف کرنا (۲۱: ۱۲-۱۳)

۲۱: ۱۲۔ اپنی علانیہ خدمت کے آغاز میں یسوع نے ہیکل کے اِرد گرد کو کاروباری سرگرمیوں سے پاک صاف کیا تھا (یوحنا ۲: ۱۳-۱۶) لیکن ہیکل کے بیرونی صحن میں مقرر سے زیادہ محصول لینے اور منافع خوری نے پھر سر اُٹھا لیا تھا۔ قربانی کے جانور اور پرندے وہاں لائے جاتے اور اِنتہائی مہنگے داموں بیچے جاتے تھے۔ "صرّاف" دوسرے سکوں کو نیم مثقال میں تبدیل کرتے تھے کیونکہ یہودی مردوں کو ہیکل میں خاص محصول کے طور پر سالانہ نیم مثقال ادا کرنا ہوتا تھا۔ صرّاف اِس تبادلۂ زر میں شرح سے زیادہ وصول کرتے تھے۔ اَب جبکہ یسوع کی خدمت اختتام کو پہنچ رہی تھی، اُس نے اُن سب کو وہاں سے باہر نکال دیا جو اِن سرگرمیوں کے وسیلے منافع کماتے تھے۔

۲۱: ۱۳۔ یسوع نے یسعیاہ اور یرمیاہ سے اقتباس کرتے ہوئے ہیکل کو ناپاک کرنے، تجارتی کاروبار

اور نا ملنساری کی مذمّت کی ۔ یسعیاہ ۵۶ : ۷ سے اقتباس دے کر اُس نے یاد دلایا کہ ہیکل "دُعا کا گھر" ہے ۔ مگر اُنہوں نے اُسے "ڈاکوؤں کی کھوہ" بنا دیا تھا (یرمیاہ ۷ : ۱۱) ۔

ہیکل کا یہ پاک صاف کرنا یروشلیم میں داخل ہونے کے بعد یسوع کا پہلا کام تھا ۔ اِس طرح اُس نے صاف صاف واضح کر دیا کہ مَیں ہیکل کا مالک ہُوں ۔

اِس واقعے میں آج ہمارے لئے دو سبق موجود ہیں ۔ اپنی کلیسیائی زندگی میں ہمیں بھی اُس کی پاک صاف کرنے کی قدرت کی ضرورت ہے تاکہ بازار اور کھانے کی دعوتیں اور پیسہ بٹورنے کی اِسی قسم کی اور سبیلوں کو نکال باہر کریں ۔ اور اپنی شخصی زندگی میں اِس بات کی ضرورت ہے کہ مسیح ہمیں مسلسل پاک کرتا جائے کیونکہ ہمارے بدن بھی اُس کی ہیکل ہیں ۔

ج ۔ کاہنوں اور فقیہوں کا غُصّہ (۲۱ : ۱۴ ۔ ۱۷)

۲۱ : ۱۴ ۔ اگلے منظر میں ہم مسیح خداوند کو ہیکل کے صحن میں "اندھوں اور لنگڑوں" کو شفا دیتے ہُوئے دیکھتے ہیں ۔ جہاں کہیں وُہ جاتا، محتاج اور ضرورت مند لوگ اُس کے گرد جمع ہو جاتے تھے ۔ اور وُہ اُن کی ضروریات پُوری کئے بغیر اُن کو لوٹاتا نہ تھا ۔

۲۱ : ۱۵، ۱۶ ۔ لیکن مخالفوں کی آنکھیں بھی اُس پر لگی رہتی تھیں ۔ جب اُن "سردار کاہنوں اور فقیہوں نے ... لڑکوں کو ... ابنِ داؤد کو ہوشعنا پُکارتے دیکھا" تو نہایت خفا ہُوئے ۔

وُہ آ کر یسوع سے کہنے لگے "تُو سُنتا ہے کہ یہ کیا کہتے ہیں؟" گویا وُہ چاہتے تھے کہ یسوع اُن لڑکوں کو اُسے مسیح موعُود کہہ کر پُکارنے سے منع کر دے ۔ اگر یسوع مسیح موعُود نہ ہوتا تو یہ نہایت مَوزُوں موقع تھا کہ وُہ ایسا کہہ دیتا اور ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو جاتا، مگر اُس کے جواب نے ثابت کر دیا کہ بچّے درست کہہ رہے تھے ۔ اُس نے ہفتادی ترجمہ میں سے زبُور ۸ : ۲ کا حوالہ دیا کہ "بچّوں اور شیر خواروں کے مُنہ سے تُو نے حمد کو کامل کرایا۔" اگر یہ مبیّنہ عالم کاہن اور فقیہہ اُس کی بہ حیثیّت المسیح حمد اور ثنا نہیں کرتے تو پھر چھوٹے بچّے خداوند کی حمد کریں گے ۔ بسا اوقات بچّے اپنی عُمر سے بڑھ کر رُوحانی بصیرت رکھتے ہیں اور اُن کے ایمان اور محبّت بھرے الفاظ سے خداوند کے نام کو غیر معمولی جلال ملتا ہے ۔

۲۱ : ۱۷ ۔ یسوع نے ان مذہبی لیڈروں کو چھوڑ دیا کہ اِس سچّائی پر غور کرتے رہیں اور خود "بیت عنیاہ میں گیا اور رات کو وہیں رہا۔"

د-انجیر کا بے پھل درخت (۲۱: ۱۸-۲۲)

"صبح کو" خداوند یروشلیم کو واپس آ رہا تھا کہ اُس نے انجیر کا ایک درخت دیکھا- وُہ "اُس کے پاس گیا" مگر اپنی بھوک مٹانے کے لئے اُس میں کوئی پھل نہ پایا- اُس پر "پتّوں کے سوا... کچھ نہ تھا- چنانچہ خداوند نے اُس درخت سے کہا کہ "آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے" "اور انجیر کا درخت اُسی دم سُوکھ گیا"۔

مرقس کے بیان (۱۱: ۱۲-۱۴) میں بتایا گیا ہے کہ انجیر کا موسم نہ تھا- اِس لئے "مُنجی" کا اُس پر لعنت بھیجنا غیر معقول اور بدمزاجی پر مبنی معلوم ہوتا ہے- مگر ہم جانتے ہیں کہ مُنجی کے بارے میں ایسا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا- تو پھر مسئلے کا حل کیا ہے؟

سرزمین بائبل میں انجیر کے درختوں پر کھانے کے لائق کچھ پھل پہلے آتے ہیں اور پتے بعد میں نکلتے ہیں- یہ اصل فصل کے پیشرو ہوتے ہیں- اگر یہ اگیتے انجیر نہ لگیں تو مطلب ہوتا ہے کہ بعد میں باقاعدہ پھل بھی نہیں آئیں گے۔

یہ واحد معجزہ ہے جس میں مسیح نے برکت دینے کی بجائے لعنت کی اور زندگی کو بحال کرنے کی بجائے ہلاک کر دیا- یہ بات ایک بڑا مسئلہ بن گئی ہے- لیکن اِس قسم کی تنقید سے مسیح کی ذات کے بارے میں بے علمی کا اظہار ہوتا ہے- وُہ خدا ہے اور کائنات پر اختیارِ کُلّی رکھتا ہے- اُس کے بعض کام ہمارے لئے نہایت پُراسرار ہیں- لیکن ہمیں اِس یقین کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے کہ اُس کے سارے کام درست ہوتے ہیں- اِس واقعے میں خداوند جانتا تھا کہ یہ درخت کبھی پھل نہیں لائے گا- اور اُس نے وہی کام کیا جو ایک کاشتکار یا باغبان بے پھل درخت کو باغ سے اُکھاڑ نکالنے میں کرتا ہے۔

جو لوگ ہمارے خداوند پر نکتہ چینی کرتے ہیں کہ اُس نے درخت پر لعنت کی وُہ بھی مانتے ہیں کہ یہ علامتی عمل تھا- اِس واقعہ سے مُنجی نے اُس ہنگامہ خیز خیر مقدم کی تشریح کر دی جو اُسے یروشلیم میں داخلہ کے وقت ملا تھا- انگور اور زیتون کے درخت کی طرح انجیر کا درخت بھی اسرائیلی قوم کی نمائندگی کرتا ہے- یسوع قوم کے پاس آیا تو اُس میں صرف پتّے ہی پتّے تھے یعنی قوم صرف دعویٰ کرتی تھی لیکن خدا کے لئے اُس میں کوئی پھل نہیں تھا جبکہ یسوع قوم سے پھل کا بھوکا تھا۔

چونکہ اُن میں اگیتا پھل موجود نہیں تھا اِس لئے خداوند جانتا تھا کہ اِن بے اعتقاد لوگوں میں بعد میں بھی پھل پیدا نہیں ہوگا- چنانچہ اُس نے بے پھل انجیر پر لعنت بھیجی- اِس طرح اُس

غضب کی تصویر سامنے آگئی جو سنہ ۷۰ء میں قوم پر نازل ہونے کو تھا۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ بے اعتقاد (ایمان نہ لانے والے) اسرائیلی ہمیشہ بے پھل رہیں گے۔ مگر قوم کا ایک بقیہ وہ بھی ہے جو فضائے استقبال کے بعد کے زمانے میں مسیحِ موعود کی طرف پھرے گا۔ وہ بڑی مصیبت کے ایام اور ہزار سالہ بادشاہی کے دوران پھل لائیں گے۔

اگرچہ اس حصے کی ابتدائی تشریح کا تعلق اسرائیلی قوم کے ساتھ ہے مگر اس کا اطلاق ہر زمانے کے لوگوں پر ہوتا ہے جو باتیں تو بڑی بڑی کرتے ہیں مگر اُس کے ساتھ ساتھ نہیں چلتے۔

۲۱: ۲۰-۲۲۔ جب "شاگردوں نے" درخت کے یوں ایک دم سوکھ جانے پر تعجب کا اظہار کیا تو خداوند نے انہیں کہا کہ "اگر ایمان رکھو" تو اس سے بھی بڑے بڑے معجزے کرو گے۔ "اس" پہاڑ سے کہو گے کہ "تو اُکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ" تو ایسا ہی ہوگا۔ "اور جو کچھ دعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے، وہ سب تم کو ملے گا"۔

ہمیں پھر کہنا پڑتا ہے کہ دعا کے بارے میں ان غیر مشروط وعدوں کو اس موضوع پر بائبل مقدس کی پوری تعلیم کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے۔ آیت ۲۲ کا یہ مطلب نہیں کہ ہر مسیحی جو چاہے سو مانگ سکتا ہے تو اُسے ملے گا بلکہ اُسے اُن شرائط کے مطابق مانگنا چاہیئے جو بائبل مقدس نے عائد کر رکھی ہیں۔

ہ۔ یسوع کے اختیار پر اعتراض کیا جاتا ہے (۲۱: ۲۳-۲۷)

۲۱: ۲۳۔ جب یسوع ہیکل کے بیرونی صحن میں آیا تو "سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے" اُسے تعلیم دینے سے روک کر پوچھا کہ تعلیم دینے اور معجزے کرنے اور ہیکل کو پاک صاف کرنے کا اختیار "تجھے کس نے دیا ہے؟" اُن کا خیال تھا کہ کچھ بھی جواب دے، ہم اُسے پھانس لیں گے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ خدا کا بیٹا ہونے کے باعث مجھے خود ہی اختیار حاصل ہے تو وہ اُس پر کفر کا الزام لگا سکتے تھے۔ اگر وہ کہتا کہ یہ اختیار آدمیوں کی طرف سے ہے تو وہ اُسے جھوٹا ٹھہرانے کی کوشش کرتے۔ اگر کہتا کہ یہ اختیار خدا کی طرف سے ہے تو وہ اُسے چیلنج کر سکتے تھے کہ اسے ثابت کر۔ وہ اپنے آپ کو عقیدے کے محافظ سمجھتے تھے کیونکہ وہ علم الٰہیات کے تربیت یافتہ تھے جنہیں انسانوں نے باقاعدہ مقرر کیا تھا اور اختیار دیا تھا کہ لوگوں کی دینی امور میں راہنمائی کریں۔ یسوع نے نہ تو باقاعدہ تعلیم پائی تھی، اور نہ اُسے بنی اسرائیل کے سرداروں نے اسناد جاری کی تھیں۔ اُن کے چیلنج سے صدیوں پرانی اُس خفگی اور ناراضی کا اظہار ہوتا ہے جو پیشہ ور مذہب پرست اُن افراد کے خلاف ظاہر کرتے آئے ہیں جو

خُدا کی قدرت سے مسح ہو کر کام کرتے ہیں۔

۲۱: ۲۴، ۲۵۔ یسوع نے یہ پیش کش کی کہ مَیں اپنے اِختیار کے بارے میں اِس صُورت میں بیان کرنے کو تیار ہُوں کہ تُم بھی میرے ایک سُوال کا جواب دو۔ سُوال یہ ہے کہ "یُوحنّا کا بپتسمہ کہاں سے تھا؟ آسمان کی طرف سے یا اِنسان کی طرف سے؟" یُوحنّا کے "بپتسمہ" کا مطلب ہے یُوحنّا کی "خِدمت"۔ مُراد یہ ہُوئی کہ یُوحنّا کو خِدمت کا اِختیار کِس نے دیا تھا؟ کیا اُس کا تقرر اِنسان کی طرف سے ہُوا تھا یا خُدا کی طرف سے؟ اِسرائیلی قوم کے لیڈروں نے اُسے کونسی سَنَد دی تھی؟ جواب تو صاف ظاہر تھا۔ یُوحنّا کو خُدا نے بھیجا تھا۔ اُس کو اِختیار خُدا کی طرف سے عطا ہُوا تھا، اِنسان کے دستخطوں سے نہیں مِلا تھا۔

اَب قوم کے یہ سردار ایک مخمصے میں پھنس گئے۔ اگر وُہ کہتے کہ یُوحنّا خُدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا تو خُود پھنستے تھے۔ یُوحنّا لوگوں کو بتاتا رہا تھا کہ یسوع ہی مسیحِ موعُود ہے۔ اگر یُوحنّا کا اختیار خُدا کی طرف سے تھا تو اُنہوں نے کیوں توبہ نہ کی، اور کیوں مسیح پر ایمان نہ لائے؟

۲۱: ۲۶۔ اِس کے برعکس اگر وُہ کہتے کہ یُوحنّا کو خُدا نے مُقرر نہیں کیا تھا، تو اُن کی حیثیت ایسی ہو جاتی کہ سارے لوگ اُن سے خفا ہونے لگتے کیونکہ اکثریت اِس بات پر مُتفق تھی کہ یُوحنّا "خُدا کی طرف سے نبی" تھا۔ اگر وُہ صحیح جواب دیتے کہ یُوحنّا کو خُدا نے بھیجا تھا تو اُن کو خُود ہی اپنے سُوال کا جواب مِل جاتا۔ یسُوع وُہی مسیحِ موعُود تھا یُوحنّا جس کا پیشرو تھا۔

۲۱: ۲۷۔ چنانچہ اُنہوں نے حقائق کا سامنا کرنے سے اِنکار کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم نہیں جانتے۔ ہم یُوحنّا کے اِختیار کے سرچشمے کے بارے میں کُچھ نہیں بتا سکتے۔ اِس پر یسوع نے کہا کہ "مَیں بھی تُم کو نہیں بتاتا کہ اِن کاموں کو کِس اختیار سے کرتا ہُوں۔" وُہ اُنہیں وُہ بات کیوں بتاتا جسے وُہ پہلے ہی جانتے لیکن تسلیم کرنا نہیں چاہتے تھے۔

و۔ دو بیٹوں کی تمثیل (۲۱: ۲۸-۳۲)

۲۱: ۲۸-۳۰۔ سردار کاہن اور قوم کے بزرگ یُوحنّا کی اِیمان اور توبہ کی بُلاہٹ کو ماننے سے اِنکاری تھے۔ یہ تمثیل اُن کے لئے ملامت کے نشتر کی حیثیت رکھتی ہے۔ یسوع نے بیان کیا کہ "ایک آدمی کے دو بیٹے تھے"۔ اُن سے کہا گیا کہ جا کر "تاکستان" میں "کام" کریں۔ ایک نے اِنکار کیا مگر بعد میں اُس نے ارادہ بدلا اور جا کر کام کرنے لگا۔ دُوسرے نے جانے کا وعدہ کیا مگر گیا نہیں۔

۲۱: ۳۱، ۳۲۔ جب یسوع نے پُوچھا کہ "اِن دونوں میں سے کون اپنے باپ کی مرضی بجا لایا؟" تو

مذہبی لیڈروں نے کہا "پہلا" اور یوں نادانستہ اپنے اُوپر الزام لگایا۔

پھر خداوند نے اِس تمثیل کا مطلب بیان کیا۔ "محصُول لینے والے اور کسبیاں" پہلے بیٹے کی مانند ہیں۔ اُنہوں نے فوری طور پر یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کے پیغام پر عمل نہ کیا لیکن بالآخر اُن میں سے بہتوں نے توبہ کی اور یسوع پر ایمان لے آئے۔ مذہبی لیڈر دُوسرے بیٹے کی مانند تھے۔ اُنہوں نے ظاہر تو کیا کہ ہم یُوحنّا کی منادی کو درست تسلیم کرتے ہیں لیکن اُنہوں نے اپنے گناہوں سے ہرگز توبہ نہ کی، نہ مُنجی پر ایمان لائے۔ اِس لئے جو سراپا گنہگار تھے، وہ تو خُدا کی بادشاہی میں داخل ہو گئے، لیکن اپنے آپ سے مُطمئن مذہبی لیڈر باہر رہ گئے۔ آج بھی مُعاملہ یہی ہے۔ اقبالی گنہگار خوشخبری کو بڑے شوق سے قبول کرتے ہیں جبکہ جھوٹی اور رسمی خُدا پرستی کا نقاب اوڑھنے والے پیچھے رہ جاتے ہیں۔

یسوع نے کہا کہ "یُوحنّا راستبازی کے طریق پر تمہارے پاس آیا" یعنی وہ اِس بات کی منادی کرتا ہُوا آیا کہ توبہ اور ایمان کے وسیلے سے راستبازی کی ضرورت ہے۔

ز۔ تاکستان کے شریر ٹھیکے داروں کی تمثیل (۲۱: ۳۳-۴۶)

۲۱: ۳۳-۳۹۔ اپنے اختیار کے بارے میں سُوال کا مزید جواب دینے کے لئے یسوع نے ایک اور تمثیل سُنائی کہ "ایک مالک نے تاکستان لگایا اور اُس کی چاروں طرف اِحاطہ گھیرا اور اُس میں حوض کھودا اور بُرج بنایا۔ اور اُسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا"۔ "پھل کے موسم" میں اُس نے فصل میں سے اپنا حصّہ لینے کے لئے "اپنے نوکروں کو ... بھیجا"۔ لیکن ٹھیکیداروں نے نوکروں کو پکڑ کر "کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا"۔ پھر اُس نے "اَور نوکروں کو بھیجا"۔ اُن کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک ہُوا۔ تیسری دفعہ اُس نے "اپنے بیٹے کو اُن کے پاس ... بھیجا"۔ اُس کا خیال تھا کہ ٹھیکے دار "میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے"۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ "یہی وارِث ہے"۔ چنانچہ "میراث پر قبضہ" کرنے کے ارادے سے اُسے "قتل کر دیا"۔

۲۱: ۴۰، ۴۱۔ تمثیل کے اِس نکتے پر خُداوند نے کاہنوں اور بزرگوں سے پُوچھا کہ مالک اُن ٹھیکیداروں کے ساتھ "کیا کرے گا؟" اُنہوں نے جواب دِیا کہ "اُن بدکاروں کو بُری طرح ہلاک کرے گا اور تاکستان کا ٹھیکہ دُوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اُس کو پھل دیں"۔

اِس تمثیل کی تشریح کرنا مشکل نہیں۔ مالک خُدا ہے، تاکستان بنی اسرائیل ہیں (زبور ۸۰: ۸؛ یسعیاہ ۵: ۱-۷؛ یرمیاہ ۲: ۲۱)۔ اِردگرد باڑ یا اِحاطہ مُوسیٰ کی شریعت ہے جو

بنی اِسرائیل کو غیر قوموں سے جُدا کرتی اور اُن کو خداوند کے لئے مخصُوص قوم کی حیثیت سے محفوظ رکھتی تھی۔ حوض جس میں مے جمع ہوتی تھی سے مُراد وُہ پھل ہے جو بنی اِسرائیل کو خُدا کے لئے پیدا کرنا چاہئے تھا۔ بُرج سے مُراد قوم کے لئے یہوواہ کی نگہبانی اور مُحافظت ہے اور باغبان یا ٹھیکے دار سردار کاہن اور فقیہ ہیں۔

خُدا بار بار اپنے خادم اور نبی بھیجتا رہا اور اپنی قوم بنی اِسرائیل میں رفاقت و شراکت، پاکیزگی

۱۰۔ محبّت کا پھل تلاش کرتا رہا۔ مگر قوم نبیوں کو ستاتی اور اُن میں سے بعض کو قتل کرتی رہی۔ بالآخر خُدا نے یہ کہتے ہُوئے اپنے بیٹے کو بھیجا کہ "وُہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے" (آیت ۳۷)۔ سردار کاہن اور فقیہ کہنے لگے "یہی وارث ہے"۔ کیسا مُہلک اِقبال تھا! وُہ آپس میں علیحدگی میں تو کہتے تھے کہ یسوع خُدا کا بیٹا ہے (مگر علانیہ اُس کا اِنکار کرتے تھے)۔ چنانچہ اُنہوں نے اُس کے اختیار کے بارے میں سُوال کا خُود ہی جواب دے دِیا۔ اُس کا اختیار اِس حقیقت میں تھا کہ وُہ خُدا کا بیٹا ہے۔

تمثیل میں اُن کے حوالے سے بیان ہُوا ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ "یہی وارث ہے۔ آؤ اِسے قتل کر کے اِس کی میراث پر قبضہ کرلیں"۔ (آیت ۳۸) مزید یہ کہ "اگر ہم اِسے یُوں ہی چھوڑ دیں تو سب اِس پر ایمان لے آئیں گے اور رُومی آکر ہماری جگہ اور قوم دونوں پر قبضہ کرلیں گے"۔ (یُوحنّا ۱۱: ۴۸)۔ چنانچہ اُنہوں نے اُسے ردّ کر دیا۔ باہر پھینک دیا اور مصلُوب کر دیا۔

۲۱: ۴۲۔ جب مسیحؔ نے اُن سے پُوچھا کہ تاکستان کا مالک کیا کرے گا تو اپنے جواب سے اُنہوں نے خُود کو مُجرم ٹھہرایا جیسا کہ وُہ آیات ۴۲ اور ۴۳ میں کہتا ہے۔ اُس نے زبُور ۱۱۸: ۲۲ سے اقتباس کیا کہ "جس پتھر کو معماروں نے ردّ کیا وُہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہُوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے"۔ جب پتھر یعنی مسیح نے اپنے آپ کو معماروں یعنی اِسرائیل کے لیڈروں کے سامنے پیش کیا تو اُن کے تعمیراتی منصُوبوں میں اُس کے لئے جگہ نہ تھی۔ اُنہوں نے اُسے بیکار قرار دے کر ایک طرف پھینک دِیا۔ لیکن اپنی موت کے بعد وُہ مُردوں میں سے جی اُٹھا اور خُدا نے اُسے فوقیت اور نُمایاں جگہ دی۔ وُہ خُدا کی عمارت میں اعلیٰ ترین جگہ میں لگایا گیا ہے۔ "اِسی واسطے خُدا نے بھی اُسے بہُت سربلند کیا اور اُسے وُہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے" (فلپّیوں ۲: ۹)۔

اب یسوع نے عَلَی الاِعلان کہا کہ "خُدا کی بادشاہی" بنی اسرائیل سے "لے لی جائے گی اور اُس قوم کو جو اُس کے پھل لائے دے دی جائے گی"۔ اور ایسا ہی ہُوا۔ برگزیدہ قوم بنی اسرائیل کو فی الحال برطرف اور اندھا کر دیا گیا ہے۔ جس نسل نے مسیحِ موعُود کو ردّ کر دیا تھا اُسے سخت

دِل کر دیا ہے۔ یہ نبوّت کہ "خُدا کی بادشاہی ... اُس قوم کو جو اُس کے پھل لائے دے دی جائے گی" دُہرا مفہوم رکھتی ہے: (۱) کلیسیا، جو ایمان لانے والے یہودیوں اور غیر قوم افراد پر مشتمل ہے — "مُقدّس قوم اور ... خُدا کی خاص ملکیت ہے" (۱۔ پطرس ۲: ۹) ۔(۲) بنی اسرائیل کا وُہ حصہ جو ایمان لایا اور اُس کی دُوسری آمد کے وقت زمین پر زندہ موجود ہوگا۔ مخلصی یافتہ اسرائیل خُدا کے لئے پھل لائے گا۔

۲۱: ۴۴ ۔"اور جو اِس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وُہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا"۔ آیت کے پہلے حصّے میں پتھر زمین پر ہے۔ دُوسرے حصّے میں وُہ اُوپر سے اُتر رہا ہے۔ یہ بات مسیح کی دو آمدوں کا پتہ دیتی ہے۔ جب وُہ پہلی دفعہ آیا تو یہودی لیڈروں نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ جب وُہ دوبارہ آئے گا تو عدالت کرنے کو اُترے گا اور اپنے دُشمنوں کو دُھول کی طرح بکھیر دے گا۔

۲۱: ۴۵، ۴۶ ۔ سردار کاہن اور فریسی سمجھ گئے کہ اِن تمثیلوں کا براہِ راست نشانہ ہم ہیں اور مسیح نے اپنے اختیار کے بارے میں ہمارے سوال پر ہمیں نشانہ بنایا ہے۔ چنانچہ وُہ چاہتے تھے کہ اُسے اُسی وقت پکڑ لیں "لیکن لوگوں سے ڈرتے تھے کیونکہ وُہ اُسے نبی جانتے تھے"۔

ح ۔ شادی کی ضیافت کی تمثیل (۲۲: ۱-۱۴)

۲۲: ۱-۶ ۔ یسوع نے ابھی سردار کاہنوں اور فریسیوں کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ اب اُس نے شادی کی ضیافت کی تمثیل سُنائی جس میں یہ تصویر پیش کی کہ برگزیدہ بنی اسرائیل کو برطرف کر دیا گیا ہے اور حقیر اور قابلِ نفرت سمجھے جانے والے غیر قوم لوگ میز پر مہمان ہیں۔ اُس نے "آسمان کی بادشاہی" کو "اُس بادشاہ کی مانند" قرار دیا "جس نے اپنے بیٹے کی شادی" کی ضیافت کی۔ دعوت دو مرحلوں میں دی گئی۔ پہلے پیشگی دعوت جو نوکروں نے ذاتی طور پر پہنچائی اور مدعوین نے آنے سے صاف انکار کر دیا۔ دُوسری دفعہ اعلان کیا گیا کہ ضیافت تیار ہے۔ بعض مدعوین نے اس کی حقارت کی کہ ہم اپنے کھیتوں اور کاروبارِ زندگی میں اتنے مصرُوف ہیں کہ آ نہیں سکتے۔ دُوسروں نے نہایت شدید ردِّ عمل دِکھایا۔ اُنہوں نے "نوکروں کو پکڑ کر بے عزّت کیا اور مار ڈالا"۔

۲۲: ۷-۱۰ ۔ اب بادشاہ "غضب ناک ہُوا اور اُس نے ... اُن خُونیوں کو ہلاک کر دیا اور اُن کا شہر جلا دیا"۔ اُس نے مدعوین کی پہلی فہرست کو پھاڑ ڈالا اور دعوتِ عام دے دی کہ جو آنا

چاہیے آئے ۔ اِس دفعہ شادی کے ہال میں ایک نشست بھی خالی نہ رہی ۔

۲۲ : ۱۱-۱۳ ۔ البتہ "مہمانوں" کے درمیان ایک ایسا آدمی بھی موجود تھا "جو شادی کے لباس میں نہ تھا"۔ مالک نے اُسے ٹوکا کہ تم اِس ضیافت میں شامل ہونے کے لائق نہیں تو وہ مہمان کوئی جواب نہ دے سکا۔ "اُس کا مُنہ بند ہو گیا"۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر باہر اندھیرے میں ڈال دیا جائے جہاں "رونا اور دانت پیسنا ہو گا"۔

۲۲ : ۱۴ ۔ مسیح خداوند نے اِن الفاظ کے ساتھ تمثیل کو ختم کیا کہ "کیونکہ بُلائے ہُوئے بہت ہیں مگر برگزیدہ تھوڑے"۔

جہاں تک اِس تمثیل کے مطلب کا تعلق ہے تو بادشاہ خدا ہے ۔ اور اُس کا بیٹا خداوند یسوع ہے ۔ شادی کی ضیافت اُس خوشی کے جشن کی نمائندگی کرتی ہے جو آسمان کی بادشاہی کی خصوصیت ہے ۔ اگر اِس تمثیل میں کلیسیا کو مسیح کی دُلہن کے طور پر متعارف کرایا جائے تو بات غیر ضروری طور پر پیچیدہ ہو جائے گی ۔ مرکزی خیال تو بنی اسرائیل کا برطرف کیا جانا ہے نہ کہ کلیسیا کی بُلاہٹ اور مقصد ۔

دعوت کے پہلے مرحلے میں تصویر یہ ہے کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا اور بارہ شاگرد بڑی مہربانی سے بنی اسرائیل کو شادی کی ضیافت میں آنے کی دعوت دے رہے ہیں ۔ مگر قوم نے دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ "مگر اُنہوں نے آنا نہ چاہا" (آیت ۳) ۔ یہ الفاظ اُن کے انکار کا نقطۂ عروج ہیں اور صلیب دیئے جانے کے موقع پر ڈرامائی انداز میں سامنے آتے ہیں۔

دعوت کے دُوسرے مرحلے میں انجیل کی اُس بشارت کی طرف اشارہ ہے جو یہودیوں کو دی گئی اور جس کا بیان اعمال کی کتاب میں ہے ۔ بعض لوگوں نے اِس پیغام کی تحقیر کی ۔ بعضوں نے بشارت سُنانے والوں پر ظلم اور تشدد کیا بلکہ اکثر رسولوں کو شہید کیا گیا ۔

بادشاہ بجا طور پر بنی اسرائیل سے ناراض ہُوا ۔ اُس نے "اپنا لشکر" یعنی طِطُس اور رُومی لشکر کو بھیجا ۔ اُنہوں نے ۷۰ء میں یروشلیم اور اُس کے اکثر باشندوں کو تہس نہس کر دیا ۔ وہ اِس مفہوم میں "اُس کا لشکر" تھے کہ اُس نے اُنہیں اسرائیل کو سزا دینے کے لئے آلۂ کار بنایا ۔ اگرچہ وہ شخصی طور پر خداوند کو نہیں جانتے تھے مگر تھے وہ اُسی کا لشکر ۔

اب اسرائیل قومی لحاظ سے برطرف کیا ہُوا ہے اور انجیل غیر قوموں کے پاس جاتی ہے ۔ اِن میں نیک و بد یعنی عزت و احترام کے ہر درجہ اور طبقہ کے لوگ شامل ہیں (اعمال ۱۳ : ۴۵، ۴۶؛

۲۸ : ۲۸) - لیکن جتنے لوگ مسیح کے پاس آتے ہیں، اُن کی حقیقت اور خلوص کو فرداً فرداً جانچا جاتا ہے - شادی کے لباس کے بغیر شخص وُہ فرد ہے جو دعویٰ تو کرتا ہے کہ مَیں ضیافت کے لئے تیار ہُوں مگر وُہ کبھی خداوند یسوع کے وسیلے سے خُدا کی راست بازی سے مُلبّس نہیں ہُؤا (۲-کرنتھیوں ۵ : ۲۱) - دراصل جو شخص شادی کا لباس پہنے ہُوئے نہیں اُس کے لئے کوئی عُذر نہ تھا، نہ اب ہے - رائرسی لکھتا ہے کہ اُس زمانے میں رواج تھا کہ جس شخص کے پاس شادی کی پوشاک نہیں ہوتی تھی اُسے مُہیّا کی جاتی تھی - صاف ظاہر ہے کہ اُس شخص نے ایسی پیش کش اور اعزاز سے فائدہ نہ اُٹھایا - اور جب بادشاہی میں داخل ہونے کے اُس کے حق کو چیلنج کیا گیا تو مسیح کے بغیر ہونے کے باعث اُس کا مُنہ بند ہو گیا (رومیوں ۳ : ۱۹) - باہر کی تاریکی اُس کا مُقدّر ہُوئی جہاں رونا اور دانت پیسنا ہے - رونا جہنم کے عذاب کی علامت ہے - بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دانت پیسنا خُدا کے خلاف مُسلسل بغاوت اور عداوت کو ظاہر کرتا ہے - اگر ایسا ہے تو اِس تصوّر کی نفی ہو جاتی ہے کہ جہنم کی آگ پاک صاف کرنے کی تاثیر رکھتی ہے -

آیت ۱۴ کا تعلق پُوری تمثیل کے ساتھ ہے، صِرف اُس آدمی کے واقعہ کے ساتھ نہیں جو شادی کی پوشاک کے بغیر تھا - "بُلائے ہُوئے بہُت ہیں" یعنی اِنجیل کی دعوت تو بہُتوں کو دی جاتی ہے "مگر برگُزیدہ تھوڑے" - بعض لوگ دعوت کو قبول کرنے سے اِنکار کر دیتے ہیں - اور جو قبول کرتے بھی ہیں اُن میں سے بھی کُچھ جھُوٹا اِقرار کرنے والے ثابت ہوتے ہیں - جتنے لوگ بھی اِنجیل کی خوشخبری کو قبول کرتے ہیں، وُہ "برگزیدہ" ہیں - کوئی شخص برگزیدہ ہے یا نہیں یہ اِس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خُداوند مسیح کے بارے میں اُس کا کیا روّیہ ہے - بقول جیننگز

> "ضیافت کا لُطف اُٹھانے کو تو سبھوں کو بُلایا گیا ہے - لیکن سب دعوت دینے والے پر یہ بھروسا کرنے پر آمادہ نہیں کہ وُہ اِس ضیافت کے لائق پوشاک بھی مُہیّا کرے گا"-

ط- قیصر کا اور خُدا کا حق ادا کرنا (۲۲ : ۱۵ - ۲۲)

بائیسواں باب سُوالوں کا باب ہے - تین مُختلف وفدوں نے آکر خُدا کے بیٹے کو پھانسنے کی کوشش کی -

۲۲ : ۱۵ - ۱۶ - یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ "فریسیوں" اور "ہیرودیوں" کا ایک وفد آیا - یہ دونوں

گروہ ایک دُوسرے کے شدید مُخالف تھے، مگر مُنجّیؔ کے خِلاف مُشترکہ عداوت نے اُنہیں عارضی طور پر مُتحد کر دیا۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ مسیح کو ایسا سیاسی بیان دینے پر اُکسائیں جس کے مُضمرات بہت خطرناک ہُوں۔ قیصر کے ساتھ وفاداری کے سِلسلے میں یہُودیوں میں اِختلافات پائے جاتے تھے۔ اِس گروہ نے اِن اختلافات کا فائدہ اُٹھانے کی ٹھانی۔ کُچھ یہُودی غیر قوم شہنشاہ کی تابعداری کرنے کے شدید مخالف تھے۔ لیکن ہیرودیوں کی طرح بعض دُوسرے یہُودی زیادہ رواداری کے حامی تھے۔

۲۲: ۱۷۔ پہلے تو اُنہوں نے بڑی عیاری کے ساتھ اُس کے کردار کی پاکیزگی کی تعریف کی۔ اُس کی حق کی پابندی، بے خوفی اور بے طرفداری کو سراہا۔ پھر اُنہوں نے ایک پہلُو دار سُوال کیا "قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں؟"

اگر یسُوع جواب دیتا کہ "نہیں" تو نہ صِرف ہیرودیوں کو اپنا دُشمن بنالیتا بلکہ رُومی حکُومت کے خِلاف بغاوت کا مُلزم بھی ٹھہرتا۔ فریسی اُسے دھکیلتے ہُوئے لے جاتے اور اُس پر فردِ جرم عائد کر دیتے۔ اگر وُہ کہتا کہ "ہاں" تو یہُودیوں کی شدید قوم پرست رُوح سے مُتصادم ہوتا تھا۔ عام لوگ اُس کی حمایت کرنا چھوڑ دیتے۔ اِسی حمایت کی وجہ سے مذہبی لیڈر اُس پر ہاتھ ڈالنے اور اُس کا کام تمام کرنے سے اب تک رُکے ہُوئے تھے۔

۲۲: ۱۸، ۱۹۔ یسُوع نے بلا تامّل اُن کو "ریاکار" کہا کہ وُہ اُس کو پھانسنے کی کوشش میں تھے۔ پھر اُس نے کہا کہ "جزیہ کا سِکّہ مجھے دِکھاؤ"۔ اُنہوں نے اُسے ایک دِینار دِکھایا کیونکہ یہی سِکّہ رُومی حکُومت کو جزیہ ادا کرنے کے لئے اِستعمال ہوتا تھا۔ جب بھی یہُودی اُس سِکّے پر قیصر کی شبیہ اور نام دیکھتے تو اُن کو یہ یاد کر کے بڑا دُکھ ہوتا کہ ہم غیر قوموں کے محکُوم ہیں اور اُنہیں جزیہ دیتے ہیں۔ یہ دِینار اُن کو یاد دِلاتا تھا کہ ہم اپنے گُناہ کے سبب سے رُوم کے غلام ہیں۔ اگر وُہ یہوواہ کے وفادار رہتے تو جزیہ دینے کا سُوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

۲۲: ۲۰-۲۱۔ یسُوع نے اُن سے پُوچھا کہ "یہ صُورت اور نام کِس کا ہے؟" وُہ یہی جواب دینے پر مجبُور تھے کہ "قیصر کا"۔ اِس پر خُداوند نے اُن سے کہا کہ "جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خُدا کا ہے خُدا کو ادا کرو"۔ اِس سُوال جواب میں وُہ خُود ہی پھنس گئے۔ اُن کو اُمّید تھی کہ قیصر کو جزیہ دینے کے سُوال سے ہم یسُوع کو پھانس لیں گے۔ لیکن اُس نے اُن کو بے نقاب کر دیا کہ خُدا کے واجبات ادا نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ یہ کام بے حد تلخ تھا تو بھی وُہ قیصر کو اُس کا حق ادا کرتے تھے مگر اِس حقیقت کی پروا نہیں کرتے تھے کہ خُدا بھی ہماری زندگیوں پر حق رکھتا ہے۔ اور اِس وقت اُن کے سامنے وُہ ہستی کھڑی تھی

جو خُدا کی ذات کا نقش (عبرانیوں ۱: ۳) ہے۔ اور وُہ اُسے اُس کا جائز مقام نہیں دے رہے تھے۔
یسوؔع کے جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ ایماندار دُہری شہریت رکھتا ہے۔ وُہ اِنسانی حکومت کی فرمانبرداری کرنے اور اُس کی مالی مدد کرنے کا ذِمہ دار ہے۔ اُسے اپنے حکمرانوں کی بُرائی نہیں کرنی اور نہ اُس حکومت کا تختہ اُلٹنے کے لئے کوئی اِقدام کرنے ہیں بلکہ اُس پر فرض ہے کہ اختیار رکھنے والوں کے حق میں دُعا مانگے۔ اور آسمان کا شہری ہوتے ہُوئے وُہ خُدا کے سامنے جوابدِہ ہے۔ اگر اِن دونوں میں کبھی تصادُم کی صُورت پَیدا ہوتی ہے تو اُس کی اوّلین وفاداری خُدا کے ساتھ ہو گی (اعمال ۵: ۲۹)۔

ہم جب آیت ۲۱ کا حوالہ دیتے ہیں تو اکثر قَیصر کے حِصّے پر تو زور دیتے ہیں مگر خُدا کے حِصّے کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ یہ بالکل وُہی غلطی ہے جس کے لئے یسوؔع نے فریسیوں کو ملامت کی تھی۔

۲۲: ۲۲۔ جب فریسیوں نے اُس کا جواب "سُنا" تو وُہ جان گئے کہ ہم مات کھا گئے ہیں۔ وُہ تعجّب کر کے وہاں سے کِھسک جانے کے سِوا اَور کیا کر سکتے تھے!

ی۔ صدُوقی اور قیامت کے بارے میں اُن کا مُعمّا (۲۲: ۲۳-۳۳)

۲۲: ۲۳-۲۴۔ جَیسا کہ پہلے ذِکر ہُوا صدُوقی اپنے زمانے کے آزاد خیال دِینی لیڈر تھے۔ وُہ جسم کی قیامت، فرِشتوں کے وجُود اور مُعجزوں کا اِنکار کرتے تھے، بلکہ وُہ اُتنی باتوں کا اِقرار نہیں کرتے تھے جِتنی کا اِنکار کرتے تھے۔ اَب صدُوقیوں کا ایک وفد یسوؔع کے پاس آیا اور ایک ایسی کہانی گھڑ لایا جس سے قیامت کا تصوّر مضحکہ خیز معلُوم ہو۔ اُنہوں نے شریعت سے وُہ بات پیش کی جس میں اپنے مرحُوم بھائی کی بیوہ سے شادی کرنے کا حُکم ہے (اِستثنا ۲۵: ۵)۔ اِس حکم کے مُطابق اگر کوئی اِسرائیلی "بے اولاد" مر جاتا تھا تو "اُس کے بھائی" کا فرض تھا کہ بیوہ سے شادی کرے تاکہ خاندان کا نام اِسرائیل میں باقی رہے اور میراث خاندان ہی میں رہے۔

۲۲: ۲۵-۲۸۔ اُنہوں نے جو مسئلہ پیش کیا، اُس کا تعلق ایک ایسی عورت سے تھا جس کا شوہر بے اولاد مر گیا۔ اِس پر اُس نے اپنے شوہر کے ایک بھائی سے بیاہ کر لیا۔ دُوسرا شوہر بھی بے اولاد مر گیا۔ چنانچہ اُس نے تیسرے سے بیاہ کیا، حتیٰ کہ اِسی طرح ساتویں بھائی تک یہ سِلسلہ چلتا رہا۔ "سب کے بعد وُہ عورت بھی مر گئی"۔ اب وُہ سوال کیا گیا جس کا مقصد اُس ہستی کو شرمسار کرنا تھا جو خُود قیامت ہے (یُوحنّا ۱۱: ۲۵) کہ "پس وُہ قیامت میں اُن ساتوں میں سے کِس کی بیوی

ہو گی؟ کیونکہ سب نے اُس سے بیاہ کیا تھا۔"

۲۲: ۲۹- بُنیادی طور پر اُن کی دلیل یہ تھی کہ قیامت کا تصور اَن حل مسائل پیش کرتا ہے، اِس لئے غیر معقُول ہے۔ چُنانچہ سچّا نہیں۔ یسوع نے واضح کر دیا کہ مشکل اِس عقیدہ میں نہیں بلکہ اُن کی اپنی سوچ اور ذہنوں میں تھی۔ وُہ "کتابِ مُقدّس" اور "خُدا کی قُدرت" سے ناواقف تھے۔

اوّل۔ وُہ "کِتابِ مُقدّس" کو نہیں جانتے تھے۔ بائبل مُقدّس میں کہیں ذِکر نہیں کہ میاں بیوی کا رِشتہ جاری رہے گا۔ وہاں سب مَرد اور عورتیں فرشتوں کی مانند ہوں گے۔

دوم۔ وُہ "خُدا کی قُدرت" کو نہیں جانتے تھے۔ اگر وُہ انسان کو خاک سے پَیدا کر سکتا ہے تو کیا وُہ مَر جانے والوں کی خاک کو زِندہ نہیں کر سکتا اور اُن کو جلالی بَدن نہیں بنا سکتا؟

۲۲: ۳۰-۳۲- پھر خُداوند نے کتابِ مُقدّس سے ایک دلیل پیش کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت قطعی طور پر لازمی ہے۔ خرُوج ۳: ۶ میں خدا نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ "مَیں ابرہام کا خُدا اور اِضحاق کا خُدا اور یعقُوب کا خُدا ہُوں"۔ یسوع نے اِس حقیقت کی طرف توجہ دِلائی کہ "وُہ تو مُردوں کا خُدا نہیں بلکہ زِندوں کا ہے"۔ خُدا نے اُن آدمیوں کے ساتھ عہد باندھے تھے۔ مگر وُہ اُن وعدوں کے پُورے طور پر پُورا ہونے سے پہلے مَر گئے تو خُدا کس طرح ایسے تین افراد کا خدا ہونے کی بات کر سکتا ہے جن کے بَدن قبروں میں پڑے ہیں؟ وُہ جو کبھی جُھوٹا یا ناکام نہیں ہو سکتا، اپنے اُن وعدوں کو کس طرح پُورا کر سکتا ہے جو اُن انسانوں سے کئے تھے جو مَر چُکے ہیں؟ اِس کا ایک ہی جواب ہے ——— قیامت!

۲۲: ۳۳- پس تعجّب کی بات نہیں کہ "لوگ یہ سُن کر اُس کی تعلیم سے حَیران ہُوئے"۔ ہم بھی حَیران ہوتے ہیں۔

ک۔ عظیم حُکم (۲۲: ۳۴-۴۰)

۲۲: ۳۴-۳۶- "جب فریسیوں نے سُنا کہ اُس نے" ہمارے حریف "صدُوقیوں کا مُنہ بند کر دیا" تو وُہ اُس کے ساتھ گفتگُو کرنے کو آ جمع ہُوئے۔ اُن کا خاص نمائندہ ایک "عالمِ شرع" تھا۔ اُس نے یسوع سے پُوچھا کہ "توریت میں کون سا حُکم بڑا ہے؟"

۲۲: ۳۷، ۳۸- بڑے ماہرانہ انداز میں یسوع نے مختصر طور پر بتا دیا کہ خُدا کے بارے میں اِنسان کا فرض یہ ہے کہ "خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی

"ساری عقل سے محبت رکھ"۔ مرقس کے بیان میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ "اور اپنی ساری طاقت سے" (مرقس ۱۲: ۳۰)۔ اِس کا مطلب ہے کہ اِنسان کا پہلا فرض اپنے پورے وجود سے خدا سے محبت کرنا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ دِل جذبات کی، اور جان اِرادہ کی اور عقل ذہانت کی اور طاقت جسمانی فطرت کی نمائندگی کرتی ہے۔

۲۲: ۳۹، ۴۰۔ یسوع نے یہ بھی کہا کہ اِنسان کی دُوسری ذِمہ داری یہ ہے کہ "اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت" رکھے۔ خدا اور اِنسان کے ساتھ محبت پورے مذہب کا اِحاطہ کرتی ہے۔ اور موسیٰ، نبیوں، ہمارے منجی اور رسولوں کا مقصد بھی محبت پیدا کرنا تھا، ہم کو اِن الفاظ پر غور کرتے رہنا چاہیئے کہ "اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ"۔ ہم سوچیں کہ ہم اپنے آپ سے کتنی زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ ہماری کتنی سرگرمیوں کا مرکز ہماری اپنی ذات کی نگہداشت اور آرام ہوتا ہے۔ پھر ہم یہ تصور کریں کہ اگر ہم یہی محبت اپنے پڑوسی پر نچھاور کریں تو حالات کیسے ہوں گے۔ پھر ایسا ہی کریں۔ یہ کردار فطرت کے مطابق نہیں ہے۔ صرف وہی لوگ ایسا کر سکتے ہیں جو نئے سرے سے پیدا ہوئے ہیں اور مسیح کو اپنے وسیلے سے ایسا کرنے دیتے ہیں۔

ل۔ داؤد کا بیٹا داؤد کا خداوند ہے (۲۲: ۴۱-۴۶)

۲۲: ۴۱-۴۲۔ یسوع نے عالمِ شرع کو جو جواب دیا، فریسی اِس سے بھونچکا رہ گئے۔ ابھی وہ سنبھل نہیں پائے تھے کہ یسوع نے اُن سے ایک اِشتعال انگیز سوال پوچھا کہ "تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو؟ وہ کس کا بیٹا ہے؟"

فریسیوں کی اکثریت یقین نہیں رکھتی تھی کہ یسوع ہی مسیح ہے۔ وہ ابھی تک مسیحِ موعود کے منتظر تھے۔ اِس لئے یسوع اُن سے یہ نہیں پوچھ رہا تھا کہ "تم میرے بارے میں کیا سمجھتے ہو؟" (اگرچہ یہ بات بھی شامل تھی) بلکہ وہ ایک عام انداز میں پوچھ رہا تھا کہ جب مسیحِ موعود ظاہر ہوگا تو کس کا بیٹا ہوگا؟

اُنہوں نے بالکل صحیح جواب دیا کہ وہ "داؤد کا بیٹا" ہوگا یعنی اُس کی نسل سے ہوگا۔

۲۲: ۴۳-۴۴۔ اِس پر خداوند یسوع نے زبور ۱۱۰: ۱ کا اِقتباس پیش کیا جہاں داؤد کہتا ہے کہ "خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری دہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے نہ کر دوں"۔ یہاں پہلی دفعہ لفظ "خداوند" کا مطلب خدا باپ اور

دُوسری دفعہ مطلب مسیحِ موعُود ہے۔ چنانچہ داؤد نے مسیح موعُود کو خداوند کہا ہے۔

۲۲: ۴۵۔ اب یسوع نے سوال پیش کیا کہ "جب داؤد اُس کو خداوند کہتا ہے تو وُہ اُس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا؟" جواب یہ ہے کہ مسیحِ موعُود داؤد کا بیٹا بھی ہے اور داؤد کا خداوند بھی کیونکہ وُہ خُدا اور بشر دونوں ہے۔ خُدا ہونے کے باعث وُہ داؤد کا خُداوند اور بشر ہونے کے باعث داؤد کا بیٹا ہے۔

اگر فریسیوں کا ذہن کُھلا ہوتا تو وُہ جان لیتے کہ یسوع ہی مسیح موعُود ہے اور مریم کے شجرہ سے داؤد کا بیٹا اور اپنے کاموں، تعلیم اور کردار کے باعث خُدا کا بیٹا ہے۔

۲۲: ۴۶۔ مگر اُنہوں نے دیکھنے اور سمجھنے سے اِنکار کر دیا۔ وُہ اُس کی عقل و دانش سے بالکل چکرا گئے اور اب سوالوں کے ذریعے اُس کو پھانسنے سے باز آ گئے۔ اب اُنہوں نے کوئی دُوسرا طریقہ اِستعمال کرنے کی ٹھانی ——— تشدد کا طریقہ۔

۴۔ بڑے بول اور چھوٹے کاموں کے خلاف تنبیہ (۲۳: ۱-۱۲)

۲۳: ۱-۴۔ اِس باب کی افتتاحی آیات میں مُنجّی "لوگوں کو اور "اپنے شاگردوں" کو "فریسیوں اور فقیہوں" سے خبردار رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ یہ راہنما "مُوسیٰ کی گدی پر" بیٹھے تھے یعنی مُوسیٰ کی توریت کی تعلیم دیتے تھے۔ عام طور پر اُن کی تعلیم قابلِ اِعتماد تھی۔ مگر اُن کے اعمال ایسے نہیں تھے۔ اُن کا عقیدہ اُن کے کردار سے بہتر تھا، یعنی بول بڑے تھے اور کام چھوٹے۔ اِس لئے یسوع نے کہا کہ "جو کچھ وُہ تمہیں بتائیں وُہ سب کرو اور مانو، لیکن اُن کے سے کام نہ کرو۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں"۔

وُہ لوگوں سے بہت بھاری مُطالبات (وُہ شریعت کے الفاظ کے بال کی کھال نکالتے تھے، یعنی انتہائی قسم کی تشریح) کرتے تھے۔ لیکن اِن بھاری بوجھوں کو اُٹھانے میں کسی کی مدد نہیں کرتے تھے۔

۲۳: ۵۔ وُہ مذہبی رسُوم اِس لئے ادا کرتے تھے کہ لوگ اُنہیں دیکھیں۔ اُن کے باطن خالص نہیں تھے۔ ایک مثال تو یہ ہے کہ وُہ تعویذ اِستعمال کرتے تھے۔ خُدا نے یہ حُکم دیا تھا کہ شریعت "تیرے ہاتھ پر ایک نشان اور تیری پیشانی پر ٹیکوں کی مانند ہو" خروج ۱۳: ۹، ۱۶؛ اِستثنا ۶: ۸، ۱۱: ۱۸)۔ اِس سے خُدا کی مُراد یہ تھی کہ شریعت کے احکام مُسلسل اُن کے سامنے رہیں اور اُن کے کاموں کے راہنما ہوں۔ چنانچہ وُہ پاک کلام کے حِصوں کو چمڑے میں منڈھا کر اپنے بازوؤں یا ماتھوں پر باندھا کرتے تھے۔ اُن کو شریعت کے حُکموں پر چلنے کی کوئی پَروا نہیں تھی بلکہ وُہ حُکموں کو مضحکہ خیز حد تک بڑے بڑے

تعویذوں کی شکل میں پہن کر اپنے آپ کو بہت رُوحانی دِکھانے کی فکر میں رہتے تھے۔ شریعت یہ بھی کہتی تھی کہ یہودی اپنے پیراہنوں کے کناروں پر جھالر لگائیں اور ہر کنارے کی جھالر کے اُوپر آسمانی رنگ کا ڈورا ٹانکیں (گنتی ۱۵: ۳۷-۴۱؛ اِستثنا ۲۲: ۱۲)۔ اِس اِمتیازی آراستگی کا مقصد اُن کو یہ یاد دِلانا تھا کہ تم ایک اِمتیازی قوم ہو، اور تمہیں دُوسری قوموں سے الگ ہو کر چلنا ہے۔ فریسی رُوحانی سبق کو تو پسِ پُشت ڈال دیتے تھے مگر جھالریں بڑی بڑی بناتے تھے۔

۲۳: ۶-۸۔ وُہ اپنی اہمیت دِکھانے کے لئے "ضیافتوں ... اور عبادت خانوں میں" خصوصی اور عزت کی جگہ کے لئے دھکم دھکا اور چھینا جھپٹی کرتے تھے۔ اور "بازاروں میں سلام" کروا کے اپنی اَنا کی پرورش کرتے تھے۔ خاص طور پر "ربّی کہلانا" تو بہت ہی پسند کرتے تھے (ربّی کا مطلب ہے "میرا معزز" یا "اُستاد")۔

۲۳: ۹-۱۰۔ یہاں خُداوند نے شاگردوں کو وُہ القاب اِستعمال کرنے سے خبردار کیا جو خُدا کے لئے مخصُوص ہونے چاہئیں۔ ہم "ربّی" نہ کہلائیں۔ اِس کو اپنے لئے اِمتیازی لقب نہ بنائیں کیونکہ "اُستاد" تو ایک ہی ہے یعنی مسیح"۔ ہم کسی آدمی کو اپنا "باپ" نہ کہیں کیونکہ خُدا ہمارا "باپ" ہے۔ ویسٹن بہت بصیرت افروز بات لکھتا ہے:

> "یہ القاب خُدا کے ساتھ اِنسان کے بُنیادی اور لازمی تعلق کا بیان کرتے ہیں۔ تِین باتوں سے ایک مسیحی تشکیل پاتا ہے۔ وُہ کیا ہے، کیا ایمان رکھتا ہے اور کیا کرتا ہے یعنی عقیدہ، تجربہ اور عمل۔ اِنسان کو اپنے رُوحانی وجُود کے لئے تِین چیزوں کی ضرورت ہے: زِندگی، تعلیم اور ہدایت۔ یہی تِین باتیں ہمارے خُداوند نے اِن سادہ الفاظ میں بیان کیں کہ "راہ اور حق اور زِندگی مَیں ہُوں"۔ کسی اِنسان کو اپنا باپ نہ مانو، کیونکہ کوئی اِنسان نہ رُوحانی زِندگی دے سکتا نہ اِسے قائم رکھ سکتا ہے۔ کسی اِنسان کو بے خطا اُستاد نہ مانو، کسی اِنسان کو رُوحانی ڈکٹیٹر بننے کا موقع نہ دو۔ خُدا اور مسیح کے ساتھ آپ کا تعلق اِتنا ہی قریبی ہے جتنا کسی دُوسرے اِنسان کا ہو سکتا ہے"۔

مُنجّی کا مطلب واضح ہے کہ آسمان کی بادشاہی میں سارے ایمان دار ایک ایسی اُخوّت یا برادری میں شریک ہیں جہاں ایسے اِمتیازی القاب کوئی مقام نہیں رکھتے جو ایک کو دُوسرے پر اِمتیازی درجہ دیتے ہیں۔ ذرا غور کریں کہ آج کی مسیحیت میں کیسے کیسے پُرشکوہ القاب اِستعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً عزت مآب، تقدّس مآب، فادر (باپ)، وغیرہ، یہاں تک کہ بے ضرر سا لقب "ڈاکٹر" بھی یُونانی میں

"اُستاد" کے معنی رکھتا ہے (اتنی بات تو صاف ہے کہ اِس تنبیہ کا تعلق رُوحانی تعلقات سے ہے فطری، پیشہ ورانہ یا نظری تعلقات سے نہیں ۔ مثلاً بچّے کو اپنے والد کو "باپ" کہنے سے یا مریض کو اپنے مُعالج کو "ڈاکٹر" کہہ کر مخاطب کرتے سے منع نہیں کیا گیا)۔ جہاں تک دُنیاوی رِشتوں کا تعلق ہے تو اصُول یہ ہے کہ "جس سے ڈرنا چاہیئے اُس سے ڈرو۔ جس کی عزّت کرنا چاہیئے اُس کی عزّت کرو" (رومیوں ۱۳: ۷)۔

۲۳: ۱۱-۱۲۔ ایک دفعہ پھر ہمیں اِس حقیقت میں آسمان کی بادشاہی کی اِنقلابی خصُوصیت نظر آتی ہے کہ حقیقی عظمت اِنسانی سوچ سے بالکل اُلٹ باتوں میں ہوتی ہے "جو تُم میں بڑا ہے وُہ تمہارا خادم بنے ۔ اور جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وُہ چھوٹا کیا جائے گا ۔ اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وُہ بڑا کیا جائے گا"۔ حقیقی عظمت جُھک کر خدمت کرتی ہے ۔ فریسی جو اپنے آپ کو بڑا بناتے ہیں چھوٹے کئے جائیں گے ۔ سچّے شاگرد جو اپنے آپ کو چھوٹا بناتے ہیں مُقررہ وقت پر بڑے کِئے جائیں گے ۔

ل ۔ فقیہوں اور فریسیوں پر افسوس (۲۳: ۱۳-۳۶)

اِس کے بعد خُداوند یسوع اپنے زمانے کے مذہبی ریاکاروں پر آٹھ[۸] افسوس کرتا ہے ۔ جیسے ہم بھی اکثر کہتے ہیں "ہائے، تُم پر افسوس!"

۲۳: ۱۳۔ پہلا افسوس اُن کے ہٹیلے پن اور دُوسروں کی راہ میں رُکاوٹ ہونے پر ہے ۔ وُہ "بادشاہی" میں داخل ہونے سے خُود بھی اِنکار کرتے ہیں اور دُوسرے "داخل ہونے والوں کو" بھی زبردستی روکتے ہیں ۔ عجیب بات ہے کہ مذہبی لیڈر ہی اکثر فضل کی خوشخبری کے مُخالف بلکہ شدید مخالف ہوتے ہیں ۔ سوائے نجات کی خوشخبری کے وُہ ہر بات کو ہنس ہنس کر برداشت کر لیتے ہیں ۔ نفسانی آدمی خُدا کے فضل کو حاصل نہیں کرنا چاہتا اور یہ بھی نہیں چاہتا کہ خُدا دُوسروں پر فضل کرے ۔

۲۳: ۱۴۔ دُوسرے افسوس میں اِس بات پر ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے کہ وُہ "بیواؤں کے گھروں کو دبا بیٹھتے ہیں"۔ اور پھر ایسی حرکتوں کی پردہ پوشی کے لئے لمبی لمبی دُعائیں مانگتے ہیں ۔ جدید دَور میں بعض فرقے بھی اِسی قسم کے ہتھکنڈے اِستعمال کرتے ہیں ۔ عُمر رسیدہ بیواؤں اور سادہ لوح ایمان داروں سے اُن کی جائیداد "چرچ" کے نام لِکھوا لیتے ہیں ۔ اِس قسم کی خُدا پرستی کرنے والے ریاکاروں کو "زیادہ سزا ہوگی"۔

۲۳: ۱۵۔ اُن پر تیسرا اِلزام یہ ہے کہ اُن کے جوش و جذبے کا رُخ غلط طرف کو ہوتا ہے ۔ وُہ ایک مُرید کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے ہیں مگر جب کامیاب ہوئے تو اپنے سے "دُونا" شریر

بنا دیتے ہیں۔ بدعتی فرقوں کا جوش وجذبہ جدید دَور میں اِس کی عُمدہ مثال پیش کرتا ہے۔

۲۳: ۱۶- ۲۲- چوتھے افسوس میں خداوند اُن کی غیر دیانتدارانہ دلیل بازی کی مذمت کرتا ہے۔ اُنہوں نے اپنی مَنتوں کو ٹالنے کے لئے دلائل کا ایک جھُوٹا اور غلط نظام کھڑا کر رکھا تھا۔ مثلاً وُہ کہتے تھے کہ "اگر کوئی مَقدِس کی قسم کھائے" تو اِس قسم کو پُورا کرنا فرض نہیں لیکن "اگر مَقدِس کے سونے کی قسم کھائے" تو قسم کو پُورا کرنا ضرُوری ہے۔ وُہ کہتے تھے کہ قربان گاہ پر چڑھی ہُوئی نذر کی قَسم کی پابندی کرنا لازم ہے، لیکن اگر خالی قربان گاہ کی قسم کھائی جائے تو کوئی بات نہیں۔ اِس طرح وُہ سونے کو خُدا پر (ہیکل خُدا کا گھر تھی) اور قربان گاہ پر چڑھی ہُوئی نذر (کسی نہ کسی شکل میں دَولت) کو خود قرُبان گاہ پر فوقیت دیتے تھے۔ اُن کی دِلچسپی رُوحانی باتوں میں نہیں بلکہ مادّی چیزوں میں تھی۔ زیادہ دِلچسپی لینے میں تھی دینے میں نہ تھی۔

یسوع نے اُنہیں "اندھے راہ بتانے والو" کہہ کر اُن کی دلیل تراشی کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ ہیکل کا سونا اِس لئے خصُوصی قدر وقیمت والا بن جاتا تھا کہ ہیکل خُدا کا مسکن تھی۔ اور نذر کی قدر وقیمت قرُبان گاہ کی مرہُونِ منت ہوتی تھی۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ سونا بذاتہٖ قیمتی چیز ہے وُہ اندھے ہیں۔ یہ اُسی قدر ہی قیمتی ہوتا ہے جس قدر خُدا کی خِدمت کے لئے اِستعمال ہوتا ہے۔ جو نذرانے نفسانی مقاصد کی خاطر چڑھائے جاتے ہیں بے وقعت اور بے قدر ہوتے ہیں۔ جو خُداوند کو یا خُداوند کے نام سے دِئے جاتے ہیں، وُہ دائمی قدر وقیمت رکھتے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ فریسی جس چیز کی بھی قَسم کھاتے، خُدا اُس میں شامل ہوتا تھا اور اُن قَسموں کو پُورا کرنا اُن کا لازمی فرض بنتا تھا۔ اِنسان بظاہر سچّی دلیل بازی سے اِن فرائض سے بچ نہیں سکتا۔ قسمیں ہمیں پابند کر دیتی ہیں اور وعدوں کو لازماً پُورا کرنا چاہئے۔ فرائض سے پہلُوتہی کرنے کے لئے ٹیکنیکل نُکتے نکالنا اور دلیلیں دینا بے کار بات ہے۔

۲۳: ۲۳، ۲۴- پانچواں افسوس سچّائی اور حقیقت سے عاری رسم پرستی کے خلاف ہے۔ "فقیہہ اور فریسی" پُودینے اور سَونف جیسی معمُولی چیزوں پر خُداوند کو دَہ یکی دینے میں پُوری احتیاط کرتے تھے۔ یسوع نے ایسی احتیاط اور ذرا ذرا سی تفصیل کا خیال رکھنے پر اُن کی ملامت نہیں کی، بلکہ اِس بات پر کہ جب "اِنصاف اور رحم" یا دُوسروں کے ساتھ وفاداری دِکھانے کا موقع آتا تھا تو وُہ اِنتہائی بے اِحتیاط ہو جاتے تھے۔ اپنی بات کو زور دار بنانے کے لئے خُداوند ایک نہایت مُوثر ادبی صَنعت اِستعمال کرتا ہے۔ وُہ کہتا ہے کہ "تم مچھّر کو تو چھانتے ہو اور اُونٹ

کو نگل جاتے ہو"۔ مچھر یعنی ایک ننھا سا بھنگا اکثر میٹھے مشروب میں گر جاتا تھا۔ پینے والے، دانت بھینچ کر مشروب کی چُسکیاں لیتے تو یہ مچھر چھن جاتا تھا۔ غیر اہم باتوں میں اِتنی اِحتیاط کرنا اور فلسطین کے سب سے بڑے حرام جانور کو نگل جانا کیسی مضحکہ خیز بات ہے۔ فریسیوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں کا بے حد خیال رہتا تھا، لیکن ریاکاری، بددیانتی، ظُلم اور حرص جیسے بڑے بڑے گُناہوں سے اندھے بنے رہتے تھے۔ وُہ نیک و بد کا ادراک کھو بیٹھے تھے۔

۲۳: ۲۵، ۲۶۔ چھٹے افسوس کا تعلق ظاہر پرستی سے ہے۔ فریسی ظاہری طور پر با اخلاق اور پابندِ مذہب بنے رہنے پر بڑی توجہ دیتے تھے لیکن اُن کے دِل "لُوٹ اور ناپرہیزگاری" سے بھرے ہُوئے تھے۔ اُن کو چاہئے تھا کہ "پہلے پیالے اور رکابی کو اندر سے صاف" کرتے یعنی توبہ اور ایمان کے ساتھ اپنے دِلوں کو صاف کرتے۔ صِرف اِسی صُورت میں اُن کا ظاہری کردار قابلِ قبول ہو سکتا تھا۔ ہم جو کچھ ہیں، اور جو رائے ہم دُوسروں کو چاہتے ہیں کہ ہمارے مُتعلق قائم کریں، اِس میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ خُدا ہمارے باطن میں سچّائی چاہتا ہے (زبور ۵۱: ۶)۔

۲۳: ۲۷-۲۸۔ ساتویں افسوس میں بھی ظاہر پرستی کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ چھٹے افسوس میں حرص کو چھپاتے کو لتاڑا گیا ہے جبکہ ساتویں میں "ریاکاری اور بے دینی" کی پردہ پوشی کرنے کی مذمّت کی گئی ہے۔

قبروں کو سفیدی اِس لئے کی جاتی تھی کہ یہودی لوگ کہیں بے احتیاطی سے اُن کو چُھو نہ لیں اور رسمی طور پر ناپاک نہ ہو جائیں۔ یسوؔع نے فقیہوں اور فریسیوں کو "سفیدی پھری ہُوئی قبروں کی مانند" ٹھہرایا۔ جو اُوپر سے تو صاف ستھری دِکھائی دیتی ہیں مگر اندر نجاست سے بھری ہوتی ہیں۔ لوگ سوچتے تھے کہ ان مذہبی لوگوں کے ساتھ میل جول سے ہم پاک ہو جاتے ہیں جبکہ حقیقت میں یہ ناپاک کر دینے والا تجربہ ہوتا تھا کیونکہ وُہ ریاکاری اور شرارت اور بدکاری سے بھرے ہُوئے تھے۔

۲۳: ۲۹، ۳۰۔ آخری افسوس اِس بات پر تھا جسے ہم بظاہر عقیدت و احترام اور بباطن مردُم کُشی کہہ سکتے ہیں۔ "فقیہہ اور فریسی" ظاہر تو یہ کرتے تھے کہ ہم پُرانے عہدنامے کے نبیوں کی بڑی عزّت کرتے اور اُن سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں۔ اِس مقصد کے لئے وُہ اُن کے مقبرے بنوانے یا اُن کی مرمّت کرواتے تھے اور اُن کی یادگاروں پر پھول چڑھاتے تھے۔ اُن کی یاد میں تقریروں کے دَوران دعوے کرتے تھے کہ "اگر ہم اپنے باپ دادا کے زمانے میں ہوتے تو نبیوں کے خُون میں اُن کے شریک نہ ہوتے"۔

۲۳: ۳۱- یسوع نے اُن سے کہا کہ "اِس طرح تُم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو کہ تُم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہو"۔ مگر وُہ کس طرح یہ گواہی دیتے تھے؟ گزشتہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ خود کو اپنے باپ دادا سے جنھوں نے نبیوں کا خون کیا لاتعلق ثابت کرتے ہیں۔ اوّل وُہ اقرار کرتے تھے کہ ہمارے باپ دادا نے، جن کے وُہ جسمانی طور سے فرزند تھے، نبیوں کا خون بہایا تھا۔ لیکن یسوع نے لفظ "فرزند" اُن لوگوں کے مفہوم میں اِستعمال کیا جن کی خصوصیات ایک جیسی ہوتی ہیں۔ وُہ جانتا تھا کہ ایک طرف تو وُہ نبیوں کی قبروں کو آراستہ کر رہے ہیں تو ساتھ ہی دُوسری طرف وُہ اُس کو مار ڈالنے کی سازشیں بھی کر رہے تھے۔ دوم۔ گزشتہ نبیوں کے لئے اِتنی عزت و احترام دِکھلانے سے وُہ تسلیم کرتے تھے کہ "ہم صِرف مُردہ نبیوں کو پسند کرتے ہیں"۔ اِن معنوں میں بھی وُہ اپنے باپ دادا کے فرزند تھے۔

۲۳: ۳۲- ہمارے خُداوند نے مزید کہا کہ "غرض اپنے باپ دادا کا پیمانہ بھر دو"۔ باپ دادا نے نبیوں کو قتل کر کے پیمانہ جزوی طور پر بھر دیا تھا، اور فقیہ اور فریسی خُداوند یسوع اور اُس کے پیروؤں کو قتل کر کے بہت جلد پُورا بھر دیں گے۔ اِس طرح جو کام اُن کے باپ دادا نے شروع کیا تھا اُسے ایک دہشتناک نقطۂ عروج تک پہنچا دیں گے۔

۲۳: ۳۳- اِس موقع پر خُدا کے مسیح نے یہ گرجدار الفاظ کہے کہ "اے سانپو! اے افعی کے بچو! تُم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے؟" کیا مجسم محبت ایسے تباہ کُن الفاظ کہہ سکتی ہے؟ ہاں، کیونکہ سچی محبت راست اور پاک ہوتی ہے۔ یہ تصور اگرچہ عام ہے مگر بائبل مُقدس کے مُطابق نہیں کہ یسوع ایک بے ضرر مُصلح ہے اور سوائے محبت کے اور کوئی جذبہ نہیں رکھتا۔ محبت ہمیشہ مبنی بر انصاف ہونی چاہئے۔ محبت کا رویہ سخت بھی ہو سکتا ہے۔

یہ حقیقت بڑی سنجیدگی سے یاد رکھنی چاہئے کہ "جہنم کی سزا" کے لفظ شرابیوں اور رحمتِ خُداوندی سے محروم لوگوں کو نہیں بلکہ مذہبی لیڈروں کو کہے گئے تھے۔ آج عالمگیریت کا دور ہے اور بہت سے انجیلی مسیحی ایسی قوتوں کے ساتھ میل مِلاپ کے وعدے اور مُعاہدے کر رہے ہیں جو مسیح کی صلیب کے جانی دُشمن ہیں۔ بہتر ہے کہ یسوع کے نمونے پر غور کِیا جائے اور وُہ بات یاد رکھی جائے جو یاہو نے یہوسفط سے کہی تھی کہ "کیا مُناسب ہے کہ تُو شریروں کی مدد کرے اور خُداوند کے دشمنوں سے محبت رکھے؟"

۲۳: ۳۴، ۳۵- یسوع نہ صِرف اپنی موت کو پہلے سے دیکھ رہا تھا بلکہ اُس نے فریسیوں اور فقیہوں

کو صاف صاف بتا دیا کہ جن پیغامبروں یعنی "نبیوں اور داناؤں اور فقیہوں" کو میں تمہارے پاس بھیجوں گا، تم اُن کو قتل کرو گے۔ جو شہید ہونے سے بچ جائیں گے، اُن کو "اپنے عبادت خانوں میں کوڑے مارو گے اور شہر بہ شہر ستاتے پھرو گے"۔ اِس طرح اسرائیل کے لیڈر شہادت کی تاریخ کا سارا جُرم اپنے کھاتے میں جمع کریں گے۔ اور "راستبازوں کا خُون ... ہابل کے خُون سے لے کر ... زکریاہ کے خُون تک" اُن کی گردن پر ہوگا۔ زکریاہ کے خُون کا ذِکر ۲۔تواریخ ۲۴: ۲۰-۲۱ میں درج ہے۔ بائبل مُقدّس کی عبرانی ترتیب کے مُطابق ۲۔تواریخ پُرانے عہدنامہ کی آخری کتاب ہے۔ (یہ زکریاہ پُرانے عہدنامہ کی اِسی نام کی کتاب کا مُصنّف نہیں تھا)۔

۲۳: ۳۶۔ ماضی کا سارا گناہ اُس زمانہ کے لوگوں پر آئے گا جن سے یسوع بات کر رہا تھا۔ گویا ماضی میں جِتنا بھی بے گناہ خُون بہایا گیا تھا وہ بے گناہ مُنجی کی موت میں آ کر جمع ہو جاتا اور نُقطۂ عروج کو پہنچتا ہے۔ جو قوم اپنے مسیحِ موعُود سے عداوت رکھتی اور بے وجہ اُسے مجرموں کی صلیب پر چڑھا دیتی ہے، اِس پر کثرت سے سزا اور غضب اُنڈیلا جائے گا۔

س۔ یسوع یروشلیم پر نوحہ کرتا ہے (۲۳: ۳۷-۳۹)

۲۳: ۳۷۔ یہ بات بہت ہی اہم ہے جس میں کسی دُوسرے باب کی نسبت خُداوند کے سب سے زیادہ افسوس درج ہیں، وہ اُس کے آنسوؤں کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ پہلے تو وہ فریسیوں پر افسوس کرنے اور اُن کی خامیوں کو واشگاف کرنے کے بعد اُس شہر پر دردناک نوحہ کرتا ہے جس نے موقع کھو دیا۔ "اے یروشلیم! اے یروشلیم!" نام کو دُہرانے میں ایسا زبردست احساس پایا جاتا ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ شہر "نبیوں" کو قتل اور خُدا کا پیغام لانے والوں کو سنگسار کرتا رہا تھا۔ تو بھی خُداوند اِس سے محبّت رکھتا ہے۔ خُداوند نے حفاظت کی خاطر اُس کے فرزندوں کو بڑی محبّت سے اپنے پاس جمع کرنا چاہا "جس طرح مُرغی اپنے بچّوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے"۔ مگر اِس شہر نے نہ چاہا۔

۲۳: ۳۸۔ اپنے نوحہ کے اختتام میں خُداوند یسوع نے کہا کہ "دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے"۔ بنیادی طور پر گھر سے یہاں مُراد ہیکل ہے۔ مگر یروشلیم کا شہر بھی شامل ہو سکتا ہے۔ بلکہ خُود قوم بھی مُراد ہو سکتی ہے۔ یسوع کی موت اور دُوسری آمد کے درمیان ایک وقفہ ہوگا، جس کے دوران ایمان نہ لانے والا اسرائیل اُسے نہیں دیکھے گا (اُس کے

جی اُٹھنے کے بعد صرف ایمانداروں نے اُسے دیکھا)۔

۲۳ : ۳۹- آیت ۳۹ مُستقبل میں دُوسری آمد کو دیکھتی ہے جب اسرائیل کا ایک ایماندار حِصّہ اُس کو مسیحِ موعُود بادشاہ کی حیثیت سے قبُول کرے گا۔ یہ قبولیت اِن الفاظ میں پوشیدہ ہے کہ "مُبارک ہے وُہ جو خُداوند کے نام سے آتا ہے"۔

یہاں ایسا کوئی اشارہ نہیں کہ جنہوں نے خُداوند کو قتل کیا ہے، اُن کو ایک اور موقع ملے گا۔ وُہ یروشلیم کی بات کر رہا تھا اور یُوں مجازِ مرسل کے مُطابق وُہ اُس کے باشندوں اور عمُومی لحاظ سے اسرائیل کی بات کر رہا تھا۔ اگلی دفعہ جب یروشلیم کے باشندے اُسے اُس کی مَوت کے بعد دیکھیں گے تو وُہ مَوقع ہوگا جب "وُہ اُس پر جس کو اُنھوں نے چھیدا ہے نظر کریں گے اور اُس کے لئے ماتم کریں گے جیسا کوئی اپنے اکلوتے کے لئے کرتا ہے" (زکریاہ ۱۲ : ۱۰)۔ یہُودی حساب سے کوئی ماتم اِتنا شدید اور تلخ نہیں ہوتا جیسا اِکلوتے کے لئے ہوتا ہے۔

۱۳- کوہِ زیتون پر بادشاہ کا وعظ (ابواب ۲۴، ۲۵)

ابواب ۲۴ اور ۲۵ میں وُہ باتیں درج ہیں جن کو کوہِ زیتون پر کا وعظ کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں اُس نے بعض اہم باتوں کا اعلان کیا۔ یہ پُورا وعظ نبُوّتی ہے۔ اِس میں بڑی مُصیبت کے دَور اور خُداوند کی آمدِ ثانی کا ذِکر ہے۔ اِس کا تعلق خاص صِرف بنی اِسرائیل کے ساتھ تو نہیں لیکن بُنیادی طور پر اِسرائیل کے ساتھ ہی ہے۔ واقعات کا منظر تو صاف نظر آتا ہے کہ فلسطین ہے۔ مثلاً "جو یہُودیہ میں ہُوں، وُہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں" (۲۴ : ۱۶)۔ اِس کی وضع واضح طور پر یہُودی ہے۔ مثلاً "دُعا کرو کہ تُم کو ... سبت کے دِن بھاگنا نہ پڑے" (۲۴ : ۲۰)۔ "برگزیدوں" سے مُراد خُدا کے برگزیدہ یہُودی ہیں، کلیسیا نہیں۔ اِس وعظ کی نبُوّتوں یا تمثیلوں میں کلیسیا کہیں مَوجُود نہیں۔ تشریح کے دَوران ہم اِس بات کی وضاحت کریں گے۔

ا- یسوع ہیکل کی بربادی کی پیشین گوئی کرتا ہے (۲۴ : ۱، ۲)

وعظ کے شرُوع میں ایک اہم بیان ہے کہ "یسوع ہیکل سے نکل کر جا رہا تھا"۔ یہ بات اُن الفاظ کے سِلسلے میں جو اُس نے ابھی ابھی کہے تھے بہُت اہم ہے کہ "تُمہارا گھر تُمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے ..." (۲۳ : ۳۸)۔ اِس سے ہمیں حزقی ایل کا وُہ بیان یاد آتا ہے کہ جلال

ہیکل سے جُدا ہوگیا (حزقی ایل ۹: ۳؛ ۱۰: ۴؛ ۱۱: ۲۳)۔

شاگرد چاہتے تھے کہ خُداوند ہمارے ساتھ مل کر ہیکل کی تعمیراتی خوبصورتی اور حُسن کی تعریف کرے۔ اُن کا دھیان دائمی نہیں بلکہ عارضی باتوں پر تھا۔ وُہ حقیقت نہیں بلکہ سایہ کے پیچھے بھاگتے تھے۔ یسوع نے خبردار کیا کہ یہ عمارت ایسی برباد ہو جائے گی کہ "کسی پتّھر پر پتّھر باقی نہ رہے گا"۔ طِطُس نے ہیکل کو بچانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اُس کے فوجیوں نے ہیکل کو آگ لگا دی اور اِس طرح مسیح کی پیشین گوئی پُوری ہُوئی۔ جب آگ کی گرمی سے سونا (جو تقریباً ہر چیز پر منڈھا ہُوا تھا) پگھلا تو پتھروں کے درمیان بہنے لگا۔ اور وہیں جم گیا۔ اِس سونے کو حاصل کرنے کے لئے فوجیوں نے ایک ایک پتھر کو الگ الگ کر دیا جیسا کہ ہمارے خُداوند نے پیشین گوئی کی تھی۔ یہ سزا ۷۰ء میں اُس وقت پُوری ہُوئی جب رومیوں نے طِطُس کے ماتحت یروشلیم پر حملہ بول دیا تھا۔

ب۔ بڑی مُصیبت کا پہلا نصف حصّہ (۲۴: ۳-۱۴)

۲۴: ۳۔ جب یسوع وادی کے پار "زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا (تو) اُس کے شاگردوں نے الگ اُس کے پاس آکر" یہ تین سوال پُوچھے۔

۱۔ "یہ باتیں کب ہوں گی"؟ یعنی ہیکل کب برباد ہوگی؟

۲۔ یسوع کے "آنے ... کا نشان کیا ہوگا؟" کہ زمین پر بادشاہی قائم کرنے کی خاطر آنے سے پہلے کون سے فوق الفطرت واقعات رُونما ہوں گے؟

۳۔ "دُنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا؟" یعنی اُس کے جلالی دَور کے آغاز سے فوراً پہلے کونسی باتیں اِس اَمر کا اعلان کریں گی؟ (بنیادی طور پر دُوسرا اور تیسرا سُوال ایک ہی ہیں)۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اِن یہُودی شاگردوں کی سوچ زمین پر مسیحِ موعُود کے جلالی زمانے کے گِرد گھومتی ہے۔ اُن کو کلیسیا کی خاطر مسیح کے آنے کا خیال نہیں تھا۔ وُہ اُس کی آمد کے اُس مرحلے کے بارے میں کُچھ نہیں جانتے تھے۔ اُن کی توقع صِرف یہی تھی کہ وُہ قُدرت اور جلال کے ساتھ آئے گا اور اپنے دُشمنوں کو ہلاک کر کے دُنیا پر حُکمرانی کرے گا۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وُہ دُنیا کے خاتمے کی بات نہیں بلکہ اُس دَور یا زمانے (یُونانی = پُشت aion) کے خاتمے کی بات کر رہے تھے۔ (اگرچہ اُردو ترجمہ میں لفظ دُنیا ہی استعمال ہُوا

ہے۔ مزید دیکھئے ریفرنس بائبل کا حاشیہ)۔

یسوع نے پہلے سوال کا براہ راست جواب نہیں دیا بلکہ یُوں معلوم ہوتا ہے کہ مُتّی نے ۷۰ء میں یروشلیم کے محاصرے (دیکھئے لوقا ۲۱: ۲۰-۲۴) کو ایک ایسے ہی دُوسرے محاصرے کے ساتھ مِلا دیا ہے جو بعد کے ایّام میں ہونے والا تھا۔ نبُوّت کا مُطالعہ کرتے ہُوئے ہم دیکھتے ہیں کہ خُداوند ایک پہلی اور جُزوی تکمیل سے غیر محسُوس طور پر دُوسری اور کامل تکمیل کی طرف چلا جاتا ہے۔

دُوسرے اور تیسرے سوال کا جواب ۲۴ باب کی ۴-۴۴ آیات میں دیا گیا ہے۔ اِن آیات میں سات سالہ مُصیبت کے زمانے کا بیان ہے جو مسیح کی جلالی آمد سے پہلے ہو گا۔ پہلے ساڑھے تین برسوں کا بیان آیات ۴-۱۴ میں ہے۔ آخری ساڑھے تین برسوں کو بڑی مُصیبت اور یعقوب کی مُصیبت کا وقت (یرمیاہ ۳۰: ۷) کہا گیا ہے۔ زمین پر بسنے والوں کے لئے یہ ایسے دُکھ اور مُصیبت کا زمانہ ہو گا جس کی مثال نہیں مِلتی۔

مُصیبت کے پہلے نِصف میں جو حالات ہوں گے، اُن کی خصُوصیات تو ساری تاریخِ انسانی میں موجُود رہی ہیں۔ لیکن زیرِ بحث عرصے میں یہ خصُوصیات بہت زیادہ شِدّت کے ساتھ ظاہر ہوں گی۔ کلیسیا کے ارکان کے ساتھ بھی مُصیبت کا وعدہ ہے (یُوحنّا ۱۶: ۳۳) لیکن یہ اُس مُصیبت سے قطعی فرق ہے جو اِس دُنیا پر اُنڈیلی جائے گی جس نے خُدا کے بیٹے کو رَدّ کر دیا ہے۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ خُدا کے غضب کے دِن (۱-تھسلنیکیوں ۱: ۱۰؛ ۵: ۹؛ ۲-تھسلنیکیوں ۲: ۱-۱۲؛ مکاشفہ ۳: ۱۰) کے شرُوع ہونے سے پہلے کلیسیا زمین پر سے اُٹھالی جائے گی (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸)۔

<u>۲۴: ۴، ۵۔</u> مُصیبت کے پہلے نِصف کے دَوران بہت سے جُھوٹے مسیح ظاہر ہوں گے جو بے شمار لوگوں کو گُمراہ کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ آج کل بہت سے جُھوٹے فرقے اُٹھ کھڑے ہُوئے ہیں۔ شاید یہ اِسی بات کا پیش خیمہ ہیں، مگر تکمیل نہیں ہیں۔ یہ جُھوٹے مذہبی لیڈر یہُودی ہوں گے جو "<u>مسیح</u>" ہونے کا دعویٰ کریں گے۔

<u>۲۴: ۶، ۷۔ "تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سُنو گے ... قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی"۔</u> یہ کہنا بہت آسان ہے کہ ہم اِس نبُوّت کو پُورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جو کُچھ ہم دیکھ رہے ہیں، اُن باتوں کے مُقابلے میں بہت ہی معمُولی اور نرم ہے جو ابھی ہونے والی ہیں۔ حقیقت میں خُدا کے وقت کے گوشوارہ میں اگلا واقعہ کلیسیا کا ہَوا میں اُٹھایا جانا یا فضائی اِستقبال ہے (یُوحنّا

۱۴: ۱-۶؛ ۲-کرنتھیوں ۱۵: ۵۱-۵۷) - کوئی ایسی نبوّت نہیں ہے جو اِس واقعہ سے پہلے پوری ہوگی - جب کلیسیا کو دُنیا سے ہٹا لیا جائے گا، اِس کے بعد خُدا کی نبوّت کی گھڑی دوبارہ چلنا شروع ہوگی اور مذکورہ حالات بہت تیزی کے ساتھ ظہور پذیر ہوں گے - "جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے"۔ آج بھی دُنیا کے لیڈر آبادی کے دھماکے کے سبب کال سے پریشان ہو رہے ہیں، لیکن جب جنگوں کی وجہ سے اجناس کی قلّت ہوگی تو اِن میں تیزی اور شدت آ جائے گی -

آج کل "بھونچال" بھی توجہ کھینچ رہے ہیں - نہ صرف وُہ بھونچال جو آج کل آ رہے ہیں بلکہ وُہ بھی جو متوقع ہیں - مَیں پھر یاد دِلاتا ہُوں کہ یہ اصل طُوفان سے پہلے کے ہلکے جھونکے ہیں - ابھی مُنجّی کی باتوں کو پُورا ہونا ہے -

۲۴: ۸ - آیت آٹھ اِس زمانے کی واضح شناخت کرتی ہے کہ یہ "مُصیبتوں کا شرُوع" ہی ہوگا - گویا یہ دردِزِہ کا آغاز ہے جس سے وُہ نیا نظام پیدا ہوگا جس پر اسرائیل کا مسیح موعُود بادشاہ حکمران ہوگا -

۲۴: ۹، ۱۰ - اِس مُصیبت کے دَوران وفادار ایمان داروں کو بڑی بڑی شخصی آزمائشوں کا تجربہ ہوگا - جتنے بھی خُداوند کے وفادار ہوں گے، قومیں اُن کے خلاف نہایت نفرت اور عداوت بھری مُہم چلائیں گی - نہ صرف اُن پر مذہبی اور دیوانی عدالتوں میں مُقدمے چلائے جائیں گے (مرقس ۱۳: ۹) بلکہ بہتیروں کو صرف اِس لئے شہید کر دیا جائے گا کہ وُہ مسیح کا اِنکار نہیں کریں گے - اگرچہ کلیسیائی دَور کے تمام عرصے کے دَوران ایسی آزمائشیں ہوتی رہی ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ اِس کا خاص اِشارہ اُن ... ۱۴۴ ہزار ایمان داروں کی طرف ہے جن کے سپُرد اِس عرصے کے دَوران خاص خِدمت ہوگی -

بہُت سے لوگ دُکھ اُٹھانے اور مرنے کی بجائے مسیح کا اِنکار کرنے کو ترجیح دیں گے - خاندان کے لوگ اپنے ہی رِشتہ داروں اور عزیزوں کی مخبری کر کے اور اُن کو "پکڑوا" کر درِندہ صفت اِیذا رسانی کے حوالے کریں گے -

۲۴: ۱۱ - "بہُت سے جھُوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے" - یہ آیت ۵ کے جھُوٹے "مسیحوں" سے الگ ہوں گے - "جھُوٹے نبی" دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خُدا کی طرف سے بولتے ہیں - اُن کا پتہ دو طریقوں سے لگایا جا سکتا ہے - اُن کی نبوّتیں ہمیشہ پُوری نہیں ہوتیں اور اُن کی تعلیمات اِنسانوں کو ہمیشہ خُدا سے دُور لے جاتی ہیں - "نبیوں" کے ذِکر سے ہمارے اِس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ مُصیبت اپنی نوعیّت میں یہُودی ہوگی - "جھُوٹے نبی" اسرائیل کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں - کلیسیا میں خطرہ "جھُوٹے اُستادوں" (۲-پطرس ۲: ۱) کی طرف سے ہوتا ہے -

۲۴ : ۱۲ - جب چاروں طرف شرارت اور برائی دندنا رہی ہوگی تو انسانی محبت بھی ٹھنڈی پڑتی جائے گی۔ ایسے واقعات عام ہوں گے جن میں محبت کا فقدان ہوتا ہے۔

۲۴ : ۱۳ - "مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا"۔ بے شک اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ برداشت کے باعث انسانوں کی روحوں کو نجات ملے گی۔ بائبل مقدس ہمیشہ کہتی ہے کہ نجات خدا کا مفت فضل ہے اور مسیح کی عوضی موت اور قیامت پر ایمان لانے سے ملتی ہے۔ نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ جو برداشت کریں گے جسمانی ضرر اور نقصان سے بچ جائیں گے۔ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ بہت سے ایمان داروں کو شہید کر دیا جائے گا (آیت ۹)۔ یہ ایک عمومی بیان ہے کہ جو لوگ ڈٹے رہیں گے اور مسیح کا انکار کئے بغیر ایذائیں برداشت کریں گے، وہ مسیح کی آمدِ ثانی کے وقت رہائی پائیں گے۔ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ انکار میں آخری تحفظ ہے۔ صرف وہی "نجات پائیں گے" جن کا ایمان سچا ہوگا۔ اگرچہ نجات بخش ایمان لغزش کھا سکتا ہے۔ لیکن اس میں قائم رہنے کی خصوصیت ہمیشہ موجود ہوتی ہے۔

۲۴ : ۱۴ - اس دور میں "بادشاہی کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو"۔ جیساکہ ۴ : ۲۳ کی تفسیر میں بتایا گیا تھا "بادشاہی کی منادی" سے مراد یہ خوشخبری ہے کہ مسیح اس دنیا میں اپنی "بادشاہی" قائم کرنے کے لئے آرہا ہے اور جو لوگ مصیبت کے دوران ایمان سے اُسے قبول کریں گے وہ اُس کی ہزار سالہ بادشاہی کی برکات سے مالا مال ہوں گے۔

آیت ۱۴ کو اکثر غلط استعمال کیا جاتا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مسیح ابھی نہیں آسکتا کیونکہ بہت سے قبیلوں کو تاحال خوشخبری نہیں سنائی گئی۔ یہ مشکل اُس وقت دور ہو جاتی ہے جب ہم یہ سمجھ لیں گے کہ یہاں بیان اُس آمد کا ہے جو مقدسوں کے ساتھ ہوگی، اُس آمد کا نہیں جو مقدسوں کو لے جانے کے لئے ہوگی۔ دوسرے، یہ بات بادشاہی کی خوشخبری کی ہے، خدا کے فضل کی خوشخبری کی نہیں (۴ : ۲۳ کی تفسیر ملاحظہ کریں)۔

آیات ۴ : ۱۴ میں درج اور مکاشفہ ۶ : ۱ - ۱۱ کے واقعات میں حیرت ناک موافقت پائی جاتی ہے۔ سفید گھوڑے کا سوار ــــ جھوٹا مسیح، لال گھوڑے کا سوار ــــ جنگ، کالے گھوڑے کا سوار ــــ کال، اور زرد گھوڑے کا سوار ــــ وبا اور موت۔ قربان گاہ کے نیچے کی روحیں شہیدوں کی روحیں ہیں۔ مکاشفہ ۶ : ۱۲ - ۱۷ میں مذکور واقعات متی ۲۴ : ۱۹ - ۳۱ کے واقعات سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔

ج- بڑی مصیبت (۲۴: ۱۵-۲۸)

اب ہم مصیبت کے درمیانی حصے پر پہنچ گئے ہیں۔ آیت ۱۵ کا مقابلہ دانی ایل ۹: ۲۷ سے کریں تو ہمیں اِس بات کا پتہ چلتا ہے۔ دانی ایل نے نبوت کی تھی کہ سترویں ہفتے کے درمیان یعنی ساڑھے تین سال کے خاتمے میں مقدس مقام پر ایک بت نصب کیا جائے گا۔ مقدس مقام کا مطلب یروشلیم کی ہیکل ہے۔ سارے آدمیوں کو حکم دیا جائے گا کہ اِس مکروہ بت کی پرستش کریں۔ جو حکم عدولی کرے گا، اُس کو موت کی سزا دی جائے گی (مکاشفہ ۱۳: ۱۵)۔

"پس جب تم اُس اُجاڑنے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانی ایل نبی کی معرفت ہوا مقدس مقام میں کھڑا ہوا دیکھو (پڑھنے والا سمجھ لے) ..." بت کا کھڑا کیا جانا اُن لوگوں کے لئے نشان ہوگا جو خدا کے کلام کو جانتے ہیں کہ بڑی مصیبت شروع ہوگئی ہے۔ غور کریں کہ خداوند چاہتا ہے کہ جو شخص یہ نبوت "پڑھتا ہے"، وہ اِس بات کو "سمجھ لے"۔

۲۴: ۱۶- "جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں"۔ جب یروشلیم کے گرد و نواح کے لوگ اِس بت کو سجدہ کرنے سے اِنکار کریں گے تو اِس بات کا بہت جلد پتہ چل جائے گا۔

۲۴: ۱۷-۱۹- اُس وقت اِنتہائی جلدی کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اگر کوئی "شخص" "کوٹھے پر" یعنی چھت پر بیٹھا ہو، تو اپنا سب کچھ پیچھے چھوڑ کر بھاگ جائے۔ چیزیں جمع کرنے میں جو وقت لگے گا، شاید وُہی موت اور زندگی میں فرق کا باعث ہو۔ جو شخص "کھیت میں" کام کر رہا ہے، وہ "اپنا کپڑا" لینے کو پیچھے نہ لوٹے۔ کپڑے جہاں پڑے ہیں وہیں چھوڑ کر جان بچانے کی فکر کرے۔ حاملہ اور دودھ پلاتی عورتوں کو تو خاص مشکل ہوگی۔ اُن کے لئے تیزی سے بچ نکلنا بہت مشکل ہوگا۔

۲۴: ۲۰- ایمان داروں کو "دعا" کرنی چاہئے کہ یہ بحران "جاڑوں میں" نہ آئے کیونکہ جاڑوں میں سفر کی مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔ اور یہ بھی کہ "سبت کے دن" نہ ہو کیونکہ شریعت اِس دن سفر کرنے کے فاصلے کو محدود کرتی ہے (خروج ۱۶: ۲۹)۔ سبت کے دن کا فاصلہ اُن کو خطرے سے دُور لے جانے کے لئے کافی نہیں ہوگا۔

۲۴: ۲۱- "کیونکہ اُس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دُنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی نہ کبھی ہوگی"۔ یہ بیان اُس "بڑی مصیبت" کو تاریخ کی ہر ایذا، ہر منظم قتلِ عام، ہر اخراج، ہر نسل کشی اور اِنسانوں کے کسی طبقہ کو صفحۂ ہستی سے ختم کر دینے کے ہر واقعہ سے الگ کر دیتا ہے۔ یہ

پیشین گوئی ماضی کی کسی ایذا رسانی سے پُوری نہیں ہوتی، کیونکہ واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ اِس کا خاتمہ مسیح کی دُوسری آمد کے ساتھ ہوگا۔

۲۴ : ۲۲۔ یہ بڑی مُصیبت اِتنی شدید ہوگی کہ "اگر وُہ دِن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ بڑی مُصیبت جس کا اِتنی دفعہ خصُوصیّت سے بیان ہُوا ہے کہ ساڑھے تین سال تک رہے گی، اِس کے عرصہ میں کمی کی جائے گی۔ غالباً اِس کا مطلب یہ ہے کہ خُدا معجزانہ طور پر گھڑیوں کو چھوٹا کر دے گا کیونکہ زیادہ تر جنگ اور قتل وغارت دِن کی روشنی ہی میں جاری رہتا ہے۔ "برگزیدوں کی خاطر" (جنہوں نے مسیح کو قبول کر لیا ہے) خُدا اتنی سہُولت دے گا کہ اندھیرا جلدی ہو جایا کرے گا۔

۲۴ : ۲۳-۲۶۔ آیات ۲۳ اور ۲۴ میں نئے سرے سے خبردار کیا گیا ہے کہ "جھُوٹے" مسیحوں اور "جھُوٹے نبیوں" سے ہوشیار رہیں۔ بحران کے ماحول میں یہ افواہیں اُڑیں گی کہ مسیحِ موعُود کسی خُفیہ جگہ پر موجُود ہے۔ اِن افواہوں کو ایسے افراد کو پھانسنے کے لئے استعمال کیا جائے گا جو خلُوصِ دِل اور محبّت کے ساتھ مسیح کے مُنتظر ہوں گے۔ پس خُداوند تمام شاگردوں کو خبردار کرتا ہے کہ کسی مقامی اور خُفیہ آمد کی خبروں کا اعتبار نہ کریں۔ جو معجزے دِکھاتے ہیں، ضرُوری نہیں کہ وُہ خُدا کی طرف سے ہوں۔ معجزے شیطان کی طرف سے بھی ہو سکتے ہیں۔ جب وُہ بے دِین ظاہر ہوگا (جس کا ذِکر کلام میں مُتعدد بار آتا ہے) تو اُسے معجزے کرنے کی شیطانی قُوّت حاصل ہوگی (۲-تھسلنیکیوں ۲ : ۹، ۱۰)۔

۲۴ : ۲۷۔ مسیح کی آمد ایسی ہوگی کہ کوئی اِس کے بارے میں غلطی میں نہیں رہے گا۔ یہ آمد اچانک، علانیہ، عالمگیر اور جلالی ہوگی۔ "بجلی کوندتے" کی مانند لمحہ بھر میں سب کو صاف دِکھائی دے گی۔

۲۴ : ۲۸۔ اور کسی قسم کا اخلاقی بگاڑ اور بے راہروی اُس کے غیظ و غضب سے نہ بچ سکے گی۔ "جہاں مُردار ہے وہاں گِدھ جمع ہو جائیں گے"۔ مُردار برگشتہ یہُودیت، مسیحی دُنیا اور دُنیا کے ہر اُس نظام کی تصویر پیش کرتا ہے جس نے خُدا اور اُس کے مسیح کے خِلاف گٹھ جوڑ کر رکھا ہے۔ "گِدھ" مثال ہیں خُدا کے غضب یا آفتوں کی جو مسیحِ موعُود کے ظاہر ہونے کے سلسلے میں نازِل ہوں گی۔

د- آمدِ ثانی (۲۴ : ۲۹-۳۱)

۲۴ : ۲۹۔ بڑی مُصیبت کے اختتام پر آسمان پر بڑی ہولناک ہلچل ہوگی۔ "سُورج تاریک ہو جائے گا"۔ اور چونکہ چاند کی روشنی سُورج کی روشنی کا محض عکس ہوتی ہے اِس لئے "چاند اپنی روشنی نہ دے گا"۔ ستارے آسمان سے گِریں گے اور فلکی اجسام یعنی سیّارے اپنے مدار

سے ہٹ جائیں گے ۔ یہ بتانے کی حاجت نہیں کہ کائنات میں اتنے وسیع پیمانے پر انقلابات آئیں گے تو موسموں، مدوجزر اور آب وہوا پر وہ اثر پڑے گا کہ تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔

ایک سائنس دان نے اس کا ہلکا سا تصوّر اِس بیان میں دیا ہے کہ اگر کوئی سیّارہ زمین کے بہت قریب آجائے اور اُس کے محور کے جھکاؤ میں فرق آجائے تو کیا ہو گا!

"اُس لمحہ ایک بھونچال زمین کو لرزا دے گا۔ خاصیّت اِستمرار[1] کے باعث پانی اور ہوا مسلسل حرکت میں رہیں گے۔ تند ہوائیں سطحِ زمین کو اُدھیڑ ڈالیں گی۔ سمندر براعظموں پر چڑھ آئیں گے، کنکر، پتھر، ریت اور آبی جانوروں کو بہا لائیں گے اور اُنہیں خشکی پر لا پھینکیں گے۔ حرارت بڑھ جائے گی، چٹانیں پگھل جائیں گی، آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑیں گے۔ زمین جگہ جگہ سے شق ہو جائے گی۔ ان شگافوں میں سے لاوا بہ کر وسیع علاقوں پر پھیل جائے گا۔ میدانوں سے پہاڑ اُبھر آئیں گے، جو دوسرے پہاڑوں کے کندھوں پر سوار ہو جائیں گے اور حرکت کریں گے۔ اِس طرح دراڑیں اور رخنے پڑ جائیں گے۔ جھیلیں جُھک جائیں گی اور خالی ہو جائیں گی۔ دریا گزرگاہیں بدل لیں گے، اور خشکی کے علاقے اپنے باشندوں سمیت سرک کر سمندر میں جا پڑیں گے۔ جنگلات جلنے لگیں گے۔ تند ہوائیں اور طوفانی سمندر اُن کو زمین سے اُکھاڑ کر شاخوں اور جڑوں سمیت بڑے بڑے ڈھیروں میں جمع کر دیں گے۔ سمندروں کا پانی بہ جائے گا اور وہ ریگستان بن جائیں گے۔"

۲۴: ۳۰۔ "اُس وقت ابنِ آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا"۔ ہمیں نہیں بتایا گیا کہ "نشان" کیا ہو گا۔ اُس کی پہلی آمد پر بھی آسمان میں نشان ظاہر ہوا تھا یعنی ستارہ دکھائی دیا تھا۔ شاید ایسا ہی کوئی معجزانی ستارہ اُس کی دوسری آمد کی خبر دے گا۔ بعض لوگ یقین رکھتے ہیں کہ "ابنِ آدم" خود ہی "نشان" ہے۔ مطلب کچھ بھی ہو، جب یہ نشان ظاہر ہو گا تو سب کو صاف معلوم ہو جائے گا۔ "اور اُس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی"۔ بے شک اِس لئے کہ اُنھوں نے ابنِ آدم کو ردّ کیا تھا۔ مگر بنیادی طور پر "اُس سرزمین[2]" کے قبیلے یعنی بنی اسرائیل کے بارہ[12] قبیلے چھاتی پیٹیں گے۔

---

[1] مادّہ کی خاصیّت کہ جب تک کوئی بیرونی قوّت عمل نہ کرے وہ اپنی حالت پر قائم رہتا ہے، یعنی حرکت میں ہے تو حرکت ہی کرتا رہے گا۔ اگر ساکن ہے تو ساکن ہی رہے گا۔

[2] یہاں وہی یونانی لفظ ge استعمال ہوا ہے جس کا مطلب زمین بھی ہے اور ملک (سرزمین) بھی۔

"اور وُہ اُس پر جس کو اُنہوں نے چھیدا ہے نظر کریں گے اور اُس کے لئے ماتم کریں گے جیسا کوئی اپنے اکلوتے کے لئے کرتا ہے" (زکریاہ ۱۲: ۱۰)۔

"اور ابنِ آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی" - کیسی شان دار اور عجیب گھڑی ہوگی! جس پر تھوکا گیا اور جسے مصلوب کیا گیا، وُہی بے قصور اور زندگی اور جلال کا خداوند ثابت ہوگا - حلیم اور فروتن یسوع خود یہوواہ ظاہر ہوگا - ذبح کیا ہُوا برّہ فتح مند ببر کی صُورت میں اُترے گا - ناصرت کا حقیر بڑھئی بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خدا بن کر آئے گا - آسمان کے بادل اُس کے رتھ ہوں گے - وُہ شاہی قدرت اور شان وشوکت کے ساتھ آئے گا - یہی وُہ گھڑی ہے جس کے لئے کائنات ہزاروں سالوں سے کراہ رہی ہے -

۲۴: ۳۱ - جب وُہ آئے گا تو ساری دُنیا میں "اپنے فرشتوں کو بھیجے گا" - اور وُہ "اُس کے برگزیدوں کو ... جمع کریں گے" یعنی بنی اسرائیل میں سے ایمان داروں کو فلسطین میں جمع کریں گے - وُہ اپنے مسیحِ موعود کا استقبال کرنے اور اُس کی جلالی حکومت سے لطف اندوز ہونے کے لئے زمین کے "اِس کنارے سے اُس کنارے تک جمع ہوں گے" -

۵- انجیر کے درخت کی تمثیل (۲۴: ۳۲- ۳۵) -

۲۴: ۳۲ - "اب انجیر کے درخت سے ایک تمثیل سیکھو" - مسیح خداوند پھر فطرت سے ایک رُوحانی سبق سکھاتا ہے - جب انجیر کے درخت کی "ڈالی نرم ہوتی (ہے) ... تم جان لیتے ہو کہ گرمی نزدیک ہے" - ہم دیکھ چکے ہیں کہ انجیر کا درخت اسرائیلی قوم کی علامت ہے (۲۱: ۱۸- ۲۲) - سینکڑوں برسوں سے اسرائیلی قوم کا نہ کوئی اپنا وطن تھا نہ اپنی حکومت، نہ ہیکل تھی نہ کہانت، قومی زندگی کا کوئی نشان نہیں تھا - یہ قوم ساری دُنیا میں تتر بتر تھی -

پھر ۱۹۴۸ء میں اسرائیل ایک قوم بن گئے، اُن کا اپنا وطن اور اپنی حکومت بن گئی، اُن کا اپنا سکّہ اور اپنی ڈاک ٹکٹیں وغیرہ ہیں، رُوحانی طور پر یہ قوم ابھی تک ٹھنڈی اور بنجر ہے - خدا کے لئے کوئی پھل پیدا نہیں ہو رہا - لیکن قومی لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اِس کی "ڈالی نرم" اور سبز ہے -

۲۴: ۳۳ - "اِسی طرح جب تم اِن سب باتوں کو دیکھو تو جان لو کہ وُہ نزدیک بلکہ دروازہ پر ہے" - اسرائیل کے ایک منظّم مُلک کی صُورت میں اُبھرنے کا مطلب صرف یہی نہیں کہ مصیبت کا آغاز نزدیک ہے، بلکہ خود خداوند نزدیک "بلکہ دروازہ پر ہے" -

اگر مسیح کا بادشاہی کرنے کے لئے آنا اِتنا نزدیک ہے تو کلیسیا کا فضائی اِستقبال کتنا زیادہ نزدیک ہوگا! اگر ہمیں اُن واقعات کے سائے نظر آرہے ہیں جن کا اُس کے جلال میں آنے سے پہلے ہونا ضرور ہے تو ہم اُس کے ظہورِ ثانی یعنی دُوسری آمد کے کتنے قریب ہیں (۱۔ تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸)!

۲۴: ۳۴۔ انجیر کے درخت کی مثال دینے کے بعد یسوع نے مزید کہا کہ "مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہولیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی۔" "یہ نسل" سے ہرگز مُراد وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو اُس وقت زندہ تھے جب مسیح زمین پر تھا۔ وہ سب تو مر چکے ہیں لیکن ابھی باب ۲۴ کے واقعات رُونما نہیں ہوئے۔ تو خُداوند کا "یہ نسل" سے کیا مطلب تھا؟ اِس کی دو قابلِ تصوّر تشریحیں ہو سکتی ہیں:

الیف۔ ڈبلیو گرانٹ اور کچھ دُوسرے افراد کے مُطابق یہاں تصوّر یہ ہے کہ "جو نسل (پشت) اِن باتوں کا آغاز دیکھے گی وُہی اُن کا خاتمہ بھی دیکھے گی"۔ جو لوگ اِسرائیلی قوم کو عرُوج کی طرف آتے ہُوئے دیکھ رہے ہیں (یا جو مُصیبت کو شرُوع ہوتے دیکھیں گے) وُہی لوگ خُداوند یسوع کو بادشاہی کرنے کے لئے بادلوں پر آتے دیکھیں گے۔

دُوسری تشریح یہ ہے کہ "نسل" کو نسل ہی سمجھنا چاہئے اور یُونانی لفظ کا یہ جائز اور مُناسب ترجمہ ہے۔ اِس کا مطلب ہے ایک ہی اصل، نسل یا گھرانے کے لوگ (متی ۱۲: ۴۵؛ ۲۳: ۳۵، ۳۶)۔ چنانچہ یسوع یہ پیشین گوئی کر رہا تھا کہ یہُودی نسل اِن سب باتوں کو پُورا ہوتے دیکھنے کے لئے باقی بچی رہے گی۔ وحشیانہ اِیذا رسانیوں کے باوجُود اُن کا مُسلسل باقی بچے رہنا اور قائم رہنا تاریخ کا ایک مُعجزہ ہے۔

میرے خیال کے مُطابق یہاں ایک اَور تصوّر بھی پایا جاتا ہے۔ یسوع کے دنوں میں "یہ نسل" ایک ایسی نسل تھی جو اُسے مسیح مَوعُود تسلیم کرنے سے مُستقلاً اِنکار کر رہی تھی۔ میرا خیال ہے کہ یسوع یہ پیشین گوئی کر رہا تھا کہ میری دُوسری آمد تک اِسرائیلی قوم مسیح کو ردّ کرنے کی حالت پر مُسلسل قائم رہے گی۔ پھر ساری بغاوت کُچل دی جائے گی۔ اور صرف اُن ہی کو چھوڑا جائے گا جو اُس کی حکومت کی اطاعت کرنے کو دِل سے آمادہ ہوں گے۔ اور وُہی ہزار سالہ بادشاہی میں داخل ہوں گے۔

۲۴: ۳۵۔ یسوع نے زور دیا کہ میری پیشین گوئی اٹل ہے۔ اِس مقصد کے لئے اُس نے کہا کہ "آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں"۔ "آسمان" کے ٹلنے کے ضمن میں وہ نجمی اور فضائی آسمان کی بات کر رہا تھا، یعنی ہمارے اوپر جو نیلی فضا ہے۔ اُس آسمان کی نہیں جو خُدا کی سکُونت گاہ ہے (۲۔ کرنتھیوں ۱۲: ۲-۴)۔ آسمان اور زمین کے پگھل جانے کا بیان ۲۔ پطرس ۳: ۱۰-۱۳ اور پھر مکاشفہ ۲۰: ۱۱ میں درج ہے۔

و۔ اُس دِن اور گھڑی کا علم نہیں (۲۴: ۳۶-۴۴)

جہاں تک خُداوند کی آمدِ ثانی کے صحیح "دِن اور ... گھڑی" کا تعلق ہے اِس کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ"۔ یہ بات ہمیں خبردار کرتی ہے کہ کسی تاریخ کا تعیّن نہ کریں اور نہ اُن لوگوں کا یقین کریں جو ایسا کرتے ہیں۔ ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوتا کہ فرشتے بھی نہیں جانتے۔ وُہ بھی محدُود مخلُوق ہیں اور اُن کا علم بھی محدُود ہے۔

جو لوگ اُس کی دُوسری آمد سے پہلے زندہ ہوں گے اُن کو "دِن" اور "گھڑی" کا تو پتہ نہیں ہو گا مگر لگتا ہے کہ جو لوگ اِس نبُوّت سے واقف ہوں گے شاید وُہ "سال" کو جان سکیں گے۔ مثلاً اُن کو علم ہو گا کہ آمدِ ثانی ہیکل میں مکرُوہ بُت رکھنے کے تقریباً ساڑھے تین سال بعد ہو گی (دانی ایل ۹: ۲۷۔ مزید دیکھئے دانی ایل ۷: ۲۵؛ ۱۲: ۷، ۱۱؛ مکاشفہ ۱۱: ۲، ۳؛ ۱۲: ۱۴؛ ۱۳: ۵)۔

۲۴: ۳۷-۳۹۔ اُن دنوں میں البتہ کچھ لوگ بالکل بے پروا ہوں گے جیسا کہ "نُوح کے دِنوں میں ہُوا تھا"۔ اگرچہ طُوفان کے آنے سے پہلے کے دِنوں میں شرارت اور بدی حد سے بڑھ گئی تھی مگر یہاں اِس پہلُو یا خصُوصیت پر زور نہیں دیا گیا بلکہ اِس بات پر کہ "لوگ کھاتے پیتے اور بیاہ شادی کرتے تھے"۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ وُہ زندگی کے معمُول کے کاموں میں یُوں مصرُوف تھے کہ جیسے ہمیشہ تک جیتے رہیں گے۔ اگرچہ اُن کو خبردار کیا گیا تھا کہ طُوفان آنے والا ہے، وُہ اِس طرح زندگی بسر کرتے رہے جیسے کہتے ہوں کہ طُوفان ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جب طُوفان آیا تو وُہ تیار نہ تھے۔ حفاظت اور بچاؤ کی ایک ہی جگہ تھی، اور وُہ اُس سے باہر تھے۔ مسیح کی واپسی کے وقت بھی بالکل ایسا ہی ہو گا۔ مسیح حفاظتی کشتی ہے۔ چنانچہ صرف وُہی بچیں گے جو مسیح میں ہوں گے۔

۲۴: ۴۰، ۴۱۔ "اُس وقت دو آدمی کھیت میں ہوں گے"۔ اُن میں سے "ایک" کو غضب کے لئے "لے لیا جائے گا" اور "دُوسرا" ہزار سالہ بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے "چھوڑ دیا جائے گا"۔ وہ یک لخت جُدا کر دِیئے جائیں گے۔ ایک کو غضب کا طُوفان بہالے جائے گا، دُوسرا مسیح کی بادشاہی کی برکات سے لُطف اندوز ہونے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔ (آیات ۴۰-۴۱ کو اکثر اُن لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے اِستعمال کیا جاتا ہے جو نجات یافتہ نہیں اور اِن کی تشریح فضائی استقبال کے حوالے سے کی جاتی ہے۔ فضائی اِستقبال مسیح کی دُوسری آمد کا پہلا مرحلہ ہے جب وُہ سارے ایمانداروں کو آسمان پر لے جائے گا، اور سارے بے ایمان عدالت کے لئے پیچھے رہ جائیں گے۔ ہو سکتا

ہے کہ یہ اطلاق جائز اور مناسب ہو، مگر سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے کہ تشریح کا تعلق مسیح کے بادشاہی کرنے کے لئے آنے کے ساتھ ہونا چاہیئے)۔

۲۴: ۴۲-۴۴۔ چونکہ مسیح کی واپسی کے دن اور گھڑی کا کچھ علم نہیں، اِس لئے ضرور ہے کہ ہم "جاگتے" رہیں۔ اگر کسی شخص کو پتہ ہو کہ میرے گھر میں نقب لگنے والی ہے تو اگرچہ اُس کو صحیح وقت کا پتہ نہیں ہو گا، مگر وُہ تیار رہے گا۔ ابنِ آدم اُس وقت آ جائے گا جب عام لوگوں کو اس کی بالکل توقع نہ ہو گی۔ اُن کو "گمان بھی نہ ہو گا"۔ اِس لئے اُس کے لوگوں کو اُمّید کے ساتھ ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

ز۔ عقل مند نوکر اور شریر نوکر کی تمثیل (۲۴: ۴۵-۵۱)

۲۴: ۴۵-۴۷۔ اِس باب کے اختتامی حصّے میں خداوند یسوع دکھاتا ہے کہ نوکر اپنے مالک کی واپسی کو مدِنظر رکھتے ہوئے جس قسم کا سلوک کرتا ہے اِسی سے اُس کا اصل کردار یا فطرت ظاہر ہوتی ہے۔ ہر نوکر سے توقع ہوتی ہے کہ وُہ گھر کے نوکروں چاکروں کو وقت پر کھانا دے گا۔ لیکن مسیح کے خادم ہونے کا دعویٰ کرنے والے سب خالص نہیں ہوتے۔

"عقل مند نوکر" وُہ ہے جو خدا کے لوگوں کی نگہداشت کرتا ہُوا پایا جائے۔ ایسے نوکر کو بادشاہی میں بہت وسیع ذِمّہ داری سنبھالنے کا اعزاز دیا جائے گا۔ مالک "اُسے اپنے سارے مال کا مختار کر دے گا"۔

۲۴: ۴۸-۵۱۔ "خراب نوکر" نام کے ایمان داروں کی نمائندگی کرتا ہے۔ مالک کے جلد واپس آجانے کی اُمّید کا اُس کے کردار پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وُہ "اپنے ہمخدمتوں کو مارنا . . . اور شرابیوں کے ساتھ کھانا پینا" شروع کر دیتا ہے۔ ایسے سلوک سے پتہ چلتا ہے کہ وُہ بادشاہی کے لئے تیار نہیں ہے۔ جب بادشاہ آئے گا تو اُسے سزا دے گا اور "اُس کو ریاکاروں میں شامل کرے گا" جہاں لوگ روتے اور دانت پیستے ہیں۔

اس تمثیل کا اِشارہ مسیحِ موعود بادشاہ کی زمین پر ظاہری واپسی کی طرف ہے۔ مگر اس اصول کا فضائی استقبال پر بھی یکساں طور پر اِطلاق ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ مسیحی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن خدا کے لوگوں کے ساتھ عداوت رکھتے اور بے دین لوگوں کے ساتھ بھائی چارہ رکھتے ہیں۔ اِس طرح وُہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم مسیح کی واپسی کے منتظر نہیں۔ جب وقت آئے

گا تو اُن کے لئے برکت نہیں غضب ہو گا۔

ح۔ دس کنواریوں کی تمثیل (۲۵: ۱-۱۳)

۲۵: ۱-۵۔ "اُس وقت" شروع کے یہ لفظ ظاہر کرتے ہیں کہ اِس کا تعلق باب ۲۴ کے ساتھ ہے۔ یہ صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ تمثیل کا تعلق بادشاہ کی زمین پر واپسی سے بالکل پہلے اور واپسی کے دَوران کے وقت سے ہے۔ یسوع "آسمان کی بادشاہی" کو اُن "دس کنواریوں" سے تشبیہ دیتا ہے "جو اپنی مشعلیں لے کر دُلہا کے اِستقبال کو نکلیں"۔ "اُن میں پانچ ... عقل مند تھیں"۔ "اُنہوں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ اپنی کپّیوں میں تیل بھی لے لیا"۔ دُوسری کنواریوں نے ساتھ تیل نہ لیا۔ دُلہا کا اِنتظار کرتے کرتے وُہ سب سو گئیں۔

پانچ "عقل مند" کنواریاں مُصیبت کے دَوران مسیح کے سچّے شاگردوں کی نمائندہ ہیں "مشعلوں" سے مُراد اقرار یا دعویٰ ہے اور "تیل" جیسا کہ عام طور پر مانا جاتا ہے رُوح القدس کی علامت ہے۔ "بے وقوف" کنواریاں اُن لوگوں کی نمائندہ ہیں جو مسیح موعود کی آمد کی اُمّید کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن کبھی سچّے طور پر ایمان نہیں لائے اور اُن کے پاس رُوح القدس نہیں ہے۔ "دُلہا" مسیح ہے جو بادشاہ ہے۔ اور "دیر لگانے" سے مُراد اُس کی پہلی اور دُوسری آمد کے درمیان کا عرصہ ہے۔ یہ حقیقت کہ وُہ دسوں کنواریاں "سو گئیں" ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر اُن میں کوئی فرق نہیں تھا۔

۲۵: ۶۔ آدھی رات کو دُھوم مچی کہ "دیکھو دُلہا آ گیا!" گزشتہ باب میں ہم نے دیکھا تھا کہ اُس کی آمد کا اِعلان ہولناک نشانوں سے ہو گا۔

۲۵: ۷-۹۔ اُس وقت "سب کنواریاں اُٹھ کر اپنی اپنی مشعل درست کرنے لگیں"۔ سب یہی دِکھانا چاہتی تھیں کہ ہم تیار ہیں۔ بے وقوف کنواریوں کے پاس تیل نہیں تھا، اِس لئے وُہ دُوسری کنواریوں سے مانگنے لگیں۔ لیکن اُنہیں تیل "خریدنے" کو جانا پڑا کیونکہ عقل مند کنواریوں نے اُن کو تیل دینے سے اِنکار کر دیا۔ اُن کا یہ انکار خود غرضانہ معلوم ہوتا ہے لیکن رُوحانی دُنیا میں کوئی شخص رُوح القدس دُوسرے شخص کو نہیں دے سکتا۔ بلاشُبہ رُوح القدس خریدا بھی نہیں جا سکتا۔ البتہ بائبل مُقدّس نجات کو بغیر پیسے اور بغیر قیمت کے خریدنے کی اِصطلاح ضرور استعمال کرتی ہے۔

۲۵: ۱۰-۱۲۔ جب بے وقوف کنواریاں تیل خریدنے جا رہی تھیں "تو دُلہا آ پہنچا"۔ سریانی

اور ڈیلگیٹ ترجموں میں لکھا ہے کہ "وہ اپنی دُلہن کے ساتھ آپہنچا"۔ یہ بات نبوّتی تصویر کے عین مُطابق ہے۔ خُداوند یسُوع اپنی دُلہن یعنی کلیسیا کے ساتھ واپس آئے گا (۱۔تھسلنیکیوں ۳: ۱۳) (شادی آسمان پر ہوتی ہے۔ افسیوں ۵: ۲۷، اور فضائی استقبال کے بعد) مُصیبت میں سے نِکل کر آنے والے مُقدّسین کا بقیہ اُس کے ساتھ شادی کے جشن میں چلا جائے گا۔ شادی کا جشن بڑی عُمدگی اور مُوزُونیت کے ساتھ اُس خُوشی اور برکت کی تصویر پیش کرتا ہے جو مسیح کی زمینی بادشاہی میں ہوگی۔ عقل مند کنواریاں "اُس کے ساتھ شادی کے جشن میں چلی گئیں۔ اور دروازہ بند ہوگیا"۔ اب بادشاہی میں داخل ہونے کا وقت ہاتھ سے نِکل چُکا تھا۔ جب دُوسری کنواریاں آئیں اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو دُولہا نے صاف کہہ دیا کہ "مَیں تُم کو نہیں جانتا"۔ یہ واضح ثبوت ہے کہ وُہ نئے سرے سے پیدا نہیں ہُوئی تھیں۔

۲۵: ۱۳۔ یسُوع کہتا ہے کہ اِس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ چونکہ میرے آنے کے "دِن اور گھڑی" کا کِسی کو علم نہیں اِس لئے "جاگتے رہو"۔ ایمان داروں کو اِس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے جیسے خُداوند کسی لمحہ بھی آیا چاہتا ہے۔ ہماری مشعلیں دُرست اور تیل سے بھری رہیں۔

ط۔ توڑوں کی تمثیل (۲۵: ۱۴۔ ۳۰)

۲۵: ۱۴۔ ۱۸۔ یہ تمثیل بھی سِکھاتی ہے کہ جب خُداوند واپس آئے گا تو سچّے اور جھُوٹے نوکر ہوں گے۔ یہ کہانی "ایک آدمی" کے گِرد گھومتی ہے جس نے سفر پر جانے سے پہلے "اپنے گھر کے نوکروں کو" جمع کیا اور ہر ایک کو "اُس کی لیاقت کے مُطابق" نقدی کی مُختلف مقدار دی۔ "ایک کو پانچ توڑے دِئے، دُوسرے کو دو اور تیسرے کو ایک"۔ اُن کو اِن توڑوں کو استعمال کر کے اپنے مالک کے لئے آمدن حاصل کرنا تھی۔ جس کو "پانچ" توڑے مِلے تھے، اُس نے "پانچ توڑے اور پیدا کر لئے"۔ جس کو "دو" مِلے تھے، اُس نے بھی رقم دُگنی کر لی۔ لیکن "جس کو ایک مِلا تھا، اُس نے جا کر زمین کھودی" اور توڑا اُس میں "چھپا دِیا"۔

یہ سمجھنا مُشکل نہیں کہ مالک مسیح ہے اور لمبا سفر پہلی اور دُوسری آمد کا درمیانی عرصہ ہے۔ اور تین نوکر مُصیبت کے دَوران زندہ اِسرائیلی ہیں جو غیر حاضر خُداوند کے مفادات کی نمائندگی کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ اُن کو انفرادی لیاقت کے مُطابق ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

۲۵: ۱۹-۲۳- "بڑی مدت کے بعد ... مالک آیا اور اُن سے حساب لینے لگا" یہ دُوسری آمد کو ظاہر کرتا ہے- پہلے دونوں نوکروں کو بالکل یکساں تعریف ملی "اُے اچھے اور دیانت دار نوکر شاباش! تو تھوڑے میں دیانت دار رہا- مَیں تجھے بہت چیزوں کا مختار بناؤں گا"- اُن کی خدمت کی جانچ اور آزمائش کا معیار یہ نہیں کہ کتنا کمایا بلکہ یہ کہ کتنی محنت کی- ہر ایک نے اپنی لیاقت کا پُورا پُورا استعمال کیا اور سَو فی صد کمایا- یہ سچّے ایمان داروں کی نمائندگی کرتے ہیں جن کا اَجر یہ ہے کہ مسیحِ موعود کی بادشاہی کی برکات سے حظ اُٹھائیں گے-

۲۵: ۲۴، ۲۵- تیسرے نوکر کے پاس مالک کو پیش کرنے کے لئے سوائے بہانوں اور بے عزتی کے کچھ نہ تھا- اُس نے مالک پر "سخت آدمی" اور غیر معقول شخص ہونے کا اِلزام لگایا کہ "جہاں نہیں بویا وہاں سے کاٹتا ہے اور جہاں نہیں بکھیرا وہاں سے جمع کرتا ہے"- اپنے لئے اُس نے یہ عُذر تراشا کہ تیرے خوف نے مجھے گویا مفلوج کر دیا تھا- چنانچہ مَیں نے وہ توڑا "زمین میں چھپا دیا"- بے شک یہ نوکر غیر ایمان دار تھا- کوئی بھی سچّا خادِم اپنے مالک کے بارے میں ایسا نہیں سوچ سکتا-

۲۵: ۲۶، ۲۷- اُس کے مالک نے اُسے جھڑکا اور ملامت کی اور اُسے "شریر اور سُست نوکر" قرار دیا- اور پُوچھا کہ "تُو نے میرا توڑا ساہوکاروں کو کیوں نہ دے دیا کہ اِس پر سُود ہی کما لیتا؟" اِتفاق کی بات ہے کہ آیت ۲۶ میں مالک اپنے اُوپر لگائے گئے اِلزامات سے اِنکار نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ "اگر تیرے خیال کے مُطابق مَیں ایسا مالک تھا تو تجھے چاہئے تھا کہ اِس توڑے کو کام میں لاتا- تیرے الفاظ تجھے بَری نہیں کرتے بلکہ مُجرم ٹھہراتے ہیں"-

۲۵: ۲۸، ۲۹- اگر اُس نوکر نے بھی ایک توڑے سے ایک توڑا اور کمایا ہوتا تو مالک اُس کی بھی ویسی ہی تعریف کرتا جیسی دُوسرے دو نوکروں کی کی تھی- مگر اُس کے پاس دکھانے کو کچھ نہ تھا- بس، زمین میں صرف ایک گڑھا! اُس کا "توڑا" لے کر "دس توڑوں" والے نوکر کو دے دیا گیا- یہاں رُوحانی دُنیا کے ایک مُسلّمہ اُصول کی پیروی کی گئی ہے کہ "جس کسی کے پاس ہے اُسے دیا جائے گا اور اُس کے پاس زیادہ ہو جائے گا- مگر جس کے پاس نہیں ہے، اُس سے وہ بھی جو اُس کے پاس ہے لے لیا جائے گا"- جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہمیں خُدا کے جلال کے لئے استعمال کیا جائے، اُن کو وسائل مہیّا کئے جاتے ہیں- وہ جتنا زیادہ کام کرتے ہیں، اُن کو اُتنی ہی زیادہ توفیق عطا کی جاتی ہے کہ خُدا کے لئے استعمال ہوں- اِس کے برعکس اگر ہم اپنی صلاحیتوں

کو اِستعمال نہیں کرتے تو وُہ جاتی رہتی ہیں ۔ کاہلی کا انجام لاغری ہوتا ہے ۔

آیت ۲۷ میں "ساہُوکاروں" کا ذکر ہے ۔ اِس کا مطلب ہے کہ اگر ہم اپنے مال (صلاحیتوں) کو خُداوند کے لئے استعمال نہیں کر سکتے تو اُن لوگوں کے حوالے کر دیں جو اُنہیں استعمال کر سکتے ہیں ۔ یہ "ساہُوکار" مشنری، بائبل سوسائیٹیاں، مسیحی اشاعت خانے، اِنجیل کے ریڈیو پروگرام وغیرہ ہو سکتے ہیں ۔ جس دُنیا میں ہم رہتے ہیں، وہاں رُوپے پیسے کو بے کار رکھ چھوڑنے کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا ۔ پائرسن اِس سِلسلے میں کہتا ہے کہ

"ڈرپوک یا بُزدِل رُوحیں جن میں بادشاہی کی جُراَت مندانہ خِدمت کرنے کی قابلیت نہیں ہوتی، جو سہارے کے بغیر قدم نہیں اُٹھا سکتیں، وُہ اپنی کمزوری اور ناقابلیت کو دُوسروں کی ذہانت اور تیز فہمی کے سپُرد کر دیں جو اُن کی نعمتوں اور مال کو مالِک اور اُس کی کلیسیا کے لئے استعمال کر سکتے ہیں ... مُختار کے پاس روپیہ پیسہ یا دُوسری نعمتیں ہوتی ہیں جن کو کام میں لایا جا سکتا ہے ۔ مگر اُس میں شاید دُور بینی اور ایمان کی کمی ہو ۔ خُداوند کے "ساہُوکار" اُن کو دِکھائیں گے کہ مالِک کے لئے کِس طرح نفع کما سکتے ہیں ۔ ... کلیسیا کے وجُود کا ایک مقصد یہ ہے کہ ایک رُکن کی کمزوری دُوسرے رُکن کی قوّت سے طاقت پائے اور سب کے تعاوُن سے کمزور ترین اور کمترین کی طاقت بڑھ جائے ۔"

۲۵ : ۳۰ ۔ "نکمّے نوکر" کو باہر پھینک دِیا گیا ۔ بادشاہی سے خارِج کر دیا گیا ۔ شریروں کی مُصیبت اُس کے حِصّہ میں آئی ۔ وُہ اِس لئے مُجرم نہیں ٹھہرا کہ توڑے کو کاروبار میں لگانے میں ناکام رہا تھا بلکہ اُس کے نیک کام نہ کرنے سے ثابت ہُوا کہ اُس کے پاس نجات والا ایمان نہیں ہے ۔

ی ۔ بادشاہ قوموں کی عدالت کرتا ہے (۲۵ : ۳۱ ۔ ۴۶)

۲۵ : ۳۱ ۔ اِس حِصّے میں قوموں کی عدالت کا بیان ہے ۔ یہ مسیح کے تختِ عدالت اور اور بڑے سفید تخت کی عدالت سے الگ واقعہ ہے ۔ مسیح کا تختِ عدالت وُہ واقعہ ہے جو فضائی اِستقبال کے بعد ہو گا ۔ اِس وقت صِرف ایمان داروں کا جائزہ لے کر اُن کو اَجر اور انعام دِئے جائیں گے (رومیوں ۱۴ : ۱۰؛ ۱ ۔ کرنتھیوں ۳ : ۱۱ ۔ ۱۵؛ ۲ ۔ کرنتھیوں ۵ : ۹، ۱۰) ۔

بڑے سفید تخت کی عدالت ہزار سالہ بادشاہی کے بعد کے زمانے میں ہوگی۔ شریر مُردوں کو سزا ہوگی اور وہ آگ کی جھیل میں ڈالے جائیں گے (مکاشفہ ۲۰: ۱۱-۱۵)۔

قوموں یا غیر قوموں (یونانی لفظ کا کوئی ایک مطلب ہو سکتا ہے) کی عدالت زمین پر اُس وقت ہوگی جب مسیح بادشاہی کرنے کو آئے گا۔ آیت ۳۱ سے یہ بات بالکل واضح ہے۔ "جب ابنِ آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اُس کے ساتھ آئیں گے"۔ اگر اِس کو یوایل باب ۳ کے مماثل قرار دینا درست ہے تو یہ واقعہ یروشلیم کے باہر یہوسفط کی وادی میں ہوگا (یوایل ۳: ۲)۔ قوموں کی عدالت اِس بُنیاد پر کی جائے گی کہ اُنہوں نے "بڑی مصیبت" کے دَوران مسیح کے یہودی بھائیوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا (یوایل ۳: ۱، ۲، ۱۲-۱۴؛ متّی ۲۵: ۳۱-۴۶)۔

۲۵: ۳۲۔ یہاں یہ بات نہایت قابلِ توجہ ہے کہ تین طبقوں کا ذکر ہے، بھیڑیں، بکریاں اور مسیح کے بھائی۔ پہلے دو طبقے، جن کی عدالت مسیح کر رہا ہے، وہ غیر قومیں ہیں جو "بڑی مصیبت" کے زمانے میں زمین پر زندہ موجود تھیں۔ تیسرا طبقہ مسیح کے وفادار یہودی بھائیوں کا ہے جنہوں نے اُس مصیبت کے دَوران انتہائی ایذا رسانی کے باوجود اُس کا انکار نہیں کیا۔

۲۵: ۳۳-۴۰۔ بادشاہ "بھیڑوں کو اپنے دہنے اور بکریوں کو بائیں کھڑا" کرتا ہے۔ پھر وہ بھیڑوں کو اُس جلالی "بادشاہی" میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہے جو اُن کے لئے "بنایِ عالم سے ... تیار کی گئی ہے"۔ وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اُنہوں نے جب وہ (بادشاہ) "بھوکا تھا" اُسے "کھانا کھلایا"۔ جب "پیاسا تھا" اُسے "پانی پلایا"، جب "پردیسی تھا" اُسے اپنے گھر میں خوش آمدید کہا۔ جب "ننگا تھا" اُسے "کپڑا پہنایا"۔ بیماری میں اُس کی خبر لی اور جب "قید میں تھا" تو اُس کے "پاس آئے"۔ "راست باز" بھیڑیں لاعلمی کا اظہار کرتی ہیں کہ ہم نے کب بادشاہ کے ساتھ کبھی ایسا مہربانی کا سلوک کیا تھا۔ وہ تو اُن کے زمانے میں دُنیا میں کبھی نہیں تھا۔ بادشاہ وضاحت کرتا ہے کہ "چونکہ تم نے میرے اِن سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ سلوک کیا اِس لئے میرے ہی ساتھ کیا"۔ جو کچھ اُس کے کسی شاگرد کے ساتھ کیا جاتا ہے اُس کا اَجر ایسے ہی مِلتا ہے جیسے خود اُس کے ساتھ کیا ہو۔

۲۵: ۴۱ - ۴۵ - ناراستوں کو حکم ہوتا ہے کہ "میرے سامنے سے اُس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ جو ابلیس اور اُس کے فرشتوں کے لئے تیار کی گئی ہے" کیونکہ یعقوب کی مصیبت کے ہولناک دنوں میں وہ اُس کی خبرگیری کرنے سے قاصر رہے تھے - جب وہ اپنے آپ کو یہ کہہ کر معذور ٹھہراتے ہیں کہ ہم نے تجھے کبھی دیکھا تک نہ تھا تو وہ اُن کو یاد دلاتا ہے کہ تم میرے پیروؤں کو نظر انداز کرتے رہے اِس لئے مجھے ہی نظر انداز کرتے رہے -

۲۵: ۴۶ - چنانچہ بکریاں "ہمیشہ کی سزا" میں مگر بھیڑیں "ہمیشہ کی زندگی" میں جاتی ہیں - لیکن اس واقعہ سے دو مسائل پیدا ہوتے ہیں - اوّل - کلام کے اِس حصّے سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ کچھ قومیں پوری کی پوری نجات پاتی ہیں - دوم - کہانی سے یہ غلط نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بھیڑوں نے نیک اعمال کے سبب سے نجات پائی ہے اور بکریوں کو اِس لئے سزا ملی کہ وہ نیک اعمال کرنے سے قاصر رہیں - جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے تو یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ خدا قوموں سے من حیث القوم بھی سلوک کرتا ہے - پرانے عہد کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ قوموں کو اُن کے گناہ کے باعث سزا ملی (یسعیاہ ۱۰: ۱۲ - ۱۹؛ ۴۷: ۵ - ۱۵؛ حزقی ایل ۲۵: ۶، ۷؛ عاموس ۱: ۳، ۶، ۹، ۱۱، ۱۳؛ ۲: ۱، ۴، ۶؛ عبدیاہ باب ۱؛ زکریاہ ۱۴: ۱ - ۵) - یہ یقین کرنا غیر معقول نہیں کہ قوموں کو الٰہی عتاب کا تجربہ ہوتا رہے گا - اِس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی قوم کا ہر فرد اِس انجام سے دوچار ہوگا بلکہ یہ کہ الٰہی انصاف کے اصول کا اطلاق قومی بنیاد پر بھی ہوگا اور انفرادی بنیاد پر بھی -

اس حصّے میں لفظ ethne استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ "قومیں" کیا گیا ہے - اِس کا ترجمہ "غیر قومیں" بھی ہو سکتا ہے - بعض مفسرین کا خیال ہے کہ کلام کے اِس حصّے میں غیر قوم افراد کی عدالت کا بیان ہے - مگر خواہ یہ عدالت افراد کی ہو یا قوموں کی مسئلہ یہ ہے کہ اِتنے بڑے ہجوم کو فلسطین میں خداوند کے سامنے کس طرح جمع کیا جا سکتا ہے - شاید یہ خیال کرنا بہتر ہوگا کہ قوموں یا افراد کے طبقات کے نمائندے عدالت کے لئے جمع ہوں گے -

جہاں تک دوسرے مسئلے کا تعلق ہے، کلام کے اِس حصّے سے "اعمال سے نجات" کی تعلیم نہیں دی جا سکتی - بائبل مقدس کی یکساں اور برابر شہادت یہ ہے کہ نجات اعمال سے نہیں بلکہ ایمان سے ہے (افسیوں ۲: ۸، ۹) - لیکن ساتھ ہی اِس حقیقت پر بھی برابر زور دیتی ہے کہ سچے ایمان سے نیک اعمال پیدا ہوتے ہیں - اگر نیک اعمال نہیں تو یہ ثبوت ہے کہ اس شخص نے نجات نہیں پائی - پس ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ غیر قومیں اِس لئے نجات نہیں

پائیں گی کہ اُنہوں نے یہُودی بقیہ کے ساتھ دوستانہ سلُوک کیا بلکہ اِس لئے کہ اُن کی اِس مہربانی سے خُداوند کے لئے اُن کی محبّت منعکس ہوتی ہے۔

تین اَور نکات کا ذِکر کرنا ضرُوری ہے۔ اوّل۔ بیان ہُوا ہے کہ راست بازوں کے لئے بادشاہی بنائے عالم سے تیار کی گئی ہے (آیت ۳۴) جبکہ جہنّم اِبلیس اور اُس کے فرشتوں کے لئے تیار کیا گیا تھا (آیت ۴۱)۔ خُدا کی مرضی یہ ہے کہ اِنسان برکت پائیں۔ اصل میں جہنّم بنی نوعِ اِنسان کے لئے نہیں تھا۔ لیکن اگر اِنسان زِندگی سے دانستہ اِنکار کریں تو لازماً موت کو چُن لیتے ہیں۔

دُوسرا نُکتہ یہ ہے کہ خُداوند یسوع نے ہمیشہ کی (وہی لفظ "ابدی") آگ" اور "ہمیشہ کی زِندگی" (آیت ۴۶) کا ذِکر کیا۔ جس ہستی نے ابدی زِندگی کی تعلیم دی اُسی نے ہمیشہ کی سزا کی تعلیم بھی دی۔ چونکہ دونوں کو بیان کرنے کے لئے ایک ہی لفظ "ابدی" اِستعمال ہُوا ہے، اِس لئے ایک کو دُوسرے کے بغیر قبول کرنا بے میل اور بے ربط بات ہوگی۔ جس لفظ کا ترجمہ "ابدی" کیا گیا ہے اگر اس کا مطلب "ہمیشہ کی" نہیں ہے تو یُونانی زبان میں کوئی اَور لفظ نہیں جو اِس مفہوم کو ادا کر سکے۔ لیکن ہم یقیناً جانتے ہیں کہ اِس کا مطلب "ہمیشہ کی" ہے کیونکہ یہی لفظ خُدا کی اَزلیّت کو بیان کرنے کے لئے بھی اِستعمال ہُوا ہے (۱۔تیمتھیس ۱: ۱۷)۔

آخری نکتہ یہ ہے کہ غیر قوموں کی عدالت ہمیں شِدّت سے یاد دِلاتی ہے کہ مسیح اور اُس کے لوگ ایک ہیں۔ جو بات لوگوں پر اثر کرتی ہے وُہی اُس پر بھی اثر کرتی ہے۔ ہمارے پاس اُس کے ساتھ مہربانی کرنے کے وسیع موقعے ہوتے ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ اُس سے محبّت رکھنے والوں کے ساتھ مہربانی کریں۔

۱۴۔ بادشاہ کا دُکھ اور موت (ابواب ۲۶ ۔ ۲۷)

۱۔ یسوع کو قتل کرنے کی سازِش (۲۶: ۱-۵)

۲۶: ۱، ۲۔ یہ اِس اِنجیل میں چوتھی اور آخری مرتبہ ہے کہ یسوع اپنے شاگردوں کو پہلے سے بتاتا ہے کہ مَیں مرُوں گا (۱۶: ۲۱؛ ۱۷: ۲۳؛ ۲۰: ۱۸)۔ اُس کے اِعلان میں یہ بات مضمر تھی کہ عیدِ فسح کا میرے صلیب دِئے جانے کے وقت سے قریبی تعلق ہے۔ "تم جانتے ہو کہ دو دِن کے بعد عیدِ فسح ہوگی اور ابنِ آدم مصلوب ہونے کو پکڑوایا جائے گا۔" اِس سال عیدِ فسح کو اپنا حقیقی مفہوم مِل جائے گا۔

بلاآخر فسح کا برّہ آگیا تھا اور بہت جلد ذبح ہو گا۔

۲۶: ۳- ۵ ۔ اِدھر وُہ یہ الفاظ کہہ رہا تھا، اُدھر "سردار کاہن اور قوم کے بُزرگ کائفا نام سردار کاہن کے دِیوان خانہ میں جمع" ہو رہے تھے تاکہ یسوع کو پکڑوانے اور قتل کرنے کی سازش پر عمل کرنے کی چالیں تیار کریں۔ وُہ چاہتے تھے کہ اُسے چُپکے سے پکڑوا کر مروا ڈالیں، مگر ساتھ ہی سوچتے تھے کہ "عید" کے موقع پر ایسا کرنا نادانی ہوگی مبادا اُس کے قتل پر لوگوں کا ردِّ عمل بے حد شدید ہو۔ یہ بات ناقابلِ یقین لگتی ہے کہ اِسرائیل کے مذہبی راہنماؤں نے اپنے مسیحِ موعُود کو مروا ڈالنے کی سازش میں پہل کی۔ اُن کو تو اُسے پہچاننے تسلیم کرنے اور تخت نشین کرنے میں آگے آگے ہونا چاہئے تھا۔ اِس کے برعکس وُہ اُس کے دُشمنوں کا ہراول دستہ بن گئے۔

ب۔ بیت عنیاہ میں یسوع کو عطر مَلا جاتا ہے (۲۶: ۶-۱۳)

۲۶: ۶، ۷ ۔ یہ خوش گوار واقعہ کاہنوں کی بے ایمانیوں اور دغا بازیوں، شاگردوں کی کم ظرفی اور یہُوداہ کی نمک حرامی کے درمیان پیش آیا۔ "جب یسوع بیت عنیاہ میں شمعون کوڑھی کے گھر میں تھا" تو ایک عورت نے آکر "قیمتی عطر" سے بھرا "عطردان" "اُس کے سر پر" اُنڈیل دیا۔ اُس کے نذرانے کے بیش قیمت ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ اُسے خُداوند یسوع سے کتنی زیادہ عقیدت تھی۔ عملاً وُہ کہہ رہی تھی کہ دُنیا کی کوئی چیز اِس ہستی سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔

۲۶: ۸، ۹ ۔ اُس کے "شاگردوں" اور خصوصاً یہُوداہ (یُوحنا ۱۲: ۴، ۵) نے اِس بات کو بہت بڑا "ضیاع" سمجھا۔ اُن کے خیال میں اِس کا بہتر اِستعمال یہ تھا کہ "بِک کر غریبوں کو دیا" جاتا۔

۲۶: ۱۰- ۱۲ ۔ یسوع نے اُن کی غلط سوچ کو درست کیا۔ اُس کی حرکت "ضیاع" نہیں بلکہ "زیبا" تھا۔ علاوہ ازیں نہایت موزوں وقت پر کی گئی تھی۔ غریبوں کی مدد کسی وقت بھی کی جا سکتی ہے لیکن دُنیا کی ساری تاریخ میں صرف یہی موقع تھا جب مُنجّی کو اُس کے دفن کے لئے مَسح کیا جا سکتا تھا۔ وُہ لمحہ آ پہنچا تھا اور صِرف ایک "عورت" رُوحانی اِمتیاز کے باعث اُس لمحے سے فائدہ اُٹھا رہی تھی۔ اُس نے یقین کیا کہ خُداوند نے اپنی موت کی جو پیشین گوئی کی وُہ بالکل سچّی ہے۔ اُس نے سوچا کہ یہ موقع پھر نہیں آنے کا۔ اور بعد میں ثابت ہُوا کہ اُس کی سوچ بالکل درست تھی۔ جن عورتوں نے اُس کی تدفین کے بعد اُسے خوشبوئیں لگانے کا منصوبہ بنایا، مسیح کے جی اُٹھنے

نے اُن کے سارے منصوبوں پر پانی پھیر دیا (مرقس ۱۶: ۱-۶)۔

۲۶: ۱۳- خُداوند یسوؔع نے محبّت کی اِس مخلصانہ حرکت کو بقا بخش دی۔ "مَیں تُم سے سچ کہتا ہُوں کہ تمام دُنیا میں جہاں کہیں اِس خوشخبری کی منادی کی جائے گی یہ بھی جو اِس نے کیا اِس کی یادگاری میں کہا جائے گا"۔ سچے دِل سے کیا ہُؤا عبادت کا ہر کام آسمان کی وُسعتوں کو مُعطّر کر دیتا ہے اور خُداوند کی یادداشت میں اَن مِٹ نقش چھوڑتا ہے۔

ج۔ یہُوداہ کی غدّاری (۲۶: ۱۴-۱۶)

۲۶: ۱۴، ۱۵- "اُس وقت اُن بارہ میں سے ایک نے" —— شاگردوں میں سے ایک، جو خُداوند یسوؔع کے ساتھ رہا کِیا، جو اُس کے ساتھ جگہ جگہ گھومتا پھرتا رہا، جو اُس کے مُعجزے دیکھتا رہا، جو اُس کی بے مثال تعلیم سُنتا رہا، اور جس نے اُس کی بے گناہ زندگی کا مُعجزہ دیکھا۔ وُہ شخص جس کے بارے میں یسوؔع کہہ سکتا تھا کہ "بلکہ میرے دِلی دوست نے ... جو میری روٹی کھاتا تھا" (زبور ۴۱: ۹)۔ یہی وُہ شخص تھا جس نے "چاندی کے تیس سکّوں" کے عوض اپنے مالک پر "لات اُٹھائی"۔ کاہنوں نے موقع پر ہی اُسے یہ حقیر رقم ادا کر دی۔

شمعوؔن کے گھر میں جس عورت نے مسیح پر عِطر ڈالا اور یہُوداہ کا تقابل بہُت ہی نُمایاں نظر آتا ہے۔ عورت نے مُنجّی کی اِنتہائی قدر، مگر یہُوداہ نے اِنتہائی بے قدری کی۔

۲۶: ۱۶- اِس طرح جس شخص کو یسوؔع سے سوائے مہر و محبّت کے کُچھ نہیں مِلا تھا، وُہ نِکل گیا تاکہ اِس ہولناک سودے میں اپنا حصّہ ادا کرے۔

د۔ آخری فسح (۲۶: ۱۷-۲۵)

عیدِ فطیر کا پہلا دِن تھا۔ اِس موقع پر یہُودی گھروں سے سارا خمیر دُور کر دیا جاتا تھا۔ یسوؔع نے اپنے شاگردوں کو یروشلیم میں بھیجا تاکہ "فسح تیار" کریں۔ خیال کریں کہ اُس وقت خُداوند کے دِماغ میں کِس قِسم کے خیالات کا ہجُوم ہو گا۔ اِس کھانے کی ہر تفصیل نہایت تلخ اہمیّت رکھتی ہے۔

۲۶: ۱۸-۲۰- یسوؔع نے اپنے شاگردوں کو ایک "شخص" کے پاس بھیجا جس کا نام بھی نہیں بتایا گیا۔ وُہ آدمی اُنہیں اپنے "ہاں" یعنی اپنے گھر لے گیا۔ یہ گھر خُداوند نے مُقرر کر رکھا تھا، مگر کِسی کو اِس کا عِلم نہ تھا۔ غیر واضح ہدایات شاید اِس لئے دی گئیں کہ سازشیوں کو پتہ نہ

چل سکے ۔ کچھ بھی ہو، ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع کو تمام افراد کے بارے میں کامل علم تھا، کہ وہ کہاں ہوں گے اور وہ تعاون کرنے پر آمادہ ہوں گے ۔ اُس کے الفاظ پر غور کریں "اُستاد فرماتا ہے کہ میرا وقت نزدیک ہے ۔ مَیں اپنے شاگردوں کے ساتھ تیرے ہاں عیدِ فسح کروں گا"۔ اُسے معلوم ہے کہ موت قریب ہے مگر وہ پورے توازن کے ساتھ اُس کا سامنا کرتا ہے ۔ اُس نے پورے وقار کے ساتھ کھانے کا بندوبست کیا ۔ اُس گمنام آدمی کے لئے کتنا بڑا اعزاز تھا کہ اُس نے آخری فسح کے لئے اپنا گھر خداوند کو دیا!

۲۶: ۲۱-۲۴ ۔ جب وہ فسح کھا رہے تھے تو خداوند نے دھچکا لگانے والا اعلان کیا کہ "تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا"۔ شاگردوں کے دل غم اور شرمندگی سے بھر گئے ۔ اُن کا اپنے اُوپر سے اعتماد اُٹھ گیا ۔ ایک ایک کر کے وہ پوچھنے لگے "اے خداوند، کیا مَیں ہوں؟" جب سوائے یہوداہ کے سب پوچھ چکے تو یسوع نے اُن کو بتایا کہ "جس نے میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالا ہے وہی مجھے پکڑوائے گا"۔ پھر خداوند نے روٹی کا ایک نوالہ لیا اور اُسے شوربے میں ڈبو کر یہوداہ کو دیا (یوحنا ۱۳: ۲۶) ۔ یہ خصوصی دوستی اور محبت کا نشان تھا ۔ اُس نے اُنہیں یاد دلایا کہ جو کچھ میرے ساتھ ہونے والا ہے، اُسے ایک لحاظ سے روکا نہیں جا سکتا ۔ لیکن پھر بھی غدار ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتا ۔ "اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اُس کے لئے اچھا ہوتا"۔ یہوداہ نے دیدہ دانستہ منجی کو بیچ ڈالنے کا فیصلہ کیا ۔ اِس لئے وہ ذاتی طور پر ذمہ دار ہے ۔

۲۶: ۲۵ ۔ جب آخرکار یہوداہ نے سیدھا سیدھا پوچھ ہی لیا کہ "کیا مَیں ہوں؟" تو یسوع نے جواب دیا "ہاں"۔

ہ ۔ خداوند کی پہلی عشاء (۲۶: ۲۶-۲۹)

یوحنا ۱۳: ۳۰ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جونہی یہوداہ نے روٹی کا نوالہ لیا وہ باہر نکل گیا ۔ اور یہ رات کا وقت تھا ۔ اِس لئے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ جب عشائے ربانی کی پاک رسم جاری کی گئی تو یہوداہ وہاں موجود نہیں تھا (مگر علما میں اِس بارے میں کافی اختلافِ رائے ہے) ۔

۲۶: ۲۶ ۔ اپنی آخری فسح منانے کے بعد منجی نے وہ رسم مقرر کی جسے ہم عشائے ربانی کہتے ہیں ۔ ضروری عناصر یعنی روٹی اور مے فسح کے کھانے کا حصہ ہونے کے باعث پہلے ہی

میز پر موجود تھے۔ یسوع نے اُن کو نئے معنی پہنا دیئے۔ پہلے "یسوع نے روٹی لی اور برکت دے کر توڑی اور شاگردوں کو دے کر کہا لو کھاؤ۔ یہ میرا بدن ہے"۔ چونکہ تا حال اُس کا بدن صلیب پر دیا نہیں گیا تھا، اِس لئے صاف ظاہر ہے کہ وُہ اِستعاراتی معنوں میں بات کر رہا تھا اور روٹی کو اپنے بدن کی علامت کے طور پر استعمال کر رہا تھا۔

۲۶: ۲۷، ۲۸۔ یہی بات "پیالہ" پر صادق آتی ہے۔ پیالے کا لفظ اُس کے اندر کی مَے کو ظاہر کرنے کے لئے اِستعمال کیا گیا ہے۔ پیالے میں انگور کا شیرہ تھا جس کو "نئے عہد کے خون" کی علامت ٹھہرایا گیا۔ فضل کے غیر مشروط "نئے عہد" کی توثیق اُس کے قیمتی خون سے ہو گی۔ جو "بہتیروں کے لئے گناہوں کی مُعافی کے واسطے بہایا جاتا ہے"۔ اُس کا خون تمام بنی نوع اِنسان کی مُعافی کے لئے "کافی" ہے لیکن یہاں وُہ "بہتیروں کے لئے ... بہایا جاتا ہے"۔ اِس لِئے کہ یہ خون صِرف اُن کے گناہوں کو دُور کرنے کے لئے "موثر" ہوتا ہے جو اِیمان لاتے ہیں۔

۲۶: ۲۹۔ اِس کے بعد مُنجی نے شاگردوں کو یاد دلایا کہ "انگور کا یہ شیرہ پھر کبھی نہ پیوں گا" جب تک بادشاہی کرنے کے لئے زمین پر واپس نہ آؤں گا۔ پھر اُس شیرے کی نئی اہمیت ہو گی۔ یہ اُس کے "باپ کی بادشاہی" کی شادمانی اور برکت کو ظاہر کرے گا۔

اکثر یہ سُوال اُٹھایا جاتا ہے کہ عشائے ربّانی کے لئے ہم خمیری روٹی اِستعمال کریں یا بے خمیری۔ خمیر اُٹھائی ہُوئی مَے اِستعمال کریں یا بے خمیر کا شیرہ۔ اِس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ خُداوند نے بے خمیری روٹی اور خمیر اُٹھا کر بنائی گئی مَے (اُس زمانے میں ہر مَے خمیر اُٹھا کر بنائی جاتی تھی) اِستعمال کی تھی۔ جو لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ خمیری روٹی مثیل کو (خمیر گناہ کا مثیل ہے) خراب کر دیتی ہے، اُن کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہی بات خمیر اُٹھائی ہُوئی مَے پر بھی صادِق آتی ہے۔ یہ بات بے حد المناک ہے کہ ہم 'عناصر' پر اِتنی بحث کرنے لگتے ہیں کہ 'خُود خُداوند' کو بھول جاتے ہیں۔ پولُس اِس بات پر زور دیتا ہے کہ روٹی نہیں بلکہ روٹی کے رُوحانی معنی اصل اہمیّت رکھتے ہیں۔

"کیونکہ ہمارا بھی فسح یعنی مسیح قربان ہُوا۔ پس آؤ ہم عید کریں۔ نہ پُرانے خمیر سے اور نہ بدی اور شرارت کے خمیر سے، بلکہ صاف دِلی اور سچّائی کی بے خمیر روٹی سے" (۱۔ کرنتھیوں ۵: ۷-۸)۔ روٹی کے اندر جو "خمیر" ہے اُسے کوئی اہمیّت حاصِل نہیں بلکہ اُس خمیر کو جو "ہماری زندگیوں" میں موجود ہے۔

و۔ خُود اعتماد شاگرد (۲۶: ۳۰-۳۵)

۲۶: ۳۰۔ عشائے ربّانی کے بعد اِس چھوٹے سے گروہ نے "ایک گیت" گایا۔ غالباً "عظیم ہیلّل" یعنی زبور ۱۱۳-۱۱۸ میں سے کوئی زبور گایا ہو گا۔ پھر وُہ یروشلیم سے باہر چلے گئے ۔ قدرون کا نالہ پار کر کے اور کوہِ زیتون کی مغربی ڈھلان چڑھ کر گتسمنی باغ میں جا پہنچے ۔

۲۶: ۳۱۔ اپنی زمینی خدمت کے دوران خداوند یسوع پوری وفاداری سے شاگردوں کو خبردار کرتا رہا تھا کہ تمہارے آگے کس قسم کا راستہ ہے ۔ اب اُس نے اُنہیں بتایا کہ "اِسی رات" تم مجھے چھوڑ دو گے ۔ جب وُہ آنے والے طوفان کی شدت اور غضب کو دیکھیں گے تو خوف تلے دب کر رہ جائیں گے ۔ اپنی جانیں بچانے کے لئے اپنے اُستاد کو چھوڑ دیں گے ۔ زکریاہ کی نبوت پوری ہو گی کہ "چرواہے کو مار کہ گلّہ پراگندہ ہو جائے" (۱۳: ۷)۔

۲۶: ۳۲۔ لیکن اُس نے اُنہیں بے اُمّید نہیں چھوڑا ۔ اگرچہ وُہ خداوند کے ساتھ تعلق رکھنے پر شرمندہ ہوں گے مگر وُہ اُن سے دستبردار نہیں ہو گا بلکہ جی اُٹھنے کے بعد وُہ "گلیل" میں اُن سے ملے گا ۔ بہت خوب! ایسا دوست جو کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا ۔

۲۶: ۳۳، ۳۴۔ پطرس نے جلد بازی سے خداوند کو ٹوکا کہ بے شک دُوسرے تیرا ساتھ چھوڑ جائیں مگر مَیں "کبھی نہیں چھوڑوں گا"۔ یسوع نے اُس کے "کبھی نہیں" کو درست کیا کہ "اِسی رات ... تین بار" ۔ مُرغ کے بانگ دینے سے پہلے یہ تیز مزاج شاگرد اپنے مالک کا انکار کریگا ۔

۲۶: ۳۵۔ پطرس اپنی وفاداری پر زور دیتا اور کہتا رہا کہ "مجھے مرنا بھی پڑے تو بھی تیرا اِنکار ہرگز نہ کروں گا" دُوسرے سارے شاگرد بھی اُس کے ہم زبان ہو گئے ۔ وُہ سب کچھ سچے دِل سے کہہ رہے تھے ۔ بات صرف اِتنی تھی کہ وُہ اپنے دِلوں سے ناواقف تھے ۔

ز۔ گتسمنی میں جاں کنی (۲۶: ۳۶-۴۶)

جو شخص بھی گتسمنی باغ کا ذکر کرتا ہے ، اُسے یقیناً اِحساس ہوتا ہے کہ مَیں پاک زمین پر قدم رکھ رہا ہُوں ۔ جو شخص بھی اِن واقعات پر تبصرہ کرنے لگتا ہے ، اُس کو خاص دہشت اور سکوت کا احساس ہوتا ہے ۔ گوئے کِنگ لکھتا ہے کہ " اِس واقعہ کی آسمانی اور رفیع خصوصیت اِنسان کے دِل میں خوف اور دہشت پیدا کر دیتی ہے کہ ہمارے چھونے سے یہ کہیں خراب نہ

ہو جائے"۔

۲۶: ۳۶-۳۸ ۔ گتسمنی (بمعنی زیتون کا حوض یا زیتون کا کولھو) باغ میں داخل ہو کر یسوع نے اپنے گیارہ میں سے آٹھ شاگردوں سے کہا کہ "یہیں بیٹھے رہنا"۔ اور "پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر" باغ کے زیادہ اندر چلا گیا۔ اِس سے شاید یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ شاگرد زیادہ بھانپ سکے اور کچھ کم۔ اُس نے اِن تینوں کو صاف صاف بتایا کہ "میری جان نہایت غمگین ہے، یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے"۔ یہ اُس کراہیت کا اظہار ہے جو مسیح اُس گھڑی کے بارے میں محسوس کر رہا تھا جب اُسے بنی نوع انسان کے لئے گناہ کی قربانی بننا تھا۔ ہم جو گناہ آلودہ ہیں تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اُس پاک ہستی کے لئے جو گناہ سے واقف نہ تھی ہمارے لئے گناہ ٹھہرایا جانا کیا معنی رکھتا تھا (۲۔کرنتھیوں ۵: ۲۱)۔

۲۶: ۳۹۔ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ یسوع اُن تین شاگردوں کو بھی چھوڑ کر "ذرا آگے بڑھا" یعنی باغ میں کچھ اور آگے چلا گیا۔ اُس وقت کوئی بھی اُس کے دُکھ میں شریک نہیں ہو سکتا تھا، نہ اُس کی یہ دُعا مانگ سکتا تھا کہ "اَے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ تو بھی نہ جیسا مَیں چاہتا ہوں، بلکہ جیسا تُو چاہتا ہے، ویسا ہی ہو"۔

مبادا ہم یہ سوچنے لگیں کہ یہ دُعا یسوع کی نارضامندی یا پیچھے ہٹ جانے کی خواہش کو ظاہر کرتی ہے ہمیں یوحنا ۱۲: ۲۷-۲۸ میں اُس کے اِن الفاظ کو یاد رکھنا چاہئے کہ "میری جان گھبراتی ہے۔ پس مَیں کیا کہوں؟ اَے باپ! مجھے اِس گھڑی سے بچا لیکن مَیں اِسی سبب سے تو اِس گھڑی کو پہنچا ہوں۔ اَے باپ! اپنے نام کو جلال دے"۔ اِس لئے یہ دُعا کہ "یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے" اِس مقصد کے لئے نہ تھا کہ خدا اُسے صلیب پر جانے سے بچا لے کیونکہ اِسی مقصد کے لئے تو وہ دُنیا میں آیا تھا!

عِلم البدیع کے مطابق یہ دُعا ایک خاص اندازِ بیان ہے۔ اُس نے یہ دُعا اِس لئے نہیں مانگی تھی کہ اُس کا جواب چاہتا تھا۔ بلکہ مقصد ایک سبق سکھانا تھا۔ گویا وہ کہہ رہا تھا کہ "اَے باپ! اگر میرے صلیب پر چڑھنے کے علاوہ گنہگاروں کو بچانے کا کوئی اَور راستہ ہے، تو اِس وقت ظاہر کر دے۔ لیکن اِن ساری باتوں میں تیری مرضی کے خلاف کچھ نہیں چاہتا"۔

اِس کا جواب کیا تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ آسمان خاموش تھا۔ یہ خاموشی بڑی فصاحت کے ساتھ سب کچھ بتا رہی تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ گنہگاروں کو راستباز ٹھہرانے کا خدا کے

پاس کوئی طریقہ نہ تھا سوائے اِس کے کہ مسیح، گُناہ سے ناواقف مُنجّی، ہمارا عوضی ہو کر مَرے۔

۲۶: ۴۰-۴۱۔ وُہ "شاگردوں" کے پاس واپس آیا تو "اُن کو سوتے پایا"۔ اُن کی رُوحیں تو "مُستعِد" تھیں مگر "جسم کمزور" تھے۔ جب ہم اپنی دُعائیہ زندگیوں پر نظر دَوڑائیں تو ہم اُن کو موردِ الزام ٹھہرانے کی ہرگز جُرأت نہیں کر سکتے کیونکہ جس وقت ہمارے ذہنوں کو مُستعِد ہونا چاہیئے وُہ پریشان خیالی کا شکار ہوتے ہیں۔ جس طرح خُداوند نے پطرس سے کہا اُسی طرح اُسے کتنی دَفعہ ہمیں بھی کہنا پڑتا ہے کہ "کیا تُم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے؟ جاگو اور دُعا کرو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو"؟

۲۶: ۴۲۔ "پھر دوبارہ اُس نے جا کر یُوں دُعا کی" اور اپنے باپ کی مرضی کی تابع داری کرنے کے عزم کا اِظہار کیا۔ وُہ دُکھوں اور موت کے پیالے کو تلچھٹ تک پینے کو تیار تھا۔

وُہ اپنی دُعائیہ زندگی میں لازماً تنہا تھا۔ اُس نے شاگردوں کو دُعا مانگنا سکھایا، اور وُہ اُن کے دیکھتے ہُوئے دُعا مانگا کرتا تھا۔ لیکن اُس نے اُن کے ساتھ کبھی دُعا نہیں مانگی۔ اُس کے کام اور شخصیت اور ذات کی یکتائی مانع آتی تھی کہ کوئی اَور اُس کی دُعائیہ زندگی میں شریک ہو۔

۲۶: ۴۳-۴۵۔ جب وُہ دُوسری دفعہ اپنے شاگردوں کے پاس آیا تو "اُنہیں پھر سوتے پایا"۔ تیسری دفعہ بھی ایسا ہی ہُوا۔ اِس دفعہ اُس نے کہا کہ "اب سوتے رہو اور آرام کرو۔ دیکھو وقت آ پُہنچا ہے اور ابنِ آدم گنہگاروں کے حوالہ کیا جاتا ہے"۔

۲۶: ۴۶۔ اَب اُس کے ساتھ جاگ کر مُستعِد رہنے کا موقع نِکل چُکا تھا۔ غدّاری سے پکڑوانے والے کے قدموں کی آواز آ رہی تھی۔ یسوؔع نے کہا "اُٹھو، چلیں"۔ پَسپائی کے لئے نہیں، بلکہ دُشمن کا سامنا کرنے کے لئے۔

گتسمنی باغ سے باہر نکلنے سے پہلے، آیئے ہم ذرا رُک جائیں، اُس کی آہوں اور سسکیوں کو سُنیں، اُس کے غم پر غور کریں اور دِل کی گہرائیوں سے اُس کا شُکر ادا کریں۔

ح۔ گتسمنی باغ میں یسوؔع کو دھوکے سے پکڑوایا جاتا ہے

۲۶: ۴۷-۵۶

بے گُناہ مُنجّی کو اُس کے اپنے ہی ایک مخلُوق نے دھوکے کے ساتھ گرفتار کروا دیا۔ یہ بات تاریخ میں سب سے بڑی بے قاعِدہ بات معلوم ہوتی ہے۔ یہوداہ کی کمینگی اور ناقابِلِ عُذر غدّاری کو سوائے اِنسانی خباثت کے اَور کِس طرح بیان کیا جا سکتا ہے؟

۲۶:۴۷۔ یسوعؔ اپنے گیارہ شاگردوں سے بات کر ہی رہا تھا کہ "یہوداہ" ایک جتھے کو لے کر آپہنچا جس کے ہاتھ میں "تلواریں اور لاٹھیاں" تھیں۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہوداہ نے ہتھیار لانے کو نہیں کہا ہو گا۔ وہ جانتا تھا کہ منجّی کبھی مزاحمت نہیں کرتا نہ لڑائی میں مقابلہ کرتا ہے۔ یہ ہتھیار اِس بات کی علامت تھے کہ سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے مُصمم اِرادہ کر رکھا ہے کہ اُسے فرار ہونے کا موقع دِئے بغیر گرفتار کر لیا جائے۔

۲۶:۴۸۔ یہوداہ نے بھیڑ کو نشان دے رکھا تھا کہ "جس کا مَیں بوسہ لُوں وُہی ہے"۔ بوسہ محبّت کا عالمگیر نشان ہے، مگر یہوداہ نے اِسے اِنتہائی گھٹیا مقصد کے لئے اِستعمال کیا۔

۲۶:۴۹۔ خُداوند کے قریب آتے ہوئے یہوداہ نے کہا "اے ربّی، سلام" اور "اُس کے بوسے لئے"۔ کلام کے اِس حصّے میں "بوسہ لینے" کے لئے دو مُختلف لفظ اِستعمال ہوئے ہیں۔ آیت ۴۸ میں تو معمول کا لفظ ہے جبکہ آیت ۴۹ میں زیادہ زوردار لفظ استعمال ہُوا ہے، جس کا مطلب ہے بار بار بوسہ لینا یا بوسوں کا مظاہرہ کرنا۔

۲۶:۵۰۔ بڑے متوازن اور دِل کو مجُرم ٹھہرانے والے انداز میں "یسوعؔ" نے اُس کو جواب دیا "میاں! جس کام کو آیا ہے وُہ کر لے"۔ بے شک اِن الفاظ نے یہوداہ کے سراپے میں آگ لگا دی، لیکن واقعات اِس تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے کہ کُچھ کر نہیں سکتا تھا۔ ہجُوم نے آگے بڑھ کر بلاتوقف خُداوند یسوعؔ کو گرفتار کر لیا۔

۲۶:۵۱۔ "یسوعؔ کے ساتھیوں میں سے ایک"۔۔۔ یوحنّا ۱۸:۱۰ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وُہ پطرسؔ تھا۔ اُس نے تلوار چلا کر سردار کاہن کے نوکر کا کان اُڑا دیا۔ یہ تو مُمکن نہیں کہ پطرسؔ نے کان کا نِشانہ لیا تھا۔ اُس نے یقیناً اُس کا کام تمام کر دینے کو ہاتھ چلایا تھا۔ لیکن اُس کا وار خالی گیا۔ اِس میں بھی اِلٰہی مشیت کارفرما تھی۔

۲۶:۵۲۔ یہاں خُداوند یسوعؔ کے اخلاق کا جَلال تیزی سے چمکتا ہُوا نظر آتا ہے۔ پہلے اُس نے پطرسؔ کو جِھڑکا۔ "اپنی تلوار کو میان میں کر لے کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں، وُہ سب تلوار سے ہلاک کئے جائیں گے"۔ مسیح کی بادشاہی میں فتوحات دُنیوی ذرائع سے حاصل نہیں کی جاتیں۔ رُوحانی جنگ میں مُسلح طاقت کا سہارا لینا تباہی و بربادی کو دعوت دینے کے مُترادف ہے۔ بادشاہی کے دُشمن بے شک تلواریں اِستعمال کریں مگر بالآخر شکست سے دوچار ہوں گے۔ مسیح کے سپاہی کو تو دُعا اور خُدا کے کلام اور رُوح سے معمُور زِندگی پر تکیہ کرنا چاہئے۔

لُوقا طبیب ہمیں بتاتا ہے کہ یسوع نے اُسی وقت ملخس نامی نوکر کا کان اچھا کر دیا (لُوقا ۲۲: ۵۱؛ یُوحنّا ۱۸: ۱۰)۔ کیا یہ فضل کا عجیب مظاہرہ نہیں تھا؟ وُہ اپنے عداوت رکھنے والوں سے بھی محبّت رکھتا تھا اور جو اُس کی جان کے درپے تھے، اُن پر بھی مہربان تھا۔

۲۶: ۵۳-۵۴۔ اگر یسوع اُس ہجوم کی مزاحمت کرنا چاہتا تو اُسے پطرس کی حقیر سی تلوار کی ضرورت نہ پڑتی۔ وُہ "فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ" کو طلب کر سکتا تھا (یعنی ۳۶۰۰۰ سے ۷۲۰۰۰ فرشتے)۔ مگر اِس طرح خُدا کا منصُوبہ باطل ہو جاتا۔ اُس کے پکڑوائے جانے، دُکھ اُٹھانے، مصلُوب ہونے اور جی اُٹھنے کے بارے میں جتنی بھی پیشین گوئیاں تھیں، اُن سب کا پُورا ہونا "ضرور" تھا۔

۲۶: ۵۵۔ پھر یسوع نے بھیڑ کو یاد دِلایا کہ تمہارا یُوں ہتھیار اُٹھا کر مجھے پکڑنے آنا کیسا غیر موزُوں فعل ہے۔ وُہ جانتے تھے کہ یہ شخص نہ کبھی کسی پر سختی یا زیادتی کرتا ہے نہ کسی کو لُوٹتا ہے بلکہ بڑے سکُون کے ساتھ "ہر روز ہیکل میں بیٹھ کر" تعلیم دیتا تھا۔ وُہ اُسے بڑی آسانی سے اُس وقت گرفتار کر سکتے تھے مگر نہیں کیا۔ اب "تلواریں اور لاٹھیاں لے کر" کیوں آئے تھے؟ اُن کی حرکت بالکل نامعقُول تھی۔

۲۶: ۵۶۔ مگر خُداوند کو معلُوم تھا کہ اِنسان کی شرارت صرف خُدا کے مُقرّرہ منصُوبے کو پُورا کرے گی۔ "مگر یہ سب کُچھ اِس لئے ہُوا ہے کہ نبیوں کے نوشتے پُورے ہوں"۔ یہ محسُوس کر کے کہ اب ہمارا اُستاد بچ نہیں سکتا "سب شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے"۔ جیسے اُن پر ناگہانی دہشت چھا گئی ہو۔ اگر اُن کی بُزدِلی ناقابلِ عُذر ہے تو ہماری بُزدلی اُن سے بڑھ کر ناقابلِ عُذر ہے۔ ابھی تک رُوح القُدس اُن کے اندر سکُونت نہیں کر رہا تھا جبکہ ہمارے اندر کرتا ہے۔

ط۔ کائِفا کے سامنے پیشی (۲۶: ۵۷-۶۸)

۲۶: ۵۷۔ یسوع کی دو بڑی پیشیاں ہُوئیں۔ پہلی پیشی یہُودی لیڈروں کے سامنے مذہبی عدالت (آج کل کی زبان میں شریعت کورٹ) میں ہُوئی۔ دُوسری پیشی رُومی حاکموں کے سامنے سرکاری (دیوانی) عدالت میں ہُوئی۔ چاروں اناجیل کے بیانات کو مِلانے سے واضح ہوتا ہے کہ ہر پیشی کے تین مرحلے تھے۔ یہُودی عدالت کے بارے میں یُوحنّا کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع کو پہلے کائِفا کے سُسر حنّا سردار کاہن کے سامنے پیش کیا گیا۔ متّی کے بیان کا آغاز دُوسرے

مرحلہ سے ہوتا ہے۔ جب اُسے "کائِفا نام سردار کاہن کے پاس لے گئے" تھے۔ سنہیڈرن یعنی یہودیوں کی مذہبی عدالت کے ارکان وُہیں "جمع ہوگئے تھے"۔ عام معمُول یہ تھا کہ مُلزم کو اپنے دِفاع کی تیاری کا موقع دِیا جاتا تھا لیکن آج یہ یہوُدی لیڈر اِتنی جلدی میں تھے کہ اُنھوں نے اپنی بے صبری میں یسوعؔ کو ایک مُنصفانہ مُقدمے سے محرُوم رکھّا۔

آج کی خاص رات فریسیوں، صدُوقیوں "فقیہوں اور بزرگوں" نے جو سنہیڈرن کے ارکان تھے، سارے اصُولوں اور آئین و قوانین کو بالائے طاق رکھ دِیا۔ اُن کو عدالتی کارروائی کے لئے رات کے وقت یا کِسی بھی یہوُدی عِید کے دَوران جمع ہونا شرعاً جائز نہ تھا۔ ایک پُوری رات گُزرنے سے پہلے مَوت کا فتویٰ صادر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور اگر وُہ ہیکل کے اِحاطے میں اُس مخصُوص ہال میں جمع نہ ہوتے جو گھڑے ہُوئے پتھروں سے بنایا گیا تھا، تو اُن کے فتوے کو قانُونی حیثیّت حاصِل نہیں ہوتی تھی۔ یعنی اُس کی پابندی لازمی نہیں ہوتی تھی۔ یسوعؔ سے خلاصی پانے کا بھُوت اُن پر ایسا سُوار تھا کہ اُنھوں نے اپنے ہی قوانین کی دھجّیاں بکھیر دِیں۔

۲۶: ۵۸۔ کائفا عدالت کی کُرسیٔ صدارت پر بیٹھا تھا۔ سنہیڈرن مُدعی بھی تھی اور جیوُری بھی۔ یہ بے قاعدہ ترکیب تھی کیونکہ یہ بات قانُون کے منافی ہے کہ مُدعی خُود ہی جیوُری ہو۔ یسوعؔ مدعا علیہ تھا اور "پطرسؔ" ایک تماشائی تھا اور وہ بھی فاصلے پر، جہاں کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ وُہ "پیادوں کے ساتھ نتیجہ دیکھنے کو بیٹھ گیا"۔

۲۶: ۵۹۔ ۶۱۔ یہوُدی لیڈر یسوعؔ "کے خِلاف جھُوٹی گواہی ڈھونڈنے لگے" مگر اُنہیں بے حد دِقّت پیش آئی۔ اگر وُہ اپنے اوّلین فرض کو پُورا کرتے تو زیادہ کامیاب رہتے۔ اور فرض یہ تھا کہ آئینی طریقۂ کار پر عمل کرتے اور اُس کی بے گُناہی کی شہادتیں ڈھونڈتے۔ بالآخر "دَو" "جھُوٹے گواہوں" نے ایسی گواہی دی جسے اُنھوں نے اپنے مطلب کے مُطابق بدل لیا۔ اُنھوں نے یسوعؔ کے یہ الفاظ عدالت کے سامنے پیش کئے کہ "اِس مَقدِس کو ڈھادو تو مَیں اُسے تین دِن میں کھڑا کردُوں گا" (یُوحنّا ۲: ۱۹۔ ۲۱)۔ گواہوں کے مُطابق اُس نے یروشلیم کی "ہیکل کو ڈھادینے" اور اُسے دوبارہ بنا دینے کی دھمکی دی تھی — درحقیقت اُس نے اپنی مَوت اور بعد میں جی اُٹھنے کی پیش گوئی کی تھی۔ یہوُدیوں نے اِس پیشین گوئی کو اُسے مار ڈالنے کا بہانہ بنا لیا۔

۲۶: ۶۲۔ ۶۳۔ وُہ اِلزامات لگاتے رہے مگر اِس دَوران یسوعؔ کچھ نہ بولا۔ "جس طرح برّہ جسے ذبح کرنے کو لے جاتے ہیں اور جِس طرح بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے سامنے بے زبان

ہے" (یسعیاہ ۵۳: ۷)۔ سردار کاہن اُس کی خاموشی سے تنگ آ گیا۔ وُہ اُسے کوئی بیان دینے پر مجبُور کرنے لگا۔ لیکن پھر بھی مسیح نے کوئی جواب نہ دیا۔ اِس پر سردار کاہن کہنے لگا "مَیں تجھے زندہ خُدا کی قسم دیتا ہُوں کہ اگر تُو خُدا کا بیٹا مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے"۔ مُوسیٰ کی شریعت کا حُکم تھا کہ اگر سردار کاہن کسی یہُودی کو قسم دے تو وُہ ضرور گواہی دے (احبار ۵: ۱)۔

۲۶: ۶۴۔ یسوع یہُودی تھا اور شریعت کے تابع تھا۔ چُنانچہ اُس نے جواب دیا "تُو نے خود کہہ دیا"۔ اور ساتھ ہی اپنے مسیحِ موعُود اور ذاتِ اِلٰہی ہونے کے بارے میں زیادہ پُر زور الفاظ استعمال کئے۔ "اِس کے بعد تُم ابنِ آدم کو قادرِ مُطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے"۔ فی الحقیقت وُہ کہہ رہا تھا کہ "جیسا تُو نے کہا مَیں خُدا کا بیٹا مسیح ہُوں۔ اِس وقت میرا جلال اِنسانی بدن میں چُھپا ہُوا ہے۔ مَیں فقط ایک اِنسان نظر آتا ہُوں۔ تُم مُجھے میری پست حالی کے ایام میں دیکھ رہے ہو۔ مگر وُہ دن آتا ہے جب تُم یہُودی مُجھے جلالی حالت میں دیکھو گے۔ جب مَیں ہر لحاظ سے خُدا کے برابر ہُوں گا۔ اُس کی دہنی طرف بیٹھا ہُوں گا اور آسمان کے بادلوں پر آؤں گا"۔

آیت ۶۴ میں لفظ "تُو" کائفا کے لئے اور لفظ "تُم" وہاں موجُود یہُودیوں کے لئے اِستعمال ہُوا ہے۔ یہ یہُودی اُن اِسرائیلیوں کے نمائندہ ہیں جو مسیح کے جلال میں ظاہر ہوتے وقت زندہ ہوں گے اور صاف صاف دیکھیں گے کہ یہ خُدا کا بیٹا ہے۔ بعض اوقات اِس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ یسوع نے کبھی اپنے آپ کو "خُدا کا بیٹا" نہیں کہا لیکن یہاں وُہ حلف اُٹھاتا ہے کہ مَیں اِس سے کم نہیں ہُوں۔

۲۶: ۶۵-۶۷۔ کائفا نکتے کو سمجھ گیا۔ یسوع نے مسیحِ موعُود کے بارے میں دانی ایل نبی کی نبوت کی طرف اِشارہ کیا تھا "مَیں نے رات کو رویا میں دیکھا اور کیا دیکھتا ہُوں کہ ایک شخص آدم زاد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا اور قدیم الایام تک پُہنچا۔ وُہ اُسے اُس کے حضُور لائے" (دانی ایل ۷: ۱۳)۔ سردار کاہن کے ردِ عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع خُدا کے برابر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے (ملاحظہ کریں یُوحنّا ۵: ۱۸)۔ اُس نے "اپنے کپڑے پھاڑے"۔ یہ نشان تھا کہ گواہ کُفر بک رہا ہے۔ اُس نے سنہیڈرن کے سامنے جو اِشتعال انگیز الفاظ بولے اُن سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ یسوع قصُور وار ہے۔ اور جب اُن کا فیصلہ پُوچھا گیا تو کونسل نے جواب دیا کہ "وُہ قتل کے لائق ہے"۔

۲۶: ۶۸۔ مُقدمہ کے دُوسرے مرحلہ میں اِن ثالثوں نے "اُس کے مُنہ پر تھُوکا اور اُس کے مُکّے مارے"۔ اور اُس کو طعنے دئے اور ٹھٹھوں میں اُڑایا۔ اور کہنے لگے کہ "اگر تُو مسیح ہے" تو اپنے

مارنے والوں کی نبوت سے شناخت کر۔ یہ ساری کارروائی نہ صرف غیر مُنصفانہ اور اُن کے دائرۂ اِختیار سے باہر تھی، بلکہ شرمناک بھی تھی۔

ی۔ پطرس یسوع کا اِنکار کرتا اور زار زار روتا ہے (۲۶: ۶۹-۷۵)

۲۶: ۶۹-۷۲۔ اب پطرس کی تاریک ترین گھڑی آ پہنچی تھی۔ وُہ "باہر صحن میں بیٹھا تھا" کہ ایک لونڈی نے آ کر اِلزام لگایا کہ تُو بھی یسوع کا ساتھی ہے۔ اُس نے فوراً اور زوردار تردید کی "مَیں نہیں جانتا کہ کیا کہتی ہے"۔ پھر وُہ اُٹھ کر "ڈیوڑھی میں چلا گیا"۔ غالباً وُہ بچنا چاہتا تھا کہ کوئی اَور نہ دیکھ لے۔ مگر وہاں ایک "دُوسری" لونڈی نے اُسے پہچان لیا اور سب کو سُنا کر کہنے لگی کہ "یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا"۔ اِس دفعہ پطرس نے قسم کھائی کہ "مَیں اِس آدمی کو نہیں جانتا" اور وُہ آدمی اُس کا اُستاد ہی تھا۔

۲۶: ۷۳، ۷۴۔ "تھوڑی دیر کے بعد" پاس کھڑے کئی لوگ کہنے لگے کہ "بےشک تُو بھی اُن میں سے ہے کیونکہ تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے"۔ اَب عام انداز کا اِنکار کافی نہیں تھا۔ اِس لئے اُس نے قسمیں کھا کر اور لعنت کر کے تاکید کے ساتھ کہا کہ "مَیں اِس آدمی کو نہیں جانتا"۔ اِس موقع پر ایک مُرغ نے پطرس کو بےقرار کر دیا۔ "فی الفور مُرغ نے بانگ دی"۔

۲۶: ۷۵۔ اِس مانوس آواز نے نہ صرف صُبح کی خاموشی کو درہم برہم کر دیا بلکہ پطرس کے دِل میں بھی ہلچل مچا دی۔ اُس کی ساری اکڑ جاتی رہی۔ اُسے خُداوند کی بات یاد آئی "اور وُہ باہر جا کر زار زار رویا"۔

اِنکاروں کی تعداد اور وقت کے بارے میں اناجیل میں بظاہر تضاد معلُوم ہوتا ہے۔ متّی، لُوقا اور یُوحنّا کے مُطابق یسوع نے کہا تھا کہ "اِسی رات مُرغ کے بانگ دینے سے پہلے تُو تین بار میرا اِنکار کرے گا" (متّی ۲۶: ۳۴، مزید دیکھئے لُوقا ۲۲: ۳۴؛ یُوحنّا ۱۳: ۳۸)۔ مرقس کی انجیل میں یہ نبوت یُوں درج ہے کہ "تُو ... مُرغ کے دو بار بانگ دینے سے پہلے تین بار میرا اِنکار کرے گا" (مرقس ۱۴: ۳۰)۔

مُمکن ہے ایک سے زیادہ مُرغوں نے بانگیں دی ہوں۔ ایک نے رات کے دَوران اور دُوسرے نے صُبح کو۔ اور یہ بھی مُمکن ہے کہ اناجیل میں پطرس کے کم سے کم چھ مختلف اِنکاروں کا بیان درج ہے (۱) ایک لونڈی کے سامنے (متّی ۲۶: ۶۹، ۷۰؛ مرقس ۱۴: ۶۶-۶۸)، (۲) دُوسری

لونڈی کے سامنے (متی ۲۶: ۷۱، ۷۲؛ مرقس ۱۴: ۶۹، ۷۰)، (۳) پاس کھڑے لوگوں کے سامنے (متی ۲۶: ۷۳، ۷۴؛ مرقس ۱۴: ۷۰، ۷۱)، (۴) ایک آدمی کے سامنے (لوقا ۲۲: ۵۸)، (۵) ایک اور آدمی کے سامنے (لوقا ۲۲: ۵۹، ۶۰)، (۶) سردار کاہن کے نوکر کے رشتہ دار کے سامنے (یوحنا ۱۸: ۲۶، ۲۷)۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ آخری آدمی دوسروں سے فرق تھا کیونکہ اُس نے کہا کہ "کیا مَیں نے تجھے اُس کے ساتھ باغ میں نہیں دیکھا؟" دوسروں کے بارے میں یہ بیان نہیں کہ اُنہوں نے یہ الفاظ کہے تھے۔

ک۔ صُبح کے وقت سنہیڈرن کے سامنے پیشی (۲۷: ۱-۲)

مذہبی طور پر مقدمہ چلانے کا تیسرا مرحلہ صُبح کے وقت پیش آیا کہ سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے یسوع کے خلاف مشورہ کیا۔ قانون یہ تھا کہ اگر ملزم کو بَری نہ کیا جائے تو مقدمے کا فیصلہ ایک ہی دِن میں نہیں کیا جا سکتا تھا۔ فیصلہ سُنانے سے پہلے ضروری تھا کہ ایک رات گزر جائے "تاکہ رحم کے جذبات کو اُبھرنے کا موقع مِل سکے"۔ زیرِ نظر مقدمے میں معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی لیڈر رحم کے ہر احساس کو دبا دینے پر تُلے ہوئے تھے۔ تاہم چونکہ رات کو مقدمہ چلانا خلافِ قاعدہ بات تھی اِس لئے اُنہوں نے صُبح کو اجلاس طلب کیا تاکہ فیصلے کو قانونی جواز مُہیّا کیا جا سکے۔

رُومی حکومت کے تحت یہودی لیڈروں کو سزائے موت دینے کا اختیار نہیں تھا۔ اِس لئے اُنہوں نے جلدی سے یسوع کو رومی گورنر پنطُس پیلاطُس کے سامنے جا پیش کیا۔

اگرچہ وہ ہر رومی چیز سے سخت نفرت کرتے تھے لیکن اِس وقت اُس طاقت کو استعمال کر کے اپنی اُس سے بھی بڑی نفرت کا مطالبہ پُورا کرنے پر آمادہ تھے۔ یسوع کی مخالفت نے جانی دشمنوں کو متحد کر دیا تھا۔

ل۔ یہوداہ کا پچھتاوا اور موت (۲۷: ۳-۱۰)

۲۷: ۳، ۴۔ یہوداہ کو احساس ہوا کہ مَیں نے بے گناہ کا خون بہانے کے لئے اُسے دھوکے سے پکڑوایا ہے تو پچھتایا اور "وہ تیس روپے سردار کاہنوں اور بزرگوں کے پاس واپس" لے آیا۔ چند گھنٹے پہلے یہ اعلیٰ درجے کے سازشی اُسے ہاتھوں ہاتھ لے کر اُس کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کر رہے تھے، لیکن اب اُنہوں نے صاف انکار کر دیا کہ "ہمیں کیا، تو جان"۔ دھوکے بازی اور غداری کا یہی صِلہ ہوا کرتا ہے۔ یہوداہ "پچھتا رہا تھا"۔ لیکن یہ وہ پچھتاوا نہیں جو خدا ترسی

سے ہوتا اور نجات کو پہنچاتا ہے۔ وہ اپنے جرم کے لئے نہیں، بلکہ اُن نتائج سے شرمسار اور پریشان تھا جو اُس کے جرم سے پیدا ہوئے تھے۔ وہ اب بھی یسوع مسیح کو خداوند اور نجات دہندہ ماننے کو تیار نہ تھا۔

۲۷: ۵ - مایوسی اور بے بسی کے عالم میں یہوداہ اُن "روپیوں کو مَقدِس میں پھینک کر چلا گیا" (یہ وہ جگہ تھی جہاں صرف کاہن داخل ہو سکتے تھے) اور جا کر خودکشی کر لی۔ اِس بیان کا اعمال ۱: ۱۸ سے مُقابلہ کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس نے خود کو ایک درخت پر پھانسی دی تھی۔ رسّہ ٹوٹ گیا۔ اُس کا جسم ایک کھڑی چٹان پر گرا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

۲۷: ۶ - "سردار کاہن اِتنے "رُوحانی" تھے کہ اُنہوں نے اِس رقم کو "ہیکل کے خزانہ میں ڈالنا روا" نہ سمجھا کیونکہ یہ "خُون کی قیمت" تھی۔ دراصل قصُوروار وہ خُود تھے کیونکہ اُنہوں نے رقم ادا کی تھی کہ مسیحِ موعُود کو اُن کے حوالہ کر دیا جائے۔ لیکن لگتا ہے کہ یہ بات اُنہیں قطعاً پریشان نہیں کر رہی تھی جیسا کہ خُداوند نے کہا تھا وہ پیالے اور رکابی کو اُوپر سے تو دھو کر صاف کرتے تھے، لیکن اُن کے اندر دھوکے بازی، غدّاری، ریاکاری اور قتل و غارت گری بھری ہُوئی تھی۔

۲۷: ۷ - ۱۰ - اُنہوں نے اِس رقم سے "کمہار کا کھیت" خریدا جہاں ناپاک غیر قوم پردیسیوں کو دفن کیا جا سکے۔ اُنہیں کیا خبر تھی کہ کتنے غیر قوم لٹیروں کے گروہ اُن کے مُلک پر یلغار کریں گے اور اُن کے گلی کُوچوں میں خُون بہائیں گے۔ اُس وقت سے آج تک یہ کھیت اِس قوم کے لئے "خُون کا کھیت" ہے۔

اِن سردار کاہنوں نے نادانستہ طور پر زکریاہ (۱۱: ۱۲، ۱۳) کی پیشین گوئی پُوری کر دی کہ دفن کی رقم کمہار سے خریداری کے لئے اِستعمال ہو گی۔ عجیب بات ہے کہ زکریاہ کے حوالے میں "کمہار" کی جگہ ترجمہ "خزانہ" بھی ہو سکتا ہے۔

سردار کاہنوں کو یہ رقم ہیکل کے خزانے میں ڈالنے پر پس و پیش اور شک تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے "کمہار" والے مفہوم کی پیشین گوئی پُوری کر دی اور اِس رقم سے کمہار کا کھیت خرید لیا۔

متّی اِس نبوّت کو "یرمیاہ" سے منسُوب کرتا ہے جبکہ صاف ظاہر ہے کہ یہ زکریاہ کی کتاب سے آئی ہے۔ غالباً اِس کی وجہ یہ ہے کہ نبیوں کی فہرست میں یرمیاہ کا نام سب سے پہلے آتا تھا۔ یہ فہرست مُتعدد قدیم عبرانی نسخوں میں موجُود ہے اور تالمُود کی روایت میں بھی محفوظ ہے۔ اِسی قسم کا ایک اِستعمال لُوقا ۲۴: ۴۴ میں نظر آتا ہے جہاں عبرانی مُسلمہ کُتب کے پُورے تیسرے حصّے کو "زبُور" کا نام دیا گیا ہے۔

م ۔ پیلاطُس کے سامنے یسُوعؔ کی پہلی پیشی (۲۷: ۱۱-۱۴)

یہُودیوں کو یسُوعؔ کے خِلاف اصل شکایات تو مذہبی تھیں اور اِسی بُنیاد پر اُس پر مُقدمہ چلایا گیا تھا۔ لیکن رُومی عدالت میں مذہبی اِلزامات کوئی وزن نہیں رکھتے تھے۔ یہُودی یہ بات بخُوبی جانتے تھے۔ چُنانچہ جب پیلاطُس کے سامنے پیش ہُوئے تو اُنہوں نے یسُوعؔ کے خلاف تین سیاسی اِلزامات پر زور دیا (لُوقا ۲۳: ۲)۔ (۱) کہ وُہ انقلابی اور باغی ہے اِس لئے رُومی سلطنت کے لئے خطرہ ہے۔ (۲) وُہ لوگوں کو اُکساتا ہے کہ محصُول ادا نہ کریں۔ اِس طرح حکُومت کے خزانے اور خُوشحالی کو نقصان پُہنچاتا ہے۔ (۳) وُہ بادشاہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اِس لئے شہنشاہ کے لئے خطرہ ہے۔

متی کی انجیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ پیلاطُس تیسرے اِلزام کے متعلق پُوچھ گچھ کرتا ہے۔ جب اُس سے پُوچھا گیا کہ "کیا تُو یہُودیوں کا بادشاہ ہے؟" تو یسُوعؔ نے جواب دیا کہ "ہاں، مَیں ہوں"۔ اِس پر یہُودی لیڈروں نے اُس پر الزامات کا طُوفان کھڑا کر دیا تاکہ اُسے انتہائی طور پر بدنام کریں۔ پیلاطُس نے مُدعا علیہ کی خاموشی پر "بہُت تعجُّب کیا"۔ وُہ جواب دے کر اُن کے ایک اِلزام کو بھی اہمیت نہیں دینا چاہتا تھا۔ غالباً گورنر نے پہلے کبھی کسی کو نہیں دیکھا تھا جو ایسے حملے کے رُوبرُو خاموش کھڑا رہا ہو۔

ن ۔ یسُوعؔ یا برابّا (۲۷: ۱۵-۲۶)

دستُور تھا کہ عیدِ فسح پر رومی گورنر یہُودیوں کی خاطر اُن کی مرضی کے مُطابق "ایک قیدی... چھوڑ دیتا تھا"۔ اِس طرح کا ایک مُجرم "برابّا" تھا جسے چھوڑا جا سکتا تھا۔ وُہ یہُودی تھا اور بغاوت اور قتل کا مُجرم تھا (مرقس ۱۵: ۷)۔ چُونکہ وُہ رُومی حکومت کے خِلاف بغاوت کا مُجرم تھا اِس لئے غالباً یہُودیوں میں ہر دِل عزیز تھا۔ چنانچہ پیلاطُس نے یہُودیوں کو پیش کش کی "یسوعؔ اور برابّا" میں سے کِسی ایک کو رہائی کے لئے چُن لیں۔ مگر اُنہوں نے برابّا کی رہائی کے لئے شور مچایا۔ گورنر کو کوئی حیرانی نہ ہُوئی۔ وُہ جانتا تھا کہ عوام کی رائے کو بڑی حد تک سردار کاہنوں نے اِس طرف ڈھالا ہے کیونکہ وُہ یسُوعؔ سے جلتے تھے۔

۲۷: ۱۹ ۔ تھوڑی دیر کے لئے کارروائی رُک گئی۔ پیلاطُس کی بیوی کی طرف سے ایک خادِم

پیغام لے کر آیا کہ مجھے یسوع کے بارے میں بہت پریشان کن خواب آیا ہے اس لئے "تو اِس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ"۔

۲۷: ۲۰-۲۳- "سردار کاہنوں اور بزرگوں نے" پس منظر میں رہ کر لوگوں کو اُکسایا کہ "براَبّا کی رہائی" اور "یسوع کی موت" کے لئے شور مچائیں۔ اِس لئے جب پیلاطُس نے اُن سے دوبارہ پوچھا کہ کس کی رہائی چاہتے ہیں تو وہ قاتل کے حق میں چلّانے لگے۔ پیلاطُس فیصلے میں پس وپیش کے باعث پھنس گیا تو بھیڑ سے پوچھنے لگا "پھر یسوع کو جو مسیح کہلاتا ہے کیا کروں؟" وہ ایک زبان ہو کر اُسے صلیب دینے کا مطالبہ کرنے لگے۔ رومی گورنر کو اُن کا یہ رویّہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اُسے کیوں صلیب دُوں؟ اُس نے کیا جرم کیا ہے؟ لیکن اب اُن سے ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی اپیل کا موقع گزر چکا تھا۔ ہجوم کی جذباتیت غالب آچکی تھی۔ بس ایک ہی نعرہ تھا۔ "اُسے صلیب دی جائے"۔

۲۷: ۲۴- پیلاطُس کو صاف نظر آنے لگا کہ لوگ مُعاف کرنے پر آمادہ نہیں بلکہ بلوا ہُوا چاہتا ہے۔ چنانچہ اُس نے "لوگوں کے رُوبرُو اپنے ہاتھ دھوئے" اور اعلان کیا کہ "مَیں اِس راستباز کے خون سے بَری ہوں"۔ یہ تاریخ میں اِنصاف کا سب سے بڑا خون تھا۔ وہ پانی پیلاطُس کے قصُور کو کبھی دھو نہیں سکتا۔

۲۷: ۲۵- ہجوم اِتنا دیوانہ ہو چکا تھا کہ قصُور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ قصُور اپنے سر لینے کو تیار تھے۔ "اِس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر!" اُس وقت سے لے کر یہودی قوم اِس لعنت کا شکار چلے آتے ہیں۔ کہیں تو اُنہیں مخصُوص بستیوں میں پابند کر دیا جاتا ہے، کہیں منظم طور سے اُن کا قتلِ عام ہوتا ہے۔ کبھی وہ مُشقّت کیمپوں میں اور کبھی گیس چیمبرز میں بند کر کے ہلاک کئے جاتے ہیں۔ وہ اپنے مسیح موعود کو ردّ کرنے اور اُس کا خون بہانے کے جرم کی سزا پاتے آرہے ہیں۔ ابھی اُن کو "یعقوب کی ہولناک مُصیبت" کا سامنا کرنا باقی ہے۔ یعنی مُصیبت کے وہ سات سال جن کا بیان متّی باب ۲۴ اور مکاشفہ ابواب ۶-۱۹ میں درج ہے۔ یہ لعنت اُس وقت تک رہے گی جب تک وہ ردّ کئے گئے یسوع کو اپنا مسیحِ موعود بادشاہ تسلیم نہیں کریں گے۔

۲۷: ۲۶- پیلاطُس نے "براَبّا کو اُن کی خاطر چھوڑ دیا" اور اُس وقت سے براَبّا کی رُوح دُنیا پر غالب ہے۔ آج بھی راستباز بادشاہ کو ردّ کر کے قاتل کو تخت پر بٹھایا جاتا ہے۔ اِس کے بعد دستور کے مطابق مجرم کو "کوڑے مارے گئے"۔ یہ کوڑا چمڑے کی رسّی کا بنا ہوتا تھا۔ دھات کے تیز اور نوکیلے ٹکڑے اِس میں لگے ہوتے تھے۔ یہ کوڑا مُجرم کی ننگی پیٹھ پر مارا جاتا تھا۔ اُس کی ایک ایک

ضرب گوشت کے ٹکڑے نوچ لیتی تھی اور خون کی دھاریں اُبلنے لگتی تھیں۔ اب وہ کمزور اور بزدل رُومی گورنر بالکل بے بس ہو چکا تھا۔ اُس نے یسوع کو سپاہیوں کے حوالہ کر دیا کہ "صلیب دی جائے"۔

س۔ سپاہی یسوع کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے ہیں (۲۷:۲۷-۳۱)

۲۷:۲۷-۲۸۔ اب "حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پلٹن اُس کے گرد جمع کی"۔ غالباً کئی سو آدمی ہوں گے۔ اِس کے بعد جو کچھ ہوا، اُس کا تصور کرنا مشکل ہے! کائنات کا خالق اور سنبھالنے والا بدتمیز سپاہیوں کے نرغے میں تھا۔ اُس پر وہ ظلم توڑے گئے، ایسی بے عزتی کی گئی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حقیر اور گنہگار مخلوق وہ کچھ کر گزری کہ اُس کی یاد سے تاریخ آج بھی سر جھکا لیتی ہے۔ اُنہوں نے "اُس کے کپڑے اُتار کر اُسے قرمزی چوغہ پہنایا"۔ یہ شاہی چوغے کی نقل تھی۔ لیکن یہ چوغہ آج ہمیں ایک پیغام دے رہا ہے۔ چونکہ قرمزی رنگ کا تعلق گناہ کے ساتھ ہے (یسعیاہ ۱:۱۸) اس لئے قرمزی چوغہ یہ تصویر پیش کرتا ہے کہ میرے گناہ یسوع پر رکھے گئے تاکہ خدا کا راستبازی کا چوغہ مجھے پہنایا جا سکے (۲۔کرنتھیوں ۵:۲۱)۔

۲۷:۲۹، ۳۰۔ اُنہوں نے "کانٹوں کا تاج بنا کر اُس کے سر پر رکھا"۔ اُن کے اِس بھونڈے مذاق سے آگے دیکھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اُس نے "کانٹوں کا تاج" پہنا تاکہ ہم "جلال کا تاج" پہن سکیں۔ اُنہوں نے اُسے گناہ کا بادشاہ بنا کر ٹھٹھوں میں اُڑایا۔ ہم اُسے گنہگاروں کا مُنجی مان کر سجدہ کرتے ہیں۔

اُنہوں نے اُسے ایک "سرکنڈا" پکڑایا —— شاہی عصا کی نقل —— وہ بے خبر تھے کہ یہ سرکنڈا تھامنے والا ہاتھ دُنیا پر حکمرانی کرتا ہے۔ یسوع کا وہ ہاتھ جس میں کیل کا نشان ہے آج کائنات کی حکومت کا عصا تھامے ہوئے ہے۔

وہ اُس کے آگے "گھٹنے ٹیک" کر اور اُسے "یہودیوں کا بادشاہ" کہہ کہہ کر اُس کا مذاق اُڑانے لگے۔ اِسی پر بس نہیں کیا بلکہ وہ اُس کے مُنہ پر تھوکنے لگے۔ اُس واحد کامل اِنسان کے مُنہ پر جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور "وہی سرکنڈا لے کر اُس کے سر پہ مارنے لگے"۔

یسوع پُورے صبر کے ساتھ یہ سب کچھ برداشت کرتا رہا۔ مُنہ سے ایک لفظ تک نہ نکالا۔ "اُس پر غور کرو جس نے اپنے حق میں بُرائی کرنے والے گنہگاروں کی اس قدر مخالفت کی برداشت کی تاکہ تم بے دِل ہو کر ہمت نہ ہارو" (عبرانیوں ۱۲:۳)۔

۲۷:۳۱۔ اور آخر میں "اُسی کے کپڑے اُسے پہنائے اور مصلوب کرنے کو لے گئے"۔

ع۔ بادشاہ کو صلیب دیا جانا (۲۷: ۳۲-۴۴)

۲۷: ۳۲۔ ہمارا خداوند اپنی "صلیب" اُٹھا کر کچھ دُور تک تو چلتا رہا (یوحنا ۱۹: ۱۷) پھر سپاہیوں نے "شمعون نام ایک کرینی آدمی کو پاکر اُسے بیگار میں پکڑا" (کرینی = شمالی افریقہ میں کرینے کا باشندہ) "کہ یسوع کی صلیب اُٹھائے"۔ بعض لوگوں کا خیال ہے وُہ یہودی تھا جبکہ بعض کہتے ہیں وُہ حبشی تھا۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ اُسے خداوند کی صلیب اُٹھانے کا عجیب اعزاز حاصل ہُوا۔

۲۷: ۳۳۔ "گلگتا" ارامی زبان میں کھوپڑی کو کہتے ہیں۔ یونانی میں kranion ہے جو لاطینی سے ہوتے ہُوئے انگریزی میں آکر "کلوری" بن گیا جو اُردو میں بھی مستعمل ہے۔ شاید اِس جگہ کا یہ نام اِس لئے ہُوا کہ وُہ پہاڑی کھوپڑی کی شکل کی تھی یا شاید اِس لئے کہ وہاں مجرموں کو موت کے گھاٹ اُتارا جاتا تھا۔ آج اِس کا محلِ وقوع غیر یقینی ہے۔

۲۷: ۳۴۔ یسوع کو کیلوں سے صلیب پر جڑنے سے پہلے سپاہیوں نے "پت ملی ہُوئی مَے" اُسے پینے کو دی۔ یہ مَے خواب آور دوا کے طور پر اِستعمال ہوتی تھی اور سزائے موت پانے والے مجرموں کو پلاتے تھے تاکہ احساسِ درد کم ہو۔ یسوع نے اُسے پینے سے اِنکار کر دیا۔ ضرور تھا کہ وُہ پُورے ہوش وحواس کے ساتھ اِنسان کے گناہوں کا پُورا بوجھ اُٹھائے۔ احساسِ درد میں کمی کا کوئی جواز نہیں تھا۔

۲۷: ۳۵۔ متی صلیب دِئے جانے کا بیان بڑے سادہ اور غیر جذباتی انداز میں کرتا ہے۔ وُہ کسی بات کو ڈرامائی رنگ نہیں دیتا، نہ صحافیوں کی طرح سنسنی خیزی پر مائل ہوتا ہے اور نہ دہشت انگیز تفاصیل بیان کرتا ہے۔ وُہ صرف واقعہ بیان کرتا ہے کہ "اُنہوں نے اُسے صلیب پر چڑھایا"۔ لیکن ابدیت بھی اِن الفاظ کی گہرائیوں تک نہیں اُتر سکتی۔

زبور ۲۲: ۱۸ کی پیشین گوئی کے مطابق سپاہیوں نے "اُس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لئے"۔ قرعہ خاص اُس کے بن سلے چوغے پر ڈالا گیا۔ اُس کی ساری دنیوی جائیداد یہی تھی۔ دُنیا میں واحد کامل زِندگی اُس ہستی کی تھی جس کے قبضۂ ملکیت میں کچھ نہیں تھا اور جس نے اپنے پیچھے صرف تن کے کپڑے چھوڑے۔

۲۷: ۳۶۔ پہرے دار سپاہیوں کو کوئی احساس نہیں تھا کہ تاریخ مرتب ہو رہی ہے۔ کاش اُن کو علم ہوتا تو وُہ "بیٹھ" کر اُس کی "نگہبانی" نہ کرتے بلکہ گھٹنوں کے بل ہو کر اُسے سجدہ کرتے۔

۲۷: ۳۷۔ مسیح کے "سر سے اُوپر" اُنہوں نے ایک کتبہ لگا دیا کہ "یہ یہودیوں کا بادشاہ یسوع

ہے"۔ چاروں اناجیل میں خاص الفاظ میں تھوڑا بہت فرق پایا جاتا ہے۔ مرقس (۱۵: ۲۶) کہتا ہے "یہودیوں کا بادشاہ"۔ لوقا (۲۳: ۳۸) کے مطابق "یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے" اور یوحنا (۱۹: ۱۹) کے مطابق "یسوع ناصری یہودیوں کا بادشاہ"۔ سردار کاہنوں نے احتجاج کیا کہ لقب بیانِ حتمی کی شکل میں نہیں بلکہ ملزم کی طرف سے دعویٰ کی صورت میں ہونا چاہیے۔ لیکن پیلاطس نے ان کے احتجاج کو رد کر دیا۔ حقیقت لکھی گئی تھی اور سب اُسے دیکھ سکتے تھے۔ یوحنا ۱۹: ۱۹-۲۲ کے مطابق یہ کتبہ عبرانی، لاطینی اور یونانی تینوں زبانوں میں لکھا ہوا تھا۔

۲۷: ۳۸۔ خدا کے بے گناہ بیٹے کے دونوں طرف دو ڈاکوؤں کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا کیونکہ کیا یسعیاہ نے سات سو سال پہلے نبوت سے نہیں بتایا تھا کہ وہ خطاکاروں کے ساتھ شمار کیا گیا" (۵۳: ۱۲)؟ شروع میں تو دونوں ڈاکو اُسے طعنے اور الزام دینے لگے (آیت ۴۴) لیکن ایک نے عین وقت پر توبہ کر کے نجات پائی اور چند ہی گھڑیوں بعد وہ یسوع کے ساتھ فردوس میں تھا (لوقا ۲۳: ۴۲، ۴۳)۔

۲۷: ۳۹-۴۰۔ صلیب خدا کی محبت کو آشکار کرتی ہے۔ ساتھ ہی انسان کی خباثت کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ راہ گیر بھی تھوڑی دیر رُک کر اُس چرواہے پر ٹھٹھے مارتے اور طعنے دیتے تھے جو بھیڑوں کے لئے اپنی جان دے رہا تھا۔ "اَے مَقدِس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تُو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اُتر آ"۔ یہ قومی بے اعتقادی اور بے ایمانی کی زبان ہے۔ "ہم دیکھیں گے تو ایمان لائیں گے"۔ یہ آزاد خیالی کے فلسفہ کے حامیوں کی بھی زبان ہے "صلیب پر سے اُتر آ"۔ دوسرے لفظوں میں "صلیب کی ٹھوکر کو دُور کر دے تو ہم ایمان لائیں گے"۔ سالویشن آرمی کے بانی ولیم بوتھ کہتے ہیں "اُن کا دعویٰ تھا کہ اگر یسوع صلیب پر سے اُتر آئے تو ہم ایمان لائیں گے۔ مگر ہم اِس لئے ایمان لائے ہیں کہ وہ صلیب پر رہا"۔

۲۷: ۴۱-۴۴۔ سردار کاہن، فقیہ اور بزرگ بھی اُن لوگوں کے ساتھ مل گئے۔ وہ نادانستہ طور پر بہت بصیرت بھری بات کہہ رہے تھے۔ "اِس نے اوروں کو بچایا۔ اپنے تئیں نہیں بچا سکتا"۔ وہ تو طعن کے طور پر کہتے تھے مگر ہم نے اِسے حمد و ثنا کے گیت کے طور پر اپنا لیا ہے۔ یہ بات خداوند کی زندگی میں بھی درست تھی اور آج ہمارے لئے بھی درست ہے۔ جب ہم اپنے آپ کو بچانے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں تو دوسروں کو نہیں بچا سکتے۔

مذہبی لیڈر اُس کے مُنجی ہونے کے دعوے کو ٹھٹھوں میں اڑاتے تھے۔ وہ اُس کے اُن

دعویٰ کی تضحیک کرتے تھے کہ مَیں "اِسرائیل کا بادشاہ ہُوں، مَیں خُدا کا بیٹا ہُوں"۔ یہاں تک کہ لعن طعن کرنے میں ڈاکُو بھی اُن کے ساتھ شامِل ہو گئے۔ اپنے خُدا کو رُسوا کرنے میں مذہبی لیڈر ڈاکُوؤں کا ساتھ دینے لگے۔

ف۔ تاریکی کے تین ۳ گھنٹے (۲۷: ۴۵-۵۰)

۲۷: ۴۵۔ یسوع نے بے حد دُکھ اُٹھایا۔ اُس کی انتہائی بے عزتی کی گئی۔ اُسے نہایت بُری طرح ٹھٹھوں میں اُڑایا گیا، مگر یہ سب کچھ اُس اذیت اور کرب کے سامنے کچھ بھی نہیں تھا جس کا سامنا اُسے اِس مرحلے پر ہُوا۔ "چھٹے گھنٹے سے لے کر نویں گھنٹے تک یعنی دوپہر سے لے کر تیسرے پہر (بارہ بجے دوپہر سے ۳ بجے سہ پہر) تک تمام مُلک میں اندھیرا چھایا رہا"۔ یہ اندھیرا نہ صِرف مُلکِ فلسطین پر بلکہ اُس کی مُقدّس جان پر بھی چھایا ہُوا تھا، کیونکہ اِسی وقت کے دَوران اُس نے ہمارے گُناہوں کی بے بیان لعنت اپنے اُوپر اُٹھائی ہوئی تھی۔ اِن تین گھنٹوں میں وُہ جہنم سمٹ آیا تھا، ہماری خطاکاریوں کے خِلاف خُدا کا وُہ غضب یکجا ہو گیا تھا جس کے سزاوار ہم تھے۔ ہمیں تو سب کچھ دُھندلا سا نظر آتا ہے۔ ہم جان ہی نہیں سکتے کہ یسوع کے لئے یہ کیا معنی رکھتا تھا۔ اُس نے گُناہ کے بارے میں خُدا کے ہر راست مُطالبے کو پُورا کر دیا۔ ہم تو صِرف اِتنا جانتے ہیں کہ اِن تین گھنٹوں کے دوران اُس نے وُہ قیمت ادا کر دی، وُہ قرض بے باق کر دیا جو ہمارے ذِمّہ تھا اور اِنسان کی مَخلصی کا کام پُورا کر دیا۔

۲۷: ۴۶۔ تیسرے پہر (۳ بجے) کے قریب اُس نے بڑی آواز سے چِلّا کر کہا "ایلی۔ ایلی۔ لَما شَبقتَنی؟ یعنی اے میرے خُدا! اے میرے خُدا! تُو نے مُجھے کیوں چھوڑ دیا؟" اِس کا جواب زبُور ۲۲: ۳ میں مِلتا ہے۔ "لیکن تُو قُدوس ہے۔ تُو جو اسرائیل کی حمد و ثنا پر تخت نشین ہے"۔ چونکہ خُدا قُدوس ہے وُہ گُناہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا بلکہ ضرُور ہے کہ گُناہ کی سزا دے۔ خُداوند یسوع نے تو کوئی گُناہ نہیں کیا تھا۔ وُہ سرتاپا بے گُناہ تھا۔ لیکن اُس نے ہمارے گُناہوں کو اپنے اُوپر لے لیا۔ اور جب خُدا نے بطور مُنصِف اُس پر نگاہ کی اور ہمارے گُناہوں کو اُس بے گُناہ عوضی پر دیکھا تو اُس نے اپنے عزیز بیٹے سے کنارہ کشی کر لی۔ اور یہی جُدائی تھی جس نے یسوع کے دل کو چیر کر رکھ دیا۔

۲۷: ۴۷-۴۸۔ جب یسوع نے چِلّا کر "ایلی۔ ایلی۔۔۔" کہا تو "جو وہاں کھڑے تھے اُن

میں سے بعض نے سُن کر کہا "یہ ایلیاہ کو پُکارتا ہے"۔ یہ بات واضح نہیں کہ اُنہوں نے الفاظ کو سمجھنے میں غلطی کی یا ازراہِ مذاق ایسا کہہ رہے تھے۔ مزید برآں ایک شخص نے "سپنج" لے کر "سرکہ میں ڈبویا" اور بلمے سے "سرکنڈے" پر رکھ کر اُس کے ہونٹوں تک بلند کیا۔ زبور ۶۹: ۲۱ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حرکت رحم کے تحت نہیں تھی بلکہ اُسے مزید تکلیف دینے کے لئے تھی۔

۲۷: ۴۹۔ عام رُجحان یہ تھا کہ دیکھیں کہ "ایلیاہ" وہ یہودی روایت پوری کرنے کو آتا ہے یا نہیں جو اُس سے منسوب ہے کہ وہ راست بازوں کی مدد کو آتا ہے۔ مگر یہ ایلیاہ کے آنے کا وقت نہیں (ملاکی ۴: ۵) بلکہ یسوع کے مرنے کا وقت تھا۔

۲۷: ۵۰۔ "یسوع نے پھر بڑی آواز سے چلّا کر جان دے دی"۔ بڑی آواز سے چلّانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کمزوری میں نہیں بلکہ قوت میں مرا۔ یہ حقیقت کہ اُس نے "جان دے دی" اُس کی موت کو دُوسروں سے ممیّز کرتی ہے۔ ہم اِس لئے مرتے ہیں کہ مجبور ہیں، ہمارا مرنا ٹھہر چکا ہے۔ وہ اِس لئے مرا کہ اُس نے مرنے کا انتخاب کیا۔ کیا اُس نے نہیں کہا تھا کہ "مَیں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اُسے پھر لے لوں۔ کوئی اُسے مجھ سے چھینتا نہیں بلکہ مَیں اُسے آپ ہی دیتا ہوں۔ مجھے اُس کے دینے کا بھی اختیار ہے اور اُسے پھر لینے کا بھی اختیار ہے" (یوحنا ۱۰: ۱۷، ۱۸)۔

ص۔ ہیکل کا پردہ پھٹتا ہے (۲۷: ۵۱-۵۴)

۲۷: ۵۱۔ ایک بُنا ہُوا بھاری پردہ ہیکل کے پاک مقام اور پاک ترین مقام کو الگ الگ کرتا تھا۔ جس وقت یسوع نے جان دی ایک اَن دیکھے ہاتھ نے اُسے "اُوپر سے نیچے تک" پھاڑ دیا۔ اُس وقت تک اِس "پردہ" نے سوائے سردار کاہن کے باقی سب کو پاک ترین مقام سے جہاں خُدا کی سکونت تھی باہر رکھا ہُوا تھا۔ صرف ایک شخص اُس اندرونی پاک مقام میں داخل ہو سکتا تھا، اور وہ بھی سال میں صرف ایک دِن۔ یہ شخص سردار کاہن ہوتا تھا۔

عبرانیوں کی کتاب سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پردہ یسوع کے بدن کی علامت تھا۔ اُس کا پھٹنا یہ تصویر پیش کرتا ہے کہ اُس نے موت کے وسیلے سے اپنا بدن دے دیا۔ اور اُس کی موت کے وسیلے سے یعنی "ہمیں یسوع کے خون کے سبب سے اُس نئی اور زندہ راہ سے پاک مکان میں داخل ہونے کی دلیری ہے جو اُس نے پردہ یعنی اپنے جسم میں سے ہو کر ہمارے واسطے مخصوص کی ہے" (عبرانیوں ۱۰: ۱۹-۲۰)۔ اب چھوٹے سے چھوٹا ایماندار بھی دُعا اور حمد و ثنا کے ساتھ

خُدا کی حضُوری میں داخل ہو سکتا ہے۔ لیکن ہرگز نہ بُھولیں کہ یہ اِعزاز ہمارے لئے نہایت بھاری قیمت ——— یسُوع کے خُون ——— سے خریدا گیا ہے۔

خُدا کے بیٹے کی مَوت نے عناصرِ قُدرت میں بھی زبردست ہلچل مچا دی۔ گویا بے جان تخلیق اپنے خالق کے درد کو محسُوس کر رہی تھی۔ ایسا زبردست زلزلہ آیا کہ "چٹانیں تڑک گئیں اور قبریں کھُل گئیں"۔

۲۷: ۵۲-۵۳۔ مگر یاد رکھیں اِس موقع پر جی اُٹھنے والے "یسُوع کے جی اُٹھنے کے بعد" ہی قبروں سے نکلے اور یروشلیم میں گئے جہاں وُہ "بہتوں کو دِکھائی دِئے"۔ بائبل مُقدّس اِس سلسلے میں خاموش ہے کہ یہ جی اُٹھے مُقدّسین دوبارہ مَرے یا خُداوند یسُوع کے ساتھ آسمان پر گئے۔

۲۷: ۵۴۔ فِطرت میں اِس عجیب ہنگامہ خیزی نے رُومی "صُوبہ دار" کو قائل کر دیا کہ یسُوع واقعی "خُدا کا بیٹا تھا"۔ صُوبہ دار کا اِن الفاظ سے کیا مطلب تھا؟ کیا وُہ پُورے طور پہ اقرار کر رہا تھا کہ یسُوع مسیح خُداوند اور مُنجّی ہے یا صِرف اِتنا تسلیم کر رہا تھا کہ وُہ اِنسان سے بڑھ کر کُچھ ہے؟ ہم یقین سے کُچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اِتنا ضرُور ثابت ہوتا ہے کہ اُس پر پُورے واقعہ کی دہشت چھا گئی تھی اور اُسے احساس ہو گیا تھا کہ فِطرت میں جو ہلچل مچی ہے، اِس کا تعلق یسُوع کی مَوت کے ساتھ ہے جو دُوسرے دو اُس کے ساتھ مصلُوب تھے اُن کی مَوت کے ساتھ نہیں ہے۔

ق۔ وفا شعار عورتیں (۲۷: ۵۵-۵۶)

یہاں اُن عورتوں کا خاص ذِکر ہے جو وفاداری سے "یسُوع کی خِدمت کرتی ہُوئی" گلیل سے اُس کے "پیچھے پیچھے" یروشلیم تک آئی تھیں۔ "اُن میں مریم مگدلینی تھی اور یعقوب اور یوسیس کی ماں مریم" اور زبدی کی بیوی سلومی شامل تھیں۔ اِن عورتوں کی بے خوف عقیدت خاص طور پہ چمک رہی ہے۔ وُہ اُس وقت بھی یسُوع کے ساتھ ساتھ تھیں جب مَرد شاگرد اپنی جانیں بچانے کو بھاگ گئے تھے۔

ر۔ یسُوع کا یُوسُف کی قبر میں دفنایا جانا (۲۷: ۵۷-۶۱)

۲۷: ۵۷-۵۸۔ اِرمتیاہ کا یُوسُف ایک "دَولت مند آدمی" تھا۔ وُہ سنہیڈرن (یہُودیوں کی مجلسِ اعلیٰ) کا ممبر تھا۔ وُہ کونسل کے اِس فیصلے سے مُتفق نہ تھا کہ یسُوع کو پیلاطُس کے سامنے پیش کیا جائے (لُوقا ۲۳: ۵۱)۔ اگر وُہ اُس وقت تک خُفیہ "شاگرد تھا" تو اب اُس نے ہر

اِحتیاط کو دُور پھینک دیا۔ اُس نے بڑی دلیری کے ساتھ "پیلاطُس کے پاس جا کر" اپنے خُداوند کی لاش کو دفن کرنے کی اجازت مانگی۔ ذرا تصوّر کریں کہ پیلاطُس کس قدر حیران ہُؤا ہو گا۔ اور یہودیوں کو کیسا اِشتعال آیا ہو گا کہ سنہیڈرن کا ایک ممبر علی الاِعلان اُس مصلُوب کا ساتھ دے رہا ہے۔ ایک لحاظ سے جب یُوسُف نے یسُوع کو دفن کِیا تو مُعاشی، مُعاشرتی اور مذہبی لحاظ سے اپنے آپ کو دفن کر دیا۔ اِس عمل نے اُسے ہمیشہ کے لئے اُس نظام سے الگ کر دیا جس نے خُداوند یسُوع کو مروایا تھا۔

۲۷: ۵۹-۶۰۔ "پیلاطُس" نے اِجازت دے دی اور "یُوسُف" نے بڑی محبّت کے ساتھ لاش کو خوشبودار مسالے لگائے اور "صاف مہین چادر میں لپیٹا" اور لپیٹتے ہُوئے درمیان میں بھی مسالے رکھے۔ پھر لاش کو "اپنی نئی قبر میں جو اُس نے چٹان میں کھدوائی تھی رکھا"۔ قبر کا مُنہ "ایک بڑے پتھر" سے بند کر دیا گیا۔ یہ پتھر ایک خراس کے پتھر کی شکل کا تھا جو نیچے نالی یا جھری کے اندر کنارے کے بل کھڑا تھا۔ یہ بھی ٹھوس چٹان سے کاٹ اور تراش کر بنایا گیا تھا۔

صدیوں پہلے یسعیاہ نے نبوّت کی تھی کہ "اُس کی قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی اور وُہ اپنی موت میں دولت مندوں کے ساتھ ہُؤا" (یسعیاہ ۵۳: ۹)۔

اُس کے دشمنوں نے بے شک منصوبہ بنایا ہو گا کہ اُس کی لاش کو ہنوم کی وادی میں پھینک دیں گے تاکہ وہاں کے کُوڑے کی آگ سے جل جائے یا اُسے لومڑیاں وغیرہ کھا جائیں، مگر خُدا نے اُن کے منصوبے باطل کر دیئے۔ اُس نے یُوسُف کو اِستعمال کِیا تاکہ یقینی طور پر وُہ "دولت مندوں کے ساتھ" دفن ہو۔

۲۷: ۶۱۔ جب یُوسُف وہاں سے چلا گیا تو "مریم مگدلینی" اور دُوسری مریم یعنی یعقوب اور یوسیس کی ماں وہاں بیٹھی دیر تک قبر کو دیکھتی رہیں۔

ش۔ قبر پر پہرہ (۲۷: ۶۲-۶۶)

۲۷: ۶۲-۶۴ فسح کا پہلا دِن "تیاری کا دن" کہلاتا ہے۔ یہی دِن تھا جب یسُوع کو صلیب دی گئی۔ "دُوسرے دِن" سردار کاہن اور فریسی بے حد پریشان تھے۔ اُن کو یاد تھا کہ یسُوع نے دوبارہ جی اُٹھنے کے بارے میں کیا کہا تھا۔ اِس لئے وُہ پیلاطُس کے پاس گئے اور درخواست کی کہ قبر پر خصوصی پہرہ بٹھایا جائے۔ بیان یہ کِیا کہ ہم اُس کے شاگردوں کو اُس کی لاش چُرانے سے روکنا چاہتے ہیں مبادا وُہ یہ تاثر پھیلا دیں کہ وُہ جی اُٹھا ہے اور "یہ پچھلا دھوکا پہلے سے بھی بُرا ہو"

یعنی یہ خبر کہ وُہ جی اُٹھا ہے اُس کے اِس دعوے سے بھی بُری ہوگی کہ مَیں مسیحِ موعُود اور خُدا کا بیٹا ہُوں۔

۲۷: ۶۵، ۶۶ - پیلاطُس نے جواب دیا "تمہارے پاس پہرے والے ہیں - جاؤ۔ جہاں تک تم سے ہو سکے اُس کی نگہبانی کرو"۔ غالباً اِس کا مطلب ہے کہ ایک رُومی مُحافظ دستہ اُن کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ یا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ "تمہاری درخواست منظور کی جاتی ہے۔ اب مُحافظ دستہ تمہارے سپرد کرتا ہُوں"۔ مُمکن ہے کہ پیلاطُس کے لہجے میں طنز ہو جب اُس نے کہا کہ "جہاں تک تم سے ہو سکے اُس کی نگہبانی کرو"۔ اُنہوں نے اپنی پُوری کوشش کی۔ قبر پر مُہریں لگا دیں، پہرے دار بٹھا دیے، لیکن اُن کا پہرہ اور نگہبانی کے سارے اِنتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے۔

۱۵- بادشاہ کی فتح (باب ۲۸)

ا- خالی قبر اور زندہ خُداوند (۲۸: ۱-۱۰)

۲۸: ۱-۴ - اِتوار کی صُبح پَو پھٹنے سے پہلے "مریم مگدلینی اور دُوسری مریم قبر کو دیکھنے آئیں"۔ اُن کے پہنچتے پہنچتے "ایک بڑا بھونچال آیا"۔۔۔ ایک "فرشتہ آسمان سے اُترا"۔۔۔ اُس نے قبر کے مُنہ سے "پتھر کو لُڑھکا دیا اور اُس پر بیٹھ گیا"۔ رُومی پہرے دار چمکدار پوشاک میں مُلبّس اُس نُورانی ہستی کو دیکھ کر ڈر کے مارے بے ہوش ہو گئے۔

۲۸: ۵، ۶- فرشتے نے "عورتوں" کو تسلّی دی کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں، جسے تم ڈھونڈتی ہو، وُہ "اپنے کہنے کے مُطابق جی اُٹھا ہے۔ آؤ، یہ جگہ دیکھو جہاں خُداوند پڑا تھا"۔ قبر کے مُنہ سے پتھر لُڑھکایا جا چُکا تھا، اِس لئے نہیں کہ خُداوند باہر نکل سکے بلکہ اِس لئے کہ عورتیں دیکھ سکیں کہ وُہ جی اُٹھا ہے۔

۲۸: ۷-۱۰- اب فرشتے نے عورتوں کو یہ ذمہ داری سونپی کہ "جلد جا کر" یہ جلالی خبر اُس کے "شاگردوں" کو دیں کہ خُداوند جی اُٹھا ہے اور "گلیل" میں اُن سے ملے گا۔

جب وُہ شاگردوں کو خبر دینے جا رہی تھیں تو یسوع اُن پر ظاہر ہُوا اور اُن کو خاص لفظ کے ساتھ سلام کیا۔ یہ لفظ تھا "خوشی مناؤ" (جس کا ترجمہ "سلام" کیا گیا ہے)۔ یہ یُونانی میں مُروّجہ اور معیاری "سلام" تھا۔ اگرچہ اِس کا لفظی ترجمہ کیا جائے تو اُس جی اُٹھنے

کی صبح کی مناسبت سے نہایت موزوں ہوگا۔

عورتوں کا ردِ عمل نہایت فطری تھا۔ "انہوں نے پاس آکر اُس کے قدم پکڑے اور اُسے سجدہ کیا"۔

اب اُس نے خود شخصی طور پر اُن کے سپرد یہ کام کیا کہ "جاؤ، میرے بھائیوں کو خبر دو تاکہ گلیل کو چلے جائیں۔ وہاں مجھے دیکھیں گے"۔

ب۔ سپاہیوں کو جھوٹ بولنے کے لئے رشوت دی جاتی ہے (۲۸: ۱۱-۱۵)

۲۸: ۱۱۔ جونہی پہرے داروں کو ہوش آیا۔ اُن میں سے بعض نے بے شرم بن کر جا کر "تمام ماجرا سردار کاہنوں سے بیان کیا" کہ ہم اپنے مقصد میں ناکام رہے ہیں۔ قبر خالی ہے۔

۲۸: ۱۲-۱۳۔ یہ تصور کرنا کچھ مشکل نہیں کہ اِن مذہبی لیڈروں کو کیسا اضطراب ہُوا ہوگا۔ اُنہوں نے بزرگوں کے ساتھ ایک خُفیہ اجلاس کیا تاکہ کوئی لائحۂ عمل تیار کریں۔ اب وہ دیوانے ہو رہے تھے۔ اُنہوں نے "سپاہیوں" کو بھاری رشوت دی کہ یہ ناقابلِ یقین کہانی بیان کریں کہ "جب ہم سو رہے تھے اُس کے شاگرد آکر اُسے چُرا لے گئے"۔

پہرے دار سو کیوں رہے تھے جبکہ اُن کو تو چوکنّا ہونا چاہئے تھا؟ شاگرد اُن کو جگائے بغیر پتھر کو کس طرح لُڑھکا سکتے تھے؟ سارے سپاہی ایک ساتھ کیسے سو گئے؟ اگر سو ہی گئے تھے تو اُن کو کیسے پتہ چلا کہ لاش شاگردوں نے چُرائی ہے؟ اگر یہ سارا ماجرا درست تھا تو اِسے بیان کرنے کے لئے سپاہیوں کو رشوت دینے کی ضرورت کیوں پڑی؟ اگر شاگردوں نے لاش چُرائی تھی، تو وہ کفن اور سر کا رُومال اُتارنے میں وقت کیوں صرف کرتے رہے؟ (لوقا ۲۴: ۱۲؛ یوحنا ۲۰: ۶، ۷)۔

۲۸: ۱۴۔ دراصل سپاہیوں کو ایسی کہانی سُنانے کے لئے رشوت دی گئی جو خود اُنہی کو مجرم ٹھہراتی تھی۔ رُومی قانون کے تحت ڈیوٹی پر سو جانے کی سزا موت تھی۔ اِس لئے یہودی لیڈروں کو وعدہ کرنا پڑا کہ اگر یہ بات "حاکم کے کان تک پہنچی" تو ہم مداخلت کریں گے اور تمہیں بچا لیں گے۔

سنہیڈرن کے افراد سیکھ رہے تھے کہ سچائی اپنے آپ کو منوا لیتی ہے۔ مگر جھوٹ کو سہارا دینے کے لئے اَن گنت جھوٹ اَور بولنے پڑتے ہیں۔

۲۸: ۱۵۔ یہ دیو مالائی کہانی "آج تک یہودیوں میں مشہور ہے" بلکہ غیر قوموں میں بھی مشہور

ہے۔ اور بھی دیو مالائی کہانیاں ہیں۔ ولبر سمتھ نے اُن میں سے دو کا خلاصہ پیش کیا ہے:

۱۔ یہ خیال پیش کیا گیا ہے کہ عورتیں غلط قبر پر چلی گئی تھیں۔ چند لمحوں کے لئے اِس بات پر غور کریں۔ کیا آپ جمعہ کی شام سے اتوار کی صبح کے دوران اپنے کسی عزیز کی قبر کو یاد نہ رکھ سکیں گے؟ علاوہ ازیں یہ ارمتیاہ کے یوسف کا قبرستان نہیں تھا بلکہ اُس کا ذاتی باغ تھا۔ وہاں اَور قبریں نہیں تھیں۔

خیر، فرض کر لیتے ہیں کہ وہاں دوسری قبریں بھی تھیں (حالانکہ نہیں تھیں) اور یہ بھی فرض کر لیتے ہیں کہ عورتوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جن کے باعث انہیں اچھی طرح دکھائی نہیں دے رہا تھا اور وہ اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھاتیں ایک غلط قبر پر چلی گئیں۔ چلئے عورتوں کے لئے ہم اِتنی باتیں فرض کر لیتے ہیں، لیکن شمعون اور پطرس تو حوصلہ مند ماہی گیر تھے۔ وہ تو رو نہیں رہے تھے۔ وہ بھی قبر پر گئے اور اُسے خالی پایا۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ بھی غلط قبر پر چلے گئے تھے؟ لیکن ذرا آگے دیکھئے۔ وہ قبر پر پہنچیں تو دیکھا کہ خالی ہے۔ مگر وہاں ایک فرشتہ بھی تھا جس نے کہا کہ "وہ یہاں نہیں۔ وہ جی اُٹھا۔ آؤ۔ یہ جگہ دیکھو جہاں خداوند پڑا تھا"۔ کیا فرشتہ بھی غلط قبر پر آگیا تھا؟ حیرت کی بات ہے کہ بڑے بڑے عالم لوگوں نے یہ نظریات پیش کئے ہیں۔ مگر یہ نظریہ بالکل نامعقول ہے!

۲۔ کئی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یسوع مرا نہیں تھا بلکہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اور اُس گیلی سیلی قبر کے اندر کسی طرح اُس کا سانس دوبارہ چلنے لگا۔ وہ ہوش میں آ گیا اور باہر نکل آیا۔ لیکن غور کیجئے۔ قبر کے مُنہ پر بھاری پتھر تھا اور اُس پر رُومی حکومت کی مُہریں لگی ہُوئی تھیں۔ اندر سے کوئی شخص اُس پتھر کو لُڑھکا نہیں سکتا تھا کیونکہ ایک تو وہ خاص زاویہ پر رکھا گیا تھا، دُوسرے وہ نالی یا جھری میں اٹکا ہُوا تھا۔ وہ قبر سے ایک کمزور اور بیمار شخص کی صورت میں نہیں نکلا تھا۔

صاف حقیقت تو یہ ہے کہ خداوند یسوع کا جی اُٹھنا ایسا واقعہ ہے جس کی تاریخ میں بہت توثیق اور گواہی موجود ہے۔ اُس نے دُکھ اُٹھانے کے بعد اپنے آپ کو ناقابلِ تردید ثبوتوں کے ساتھ شاگردوں پر زندہ ظاہر کیا۔ اُن خاص واقعات پر غور کریں جب وہ اپنے لوگوں پر ظاہر ہُوا۔

۱۔ مریم مگدلینی پر (مرقس ۱۶: ۹-۱۱)۔
۲۔ عورتوں پر (متّی ۲۸: ۸-۱۰)۔
۳۔ پطرس پر (لوقا ۲۴: ۳۴)۔
۴۔ اماؤس کی راہ پر دو شاگردوں پر (لوقا ۲۴: ۱۳-۳۲)۔
۵۔ توما کی غیر حاضری میں باقی شاگردوں پر (یوحنّا ۲۰: ۱۹-۲۵)۔
۶۔ توما کے ساتھ شاگردوں پر (یوحنّا ۲۰: ۲۶-۳۱)۔
۷۔ گلیل کی جھیل کے کنارے سات شاگردوں پر (یوحنّا باب ۲۱)۔
۸۔ پانسو سے زیادہ ایمانداروں پر (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۷)۔
۹۔ یعقوب پر (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۷)۔
۱۰۔ زیتون کے پہاڑ پر شاگردوں پر (اعمال ۱: ۳-۱۲)۔

ہمارے مسیحی ایمان کا ایک بُنیادی پتھر جسے ہلانا یا سرکانا ممکن نہیں یہی تاریخی گواہی ہے جو ثابت کرتی ہے کہ خُداوند یسوع مسیح جی اُٹھا۔ مَیں اور آپ اِسی چٹان پر قدم جما کر ایمان کی خاطر لڑ سکتے اور اِس کا دِفاع کر سکتے ہیں کیونکہ ایسے حالات مَوجُود ہیں جن کی تردید نہیں ہوسکتی۔ اُن کا اِنکار تو کیا جا سکتا ہے مگر اُنہیں غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

ج۔ ارشادِ عظیم (متّی ۲۸: ۱۶-۲۰)

۲۸: ۱۶-۱۷۔ جی اُٹھا خُداوند یسوع مسیح "گلیل" میں ایک پہاڑ پر اپنے شاگردوں کو دِکھائی دیا (اُس پہاڑ کا نام نہیں بتایا گیا)۔ یہ وُہی ظہور ہے جو مرقس ۱۶: ۱۵-۱۸ اور ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۶ میں بھی مرقوم ہے۔ کیسا عجیب اور شاندار ملاپ تھا! اُس کے دُکھ ہمیشہ کے لئے گزر چُکے تھے۔ چونکہ یسوع زِندہ ہے اِس لئے اُس کے شاگرد بھی جیتے رہیں گے۔ وُہ اپنے جلالی بَدن میں اُن کے سامنے کھڑا تھا۔ اُنہوں نے زِندہ خُداوند کو سجدہ کیا ـــــــ اگرچہ اُن کے ذہنوں میں اب بھی شک چھپے ہُوئے تھے۔

۲۸: ۱۸۔ وہاں المسیح نے بیان کیا کہ "آسمان اور زمین کا کُل اِختیار مُجھے دیا گیا ہے"۔ ایک لحاظ سے تو ہمیشہ ہمیشہ سے یہ اِختیار اُس کا تھا۔ لیکن یہاں وُہ اُس اختیار کی بات کر رہا تھا جو نئی مخلُوق کا سردار ہونے کی حیثیت سے اُسے حاصل ہے۔ اپنی مَوت اور قیامت کے

باعث اُسے اِختیار ہے کہ جنہیں خُدا نے اُسے بخشا ہے، اُن سب کو ہمیشہ کی زندگی دے (یُوحنّا ۱۷: ۲)۔ تمام مخلوقات سے پہلے مولُود ہونے کے باعث اُسے ہمیشہ سے یہ اختیار حاصل تھا لیکن اب جبکہ وُہ مخلصی کے کام کو پُورا کر چُکا ہے اُسے مُردوں میں سے جی اُٹھنے والوں میں پہلوٹھا ہونے کے سبب سے بھی یہ اِختیار ہے "تاکہ سب باتوں میں اُس کا اوّل درجہ ہو" (کلسّیوں ۱: ۱۵، ۱۸)۔

۲۸: ۱۹-۲۰ - نئی مخلوق کا سردار ہونے کے باعث اُس نے ارشادِ عظیم دیا، یعنی وُہ حکم جو موجودہ دَور میں ایمان داروں پر لاگُو ہے اور جس کی پابندی ہمیشہ کرتے رہنا فرض ہے۔

ارشادِ عظیم کسی مشورے پر نہیں بلکہ تین حکموں پر مشتمل ہے۔

۱- "تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ" اِس سے یہ مُراد نہیں کہ ایک دِن ساری دُنیا مسیح کو قبول کرلے گی۔ مقصد یہ ہے کہ انجیل کی منادی سے شاگرد ہر قوم، ہر قبیلے، ہر اُمّت اور ہر اہلِ لُغت کو مسیح کے قدموں میں آنے کی دعوت دیں۔

۲- "اور اُن کو باپ اور بیٹے اور رُوح القُدس کے نام سے بپتسمہ دو" مسیح کے ایلچیوں پر یہ ذمّہ داری عائد ہوتی ہے کہ بپتسمہ کی تعلیم دیں اور زور دیں کہ اِسے حکم کے طور پر مانا جائے۔ ایمان داروں کے بپتسمہ میں مسیحی علانیہ خُدائے ثالوث کا اِقرار کرتے ہیں، وُہ تسلیم کرتے ہیں کہ خُدا ہمارا باپ ہے، یسوع مسیح ہمارا خُداوند اور نجات دہندہ ہے، اور رُوح القُدس ہمارے اندر سکُونت کرتا، ہمیں قُوت دیتا اور ہمیں تعلیم دیتا ہے۔ آیت ۱۹ میں لفظ "نام" واحد ہے۔ لیکن تین اقانیم کے لئے ہے یعنی "باپ، بیٹا اور رُوح القُدس" یعنی "نام" یا جوہر ایک ہی ہے۔

۳- "اور اُن کو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا مَیں نے تم کو حکم دیا"۔ ارشادِ عظیم تبلیغ اور منادی سے بہُت آگے کی بات کرتا ہے۔ صِرف اِتنا ہی کافی نہیں کہ دُوسروں کو مسیح کے پاس لا کر چھوڑ دیا جائے کہ اپنے آپ کو سنبھالتے پھریں، بلکہ اُن کو یہ تعلیم دینا بھی ضرُوری ہے کہ مسیح کے حکموں پر جو نئے عہدنامے میں پائے جاتے ہیں، عمل کریں۔ شاگردیت کا جوہر یہ ہے کہ اُستاد کی مانند بنیں۔ اور یہ مقصد اِسی صُورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ کلام کی باقاعدہ تعلیم دی جائے اور اُس کی تابعداری کی جائے۔

اِس کے بعد مُنجی نے ایک وعدہ کیا کہ اِس "دُنیا" یعنی اِس دَور یا زمانے کے آخر تک مَیں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہُوں۔ وُہ دُنیا میں تنہا یا بے سہارا نہیں جائیں گے۔ ساری خِدمت اور سفر کے دَوران اُن کو خُدا کے بیٹے کی حمایت اور ساتھ کا احساس بلکہ علم ہو گا۔

ارشادِ عظیم میں ان چار الفاظ پر غور کریں "کُل اِختیار - سب قوموں - سب باتوں - اور ہمیشہ" ان سب میں "کلیت" پائی جاتی ہے۔

یہ اِنجیل ہمارے جلالی خُداوند کی طرف سے ارشاد اور کلمۂ اطمینان پر اِختتام پذیر ہوتی ہے۔ دو ہزار سال بعد آج بھی یہ الفاظ اُسی طرح بر محل ہیں، مگر کام ابھی تک نامُکمّل ہے۔

ہم اِس کے آخری حُکم کی بجاآوری کے لئے کیا کر رہے ہیں؟

مرقس رسول کی انجیل

تعارف

"مرقس کی انجیل میں ایسی تازگی اور قوت ہے جو قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور اُس کے دل میں اُمنگ پیدا کرتی ہے کہ مَیں بھی اپنے خداوند کی طرز پر خدمت کروں"۔

(اوگسٹ وان رِن)

۱۔ مستند کتابوں میں یکتا درجہ

چونکہ مرقس کی انجیل سب سے چھوٹی انجیل ہے اور اِس کا نوّے فیصد حصہ متی اور لوقا یا دونوں میں بھی موجود ہے اِس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ انجیل کیا کچھ پیش کرتی ہے جس کے بغیر ہمارا گزارا نہیں ہو سکتا تھا؟

مرقس کی انجیل اپنے اختصار اور صحافیانہ سادگی کے باعث مسیحی ایمان کو متعارف کرانے میں مثالی مقام رکھتی ہے۔ جہاں بھی مشن کا نیا کام شروع ہوتا ہے وہاں سب سے پہلے عموماً اِسی انجیل کا نئی زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔

مگر اس کی اہمیت صرف اِس کے براہِ راست اور فعال انداز ہی کے باعث نہیں جو رومیوں اور آج کے دَور میں اُن جیسے دیگر افراد کے لئے نہایت موزوں ہے بلکہ اِس کا مواد بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔

مرقس نے اگرچہ بہت سے ایسے واقعات کا بیان کیا ہے جو متی اور لوقا میں بھی درج ہیں لیکن وہ ایسی رنگین اور خوبصورت تفاصیل بھی درج کرتا ہے جو دوسروں کے ہاں موجود نہیں۔ علاوہ ازیں وہ چند یکتا واقعات کا بیان بھی کرتا ہے۔ مثلاً وہ بیان کرتا ہے کہ یسوع نے شاگردوں پر کس طرح نگاہ کی۔ کس طرح ناراض ہوا اور یروشلیم کو جاتے ہوئے وہ کس طرح اُن کے آگے آگے چلا۔ اِس میں شک نہیں کہ اُسے اِن باتوں کا پتہ پطرس رسول سے ملا تھا کیونکہ پطرس کی زندگی کے آخری ایام میں مرقس اُس کے ہمراہ تھا۔ روایت غالباً درست ہی کہتی ہے کہ مرقس کی انجیل دراصل پطرس کی یادداشتیں ہیں اور غالباً اِسی لئے اِس کتاب میں شخصی تفاصیل، عمل و حرکت اور عینی شاہد ہونے کا تاثر پایا جاتا ہے۔

عام خیال ہے کہ جو نوجوان چادر چھوڑ کر ننگا بھاگ گیا تھا، وُہ مرقسؔ ہی تھا (۱۴: ۵۱)۔ اور یہ بیان گویا کتاب کے مُصنّف کی طرف سے مؤدِبانہ سادستخط ہے (ابتدا میں اناجیل کے نام اِن کتابوں کا حِصّہ نہیں تھے)۔ چونکہ یُوحنّاؔ مرقسؔ یروشلیم میں رہتا تھا اِس لئے یہ چھوٹی سی کہانی بیان کرنے کی کوئی وجہ نہیں تاوقتیکہ اِس نوجوان کا اِس انجیل کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ روایت دُرست معلوم ہوتی ہے۔

۲۔ تصنیف

اِبتدا ہی سے کلیسیا کی مُتفِقہ رائے ہے کہ اِس انجیل کا مصنّف یُوحنّاؔ مرقسؔ ہے اور اکثر مُصنفین اور مُفسرین اِس رائے کو مانتے ہیں۔ وُہ یروشلیم کی مریمؔ کا بیٹا تھا۔ وُہ ایک گھر کی مالکہ تھی اور مسیحی اکثر اِسی گھر میں فراہم ہُؤا کرتے تھے۔

اِس کے بارے میں خارجی شہادت بہُت قدیم اور مضبوط ہے۔ اِس شہادت کا تعلق سلطنت کے مُختلف حِصّوں سے ہے۔ ہپیاسؔ (تقریباً ۱۱۰ء) بزرگ یُوحنّاؔ (غالباً یُوحنّاؔ رسُول مگر یہ بھی مُمکن ہے کہ یہ اِسی نام کا ایک اَور شخص ہو) کے حوالے سے لِکھتا ہے کہ اِس انجیل کو پطرسؔ کے ساتھی مرقسؔ نے تصنیف کیا تھا۔ یوسطینؔ شہید، ایرینیسؔ، طرطلیانؔ، سکندریہ کا کلیمینسؔ، اور اُوریجنؔ اور ہرقیونؔ کے خِلاف آغازِ مقالہ اِس بیان سے اِتفاق کرتے ہیں۔

مرقسؔ کے اِس انجیل کے مُصنّف ہونے کے بارے میں داخلی شہادت اگرچہ اِتنی وسیع نہیں مگر مسیحیت کی ابتدائی روایت کے ساتھ بہُت میل کھاتی ہے۔

صاف معلوم ہوتا ہے کہ مُصنّف مُلکِ فلسطین سے اور خصوصاً یروشلیم سے تو بہُت اچھی طرح واقف تھا (بالا خانے کے بارے میں اُس کا بیان دُوسروں کی نسبت زیادہ تفصیلی ہے۔ اور اِس بیان پر کوئی حیرت نہیں ہوگی اگر شاید اُس کا لڑکپن اُسی گھر میں بسر ہُؤا ہو)۔ یہ انجیل کچھ ارامی (فلسطین کی زبان) پس منظر بھی پیش کرتی ہے۔ مُصنّف یہودی رسم ورواج کو اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے۔ بیان میں شگفتگی اور وضاحت اِس قدر ہے کہ گہرا احساس ہوتا ہے کہ مُصنّف کِسی عینی شاہد کا قریبی ساتھی ہے۔ کتاب کا خاکہ اعمال باب ۱۰ میں پطرسؔ کے وعظ کے ساتھ مُطابقت رکھتا ہے۔

روایت ہے کہ مرقسؔ نے یہ انجیل رُومؔ میں لِکھی۔ اِس کی وضاحت اِس اَمر سے ہوتی ہے کہ

اس انجیل میں لاطینی زبان کے الفاظ (مثلاً صوبہ دار، اسم نویسی، دینار، لشکر اور پریتوریون کے لئے لاطینی لفظ استعمال ہوئے ہیں) دوسری اناجیل کی نسبت زیادہ ہیں۔

نئے عہد نامے میں ہمارے مصنف کو دس مرتبہ اس کے غیر قوم (لاطینی) نام مرقس سے اور تین مرتبہ غیر قوم اور یہودی مشترکہ نام یوحنا مرقس سے یاد کیا گیا ہے۔ مرقس "خادم" یا خدمت گار تھا۔ پہلے پولس کا، پھر برنباس کا، اور معتبر روایت کے مطابق پطرس کی موت سے پہلے اس کا بھی خادم تھا۔ اس لئے وہ "کامل خادم" کی انجیل لکھنے کے لئے نہایت موزوں شخص تھا۔

۳۔ تاریخِ تصنیف

مرقس کی انجیل کی تاریخِ تصنیف کے بارے میں راسخ الاعتقاد علما میں بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اگرچہ حتمی تاریخ کا تعین تو نہیں کیا جاتا لیکن اتنا ضرور مانا جاتا ہے کہ یہ انجیل یروشلیم کی بربادی سے پہلے تصنیف ہوئی تھی۔

اس بارے میں بھی روایت میں اختلاف ہے کہ مرقس نے ہمارے خداوند کے بارے میں پطرس کی تعلیمات اور منادی کو اس کی شہادت (۶۴ء – ۶۸ء سے پیشتر) سے پہلے قلم بند کیا تھا یا بعد میں۔

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ مرقس کی انجیل سب سے پہلے لکھی گئی تھی، تو سنِ تصنیف کافی پہلے ہونا چاہئے کیونکہ یہ بھی مانا جاتا ہے کہ لوقا نے مرقس کا مواد استعمال کیا ہے۔ کئی علما کہتے ہیں مرقس کی انجیل ۵۰ اور ۵۵ عیسوی کے درمیانی عرصے میں لکھی گئی۔ لیکن زیادہ امکان یہ ہے کہ یہ انجیل ۵۷ء اور ۶۰ء کے درمیان تحریر ہوئی۔

۴۔ پس منظر اور موضوع

اس انجیل میں خدا کے "کامل خادم" ہمارے خداوند یسوع مسیح کی کہانی کو نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ اس ہستی کی کہانی ہے جس نے آسمان میں اپنے جاہ و جلال کو چھوڑ دیا اور زمین پر خادم کی صورت اختیار کی (فلپیوں ۲: ۷)۔ یہ اس ہستی کی بے مثال کہانی ہے جو "اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے" (مرقس ۱۰: ۴۵)۔

اگر ہم یاد رکھیں کہ یہ کامل خادم خدا کا بیٹا ہی تھا جس نے غلام کا رومال اپنی کمر کے گرد

باندھ لیا تھا تاکہ بنی نوع انسان کا خادم بن جائے تو ہمیں یہ انجیل مستقل نور سے چمکتی ہوئی نظر آئے گی۔ اُس نے جو کام کیا خدا کی کامل مرضی کی کامل تابعداری سے کیا۔ اُس کے سارے کام روح القدس کی قدرت سے کئے گئے۔

مصنّف یوحنا مرقس خداوند کا ایک خادم تھا۔ اُس نے خدمت کا آغاز بڑی عمدگی سے کیا۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے نظروں سے اوجھل ہوگیا (اعمال ۱۵: ۳۸) لیکن پھر مفید کاموں کے لئے بحال ہوگیا (۲۔تیمتھیس ۴: ۱۱)۔

مرقس کا اندازِ بیان تیز رفتار، جوشیلا اور اجمالی ہے۔ وہ خداوند کی باتوں کی نسبت کاموں پر زیادہ زور دیتا ہے۔ اِس کا ثبوت یہ ہے کہ اُس نے اُنیس ۱۹ معجزات مگر صرف چار تمثیلیں قلم بند کی ہیں۔

اِس انجیل کے مطالعے کے دوران ہم تین باتیں دریافت کریں گے (۱) یہ انجیل کیا کہتی ہے؟ (۲) اِس کا مطلب کیا ہے؟ (۳) اِس میں میرے لئے کیا سبق ہے؟ جتنے لوگ بھی "خداوند کے سچے اور وفادار خادم" بننا چاہتے ہیں، یہ انجیل اُن کے لئے بہت مفید ہدایت نامہ ثابت ہوگی۔

خاکہ

۱۔ خادم کی تیاری ۱: ۱۔ ۱۳

۲۔ خادم کی گلیل میں ابتدائی خدمت ۱: ۱۴۔ ۳: ۱۲

۳۔ خادم کی بلاہٹ اور اُس کے شاگردوں کی تربیت ۳: ۱۳۔ ۸: ۳۸

۴۔ خادم کا سفرِ یروشلیم ابواب ۹، ۱۰

۵۔ خادم کی یروشلیم میں خدمت ابواب ۱۱، ۱۲

۶۔ خادم کا کوہِ زیتون پر درس باب ۱۳

۷۔ خادم کے دُکھ اور موت ابواب ۱۴۔ ۱۵

۸۔ خادم کی فتح باب ۱۶

تفسیر

۱۔ خادم کی تیاری (۱:۱-۱۳)

ا۔ خادم کا پیش رو اُس کا راستہ تیار کرتا ہے (۱:۱-۸)

۱:۱۔ مرقس کا موضوع ہے "یسوع مسیح ابنِ خدا کی خوشخبری"۔ چونکہ اُس کا مقصد خداوند یسوع کے بطور خادم کے کردار کو اُجاگر کرنا ہے اس لئے وہ نسب نامے سے نہیں بلکہ خداوند کی علانیہ خدمت سے آغاز کرتا ہے۔ اِس کا اعلان خوشخبری کے نقیب یوحنا بپتسمہ دینے والے نے کیا۔

۱:۲، ۳۔ ملاکی اور یسعیاہ دونوں نے نبوت کی تھی کہ ایک "پیغمبر" مسیح موعود سے پہلے آئے گا۔ وہ لوگوں کو اُبھارے گا کہ رُوحانی اور اخلاقی لحاظ سے اُس کی آمد کے لئے تیار ہوں (ملاکی ۳:۱؛ یسعیاہ ۴۰:۳)۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے میں یہ نبوتیں تکمیل کو پہنچیں۔ وہ خدا کا "پیغمبر ... بیابان میں پکارنے والے کی آواز" تھا۔

۱:۴۔ اُس کا پیغام یہ تھا کہ لوگ توبہ کریں (اِرادہ بدلیں اور گناہوں کو ترک کریں) "تاکہ گناہوں کی مُعافی" پائیں۔ ورنہ وہ خداوند کا اِستقبال نہیں کر سکیں گے۔ صرف پاک لوگ ہی خدا کے پاک بیٹے کی قدر کر سکتے ہیں۔

۱:۵۔ جب اُس کے سامعین توبہ کرتے تھے تو وہ اُن کو بپتسمہ دیتا تھا۔ یہ ظاہری نشان تھا کہ اُنہوں نے اپنا رُخ بالکل بدل لیا ہے۔ بپتسمہ اُن کو علانیہ طور پر عام اسرائیلی قوم سے علیحدہ کرتا تھا کیونکہ اسرائیلی قوم نے خداوند کو ترک کر دیا تھا۔ بپتسمہ اُن لوگوں کو اُس بقیہ کے ساتھ ملا دیتا تھا جو مسیح موعود کو قبول کرنے کو تیار تھا۔ آیت ۵ سے ایسا لگتا ہے کہ یوحنا کی منادی کے لئے ردِ عمل بہت وسیع تھا، مگر حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے شروع میں ایک قوم جذبہ اور جوش اُبھرا ہو اور لوگ اِس شعلہ نوا مناد کی باتیں سُننے کو جوق در جوق آتے ہوں، لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو نہ تو دِل سے اپنے گناہوں کا اِقرار کرتے تھے نہ اُنہیں چھوڑتے تھے۔ جیسے جیسے بات آگے بڑھے گی یہ حقیقت واضح ہوتی جائے گی۔

۱:۶۔ "یوحنا" کس قسم کا آدمی تھا؟ آج کے دور میں اُسے متعصب، کٹر اور تارک الدنیا

وغیرہ کے القاب سے پکارا جائے گا۔ ایلیاہ کی طرح اُس کی پوشاک نہایت سادہ اور کھُردری تھی اور خوراک جسم وجان کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے ہی کافی تھی۔ اُسے کسی لحاظ سے بھی شاندار نہیں کہہ سکتے۔ اُس نے اِن سب باتوں کو مسیح کا نام پھیلانے کے جلالی کام کے تابع کر رکھا تھا۔ شاید وُہ دولت مند ہو سکتا تھا، مگر اُس نے غریب رہنا پسند کیا۔ اِس طرح وُہ اُس ہستی کے لائق اور موزُوں نقیب اور پیش رَو ہُوا جس کے پاس سر دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اُس کی زندگی سے ہم سیکھتے ہیں کہ جتنے لوگ بھی خُداوند کے خادِم بننا چاہتے ہیں، سادگی اُن کا خاصہ ہونی چاہئے۔

۱:۷۔ اُس کا پیغام یہ تھا کہ خُداوند یسوع اعلیٰ وافضل، ارفع وبرتر ہے۔ وُہ کہتا تھا کہ یسوع قدرت، شخصی فضیلت اور خدمت میں مجھ سے اِس قدر عظیم ہے کہ "مَیں اِس لائق نہیں کہ جُھک کر اُس کی جُوتیوں کا تسمہ کھولوں" جو کہ ایک غُلام کا ادنیٰ فرض ہے۔ جو منادی رُوح سے معمُور ہو کر کی جاتی ہے، وُہ خُداوند یسوع کو سر بلند کرتی اور اپنے آپ کو پست رکھتی ہے۔

۱:۸۔ یُوحنّا "پانی سے بپتسمہ" دیتا تھا۔ یہ ظاہری علامت تھی، لیکن اِنسان کی زندگی میں اِس سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ یسوع "رُوح القدس سے بپتسمہ دے گا"۔ اِس بپتسمہ سے اِنسان کے باطن میں رُوحانی قوت کے چشمے پیدا ہوں گے (اعمال ۱:۸)۔ نیز یہ بپتسمہ تمام ایمانداروں کو کلیسیا یعنی مسیح کے بدن میں شریک کر دے گا (۱۔کرنتھیوں ۱۲:۱۳)۔

ب۔ پیشرو "خادِم" کو بپتسمہ دیتا ہے (۱:۹-۱۱)

۱:۹۔ جس عرصہ کو "ناصرت میں تیس ۳۰ خاموش سال" کہا جاتا ہے، اب وُہ عرصہ ختم ہو گیا۔ خُداوند یسوع علانیہ خدمت میں داخل ہونے کو تیار ہے۔ پہلے تو وُہ "ناصرت سے" تقریباً ساٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے یریحُو کے نزدیک دریائے "یردن" پر آیا۔ وہاں اُس نے "یُوحنّا سے بپتسمہ لیا"۔ جہاں تک یسوع کا تعلق ہے یہ توبہ کا بپتسمہ نہیں تھا، کیونکہ اُس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ خُداوند کا بپتسمہ ایک علامتی عمل تھا۔ وُہ کلوری پر اُس کی موت اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی تصویر تھا۔ اِس طرح اُس کی خدمت کے آغاز ہی سے ہمیں صلیب اور خالی قبر کے واضح اشارے نظر آتے ہیں۔

۱:۱۰-۱۱۔ "اور جب وُہ پانی سے نکل کر اُوپر آیا تو فی الفور اُس نے آسمان کو پھٹتے اور رُوح کو کبُوتر کی مانند اپنے اُوپر اُترتے دیکھا"۔ اِس کے ساتھ ہی خُدا باپ کی آواز سُنائی دی، اور اُس نے اعلان

رکیا "یہ میرا پیارا بیٹا ہے"۔

مسیح خداوند کی زندگی میں کوئی ایسا لمحہ نہیں تھا جب وہ رُوح القدس سے بھرا ہُوا نہ ہو۔ لیکن اِس وقت رُوح القدس "اُس پر اُترا" تاکہ اُسے خدمت کے لئے مسح کرے اور قدرت عطا کرے۔ اِس کے بعد خداوند نے تین برس خدمت کرنا تھی اور یہ تیاری رُوح کی خاص خدمت تھی۔ رُوح القدس کی قدرت اور طاقت ناگزیر ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی شخص اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو، عمدہ صلاحیتوں کا مالک ہو، فصیح و بلیغ ہو، لیکن اُس پُراسرار خاصیت کے بغیر جسے ہم "رُوح کا مسح" کہتے ہیں اُس کی خدمت بے جان اور غیر مؤثر ہوگی۔ بنیادی سُوال یہ ہے "کیا مجھے رُوح القدس کا وہ تجربہ حاصل ہے جو خداوند کی خدمت کے لئے قوت عطا کرتا ہے؟"

ج۔ خادِم اِبلیس سے آزمایا جاتا ہے (۱: ۱۲-۱۳)

یہوواہ کا خادِم "بیابان میں چالیس دِن تک شیطان سے آزمایا گیا"۔ خُدا کا "رُوح" اُسے بیابان میں لے گیا۔ یہ آزمانے کے لئے نہیں کہ وہ گناہ کرتا ہے یا نہیں، بلکہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ گناہ نہیں کرسکتا۔ اگر وہ زمین پر بشر ہونے کی حیثیت سے گناہ کر سکتا تو کیا یقین ہے کہ اب آسمان پر بشر ہونے کی حیثیت سے وہ گناہ نہیں کرسکتا۔

مرقس یہ بات کیوں بیان کرتا ہے کہ وہ "جنگلی جانوروں کے ساتھ رہا کیا"؟ کیا شیطان نے اُن جانوروں کو اُبھارا تھا کہ خداوند کو ہلاک کر دیں؟ یا کیا وہ اپنے خالق کی حضوری میں فرمانبردار اور صلح جُو ہو گئے تھے؟ ہمارے پاس ایسے سُوالوں کا کوئی جواب نہیں۔ اِن چالیس دِنوں کے بعد "فرشتے اُس کی خدمت کرنے لگے" (دیکھئے متی ۴: ۱۱)۔ آزمائش کے دَوران اُس نے کچھ نہ کھایا (لُوقا ۴: ۲)۔ ایمان دار کے لئے آزمائشیں ناگزیر ہیں اور جتنا کوئی خداوند کے نزدیک ہوگا آزمائشیں بھی اتنی ہی سخت ہوں گی۔ ابلیس اپنا اسلحہ بارُود صرف نام کے مسیحیوں پر ضائع نہیں کرتا بلکہ اپنی توپوں کے مُنہ اُن افراد پر کھول دیتا ہے جو رُوحانی جنگ میں علاقہ فتح کر رہے ہوں۔ آزمایا جانا کوئی گناہ نہیں، لیکن آزمائش کے سامنے ہتھیار ڈال دینا گناہ ہے۔ ہم اپنی طاقت سے ابلیس کی مزاحمت نہیں کر سکتے، لیکن اندر سکونت کرنے والا رُوح القدس ایمان دار کی وہ قوت ہے جو تاریک ولولوں کو زیر کرتی ہے۔

۲۔ خادم کی گلیل میں ابتدائی خدمت (۱: ۱۴ - ۳: ۱۲)

ا۔ خادم اپنی خدمت کا آغاز کرتا ہے (۱: ۱۴، ۱۵)

مرقس خداوند کی یہودیہ میں خدمت (دیکھئے یوحنا ۱: ۱-۴: ۵۴) کا بیان حذف کر جاتا ہے اور اپنی بات گلیل میں عظیم خدمت سے شروع کرتا ہے جو کہ ایک سال اور نو ۹ ماہ کے عرصے پر محیط ہے (۱: ۱۴-۹: ۵۰)۔ اس کے بعد وہ پیریہ (یردن کے مشرق کا علاقہ) میں خدمت کے آخری حصے (۱۰: ۱-۱۰: ۴۵) کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے بعد یروشلیم میں خداوند کی زندگی کے آخری ہفتہ کا بیان کرتا ہے۔

"پھر۔۔۔ یسوع نے گلیل میں آکر خدا" کی بادشاہی "کی خوشخبری کی منادی کی"۔ اس کا خاص پیغام یہ تھا:

۱۔ "وقت پورا ہو گیا ہے"۔ نبوت کے مطابق زمانوں اور اوقات کا تعین ہو چکا تھا اور ایک تاریخ مقرر ہو چکی تھی جب بادشاہ کو علانیہ ظاہر ہونا تھا۔ اب وہ وقت آ پہنچا تھا۔

۲۔ "خدا کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے"۔ اب بادشاہ موجود ہے اور اسرائیل قوم کو بادشاہی کی حقیقی اور سچی پیشکش کر رہا ہے۔ "بادشاہی نزدیک" ان معنوں میں آگئی ہے کہ بادشاہ منظرِ عام پر آگیا ہے۔

۳۔ "توبہ کرو اور خوشخبری پر ایمان لاؤ" تاکہ تمہیں بادشاہی میں داخل ہونے کا حق حاصل ہو جائے۔ اب تمہیں گناہ سے منہ موڑ کر دوسری طرف کو رخ کرنا اور خداوند یسوع کے بارے میں خوشخبری پر ایمان لانا ہے۔

ب۔ ماہی گیروں کی بلاہٹ (۱: ۱۶-۲۰)

۱: ۱۶-۱۸۔ "گلیل کی جھیل کے کنارے کنارے جاتے ہوئے اس (یسوع) نے شمعون اور ۔۔۔ اندریاس کو جھیل میں جال ڈالتے دیکھا"۔ درحقیقت وہ ان سے پہلے مل چکا تھا۔ اور وہ اس کی خدمت کے آغاز ہی میں اس کے شاگرد بن چکے تھے (یوحنا ۱: ۴۰-۴۱)۔ اب اس نے ان کو بلایا کہ اس کے ساتھ ساتھ رہیں اور وعدہ کیا کہ "میں تم کو آدم گیر بناؤں گا"۔ انہوں نے اپنے ماہی گیری

کے نفع بخش کام کو فوراً خیرباد کہا اور اُس کے پیچھے ہو لئے۔ اُن کی فرمانبرداری فوری، بے لوث، ایثار سے پُر اور مکمل تھی۔

ماہی گیری ایک فن ہے۔ اِسی طرح رُوحوں کو جیتنا بھی ایک فن ہے۔

۱۔ اِس میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات گھنٹوں تنہائی میں اِنتظار کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ طُعمہ اور جال وغیرہ کے اِستعمال میں مہارت درکار ہوتی ہے۔

۳۔ اِس کام میں قوّتِ اِمتیاز اور عقلِ سلیم کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اُس مقام پر پہنچ سکیں جہاں مچھلیاں موجود ہوں۔

۴۔ اِس کام میں مُستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ماہی گیر آسانی سے حوصلہ نہیں ہارتا۔

۵۔ پھر ماہی گیری میں خاموشی اور سکوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہترین حکمتِ عملی یہ ہے کہ ہنگاموں اور خلل سے دُور رہا جائے اور اِنسان اپنے آپ کو پس منظر میں (بلکہ پسِ پردہ) رکھے۔

ہم مسیح کے پیرو بن کر ہی "آدم گیر" بن سکتے ہیں۔ ہم جس قدر اُس کی مانند ہوں گے اُسی قدر رُوحوں کو اُس کے لئے جیتنے میں کامیاب ہوں گے۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ "اُس کے پیچھے ہو لیں"۔ باقی کام وہ خود کرے گا۔

۱: ۱۹۔ ۲۰۔ "تھوڑی دُور" آگے "بڑھ کر" خُداوند یسوع نے "زبدی کے بیٹے یعقوب اور ... یُوحنا کو ... دیکھا۔ وہ اپنے جالوں کی مرمت کر رہے تھے۔ اُس نے جُونہی "اُن کو بُلایا"، وہ "اپنے باپ ... کو" خُدا حافظ کہہ کر "اُس کے پیچھے ہو لئے"۔

یسوع مسیح اب بھی اِنسانوں کو بُلا رہا ہے کہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہو لیں (لُوقا ۱۴: ۳۳)۔ مال ملکیت یا ماں باپ کو اجازت نہ دیں کہ وہ اِس حکم کی تعمیل کی راہ میں حائل ہوں۔

مُعجزہ	رہائی
۱۔ ایک آدمی کو ناپاک رُوح سے شفا دینا (۱: ۲۳۔ ۲۶)	۱۔ گُناہ کی ناپاکی سے۔
۲۔ شمعون کی ساس کو شفا دینا (۱: ۲۹۔ ۳۱)	۲۔ گُناہ کے بُخار اور بےچینی سے۔
۳۔ کوڑھی کو شفا دینا (۱: ۴۰۔ ۴۵)	۳۔ گُناہ کے گھِنونے پن سے۔
۴۔ مفلُوج کو شفا دینا (۲: ۱۔ ۱۲)	۴۔ گُناہ کی پیدا کردہ بےچارگی اور بےبسی سے۔

۵۔ سوکھے ہاتھ والے آدمی کو شفا دینا (۳:۱-۵)	۵۔ گناہ کے پیدا کردہ ناکارہ پن سے
۶۔ بدروح گرفتہ کو آزاد کرنا (۵:۱-۲۰)	۶۔ گناہ کے عذاب، تشدد اور دہشت سے
۷۔ عورت کو خون کے جاری ہونے سے شفا دینا (۵:۲۵-۳۴)	۷۔ گناہ کی اُس قوت سے جو زندگی کی قوتوں کو کھا جاتی ہے
۸۔ یائیر کی بیٹی کو زندہ کرنا (۵:۲۱-۲۴، ۳۵-۴۳)	۸۔ گناہ کے باعث روحانی موت سے
۹۔ سورفینیکی عورت کی بیٹی کو شفا دینا (۷:۲۴-۳۰)	۹۔ گناہ اور شیطان کی غلامی سے
۱۰۔ گونگے اور ہکلے آدمی کو شفا دینا (۷:۳۱-۳۷)	۱۰۔ خدا کے کلام کو نہ سن سکنے اور روحانی باتیں نہ کر سکنے کی کمزوری سے
۱۱۔ اندھے کی آنکھیں کھولنا (۸:۲۲-۲۶)	۱۱۔ انجیل کی روشنی نہ پہچاننے والے اندھے پن سے
۱۲۔ بدروح گرفتہ لڑکے کو شفا دینا (۹:۱۴-۲۹)	۱۲۔ شیطان کی حاکمیت کے ظلم سے
۱۳۔ اندھے برتمائی کو بینا کرنا (۱۰:۴۶-۵۲)	۱۳۔ اُس اندھے پن اور محتاجی کی پستی سے جس میں گناہ مبتلا کر دیتا ہے

ج۔ ایک ناپاک روح کو نکالنا (۱:۲۱-۲۸)

آیات ۲۱-۳۴ میں خداوند کی زندگی کے ایک عام دن کی مصروفیات کی جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔ طبیبِ اعظم بدروح گرفتہ لوگوں اور بیماریوں میں مبتلا افراد کو شفا دیتا ہے۔ معجزے پر معجزہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

نجات دہندہ کے شفا دینے کے معجزات دکھاتے ہیں کہ وہ انسان کو گناہ کے خوفناک نتائج سے کس طرح رہائی دیتا ہے۔ اس کے لئے مندرجۂ بالا چارٹ ملاحظہ کریں۔

اگرچہ آج انجیل کی منادی کرنے والے کی یہ خاص بلاہٹ نہیں کہ وہ جسمانی شفا دینے کا کام کرے، مگر اُس کی مستقل بلاہٹ اور ذمہ داری یہ ہے کہ روحانی بیماریوں کا ازالہ کرے۔ کیا یہی وہ بڑے معجزے نہیں ہیں جن کا ذکر خداوند یسوع نے یوحنا ۱۴: ۱۲ میں کیا ہے کہ "جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ ان سے بھی بڑے کام کرے گا"؟

۱: ۲۱-۲۲- لیکن آیئے ہم پھر مرقس کے بیان کی طرف رجوع کریں۔ "کفرنحوم" میں یسوع "سبت کے دِن عبادت خانہ میں جا کر تعلیم دینے لگا۔" لوگوں کو احساس ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی اُستاد نہیں۔ اُس کی باتوں میں ایسی قدرت تھی جس سے انکار ممکن نہ تھا۔ اُس کی تعلیم اور انداز "فقیہوں" سے بالکل جُدا تھا۔ اُن کا تعلیم دینا بے جان سا تھا مگر یسوع کے جُملے گویا خُدا کے تیر تھے۔ اُس کی باتیں توجہ کو گرفت میں لے لیتی تھیں، مُلزم ٹھہراتیں اور چیلنج کرتی تھیں۔ فقیہ تو گھسے پٹے مذہب کی ہانک لگاتے تھے۔ خُداوند یسوع کی تعلیم میں کوئی غیر حقیقی بات نہ تھی۔ وُہ جو کچھ کہتا تھا اختیار کے ساتھ کہتا تھا کیونکہ جو کہتا تھا وُہ کرتا بھی تھا۔

جو شخص بھی خُدا کے کلام کی تعلیم دیتا ہے، لازم ہے کہ اِختیار کے ساتھ بولے ورنہ چُپ رہے۔ زبُور نویس کہتا ہے کہ "مَیں ایمان رکھتا ہُوں اِس لئے یہ کہوں گا" (زبُور ۱۱۶: ۱۰)۔ ۲-کرنتھیوں ۴: ۱۳ میں پولُس کے ہاں بھی اِنہی الفاظ کی بازگشت سُنائی دیتی ہے۔ اُن کا پیغام دِلی قائلیت سے پیدا ہوتا تھا۔

۱: ۲۳ "اُن کے عبادت خانہ میں ایک ایسا شخص تھا جس پر "ناپاک رُوح" کا قبضہ تھا یا وُہ رُوح اُس میں بستی تھی۔ اُس رُوح کو ناپاک اِس لئے کہا گیا ہے کہ شاید وُہ اُس آدمی کو جسمانی اور اخلاقی طور پر ناپاک رہنے پر مجبُور کرتی تھی۔ ہمیں اِحتیاط کرنی چاہئے کہ مُختلف اقسام کے پاگل پن یا ذہنی امراض کو بدرُوحوں کے قبضے سے گڈمڈ نہ کریں۔ یہ دونوں باتیں ایک دُوسری سے بالکل مختلف ہیں۔ بدرُوح گرفتہ شخص کے اندر بُری رُوح بستی اور اُس کی زِندگی کو کنٹرول کرتی ہے۔ ایسا شخص کئی دفعہ فوق الفطرت کرامات بھی کرتا ہے اور جب اُس کو خُداوند یسوع کی ذات اور کاموں کا سامنا ہو تو اکثر بے لگام ہو جاتا اور کُفر بکنے لگتا ہے۔

۱: ۲۴- غور کریں کہ بدرُوح نے "یسوع" کو پہچان لیا اور اُسے یُوں کہہ کر مخاطب کیا "اے یسوع ناصری! ..." "تُو خُدا کا قدُوس ہے"۔ اِس بات پر بھی غور کریں کہ اپنے لئے پہلے وُہ جمع کا صیغہ "ہمیں" اور پھر واحد کا صیغہ "مَیں" اِستعمال کرتا ہے۔ "ہمیں تجھ سے کیا کام؟ کیا تُو ہم کو ہلاک کرنے آیا ہے؟" اور "مَیں تجھے جانتا ہوں ..."۔ پہلے بدرُوح اپنے اور اُس آدمی دونوں کے لئے بولتی ہے اور بعد میں آدمی خود اپنے لئے بولتا ہے۔

۱: ۲۵-۲۶- "یسوع" کسی بدرُوح کی گواہی قبول نہیں کرتا، بے شک وُہ سچی ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اُس نے بدرُوح کو جھڑک دیا کہ "چُپ رہ"۔ پھر اُسے آدمی میں سے نکل جانے

کا حکم دیا۔ یہ کیسا تعجب انگیز منظر ہو گا کہ وہ آدمی مروڑا گیا، پھر بدرُوح کی دہشت انگیز چیخ سنائی دی اور اِس کے ساتھ ہی وہ آدمی میں سے نکل گئی۔

۱: ۲۷ - ۲۸۔ اِس معجزے سے چاروں طرف حیرانی کی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں کے لئے یہ نئی اور چونکا دینے والی بات تھی کہ ایک شخص صرف حکم دینے سے بدرُوح کو نکال سکتا ہے۔ وہ حیران تھے کہ کیا مذہبی تعلیم کا کوئی نیا مکتبِ فکر شروع ہو رہا ہے؟ "فی الفور" اِس معجزے کی "شہرت گلیل کی اُس تمام نواحی میں ہر جگہ پھیل گئی"۔ آگے بڑھنے سے پہلے ہم تین ۳ باتوں پر غور کریں گے:

۱۔ مسیح کی پہلی آمد سے زمین پر بدرُوحوں کی سرگرمیوں میں اچانک بے حد اضافہ ہو گیا۔

۲۔ مسیح کو اِن بدرُوحوں پر قدرت حاصل ہے۔ مسیح کی زمینی زندگی کے دوران جس طرح یہ قدرت ظاہر ہوتی رہی اِس سے واضح ہوتا ہے کہ بالآخر وہ شیطان اور اُس کے سارے چیلے چانٹوں پر فتح مند ہو گا۔

۳۔ جہاں بھی خدا کام کرتا ہے، وہاں شیطان مخالفت اور مزاحمت کرتا ہے۔ جتنے لوگ بھی خداوند کی خدمت کرنے کو قدم بڑھاتے ہیں، اُن کو توقع رکھنی چاہئے کہ ہر قدم پر ہماری مخالفت ہو گی۔ "کیونکہ ہمیں خون اور گوشت سے کشتی نہیں کرنا ہے بلکہ حکومت والوں اور اختیار والوں اور اِس دُنیا کی تاریکی کے حاکموں اور شرارت کی اُن رُوحانی فوجوں سے جو آسمانی مقاموں میں ہیں" (افسیوں ۶: ۱۲)۔

د۔ پطرس کی ساس شفا پاتی ہے (۱: ۲۹ - ۳۱)۔

"فی الفور" اِس کتاب کا مخصوص لفظ ہے اور اِس انجیل کے لئے جو خداوند یسوع کے "خادمانہ" کردار کو اُجاگر کرتی ہے خاص طور پر موزوں ہے۔

۱: ۲۹، ۳۰۔ "عبادت خانہ سے نکل کر" خداوند یسوع شمعون کے گھر آیا۔ وہاں پہنچتے ہی اُسے خبر دی گئی کہ "شمعون کی ساس تپ میں پڑی" ہے۔ آیت ۳۰ میں بیان ہوا ہے کہ "اُنہوں نے فی الفور اُس کی خبر اُسے دی"۔ اُنہوں نے اُس کی ضرورت کو طبیبِ اعظم سے بیان کرنے میں کوئی وقت ضائع نہ کیا۔

۱: ۳۱۔ یسوع نے ایک لفظ کہے بغیر "اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اُٹھایا" تو اُس نے "فی الفور" شفا پائی۔ عام طور پر تپ اِنسان کو کمزور کر دیتی ہے مگر خداوند نے اُسے نہ صرف شفا بخشی بلکہ

خدمت کرنے کے لئے قوت اور طاقت بھی عطا کی۔ "اور وہ اُن کی خدمت کرنے لگی"۔ جے۔ آر ملر کہتا ہے:

"ہر بیمار شخص جو عام یا غیر معمولی طریقے سے شفا پاتا ہے، اُسے چاہیئے کہ جلد از جلد خداوند کی خدمت میں لگ جائے اور بقیہ زندگی اُسی کی خدمت کرتے ہوئے گزار دے۔

بہت سے افراد ہمیشہ آہیں بھرتے رہتے ہیں کہ ہمیں مسیح کی خدمت کا موقع نہیں ملتا۔ وہ کسی شاندار اور عمدہ قسم کی خدمت کا تصور کئے بیٹھے رہتے ہیں۔ لیکن اس دوران اُن کے ہاتھوں سے وہ باتیں نکلتی چلی جاتی ہیں جن میں مسیح اُن سے اپنی خدمت لینا چاہتا ہے۔ مسیح کی حقیقی خدمت یہ ہے کہ انسان اپنے روزمرہ کے فرائض کو پہلے اور اچھی طرح سے ادا کرے"۔

یہ بات بھی صاف نظر آتی ہے کہ شفا کے ہر معجزے میں منجی کا طریقۂ کار فرق ہے۔ اِس طرح ہمیں یاد دلایا گیا ہے کہ کوئی دو افراد ایک ہی طریقہ سے ایمان نہیں لاتے۔ ہر فرد سے انفرادی سطح پر معاملہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

پطرس کی ساس بھی تھی۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں مجرد کہانت (خادمانِ دین کا کنوارا رہنا) کا کوئی تصور نہیں تھا۔ یہ صرف آدمیوں کی روایت ہے، پاک کلام سے اِس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ اِس سے بے شمار بُرائیاں جنم لیتی ہیں۔

۵۔ غروبِ آفتاب کے بعد شفا دینا (۱: ۳۲-۳۴)

دِن کے دوران یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی تھی کہ نجات دہندہ یہاں موجود ہے۔ جب تک سبت کا دِن رہا لوگوں کو ہمت نہ ہوئی کہ ضرورت مندوں کو اُس کے پاس لائیں۔ مگر "جب سورج ڈوب گیا" اور سبت کا دن ختم ہو گیا تو پطرس کے دروازے پر بھیڑ لگ گئی اور "بیماروں کو اور اُن کو جن میں بدروحیں تھیں" اُس قدرت کا تجربہ ہوا جو گناہ کی ہر صورت اور بیماری کے ہر مرحلے سے رہائی دلاتی ہے۔

۱: ۳۵۔ یسوع "دن نکلنے سے بہت پہلے" اُٹھا اور باہر کسی "ایسی جگہ" پر گیا جہاں توجہ میں کسی قسم کا خلل نہ پڑ سکے اور "وہاں دُعا کی"۔ یہوواہ کا خادم ہر صبح اپنے کان خدا باپ کی

طرف لگاتا اور دن بھر کے لئے ہدایات حاصل کرتا تھا (یسعیاہ ۵۰: ۴-۵)۔ اگر خداوند یسوع کو صبح سویرے اپنے آسمانی باپ کی سنگت میں وقت گزارنے کی ضرورت تھی، تو ہمیں کتنی زیادہ ضرورت ہے! غور کریں کہ وہ اُس وقت دعا کرتا تھا جب اُسے کچھ قیمت (نیند) ادا کرنی پڑتی تھی۔ وہ اُٹھا اور "دن نکلنے سے بہت پہلے" باہر گیا۔ ہمیں دعا کو ذاتی سہولت اور آسائش کے مطابق وقت نہیں دینا چاہیے بلکہ یہ ایک باضابطہ زندگی کا باقاعدہ حصہ ہونا چاہیے۔ کیا اس سے واضح نہیں ہوتا کہ ہماری خدمت کا بیشتر حصہ غیر مؤثر کیوں رہتا ہے؟

۱: ۳۶-۳۷۔ جب تک "شمعون اور اُس کے ساتھی" بیدار ہو کر اُٹھے گھر کے باہر دوبارہ بھیڑ جمع ہو چکی تھی۔ شاگردوں نے جا کر خداوند کو بتایا کہ لوگوں کا جوش و خروش کس طرح بڑھتا جا رہا ہے۔

۱: ۳۸۔ حیرانی کی بات ہے کہ یسوع واپس شہر میں نہیں آیا بلکہ شاگردوں کو لے کر "آس پاس کے شہروں میں" چلا گیا اور وضاحت یہ کی کہ "تاکہ میں وہاں بھی منادی کروں"۔ وہ کفرنحوم میں واپس کیوں نہ آیا؟

اوّل۔ اُس نے ابھی ابھی دعا میں وقت گزارا تھا۔ اور خدا نے اُسے بتایا تھا کہ آج کیا کچھ کرنا ہے۔

دوم۔ اُسے معلوم تھا کہ کفرنحوم میں جو عام تحریک اُٹھی ہے، وہ سطحی ہے۔ منجی کو بڑی بڑی بھیڑ کے لئے کبھی کشش محسوس نہیں ہوتی تھی۔ وہ سطح سے نیچے نظر ڈالتا اور دیکھتا تھا کہ اُن کے دلوں میں کیا کچھ ہے۔

سوم۔ وہ مقبولیت کے خطرات سے آگاہ تھا لہٰذا وہ اپنے نمونے سے شاگردوں کو سکھاتا تھا کہ جب لوگ بڑی تعریفیں کر رہے ہوں تو خبردار رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

چہارم۔ وہ اُن مصنوعی، دکھاوے کے اور جذباتی مظاہروں سے ہمیشہ پہلوتہی کرتا تھا جن کے باعث تاج آگے آ جائے اور صلیب پیچھے رہ جائے۔

پنجم۔ اُس کا خاص زور کلام کی منادی پر تھا۔ شفا کے معجزات کا مقصد انسان کو دُکھوں اور تکالیف سے بچانا تھا لیکن وہ اِنہیں لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتا تھا تاکہ وہ اُس کی منادیں سُنیں۔

۱: ۳۹۔ چنانچہ یسوع "تمام گلیل میں اُن کے عبادت خانوں میں جا جا کر منادی کرتا اور بدروحوں کو نکالتا رہا"۔ وہ منادی کرنے اور عمل کرنے کو یکجا رکھتا تھا۔ وہ کہنے اور کرنے کو اکٹھا رکھتا تھا۔

۹- ایک کوڑھی کا پاک صاف کیا جانا (۱: ۴۰ - ۴۵)

اِس "کوڑھی" کے واقعہ میں ہمیں اُس دُعا کا نمونہ نظر آتا ہے جس کا خدا جواب دیتا ہے۔

۱- اِس دُعا میں دِل سوزی اور خلوص تھا۔ "اُس کی مِنّت کی"۔

۲- اِس دُعا میں عقیدت اور احترام تھا۔ "اُس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر"۔

۳- اِس دُعا میں اِنکساری اور عاجزی تھی۔ "اگر تُو چاہے"۔

۴- اِس دُعا میں ایمان تھا۔ "تُو ... کر سکتا ہے"۔

۵- اِس دُعا میں ضرورت کا اعتراف تھا۔ "مجھے پاک صاف کر"۔

۶- یہ دُعا مُبہم نہیں بلکہ واضح تھی۔ یہ نہیں کہ "مجھے برکت دے" بلکہ یہ کہ "مجھے پاک صاف کر"۔

۷- یہ شخصی دُعا تھی۔ "مجھے" پاک صاف کر۔

۸- یہ دُعا مختصر تھی۔ اصل زُبان میں صِرف پانچ لفظ استعمال ہُوئے ہیں۔

اَب غور کریں کہ کیا ہُوا۔

یسوع کو اُس پر "ترس" آیا۔ جب کبھی یہ الفاظ پڑھیں ہمارے دِل خُوشی، شادمانی اور شُکر گزاری سے بھر جانے چاہئیں۔

یسوع نے "اپنا ہاتھ بڑھایا"۔ ذرا سوچیں کہ عاجزی اور ایمان کی دُعا کے جواب میں خُدا اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے۔

یسوع نے اُسے "چھُوا"۔ شریعت کے مُطابق اگر کوئی شخص کسی کوڑھی کو چھُوتا تو رسمی طور پر ناپاک ہو جاتا تھا۔ اِس کے عِلاوہ یہ خطرہ بھی ہوتا تھا کہ چھُونے والے کو یہ بیماری لگ جائے۔ مگر قدوس ابنِ آدم بنی نوع اِنسان کی صف میں کھڑا ہو کر ... گُناہ کی تباہ کاری کو دُور کرتا ہے، لیکن خُود داغدار نہیں ہوتا۔

اُس نے کہا "مَیں چاہتا ہُوں"۔ ہم شِفا پانے کے اِتنے آرزومند نہیں ہوتے جِتنا وُہ شِفا دینے کا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا "تُو پاک صاف ہو جا"۔ اُسی لمحے کوڑھی کی جِلد صاف، نرم اور ملائم ہو گئی۔

اُس نے اُس آدمی کو مُعجزہ کو عام لوگوں میں مشہور کرنے سے منع کیا تاوقتیکہ پہلے جا کر

"کاہن کو" نہ دِکھائے اور مُقررہ نذر نہ گزرانے (احبار ۱۴: ۲ و مابعد)۔ اوّل تو یہ اُس آدمی کی فرمانبرداری کا اِمتحان تھا۔ کیا وُہ کہنے کے مُطابق کرے گا؟ مگر اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ وُہ اُس کا "چرچا" کرنے لگا۔ اور ایسا کرتے ہُوئے وُہ خُداوند کے کام میں رُکاوٹ کا باعث ہُوا (آیت ۴۵)۔ دُوسرے یہ کاہن کی قوّتِ اِمتیاز کا بھی اِمتحان تھا۔ کیا اُسے اِحساس ہو جائے گا کہ جس مسیحِ موعُود کے ہم اِتنے عرصے سے منتظر تھے، وُہ آ گیا ہے اور شِفا دینے کے عجیب مُعجزے دِکھاتا ہے؟ اگر وُہ اکثر اِسرائیلیوں جیسا تھا تو اُسے یہ اِحساس نہیں ہوگا۔ وُہ یہ اِمتیاز نہیں کر سکے گا۔

ہم پھر دیکھتے ہیں کہ یسوع بِھیڑ سے الگ چلا گیا اور "وِیران مقاموں" میں خِدمت کرتا رہا۔ وُہ کامیابی کو لوگوں کی تعداد سے نہیں ناپتا تھا۔

ز۔ ایک مفلُوج شِفا پاتا ہے (۲: ۱-۱۲)

۲: ۱-۴ ۔ کئی دِن بعد یسوع "کفرنحوم میں پھر داخل ہُوا"۔ خبر مِلتے ہی جس "گھر میں" وُہ تھا، اُس کے گرد "اِتنے آدمی جمع ہو گئے" کہ اندر جانے کا راستہ بھی رُک گیا۔ لوگ اِس مُعجزے کرنے والے کو مُعجزے کرتے ہُوئے دیکھنا چاہتے تھے۔ جب بھی خُدا قُدرت کے ساتھ عمل کرتا ہے تو لوگ کِھچے چلے آتے ہیں۔ نجات دہندہ اُن لوگوں کو "کلام سُنا رہا تھا"۔ بِھیڑ کے پیچھے "ایک مفلُوج" تھا۔ "چار آدمی" اُسے ایک چارپائی پر ڈال کر اُٹھا کر لائے تھے۔ بِھیڑ نے خُداوند یسوع تک پُہنچنے کا راستہ روک رکھا تھا۔ دُوسروں کو یسوع کے پاس لانے میں اکثر رُکاوٹیں ہوتی ہیں، مگر ایمان راستہ نِکال ہی لیتا ہے۔ یہ چاروں آدمی بھی گھر کی بیرُونی سیڑھیوں سے چھت پر چڑھ گئے۔ اُنہوں نے چھت کا وُہ حِصّہ اُدھیڑ دیا" جہاں یسوع تھا اور مفلُوج کو نیچے لٹکا کر یسوع کے سامنے اُتار دیا۔ کِسی نے اِن چاروں آدمیوں کو بُہت عُمدہ لقب دِئے ہیں —— ہمدردی، تعاوُن، قوّتِ اِیجاد اور اِستقلال —— ہمیں بھی ایسا دوست بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو ایسی خُوبیوں کے مالک ہوں۔

۲: ۵ ۔ "یسوع" نے اُن کے ایمان سے مُتاثر ہو کر "مفلُوج سے کہا، بیٹا، تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے"۔ یہ کہنا تو نہایت عجیب معلُوم ہوتا ہے۔ مسئلہ تو فالج کا تھا، نہ کہ گُناہ کا؟ مگر یسوع بیماری کی علامات سے آگے اُس کی وجہ تک پُہنچا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ وُہ جسم کو شِفا دے اور جان کو نظرانداز کر دے، دُنیاوی حالت کا علاج کرے اور ابدی حالت کو ہاتھ نہ لگائے۔ چنانچہ اُس

نے کہا کہ "تیرے گناہ معاف ہوئے"۔ کیسا عجیب اعلان تھا! ابھی، اِسی دُنیا میں، اِسی زندگی میں اُس آدمی کے "گناہ معاف ہو گئے"۔ اُس کو روزِ انصاف کے دِن کا انتظار نہ کرنا پڑا۔ اُس کو ابھی معافی کی یقین دہانی کرا دی گئی۔ جتنے لوگ بھی خداوند یسوع پر ایمان لاتے ہیں اُن سب کو یہ یقین دہانی حاصل ہوتی ہے۔

۲: ۶، ۷۔ فقیہوں کو اِس اِعلان کی اہمیت کا فوراً احساس ہو گیا۔ وُہ بائبل مُقدس کے عقائد کا اِتنا علم رکھتے تھے کہ جانتے تھے کہ "صِرف خُدا ہی گناہ مُعاف کر سکتا ہے"۔ اِس لئے جو کوئی گناہ مُعاف کرنے کا دعویٰ کرتا ہے وُہ خُدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہاں تک تو اُن کی منطق درست تھی، مگر وُہ خداوند یسوع کو الٰہی ذات تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے دِلوں میں اُس پر الزام لگا رہے تھے کہ "کُفر بکتا ہے"۔

۲: ۸، ۹۔ یسوع نے اُن کے خیالات پڑھ لئے۔ یہ بھی اِس بات کا ثبوت ہے کہ وُہ فوق الفطرت قدرت کا مالک ہے۔ اُس نے اُن سے یہ اشتعال انگیز سوال پُوچھا "آسان کیا ہے؟ مفلوج سے یہ کہنا کہ تیرے گناہ مُعاف ہوئے یا یہ کہنا کہ اُٹھ اور اپنی چارپائی اُٹھا کر چل پھر؟" دراصل کہنے میں تو دونوں باتیں یکساں آسان ہیں، مگر انسانی لحاظ سے دونوں ناممکن ہیں کیونکہ جیسے مفلوج کو چلانا ناممکن ہے ویسے ہی گناہ مُعاف کرنا محال ہے۔

۲: ۱۰-۱۲۔ یسوع اُس آدمی کے گناہوں کی مُعافی کا اعلان تو کر چُکا تھا مگر کیا حقیقتاً "گناہ مُعاف ہو گئے" تھے؟ فقیہ دیکھ تو نہیں سکتے تھے کہ گناہ مُعاف ہو گئے ہیں اِس لئے وُہ یقین نہیں کر سکتے تھے۔ یہ دِکھانے کے لئے کہ آدمی کے گناہ واقعی مُعاف ہو گئے ہیں مُنجی نے فقیہوں کے سامنے وُہ بات پیش کی جسے وُہ دیکھ سکیں۔ اُس نے مفلوج سے کہا "اُٹھ اور اپنی چارپائی اُٹھا کر چل پھر"۔ اُس آدمی نے اُسی لمحہ عملی جواب دِیا۔ لوگ "حیران ہو گئے"۔ اُنہوں نے پہلے کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا، مگر اِتنے زبردست ثبوت کے باوجود بھی فقیہ ایمان نہ لائے۔ اُنہوں نے یقین نہ کیا۔ ایمان لانے کے لئے نیت اور ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وُہ ایمان لانا چاہتے ہی نہ تھے۔

ح۔ لاوی کی بُلاہٹ (۲: ۱۳-۱۷)

۲: ۱۳، ۱۴۔ جب یسوع "جھیل کے کنارے" تعلیم دینے جا رہا تھا تو اُس نے "لاوی" کو محصول لیتے دیکھا۔ ہم لاوی کو متی کے نام سے جانتے ہیں جس نے بعد میں پہلی انجیل بھی لکھی۔

وُہ تھا تو یہودی، مگر اُس کا پیشہ غیر یہودی تھا کیونکہ وُہ رُومی حکومت کے لئے ٹیکس جمع کرتا تھا اور یہودی رُومی حکومت سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ لوگ اِن آدمیوں کو دیانتدار بھی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُن کو حقیر جانتے، اُن سے نفرت کرتے اور کسبیوں کی طرح اُن کو مُعاشرے کا فضلہ مانتے تھے۔ تاہم لاوی کے حق میں یہ بات ابد تک قابلِ تعریف رہے گی کہ جُونہی اُس نے مسیح کی بلاہٹ سُنی تو سب کچھ وہیں چھوڑ کر "اُس کے پیچھے ہو لیا"۔ کاش ہم میں سے ہر شخص اُس کی مانند ہو کہ فوراً بے چُون وچرا فرمانبرداری کرے۔ اِس وقت تو یہ بڑی قُربانی معلُوم ہوگی، مگر اگلے جہان میں ہرگز قُربانی معلُوم نہ ہوگی۔ جس طرح شہید مشنری جم ایلیٹ نے کہا ہے کہ "وُہ شخص بیوقُوف نہیں ہوتا جو وُہ چیز دے دیتا ہے جسے وُہ پاس رکھ نہیں سکتا تاکہ وُہ کچھ حاصل کرے جسے کھو نہیں سکتا۔"

۱۵:۲۔ لاوی کے گھر میں ایک ضیافت کا اہتمام کیا گیا تاکہ وُہ اپنے دوستوں کو خُداوند یسوع سے مُتعارف کروائے۔ اُس کے اکثر دوست بھی اُسی کی طرح کے تھے یعنی "محصُول لینے والے اور گنہگار"۔ یسوع نے اُن کے ساتھ شامل ہونا قبُول کر لیا۔

۱۶:۲۔ "فقیہوں اور فریسیوں" کا خیال تھا کہ ہم نے اُس کا ایک بڑا قصُور پکڑ لیا ہے۔ لیکن براہِ راست اُس سے بات کرنے کی بجائے وُہ "اُس کے شاگردوں" کے پاس گئے اور اُن کے اِعتماد اور وفاداری کی جڑیں کاٹنے کی کوشش کی کہ یہ کیا بات ہُوئی کہ تمہارا اُستاد تو "محصُول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتا پیتا ہے"۔

۱۷:۲۔ "یسوع نے یہ سُن کر" اُن کو یاد دِلایا کہ تندرُست لوگوں کو طبیب یا ڈاکٹر کی ضرُورت نہیں ہوتی بلکہ صِرف بیماروں کو۔ فقیہہ سمجھتے تھے کہ ہم "تندرُست" ہیں۔ اِس لئے وُہ طبیبِ اعظم کی ضرُورت محسُوس نہیں کرتے تھے۔ محصُول لینے والے اور گنہگار اپنے گناہ اور قصُور کو مانتے اور اقرار کرتے تھے کہ ہمیں مدد کی ضرُورت ہے۔ یسوع اُن جیسے گنہگاروں کو بُلانے آیا تھا۔ جو لوگ اپنی راست بازی پر نازاں تھے، اُن کو بُلانے نہیں آیا تھا۔

اِس واقعہ میں ہمارے لئے بھی سبق ہے۔ ہمیں نہ صِرف اُن لوگوں کے ساتھ واسطہ رکھنا چاہئے جو مسیحیت اختیار کئے ہُوئے ہیں بلکہ بے دِین لوگوں کے ساتھ بھی دوستی کرنی چاہئے تاکہ اُن کو اپنے خُداوند اور نجات دہندہ سے مُتعارف کرا سکیں۔ لیکن گنہگاروں کے ساتھ دوستی کرنے میں کوئی ایسا کام نہ کریں، نہ ایسے کاموں میں شریک ہوں جن میں ہمیں اپنی گواہی کا سمجھوتا کرنا پڑے۔ نہ غیر نجات یافتہ لوگوں کو موقع دیں کہ وُہ ہمیں گھسیٹ کر اپنی سطح پر لے جائیں بلکہ ہم پہل

کریں کہ دوستی مثبت رُخ میں چلے اور رُوحانی لحاظ سے مُمِد و مُعاون ثابت ہو۔ شریر دُنیا سے الگ ہو جانا آسان ہے مگر یسوع نے ایسا نہیں کیا تھا، نہ اُس کے پیروؤں کو کرنا چاہیئے۔

فقیہوں کا خیال تھا کہ یسوع کو گنہگاروں کا دوست کہنے اور مشہور کرنے سے ہم اُس کی شہرت اور نیک نامی کو برباد کر دیں گے، مگر جس بات کو وُہ باعثِ ذلّت سمجھتے تھے وُہ باعثِ تحسین ثابت ہُوئی۔ تمام مخلصی یافتہ لوگ بڑی خوشی سے اُسے گنہگاروں کا دوست تسلیم کرتے ہیں اور اِسی سبب سے اَبد تک اُس سے محبّت رکھیں گے۔

ط۔ روزہ کے مُتعلق مناظرہ (۲: ۱۸ - ۲۲)

۲: ۱۸۔ "یُوحنّا" بپتسمہ دینے والے کے "شاگرد اور فریسی روزہ" رکھتے تھے۔ پُرانے عہدنامہ میں یہ دستور گہرے غم اور افسوس کے اظہار کے لئے مقرر تھا، مگر اب تک اِس کا اصل مقصد و مفہوم بڑی حد تک نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا اور روزہ ایک عام رسم بن کر رہ گیا تھا۔ فریسیوں نے دیکھا کہ یسوع کے "شاگرد روزہ نہیں رکھتے"۔ شاید وُہ اُن سے حسد کرتے اور خود ترسی کا بھی شکار تھے، اِسی لئے اُنہوں نے خُداوند سے وضاحت چاہی۔

۲: ۱۹ - ۲۰۔ جواب میں یسوع نے اپنے شاگردوں کو "دُلہا" کے ساتھیوں یا دوستوں کے مشابہ ٹھہرایا۔ وُہ خود دُلہا ہے۔ جب تک وُہ اُن کے ساتھ تھا اُنہیں کسی غم کے اظہار کی ضرورت نہ تھی۔ مگر وُہ دِن آ رہے تھے جب وُہ "اُن سے جُدا کیا جائے گا"۔ اُس وقت اُن کے لئے روزہ رکھنے کا موقع ہوگا۔

۲: ۲۱۔ اِس کے ساتھ ہی یسوع نے دو مثالیں دیں جن کا مقصد ایک نئے دَور کا اعلان کرنا تھا جو پچھلے دَور سے بالکل الگ اور مختلف ہوگا۔ پہلی مثال میں "کورے کپڑے کے پیوند" کا ذِکر ہے یعنی ایسا کپڑا جس کو دھویا بھگو کر سُکڑاؤ کے عمل سے نہیں گزارا گیا۔ اگرچہ یہ پیوند "پُرانی پوشاک" میں لگا دیا جائے تو بالآخر سُکڑ جائے گا اور پوشاک کو بھی پھاڑ دے گا، اِس لئے کہ پُرانی پوشاک کا کپڑا کمزور ہوگا۔ یہاں یسوع پُرانے نظام کو پُرانی پوشاک سے تشبیہ دے رہا ہے۔ خُدا کا کبھی اِرادہ نہیں تھا کہ یہودیت میں مسیحیت کا پیوند لگا دِیا جائے۔ پُرانے دَور میں غم تھا جس کا اِظہار روزہ رکھنے سے کیا جاتا تھا۔ اب اُس غم کو ختم ہونا اور نئے دَور کی خوشی کے لئے جگہ خالی کرنا تھی۔

۲: ۲۲ - دُوسری مثال میں "نئی مے" کو "پُرانی مشکوں" میں بھرنے کا بیان ہے - چمڑے کی مشکیں پُرانی ہو کر لچک کھو دیتی ہیں - اگر اِن میں "نئی مے" بھری جائے تو اُس کے خمیر اُٹھنے کے دباؤ سے یہ مشکیں پھٹ جاتی ہیں - "نئی مے" مسیحی ایمان کی قدرت اور خُوشی کی تمثیل ہے - "پُرانی مشکیں" یہُودیت کی رسم پرستی اور ظاہری اشکال کو ظاہر کرتی ہیں - نئی مے کو نئی مشکوں کی ضرُورت ہوتی ہے - خُداوند کے شاگردوں کو روزہ کے غم ناک بندھن میں باندھنے سے یُوحنّا کے شاگردوں اور فریسیوں کو کُچھ فائدہ نہیں ہو سکتا تھا - خصُوصاً جس انداز میں اُن دِنوں روزہ رکھا جاتا تھا، اُس سے قطعاً کُچھ فائدہ نہیں تھا - نئی زِندگی کی خوشی اور جوش کو اظہار کا موقع مِلنا چاہئے - اِنسان نے جب بھی مسیحیت کو رسم پرستی کے ساتھ مِلانے کی کوشش کی ہے مسیحیت کو نُقصان ہی پہنچا ہے - خُداوند یسوؔع نے سِکھایا ہے کہ ان دونوں میں کوئی میل، کوئی موافقت نہیں - شریعت اور فضل دو متضاد اصُول ہیں -

ی - سبت کے بارے میں بحث (۲: ۲۳-۲۸)

۲: ۲۳-۲۴ - مسیح خُداوند نے ابھی ابھی یہُودیت کی روایت پرستی اور انجیل کی آزادی میں تصادم کے بارے میں تعلیم دی تھی - یہ واقعہ اِسی تصادم کی وضاحت کرتا ہے -

"اور یُوں ہُوا کہ وُہ سبت کے دِن کھیتوں میں ہو کر جا رہا تھا اور اُس کے شاگرد ... بالیں توڑنے لگے" - تاکہ انہیں کھائیں - اِس سے خُدا کے کسی قانون کی خِلاف ورزی نہیں ہوتی تھی، مگر قوم کے بزرگ تو بال کی کھال اُتارتے تھے - اُن کے مُطابق شاگردوں نے سبت کو توڑا تھا کہ "فصل کاٹی" تھی اور شاید "گاہی" بھی تھی (دانوں پر سے بھوسا اُتارنے کے لئے ہاتھوں میں مَلا تھا)!

۲: ۲۵، ۲۶ - خُداوند نے اُن کو جواب دینے کے لئے پُرانے عہدنامہ کے ایک واقعہ کا حوالہ دیا کہ "داؤد" اگرچہ بادشاہ ہونے کے لئے مسح ہو چُکا تھا مگر اُسے ردّ کر دیا گیا تھا - اور اُسے جنگلی جانور کی طرح شِکار کرنے کی کوشش ہو رہی تھی - جب ایک دِن اُس کی رَسد بالکُل ختم ہو گئی تو وُہ "خُدا کے گھر میں گیا اور اُس نے نذر کی روٹیاں کھائیں" اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلائیں - شریعت کے مُطابق نذر کی روٹیاں سوائے کاہنوں کے کسی اَور کو کھانا منع تھیں، لیکن خُدا نے داؤد کو ایسا کرنے پر نہیں جھڑکا - کیوں؟ اِس لئے کہ اِسرائیل میں حالات درُست نہیں تھے - جب تک داؤد کو بادشاہ کی حیثیت سے جائز مقام نہ دِیا جاتا خُدا نے اُس کو ایسا کام کرنے کی اجازت دے دی

جو عام حالات میں خلافِ شرع مانا جاتا۔

یہی صورتِ حال خداوند یسوع کو درپیش تھی۔ اگرچہ وہ ممسوح تھا مگر بادشاہی نہیں کر رہا تھا۔ یہی حقیقت کہ سفر کے دوران اُس کے شاگردوں کو بالیں توڑنی پڑیں ثابت کرتی ہے کہ اسرائیل میں حالات درست نہیں تھے۔ چاہیے تھا کہ فریسی خود یسوع اور اُس کے شاگردوں کی مہمان نوازی کرتے، مگر وہ تو ہر بات میں نکتہ چینی ہی کرتے تھے۔

اگرچہ داؤد نے نذر کی روٹیاں کھا کر حقیقت میں شریعت کو توڑا تھا مگر خدا نے اُسے نہیں جھڑکا تھا، تو یسوع کے شاگرد اُس سے کِس قدر زیادہ بے قصور تھے، جنہوں نے ویسے ہی حالات میں سوائے بزرگوں کی روایت کے کسی قانون کو نہیں توڑا تھا۔

آیت ۲۶ کہتی ہے کہ داؤد نے "ابیاتر سردار کاہن کے دِنوں میں ۔۔۔ نذر کی روٹیاں کھائیں"۔ مگر ۱-سموئیل ۲۱: ۱ کے مطابق اُن دنوں اخیملک سردار کاہن تھا۔ ابیاتر اُس کا باپ تھا۔ سردار کاہن داؤد کا حمایتی تھا۔ شاید اِس وفاداری کے باعث اُس نے اجازت دے دی کہ شریعت سے یوں ہٹ کر کام کیا جائے۔ یہ بہت غیر معمولی بات تھی۔

۲: ۲۷، ۲۸۔ خداوند یسوع نے بحث ختم کرتے ہوئے فریسیوں کو یاد دِلایا کہ خدا نے "سبت" کو اِنسان کے فائدہ کے لئے مقرر کیا تھا، اُسے سبت کا غلام بنانا مقصود نہ تھا۔ اُس نے مزید کہا "ابنِ آدم سبت کا بھی مالک ہے" کیونکہ سبت اُسی نے دِیا تھا۔ اِس لئے اُسے فیصلہ کرنے کا اختیار ہے کہ اِس روز کیا کرنا روا ہے اور کیا کرنے کی ممانعت ہے۔ بے شک سبت کا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ ضروری اور رحمدلی کے کاموں کی ممانعت ہو۔ مسیحیوں پر سبت کا ماننا فرض نہیں۔ یہ دِن یہودیوں کو دیا گیا تھا۔ مسیحیت کا اِمتیازی دِن 'خداوند کا دِن'، یعنی ہفتہ کا پہلا دِن ہے۔ مگر اُس دِن پر یہ کرو اور وہ نہ کرو کی پابندیاں عائد نہیں ہیں بلکہ یہ اعزاز اور اِستحقاق کا دِن ہے جب ایمان دار دُنیاوی ذمہ داریوں سے آزاد ہو کر خدا کی عبادت اور خدمت اور اپنی رُوحوں کی نشوونما کے لئے کچھ کر سکتے ہیں۔ ہمارے سامنے یہ سوال نہیں ہونا چاہیئے کہ "کیا خداوند کے دِن یہ کرنا روا ہے یا نہیں؟" بلکہ یہ کہ "میں کس طرح خدا کے جلال کے لئے یہ دِن بہتر طور پر بسر کر سکتا ہوں؟ کس طرح پڑوسی کے لئے باعثِ برکت ہو سکتا ہوں اور کس طرح رُوحانی ترقی کر سکتا ہوں؟"

ک۔ خادِم سبت کے دِن شفا دیتا ہے (۳: ۱-۶)

۳: ۱، ۲۔ سبت کے دِن ایک اَور مُعاملہ اُٹھ کھڑا ہُؤا۔ جب یسُوعؔ "عبادت خانہ میں پھر داخل ہُؤا" تو اُسے ایک آدمی مِلا "جس کا ہاتھ سُوکھا ہُؤا تھا"۔ چنانچہ یہ سُوال اُٹھا کہ کیا یسُوعؔ سبت کے دِن اِس آدمی کو اچھّا کرتا ہے یا نہیں؟" اگر کرتا تو فریسیوں کو اُس پر الزام لگانے کا موقع مِل جاتا، مگر یہ اُن کی خام خیالی تھی۔ ذرا اُن کی ریاکاری اور بدنیّتی دیکھئے! وُہ خود تو اُس آدمی کی مدد کے لئے کُچھ نہیں کر سکتے تھے اور اگر کوئی دُوسرا کُچھ کرنا چاہتا تو بُرا مانتے تھے۔ وُہ کوئی بہانہ چاہتے تھے کہ زِندگی کے خُداوند پر الزام لگائیں۔ اگر وُہ "سبت کے دِن" شفا دیتا تو بھُوکے بھیڑیوں کی طرح اُس پر جھپٹ پڑتے۔

۳: ۳، ۴۔ خُداوند نے اُس آدمی سے کہا "بیچ میں کھڑا ہو"۔ ہر طرف سے آنکھیں اُس پر لگی ہُوئی تھیں کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے! پھر خُداوند نے فریسیوں سے کہا "سبت کے دِن نیکی کرنا روا ہے یا بدی کرنا؟ جان بچانا یا قتل کرنا؟" اِس سُوال نے فریسیوں کی شرارت کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ وُہ سوچ رہے تھے کہ سبت کے دِن شفا کا معجزہ کرنا اِس شخص کے لئے روا نہیں جبکہ سبت کے دِن اُس کے قتل کا منصوبہ بنانا ہمارے لئے روا اور جائز ہے۔

۳: ۵۔ تعجّب کیسا کہ اُنہوں نے کُچھ جواب نہ دیا۔ وُہ گھبرا گئے اور کُچھ کہہ نہ سکے۔ لمحہ بھر کے توقف کے بعد "مُنجی" نے اُس آدمی کو حُکم دیا "اپنا ہاتھ بڑھا"۔ جَیسے ہی اُس نے ہاتھ بڑھایا اُس کی پُوری قُوّت عَود کر آئی۔ گوشت بھر کر معمُول کے سائز کا ہو گیا۔ اُس کی جھُرّیاں غائب ہو گئیں۔

۳: ۶۔ یہ بات فریسیوں کی برداشت سے باہر تھی۔ وُہ "باہر" نکل گئے اور جا کر "ہیرودِیوں" سے رابطہ قائم کیا جو کہ اُن کے روایتی دُشمن تھے۔ اور اُن سے "مشورہ کرنے لگے کہ اُسے (یسُوعؔ کو) کِس طرح ہلاک کریں"۔ ابھی سبت ہی کا دِن تھا۔ ہیرودیس نے یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کو مروا دیا تھا۔ شاید اُس کے ساتھی یسُوعؔ کو مار ڈالنے میں بھی اِسی طرح کامیاب رہیں۔ کم سے کم فریسیوں کو یہی اُمّید تھی۔

ل۔ بڑی بھیڑ خادِم کے گرد جمع ہو جاتی ہے (۳: ۷-۱۲)

۳: ۷-۱۰۔ عبادت خانے سے نِکل کر یسُوعؔ گلیل کی "جھیل کی طرف چلا گیا"۔ بائبل مُقدّس

میں جھیل اکثر غیر قوموں کی علامت ہوتی ہے۔ اِس لئے شاید اُس نے یہ ظاہر کیا ہو کہ مَیں یہودیوں کو چھوڑ کر غیر قوموں کی طرف جا رہا ہوں۔ اب نہ صرف گلیل سے بلکہ دُور دُور کے علاقوں سے بھی ایک بڑی بِھیڑ اُس کے پاس آ جمع ہوئی۔ بِھیڑ اتنی بڑی تھی اور شِفا پانے کے لئے اُس پر گری پڑتی تھی کہ یسوع نے کہا کہ "ایک چھوٹی کشتی میرے لئے تیار رہے تاکہ وہ مجھے دبا نہ ڈالیں"۔

۳: ۱۱، ۱۲- جب بِھیڑ میں موجود ناپاک رُوحیں پُکار پُکار کر کہتیں کہ "تُو خُدا کا بیٹا ہے" تو وہ "اُن کو بڑی تاکید کرتا تھا کہ مجھے ظاہر نہ کرنا"۔ جیسے پہلے بیان ہُوا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ بدرُوحیں میری گواہی دیں۔ اُس نے اِنکار نہیں کیا کہ مَیں خُدا کا بیٹا ہُوں۔ صرف اِظہار کے لئے وقت اور طریقہ کو کنٹرول کر رہا تھا۔ یسوع شِفا دینے کی قدرت رکھتا تھا مگر معجزے صِرف اُن پر ظاہر ہوتے تھے جو مدد حاصل کرنے کو آتے تھے۔ یہی حال نجات کا ہے۔ نجات دینے کے لئے اُس کی قدرت سب کے لئے کافی ہے، مگر استعمال صرف اُن کے لئے ہوتی ہے جو اُس پر بھروسا کرتے ہیں۔

خُداوند کی خدمت سے ہم سیکھتے ہیں کہ ضرورت بذاتِ خُود بُلاہٹ نہیں بن جاتی۔ ضرورت تو ہر جگہ تھی۔ یسوع خُدا باپ کی ہدایات پر ہی چلتا تھا کہ کہاں اور کب خدمت کرنی ہے۔ لازم ہے کہ ہم بھی ایسا ہی کریں۔

۳- خادِم کا شاگردوں کو بُلانا اور تربیّت دینا

(۳: ۱۳- ۸: ۳۸)

ا- بارہ شاگرد چُنے جاتے ہیں (۳: ۱۳- ۱۹)

۳: ۱۳- ۱۸- یسوع کے سامنے ساری دُنیا میں مُنادی کرنے کا کام تھا۔ اُس نے "بارہ" شاگردوں کو مُقرر کیا۔ خُود اِن آدمیوں میں کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ یسوع کے ساتھ تعلق نے ہی اُنہیں وہ کُچھ بنا دیا جو کُچھ وہ تھے۔

یہ نوجوان آدمی تھے۔ جیمز اے سٹوارٹ اِن شاگردوں کی جوانی پر شاندار تبصرہ کرتا ہے کہ:

"مسیحیت نوجوانوں کی تحریک کے طور پر شروع ہُوئی ... بدقسمتی سے یہ ایسی حقیقت ہے جس کو مسیحی آرٹ اور مسیحی منادی اکثر چُھپا دیتی ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ شاگردوں کا اوّلین گروہ نوجوانوں پر مشتمل تھا۔ اِس لئے حیرت کی بات

نہیں کہ مسیحیت اِس دُنیا میں نوجوانوں کی تحریک کی حیثیت سے داخل ہوئی۔ جب شاگرد یسوع کے پیچھے ہو لئے تو اکثر کی عمر بیس۲۰ اور تیس۳۰ برس کے درمیان تھی۔ ہمیں کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ خود یسوع نے اپنی زمینی خدمت کو اُس وقت شروع کیا جب جوانی کی "شبنم" (زبور ۱۱۰: ۳) سے تر تھا (اِس زبور کا اِطلاق پہلے یسوع نے اپنے آپ پر اور پھر رسولی کلیسیا نے بھی اُس پر کیا)۔ یہ فطری جبلت تھی جس کے ماتحت بعد کے دَور کے مسیحیوں نے زیرِ زمین مقامات کی دیواروں پر اپنے مالک کی شبیہ بنائی تو اُسے کسی بوڑھے، تھکے ماندہ اور دردوں سے بے حال شخص کی صورت میں نہیں، بلکہ نوجوان چرواہے کی صورت میں دِکھایا جو صبح سویرے پہاڑیوں پر نکل جاتا ہے۔

ے جب کرتا ہُوں میں گردش پر دھیان جہاں جلال کے نوجوان شہزادہ نے مَوت سہی

کون ہے جو جوانی کی چلبلاہٹ اور شجاعت کو سمجھ سکتا ہے۔ کون ہے جو جوانی کی تنہائی اور خوابوں کو جان سکتا ہے۔ کون ہے جو جوانی کی کشمکش اور زبردست آزمائشوں کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ سوائے یسوع کے کوئی نہیں۔ یسوع خوب جانتا تھا کہ جوانی کے دِن ہی خُدا کے لئے بہترین موقع ہوتا ہے۔ یہ وہ ایام ہوتے ہیں جب عجیب خوابیدہ خیالات جاگنے لگتے ہیں، جذبات انگڑائیاں لینے لگتے ہیں اور ساری دُنیا گویا بے نقاب ہونے لگتی ہے ... جب ہم اِن اوّلین بارہ۱۲ افراد کی کہانی کا مُطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے قائد کے پیچھے نامعلوم مقام کی طرف چل پڑتے ہیں۔ اُن کو پوری خبر نہیں کہ یہ کون ہے، یا ہم کیوں ایسا کر رہے ہیں اور یہ ہمیں کہاں لے جائیگا۔ اُس میں اُنہیں ایک مقناطیسی قوت محسوس ہوتی ہے۔ اُس کی رُوح میں کوئی ایسی چیز ہے جس نے اُنہیں اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ وہ مزاحمت نہیں کر سکتے۔ دوست اُن کا مذاق اڑاتے ہیں، دُشمن اُن کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔ کبھی اُن کے دِلوں میں شکوک و شبہات کے طوفان اُٹھتے ہیں، اور کبھی تو وہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہم اس سارے مُعاملے سے لاتعلق ہو جاتے تو اچھا تھا، لیکن پھر بھی اُس کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ اپنی اُمیدوں کے کھنڈرات سے نکل کر ایک بہتر وفاداری کی طرف قدم مارتے ہیں"۔

۱۔ Catacombs

اُن بارہ[۱۲] کی بُلاہٹ کے پیچھے سہ گُونا مقصد تھا (۱) وُہ "اُس کے ساتھ رہیں"۔ (۲) "وُہ اُن کو بھیجے کہ منادی کریں" اور (۳) وُہ بیماروں کو شفا دینے اور "بدرُوحوں کو نکالنے کا اختیار رکھیں"۔

پہلے تو اُن کی تربیت کی ضرورت تھی۔ علیحدگی میں تیاری اِس سے پیشتر کہ لوگوں کے درمیان علانیہ منادی کر سکیں۔ یہ خدمت کا بنیادی اصول ہے۔ ضرور ہے کہ ہم "اُس کے ساتھ" وقت گزاریں، اِس سے پیشتر کہ ہم خُدا کے نمائندے بن کر باہر نکلیں۔

دُوسرے۔ اُن کو "منادی" کرنے کے لئے بھیجا گیا کہ خُدا کے کلام کا اعلان کریں۔ اُن کی منادی کا بُنیادی طریقہ یہی تھا اور اِسی کو ہمیشہ مرکزیت حاصل رہنی چاہیئے۔ کسی دُوسری بات کو اِس پر سبقت نہیں دی جا سکتی۔

تیسرے۔ اُن کو فوق الفطرت "اِختیار" دیا گیا۔ "بدرُوحوں کو نکالنے" سے تصدیق ہوگی کہ شاگردوں کے وسیلے سے خُدا کلام کر رہا ہے۔ بائبل مُقدّس ابھی تک مکمّل نہیں ہُوئی تھی۔ معجزے ہی خُدا کے پیغمبروں کی سَند تھے۔ آج ہمیں خُدا کے مکمّل کلام تک رسائی حاصل ہے۔ ہماری ذمّہ داری ہے کہ مُعجزوں کے ثبوت کے بغیر اِس کا یقین کریں۔

۱۹:۳ — رسُولوں کے درمیان "یہوداہ اِسکریوتی" کا نام بہت نُمایاں نظر آتا ہے۔ یہ بات ایک مُعمّا، ایک اَسرار لگتی ہے کہ جس شخص کو رسُول ہونے کے لئے چُنا گیا وُہ غدّار نکلا "جس نے یسُوع کو پکڑوا بھی دیا"۔ مسیحی زندگی میں سب سے بڑا دُکھ یہ ہوتا ہے کہ کوئی فردِ مُنجی اور خُداوند کی طرف سے مُنہ موڑ کر پھر اُس دُنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہے جس نے اُسے مصلوب کیا تھا۔ حالانکہ کُچھ عرصہ پہلے وہی شخص بہُت مخلص، اور خُداوند کے کام کا دِلدادہ تھا۔ باقی گیارہ[۱۱] خُداوند کے سچّے شاگرد ثابت ہوئے اور اُن کے وسیلے سے خُداوند نے دُنیا کی کایا پلٹ دی۔ وُہ دُوسروں تک پہنچے، منادی کی اور اپنے جیسے افراد پیدا کئے۔ یہ حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اور ایک لحاظ سے ہم اُس کی خدمت کا پَھل ہیں۔ کُچھ کہا نہیں جا سکتا کہ مسیح کے لئے جو اثر آج ہم پیدا کرتے ہیں وُہ کہاں تک پہنچے گا۔

ب۔ ناقابلِ مُعافی گُناہ (۳:۲۰-۳۰)

۳: ۲۰-۲۱ — یسُوع اُس پہاڑ سے اُترا جہاں اُس نے اپنے شاگردوں کو اپنے گلیلی گھر میں بُلایا تھا۔ "اور اتنے لوگ پھر جمع ہوگئے کہ وُہ کھانا بھی نہ کھا سکے"۔ جب "اُس کے عزیزوں

نے یہ سُنا" تو وُہ بھی سوچنے لگے کہ اُس کا دماغ چل گیا ہے، "بےخُود ہے" اور کوشش کرنے لگے کہ اُسے پکڑ کرلے جائیں ۔ بے شک وُہ اپنے خاندان کے ایک فرد کے مذہبی جوش اور سرگرمی دیکھ کر گھبرا گئے بلکہ سراسیمہ ہو گئے تھے ۔ جے ۔ آر ۔ ملر اس پر یوں تبصرہ کرتا ہے :

"اُنہوں نے اُس کے ناقابلِ تسخیر جوش اور ولولے کو دیکھا تو کچھ جواز نظر نہ آیا۔ سوائے اِس کے کہ وُہ "بےخُود" یا دیوانہ ہے ۔ آج بھی جب مسیح کا کوئی پرستار اپنے مالک کی محبت میں اپنے آپ تک کو بھول جاتا ہے تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ "دیوانہ ہوگیا ہے"۔ جس شخص کے اندر مذہب غیر معمولی جوش کی شمع روشن کر دیتا ہے یا جو اپنے مالک کے کام میں اوسط درجے کے مسیحی سے زیادہ سرگرم ہو جاتا ہے، اُس کو دیوانہ ہی قرار دیا جاتا ہے ۔

یہ اچھی قسم کی دیوانگی اور مفید قسم کا پاگل پن ہے ، مگر افسوس کہ کمیاب ہے ۔ اگر ایسے دیوانوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو ہمارے گرجوں کے سائے میں دَم توڑتی غیر نجات یافتہ رُوحوں کی تعداد اِتنی نہ ہوتی ۔ بشارتی خدمت کے لئے رُوپے پیسے کی کمی نہ ہوتی، گرجوں میں اِتنی نشستیں خالی نہ ہوتیں، دُعائیہ میٹنگوں میں خاموشی کے لمبے لمبے وقفے نہ ہوتے، سنڈے سکُول کے اُستادوں کی کمی نہ ہوتی ۔ کیسی جلالی بات ہو کہ سارے مسیحی اپنے مالک کی طرح "بےخُود" ہوں ۔ یا پَولُس کی مانند "دیوانے" ہوں۔ یہ جنُون زیادہ بُرا ہے کہ اِنسان اگلے جہان کے بارے میں سوچتا تک نہیں ۔ وُہ کھوئے ہُوؤں کے درمیان پھرتا رہتا ہے مگر اُن کی حالت پر رحم نہیں کھاتا، نہ اُن کی نجات کے لئے رتّی بھر کوشش کرتا ہے ۔ یہ بہُت آسان ہے کہ ہم ہلاک ہونے والے لوگوں کے بارے میں سوچتے نہیں، سَرد مہری کا رویّہ اپنائے رکھتے ہیں، اُن کی قطعاً فکر نہیں کرتے ۔ لیکن ہم اپنے بھائی کے مُحافظ ہیں (پیدائش ۴: ۹) ۔ یہ فرض میں کوتاہی ہے اور کوئی کوتاہی اِس سے بُری ہو نہیں سکتی کہ ہم اُس کی ابدی نجات کی فکر نہ کریں"۔

یہ حقیقت ہے کہ جو شخص خُدا کے جوش سے بھرا ہوتا ہے اپنے ہمعصروں کو ہمیشہ پاگل لگتا ہے ۔ ہم جس قدر مسیح کی مانند ہوں گے اُسی قدر ہمیں یہ غم انگیز تجربہ ہو گا کہ ہمارے دوست اور رشتہ دار ہمیں غلط سمجھتے ہیں ۔ اگر ہم اپنی قسمت بنانے اور دولت کمانے

کو قدم بڑھائیں تو سب ہماری حوصلہ افزائی کریں گے۔ اگر ہم مسیح کے لئے کٹڑپن کا مظاہرہ کریں گے تو سب طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں گے۔

۳: ۲۲۔ فقیہ اُسے "بے خود" نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُس پر الزام لگاتے تھے کہ یہ "بعل زبُول" یعنی "بدرُوحوں کے سردار کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتا ہے"۔ اِس نام "بعل زبُول" کا مطلب ہے "گوبر مکھیوں کا سردار (یا خداوند)" یا "غلاظت کا خُداوند"۔ (مزید تشریح کے لئے ملاحظہ کریں "قاموس الکتاب" از ڈاکٹر خیر اللّٰہ) ۔ یہ الزام نہایت ہی سنجیدہ، گھٹیا اور کافرانہ تھا۔

۳: ۲۳۔ پہلے تو یسوع نے اِس الزام کو غلط ثابت کیا۔ پھر یہ الزام لگانے والوں کا حشر بیان کیا کہ اگر مَیں بعل زبول کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتا ہُوں تو گویا شیطان اپنے ہی خلاف کام کر رہا ہے اور اپنے ہی مقاصد کو ناکام بنانے میں سرگرمِ عمل ہے۔ اُس کا مقصد تو بدرُوحوں کی مدد سے اِنسانوں کو اپنے قابو میں رکھنا ہے، اُن سے آزاد کرانا نہیں ہے۔

۳: ۲۴-۲۶۔ جس "سلطنت ... اور گھر"... اور شخصیت میں "پھوٹ پڑ جائے" وہ قائم نہیں رہ سکتا۔ کسی بھی سلطنت کے قائم رہنے کا انحصار باطنی تعاون پر ہے، مخاصمت اور دُشمنی پر نہیں۔

۳: ۲۷۔ چنانچہ فقیہوں کا الزام بالکل غلط تھا۔ حقیقت میں خُداوند تو جو وہ کہہ رہے تھے اِس کے قطعی اُلٹ کر رہا تھا۔ اُس کے معجزوں سے ابلیس کی جواں مردی نہیں بلکہ زوال ظاہر ہوتا تھا۔ اِسی لئے مُنجّی نے وضاحت کی کہ "کوئی آدمی کسی زور آور کے گھر میں گھس کر اُس کے اسباب کو لُوٹ نہیں سکتا جب تک وہ پہلے اُس زور آور کو نہ باندھ لے"۔

وہ "زور آور" شیطان ہے۔ "گھر" سے مُراد اُس کا دائرۂ اختیار یا سلطنت ہے۔ "اسباب" وہ لوگ ہیں جن پر وہ فرمانروائی کرتا ہے اور یسوع وہ ہستی ہے جو شیطان کو باندھتا اور "اُس کے گھر" کو لُوٹتا ہے۔ مسیح کی آمدِ ثانی پر شیطان باندھا اور ایک ہزار سال کے لئے اتھاہ گڑھے میں ڈالا جائے گا۔ اپنی زمینی زندگی کے دَوران مُنجّی کا بدرُوحیں نکالنا دراصل اِس بات کی علامت تھی کہ بالآخر وہ ابلیس کو پُورے طور پر باندھ دے گا۔

۳: ۲۸-۳۰۔ اِن آیات میں خُدا نے اُن فقیہوں کے حشر اور انجام کا بیان کیا ہے جو ناقابلِ مُعافی گُناہ کے مُرتکب تھے۔ یسوع تو رُوح القدس کی قُدرت سے بدرُوحوں کو نکالتا تھا جبکہ اُنہوں نے اِلزام لگایا کہ وہ بدرُوحوں کی قُوّت سے بدرُوحوں کو نکالتا ہے۔ اِس طرح دراصل

وُہ رُوح القدُس کو ایک بدرُوح قرار دے رہے تھے۔ یہی "رُوح القدُس کے حق میں کُفر ہے"۔ ہر قسم کے گُناہ مُعاف ہو سکتے ہیں، لیکن اِس خاص گُناہ کی مُعافی نہیں ہے۔

ج۔ خادِم کی حقیقی ماں اور بھائی (۳: ۳۱-۳۵)

یسُوع کی "ماں" مریم اور "اُس کے بھائی" اُس سے مِلنے آئے، مگر بھیڑ کے سبب وُہ اُس تک پہنچ نہ سکے۔ اِس لئے اُسے پیغام بھیجا کہ ہم "باہر" تیرا اِنتظار کر رہے ہیں۔ جب پیغام لانے والے نے اُسے بتایا کہ "تیری ماں اور تیرے بھائی" تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں تو اُس نے اپنے گِرد بیٹھے ہُوئے لوگوں پر نظر دوڑا کر اِعلان کیا "کہ جو کوئی خُدا کی مرضی پر چلے وُہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے"۔

اِس سے کئی سبق حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ خُداوند یسُوع کے الفاظ مریم پرستی کے خِلاف سرزنش اور ملامت کا درجہ رکھتے ہیں۔ اُس نے بہ حیثیت اپنی طبعی ماں ہونے کے اُس کی بے عزّتی نہیں کی، مگر اِتنا ضرور کہا کہ رُوحانی رِشتے جسمانی رِشتوں پر سبقت رکھتے ہیں۔ مریم کی عزّت اِس بات میں زیادہ تھی کہ خُدا کی مرضی پُوری کرے، یسُوع کی ماں ہونے میں اِتنی وُقعت نہیں۔

۲۔ یہ واقعہ اِس عقیدہ کو بھی غلط ثابت کرتا ہے کہ مریم دائمی کُنواری ہے۔ یسُوع مریم کا پہلوٹھا تھا۔ مگر بعد میں اُس کے دُوسرے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہُوئیں (دیکھئے متّی ۱۳: ۵۵؛ مرقس ۶: ۳؛ یُوحنّا ۲: ۱۲؛ ۷: ۳، ۵، ۱۰؛ اعمال ۱: ۱۴؛ ۱۔کرنتھیوں ۹: ۵؛ گلتیوں ۱: ۱۹۔ نیز ملاحظہ کریں زبُور ۶۹: ۸)۔

۳۔ یسُوع خُدا کے مقاصد کو طبعی رِشتوں پر ترجیح دیتا تھا۔ وُہ اپنے پَیروؤں کو آج بھی کہتا ہے کہ "اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچّوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دُشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہو سکتا" (لُوقا ۱۴: ۲۶)۔

۴۔ کلام کا یہ حِصّہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ایمان دار اپنے ہم ایمان مسیحیوں کے ساتھ ایسے مضبوط رِشتوں سے بندھے ہیں کہ خُونی رِشتوں کے ساتھ نہیں بندھے، جبکہ یہ خُونی رِشتے دار غیر نجات یافتہ ہوں۔

۵۔ واضح ہوتا ہے کہ یسُوع خُدا کی مرضی کو پُورا کرنے کو کتنی اہمیّت دیتا ہے۔ کیا مَیں اِس معیار پر پُورا اُترتا ہُوں؟ کیا مَیں اُس کی ماں یا اُس کا بھائی (یا بہن) ہُوں؟

د۔ بیج بونے والے کی تمثیل (۴: ۱ ۔ ۲۰)

۴: ۱ ۔ ۲ ۔ یسوع "پھر جھیل کے کنارے تعلیم دینے لگا"۔ بھیڑ کے سبب سے پھر ضروری ہوگیا کہ وہ "ایک کشتی" کو پلپٹ بنالے ۔ وہ کشتی کو کنارے سے ذرا ہٹا لے گیا اور اپنے اردگرد کی طبعی دُنیا کی مثالوں سے رُوحانی "باتیں سکھانے لگا"۔ وہ دُنیائے فطرت میں رُوحانی حقائق اور سچائیاں دیکھ سکتا تھا۔ ہمارے لئے بھی یہ سچائیاں موجود ہیں بشرطیکہ دیکھیں۔

۴: ۳، ۴ ۔ اِس تمثیل کا تعلق "ایک بیج بونے والے" اور "بیج" اور "زمین" سے ہے۔ "راہ کے کنارے" کی زمین یا مٹی اِتنی سخت تھی کہ بیج اُس کے اندر نہیں جا سکتا تھا۔ چنانچہ "پرندوں نے آکر اُسے چُگ لیا"۔

۴: ۵، ۶ ۔ پتھریلی زمین پر مٹی کی تہ بہت پتلی تھی اور نیچے سخت چٹان تھی، اِس لئے بیج کی جڑیں گہری نہ جا سکیں۔

۴: ۷ ۔ جھاڑیوں والی زمین میں کانٹے دار جھاڑیاں تھیں۔ اِن جھاڑیوں نے بیج کی نشو ونما کو روک دیا اور دھوپ بھی اُس تک نہ پہنچنے دی، اِس لئے "وہ پھل نہ لایا"۔

۴: ۸، ۹ ۔ "اچھی زمین" گہری بھی تھی اور زرخیز بھی۔ اُس نے بیج کے لئے سازگار حالات مہیا رکھے۔ چنانچہ اُس میں گرنے والا بیج "کوئی تیس گنا، کوئی ساٹھ گنا، کوئی سو گنا پھل لایا"۔

۴: ۱۰ ۔ ۱۲ ۔ "جب" شاگرد "اکیلے" میں اُس کے ساتھ تھے تو اُنہوں نے پوچھا کہ وہ تمثیلوں میں باتیں کیوں کرتا ہے۔ اُس نے وضاحت کی کہ جو قبول کرنے والے دل رکھتے ہیں، صرف اُنہی کو "خدا کی بادشاہی کا بھید دیا گیا ہے"۔ نئے عہدنامہ میں "بھید" سے مُراد وہ سچائی ہے جس کا اب تک علم نہیں، اور یہ علم صرف خاص مکاشفہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ "خدا کی بادشاہی کا بھید" یہ ہے کہ:

۱۔ جب خداوند یسوع نے خود کو بنی اِسرائیل کے سامنے بادشاہ کی حیثیت سے پیش کیا تو اُسے رد کر دیا گیا۔

۲۔ زمین پر حقیقی معنوں میں بادشاہی قائم ہونے سے پہلے کچھ عرصے کا وقفہ ہوگا۔

۳۔ اُس عبوری دَور میں بادشاہی رُوحانی شکل میں موجود ہوگی۔ جتنے لوگ مسیح کو بادشاہ مانیں گے وہ بادشاہی میں شامل ہوں گے، مگر بادشاہ خود غیر حاضر ہوگا۔

۔ اُس عبوری دَور کے دَوران خدا کا کلام بویا جائے گا، مگر کامیابی کے درجات کم و بیش

ہوں گے ۔ کچھ لوگ واقعی ایمان لے آئیں گے جبکہ دُوسرے صرف نام کے ایماندار رہیں گے ۔ جتنے لوگ مسیحی ہونے کے دعویدار ہوں گے وُہ سب بادشاہی میں شامل ہوں گے جبکہ بادشاہی ظاہری شکل میں ہوگی ۔ لیکن جو حقیقی مسیحی ہوں گے صرف وُہی اُس کی اندرُونی حقیقت میں داخل ہوں گے ۔

آیات ۱۱ اور ۱۲ واضح کرتی ہیں کہ یہ حقیقت تمثیلوں میں کیوں بیان کی گئی ۔ خُدا اپنے خاندانی راز صرف اُنہی پر کھولتا ہے جن کے دِل کھُلے ہیں، جو قبول کرنے اور حُکم ماننے کو تیار ہیں، جبکہ اُن لوگوں سے سچّائی کو دانستہ چھُپایا جاتا ہے جو اُس نور کو رَدّ کر دیتے ہیں جو اُن کو عطا کیا جاتا ہے ۔ یسوع نے انہی لوگوں کے لئے کہا کہ "جو باہر ہیں" ۔ ایک عام قاری کو آیت ۱۲ کے الفاظ سخت اور غیر منصفانہ معلوم ہوتے ہیں کہ "تاکہ وہ دیکھتے ہُوئے دیکھیں اور معلوم نہ کریں، اور سُنتے ہوُئے سُنیں اور نہ سمجھیں ۔ ایسا نہ ہو کہ وُہ رجوع لائیں اور مُعافی پائیں" ۔

لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اِن لوگوں کو کتنا بڑا اِستحقاق اور اعزاز دیا گیا تھا ۔ خُدا کا بیٹا خُود اُن کے درمیان تعلیم دیتا اور بڑے بڑے مُعجزے کرتا رہا ۔ اُسے حقیقی مسیح موعُود تسلیم کرنے کی بجائے وُہ اُس وقت بھی اُسے رَدّ کر رہے تھے ۔ چُونکہ اُنہوں نے دُنیا کے نُور کو لات ماردی تھی، اِس لئے اُن کو اُس کی تعلیم کے نُور سے بھی محرُوم کر دیا گیا ۔ اَب سے وُہ اُس کے مُعجزے دیکھیں گے لیکن اُن کی رُوحانی اہمیّت کو نہیں سمجھیں گے، اُس کا کلام سُنیں گے مگر اُس میں موجُود گہرے سبقوں کو نہ جان سکیں گے ۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ انجیل کو آخری بار سُنتے ہیں ۔ یہ مُمکن ہے کہ فضل کے دِن کو گُناہ میں گنوا دیا جائے ۔ سچ ہے کہ کئی لوگ مخلصی کی حدُود سے آگے نکل جاتے ہیں (جہاں سے واپس نہیں آسکتے) ۔ ایسے مرد و زن بھی ہیں جنہوں نے نجات دہندہ کو قبُول کرنے سے اِنکار کر دیا ہے اور اُن کو پھر کبھی توبہ کرنے اور مُعافی پانے کا موقع نہیں ملے گا ۔ وُہ انجیل کی خوشخبری سُنیں گے، مگر اُن کے کان بھاری اور دِل بے حس ہو جائیں گے ۔ ہم کہتے ہیں کہ "جب تک سانس تب تک آس" مگر بائبل مُقدّس ایسے لوگوں کا ذکر کرتی ہے جو زندہ ہیں مگر اُن کے لیئے توبہ کی اُمید نہیں رہی (مثلاً عبرانیوں ۶: ۴-۶) ۔

۴: ۱۳ — ہم بیج بونے والے کی تمثیل کی طرف دوبارہ رجُوع کرتے ہیں ۔ خُداوند یسوع اپنے شاگردوں سے پُوچھتا ہے کہ جب تُم یہ سادہ سی تمثیل نہیں سمجھ سکے تو زیادہ مُشکل اور پیچیدہ تمثیلوں کو کیسے سمجھو گے ؟

۴: ۱۴ — مُنجّی نے "بیج بونے والے" کی شناخت نہیں کرائی ۔ وُہ خُود بھی ہو سکتا ہے اور اُس کے وُہ نمائندے بھی ہو سکتے ہیں جو کلام کی منادی کرتے ہیں ۔ اُس نے بتایا کہ "بیج" کلام ہے ۔

۴: ۱۵--۲۰- مختلف قسم کی زمینیں اِنسانی دِلوں کی نمائندہ ہیں کہ وُہ کلام کو کس طرح قبول کرتے ہیں۔

"راہ کے کنارے" کی زمین (آیت ۱۵) - یہ دِل سخت ہوتا ہے - ایسا شخص ضدّی اور غیر تربیّت پذیر ہوتا ہے - وُہ بڑی ہٹ کے ساتھ مُنجّی کو "نہ" کہتا ہے - پرندے "شیطان" کی تصویر پیش کرتے ہیں - وُہ "کلام" کو اُچک لے جاتا ہے - گنہگار پر پیغام کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وُہ چِکنا گھڑا ثابت ہوتا ہے - وُہ اگلی دُنیا یا آخرت کے بارے میں بے پروا اور بے حِس بنا رہتا ہے -

"پتھریلی زمین" (آیات ۱۶، ۱۷) - یہ شخص "کلام" کے لئے سطحی سا ردِّ عمل دِکھاتا ہے - جب خوشخبری کو قبول کرنے کے لئے پُر زور اپیل کی جاتی ہے تو شاید وُہ جذبات میں آ کر مسیح پر ایمان لانے کا اِقرار کر لیتا ہے مگر یہ صِرف ذہنی اِتفاقِ رائے ہوتا ہے وُہ شخص اپنے آپ کو دِل سے مسیح کے سپُرد نہیں کرتا - وُہ کلام کو "خُوشی سے قبُول کر" لیتا ہے لیکن بہتر ہوتا کہ وُہ اُسے گہرے پچھتاوے اور توبہ کے ساتھ قبُول کرتا - کُچھ عرصہ تک تو وُہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ چلتا ہے، مگر جب اپنے ایمان کے سبب اُسے "مُصیبت یا ظُلم" کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وُہ سمجھتا ہے کہ یہ قیمت بہُت بھاری ہے - اور سب کُچھ چھوڑ دیتا ہے - وُہ اُس وقت تک مسیحی ہونے کا اِقرار کرتا ہے جب تک سمجھتا ہے کہ مقبولیت اور ہر دِلعزیزی حاصِل ہو رہی ہے - لیکن مُصیبت اور ایذا رسانی اُس کی حقیقت کو ظاہر کر دیتی ہے -

"جھاڑیوں" والی زمین (آیات ۱۸، ۱۹) - اِن لوگوں کا آغاز بھی بڑا ہونہار ہوتا ہے - بظاہر وُہ سچّے ایمان دار ہوتے ہیں مگر جب وُہ اپنے کاروبار، دُنیاوی تفکرات اور امیر ہونے کی حرص میں گرفتار ہوتے ہیں تب رُوحانی باتوں میں اُن کی دِلچسپی کافُور ہو جاتی ہے اور بالآخر وُہ مسیحیت کو یکسر ترک کر دیتے ہیں -

"اچھی زمین" (آیت ۲۰) - یہاں کلام کو قطعی طور پر قبُول کیا جاتا ہے، خواہ اِس کی کتنی ہی قیمت ادا کرنی پڑے - یہ لوگ واقعی نئے سِرے سے پَیدا ہُوئے ہیں - وُہ مسیح بادشاہ کے وفادار رعایا ہوتے ہیں - دُنیا، جسم یا ابلیس اُن کے ایمان کو ہلا نہیں سکتا -

اچھی زمین والوں کے درمیان بھی پھَل لانے کے مختلف درجات پائے جاتے ہیں - "کوئی تیس گُنا، کوئی ساٹھ گُنا، کوئی سَو گُنا" پھَل لاتا ہے - کون سی بات پھَل لانے کے اِس درجے کا تعیّن کرتی ہے؟ سب سے زیادہ پھَلدار زِندگی وُہ ہوتی ہے جو کلام کو بے چُون و چرا، خُوشدِلی کے ساتھ اور

بلا توقف مانتی ہے اور اُس پر عمل کرتی ہے۔

۵۔ سُننے والوں کی ذمّہ داری (۴: ۲۱ - ۲۵)

۴: ۲۱۔ یہاں "چراغ" اُن سچائیوں کی نمائندگی کرتا ہے جو خُداوند نے اپنے شاگردوں کو سکھائیں۔ یہ سچائیاں "پیمانہ یا پلنگ کے نیچے" رکھنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ ضرور ہے کہ ان کو باہر کھُلی جگہ پر رکھا جائے تاکہ لوگ دیکھیں۔ اناج ناپنے کا "پیمانہ" ہمارا کاروبار بھی ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اِسی میں لگے رہیں تو جو وقت خُداوند کے کاموں میں صَرف ہونا چاہیے، وُہ بھی اُسی کی نذر ہو جاتا ہے۔ "پلنگ" آرام و آسائش یا سُستی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ دونوں ہی تبلیغی کام کی دُشمن ہیں۔

۴: ۲۲۔ یسوع لوگوں سے تمثیلوں میں باتیں کرتا تھا۔ بُنیادی سچائی "چھپی" ہوتی تھی، مگر خُدا کی مرضی یہ ہے کہ شاگرد اِن چھپی ہُوئی سچائیوں کو اُن دِلوں پر ظاہر کریں جو سُننے کو تیار ہیں۔ آیت ۲۲ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ خدمت کرتے ہُوئے شاگرد ہر وقت یاد رکھیں کہ وُہ دِن آ رہا ہے جب سب کچھ ظاہر کیا جائے گا۔ اُس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کاروبار اور ذاتی آرام و آسائش کو سبقت دی گئی تھی یا نجات دہندہ کی گواہی کو۔

۴: ۲۳۔ یہ الفاظ نہایت سنجیدہ ہیں۔ یہاں یسوع خاص تنبیہ کرتا ہے "اگر کسی کے سُننے کے کان ہوں تو سُن لے۔"

۴: ۲۴۔ اِس کے ساتھ ہی مُنجّی نے ایک اَور سنجیدہ تنبیہ کی "خبردار رہو کہ کیا سُنتے ہو"۔ اگر میں خُدا کے کلام سے کوئی حُکم سُنتا ہُوں مگر اُس کی تعمیل کرنے سے قاصر رہتا ہُوں تو اُسے دُوسروں تک نہیں پہنچا سکتا۔ تعلیم اور منادی اُسی وقت مُؤثر اور کامیاب ہوتی ہے جب لوگ سچائی کو منادی کرنے والے کی زِندگی میں دیکھتے ہیں۔

سچائی کو دُوسروں تک پہنچانے میں، اور اُن کو اِس میں شریک کرنے کے لئے ہم جس پیمانے سے ناپتے ہیں، وُہی سُود در سُود کے ساتھ ہمیں لوٹایا جائے گا۔ سبق تیار کرنے کے دَوران اُستاد عموماً شاگرد سے زیادہ سیکھتا ہے۔ ہم جو معمولی خرچ کرتے ہیں آئندہ اُس کا اجر کئی گُنا زیادہ ہے۔

۴: ۲۵۔ جب بھی ہم پر کوئی نئی سچّائی واضح ہوتی ہے اور ہم اُسے اپنی زِندگیوں میں حقیقی سچائی بننے کا موقع دیتے ہیں تو ضرور ہمیں مزید سچائی دی جاتی ہے۔ دُوسری طرف

اگر ہم سچائی پر عمل نہیں کرتے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم نے پہلے حاصل کیا تھا وہ بھی چھن جاتا ہے۔

و۔ بڑھنے والے بیج کی تمثیل (۴: ۲۶-۲۹)

یہ تمثیل صرف مرقس کی انجیل میں مرقوم ہے۔ اِس کی تشریح کم سے کم دو طرح سے کی جا سکتی ہے۔

(۱) وہ "آدمی" خداوند یسوع ہے جو اپنی زمینی خدمت کے دوران زمین میں "بیج" ڈالتا ہے۔ پھر آسمان پر واپس چلا جاتا ہے۔ وہ بیج بڑھنے لگتا ہے ــــــ اور پُراسرار طور پر، غیر محسوس طور پر، ناقابلِ تسخیر طور پر بڑھتا رہتا ہے۔ ایک معمولی اور چھوٹے سے آغاز سے حقیقی ایمانداروں کی بڑی فصل تیار ہو جاتی ہے۔ "جب اناج پک چکا...." تو اُسے آسمانی کھتّوں میں پہنچایا جائے گا۔

(۲) اِس تمثیل کا مقصد شاگردوں کی حوصلہ افزائی کرنا بھی ہو سکتا ہے: "بیج" بونا اُن کی ذمہ داری ہے۔ "وہ دن کو جاگ اور رات کو سو" سکتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ خدا کا کلام بے تاثیر اُس کے پاس واپس نہیں آئے گا بلکہ اُس کی مرضی کو پورا کرے گا۔ ایک پُراسرار اور معجزانہ عمل سے جس میں اِنسانی طاقت اور مہارت کا کچھ دخل نہیں ہوتا، یہ کلام اِنسانی دلوں میں کام کرتا اور خدا کے لئے پھل پیدا کرتا ہے۔ اِنسان پودا لگاتا اور پانی دیتا ہے، مگر پھل اور بڑھوتری خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ اِس تشریح میں ایک مشکل ہے جو آیت ۲۹ میں نظر آتی ہے کہ "کٹائی" کے وقت صرف خدا ہی "درانتی لگا" سکتا ہے۔ مگر تمثیل میں جب اناج پک جاتا ہے تو جس نے بیج بویا تھا وہی درانتی لگاتا ہے۔

ز۔ رائی کے دانے کی تمثیل (۴: ۳۰-۳۲)

۴: ۳۰-۳۲- یہ تمثیل "بادشاہی" کی ترقی اور بڑھتی کی تصویر پیش کرتی ہے کہ اِس کا آغاز "رائی کے دانے" کی طرح چھوٹا سا ہوتا ہے مگر اِتنا بڑا درخت بن جاتا ہے کہ "پرندے" اُس میں بسیرا کر سکتے ہیں۔ خدا کی بادشاہی کا آغاز ایک ایذا رسیدہ چھوٹے سے گروہ سے ہُوا۔ پھر یہ مذہب مقبول ہُوا اور حکومتوں نے اِسے سرکاری مذہب کے طور پر اپنایا۔

یہ ترقی بڑی ڈرامائی اور نمائشی، مگر غیر صحت مندانہ تھی کیونکہ اس میں اکثریت اُن لوگوں کی تھی جو بادشاہ کی تعریف صرف زُبان سے کرتے تھے، حقیقت میں ایمان نہیں لائے تھے۔

وانس ہیوفر کہتا ہے :

"جب تک کلیسیا کے چہرے پر زخموں کے داغ رہے وُہ ترقی کی راہوں پر گامزن رہی، جب اُسے تمغے سجانے لگے تو مقصد سے ہٹ گئی اور ناتواں ہونے لگی۔ کلیسیا کے لئے وُہ دِن عظیم تھے جب اُسے شیروں کے آگے ڈالا جاتا تھا، بہ نسبت اُن دِنوں کے جب وُہ سیزن ٹکٹ خرید کر تماشائیوں کی گیلری میں بیٹھنے لگی۔"

چنانچہ رائی کا درخت اُس مسیحیت کی تصویر پیش کرتا ہے جس کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ جس میں ہر قسم کے جھوٹے اُستادوں نے بسیرا کر لیا ہے۔ آج ہمیں بادشاہی کی صرف ظاہری صورت نظر آتی ہے۔

۳۳:۴-۳۴۔ یہ آیات ہمیں تعلیم دینے کے ایک اہم اصُول سے متعارف کراتی ہیں۔ یسوع لوگوں کو "اُن کی سمجھ کے مطابق کلام سُناتا تھا"۔ وُہ اُن کے گزشتہ علم کو بُنیاد بنا کر بات آگے بڑھاتا تھا۔ وُہ اگلا سبق دینے سے پہلے وقت دیتا تھا کہ پچھلا سبق اچھی طرح سمجھ لیں۔ وُہ اپنے سُننے والوں کی صلاحیت کا شعُور رکھتا تھا۔ وُہ اُن کو اُتنی ہی ہدایات دیتا تھا جتنی وُہ آسانی سے ہضم کر سکتے تھے (مزید دیکھئے یوحنا ۱۶: ۱۲؛ ۱۔ کرنتھیوں ۳: ۲؛ عبرانیوں ۵: ۱۲)۔ ہمارے بعض مبلغین کے انداز کو دیکھ کر تو لگتا ہے کہ یسوع نے یہ نہیں کہا تھا کہ "میری بھیڑیں چرا" بلکہ یہ کہ "میرے زرافے چرا"۔

اگرچہ یسوع کی عام تعلیم تمثیلوں میں ہوتی تھی، مگر علیحدگی میں وُہ "اپنے خاص شاگردوں سے سب باتوں کے معنی بیان کرتا تھا"۔ جو دِل سے چاہتے ہیں، وُہ اُن کو روشنی بخشتا ہے۔

ح۔ ہَوا اور پانی بھی خادم کا حُکم مانتے ہیں (۴: ۳۵-۴۱)

۳۵:۴-۳۷۔ "اُسی دِن جب شام ہُوئی" یسوع اور اُس کے شاگرد کشتی میں سوار ہو کر گلیل کی جھیل کے مشرقی ساحل کی طرف روانہ ہُوئے۔ اُنہوں نے پہلے سے کوئی تیاری نہیں کر رکھی تھی۔ دُوسری چھوٹی کشتیاں اُن کے پیچھے آنے لگیں۔ اچانک "بڑی آندھی" چلنے لگی۔ بڑی بڑی

"لہریں" اُٹھنے لگیں۔ خطرہ تھا کہ کشتی ڈوب جائے گی۔

۴: ۳۸-۴۱۔ یسوع کشتی میں "پیچھے کی طرف گدّی پر سو رہا تھا"۔ شاگرد اِنتہائی گھبرا گئے تھے۔ اُنہوں نے استاد کو "جگا" دیا اور شکایت کرنے لگے کہ "تجھے (ہماری) فکر نہیں"۔ خداوند نے "اُٹھ کر ہوا کو ڈانٹا اور پانی سے کہا چُپ رہ!" فوراً کامل "اَمن" ہوگیا۔ پھر یسوع نے اُنہیں خوفزدہ اور بے اعتقاد ہونے پر ڈانٹا۔ گو وُہ جانتے تھے کہ یسوع کون ہے تاہم وُہ اُس ہستی کی قدرت سے جو عناصرِ قدرت کو کنٹرول کرتا ہے نئے سرے سے متاثر ہُوئے۔

یہ واقعہ خداوند یسوع کی بشریت اور الُوہیت کو ظاہر کرتا ہے۔ وُہ کشتی کے پچھلے حِصّے میں سو رہا تھا —— یہ اُس کی بشریت ہے۔ اُس نے حکم دیا اور سمندر ساکن ہوگیا —— یہ اُس کی الُوہیّت ہے۔

یہ معجزہ ثابت کرتا ہے کہ وُہ عناصرِ قدرت پر اختیار رکھتا ہے۔ گزشتہ معجزے ثابت کرتے ہیں کہ وُہ بیماریوں اور بدرُوحوں پر اِختیار رکھتا ہے۔

اِس واقعہ سے ہماری حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ زندگی کے سارے طُوفانوں میں یسوع کے پاس آئیں اور یقین رکھیں کہ جب تک وُہ موجُود ہے کشتی کبھی نہیں ڈُوب سکتی۔

تُو وُہ خُداوند ہے جو گدّی پر سو رہا تھا،
تُو وُہ خُداوند ہے جس نے طوفانی سمندر کو ساکن کر دیا۔
اگر ہم تیرے ساتھ کشتی پر سُوار ہوں
تو ہوا کے جھکّڑوں اور لہروں کے تھپیڑوں کا کیا غم ؟ (ایمی کارمائیکل)

ط۔ بدرُوح گرفتہ گراسینی شفا پاتا ہے (۵: ۱-۲۰)

۵: ۱-۵۔ "گراسینیوں کا علاقہ" گلیل کی جھیل کے مشرق میں تھا۔ وہاں یسوع کی مُلاقات ایک نہایت تُند مزاج بدرُوح گرفتہ آدمی سے ہوئی۔ یہ آدمی مُعاشرے کے لئے دہشت بنا ہُوا تھا۔ اُس کو قابُو میں رکھنے کی ہر کوشش ناکام ہو چُکی تھی۔ وُہ "رات دِن قبروں اور پہاڑوں میں چلّاتا (پھرتا) اور اپنے تئیں (نوکیلے) پتھروں سے زخمی کرتا تھا"۔

۵: ۶-۱۳۔ اِس بدرُوح گرفتہ آدمی نے "یسوع کو دیکھا"۔ تو دُور سے دَوڑا آیا۔ پہلے تو وُہ عزّت سے پیش آیا، پھر تلخی سے شکایت کرنے لگا۔ یہ کیسی دہشت ناک اور سچی تصویر ہے

کہ ـــــ ایک شخص جُھکا ہُوا حمد و ثنا کر رہا ہے ـــــ فریاد اور منّت کر رہا ہے ـــــ ایمان رکھتا ہے مگر مزاحمت آمادہ اور خوفزدہ بھی ہے ـــــ دُہری شخصیت ـــــ آزادی اور مخلصی کا آرزومند، مگر مسیح کے مُقابلے پر آمادہ۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ واقعات کی صحیح ترتیب کیا تھی، مگر کچھ یُوں ہو گی:

۱- آسیب زدہ آدمی نے خُداوند یسوع کے لئے عزّت و احترام کا عملی اظہار کیا (آیت ۶)۔

۲- یسوع نے "ناپاک رُوح" کو حکم دیا کہ "اِس آدمی میں سے نکل آ" (آیت ۸)۔

۳- بدرُوح نے اُس آدمی کے وسیلے سے بولتے ہُوئے تسلیم کیا کہ یسوع کون ہے۔ پھر یسوع کے مداخلت کرنے کے حق کو چیلنج کیا اور قسم دے کر درخواست کی کہ "مُجھے عذاب میں نہ ڈال" (آیت ۷)۔

۴- یسوع نے اُس کا "نام" پُوچھا۔ اُس کا نام "لشکر" تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے اندر بہت سی بدرُوحیں تھیں (آیت ۹)۔ اِس سے آیت ۲ کی نفی نہیں ہوتی جہاں لکھا ہے کہ اُس "میں ناپاک رُوح تھی"۔ (واحد)

۵- غالباً بدرُوحوں کے ایک نمائندے نے درخواست کی کہ "ہم کو اُن سُؤروں میں بھیج دے" (آیات ۱۰-۱۲)۔

۶- اجازت مل گئی۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ کوئی دو ہزار سُؤر ... کڑاڑے پر سے جھپٹ کر ... جھیل میں ڈُوب مرا" (آیت ۱۳)۔

اکثر اعتراض کیا جاتا ہے کہ خُداوند نے اِن سُؤروں کو ہلاک کر دیا اور مالکوں کا نقصان ہُوا۔ مگر اِس معاملے میں کئی نکات قابلِ غور ہیں:

۱- اُس نے ہلاک نہیں کیا تھا، اُس نے اجازت دی تھی۔ شیطان کی تباہ کرنے کی قوّت نے اُن کو ہلاک کیا۔

۲- یہ کہیں درج نہیں کہ مالکوں نے اعتراض کیا ہو۔ شاید وُہ یہُودی تھے جن کو سُؤر پالنے کی ممانعت تھی۔

۳- ایک اِنسان کی رُوح ساری دُنیا کے سُؤروں سے زیادہ قیمتی ہے۔

۴- اگر ہمیں یسوع کے برابر علم ہوتا تو ہم بھی وُہی کچھ کرتے جو اُس نے کیا۔

۵: ۱۴-۱۷- جن افراد نے سُؤروں کو ہلاک ہوتے دیکھا تھا، اُنہوں نے "بھاگ کر شہر اور

دیہات میں خبر پہنچائی"۔ وہاں سے ایک بھیڑ اکٹھی ہو کر آ گئی۔ اُنہوں نے دیکھا کہ جس آدمی میں بد رُوحیں تھیں وُہ بھلا چنگا ہے یعنی" کپڑے پہنے اور ہوش میں" یسوع کے قدموں میں بیٹھا ہے۔ اب سارے لوگ "ڈر گئے"۔ کسی نے کہا ہے کہ "وُہ اُس وقت بھی ڈر گئے تھے جب اُس نے جھیل پر طوفان کو ساکن کر دیا تھا۔ اور اب بھی ڈر گئے جب اُس نے انسانی رُوح کے طوفان کو ساکن کیا ہے"۔ دیکھنے والوں نے اُن نئے آنے والوں کو سارا ماجرا سُنایا۔ اُن لوگوں کے لئے یہ بات اِتنی بڑی تھی کہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وُہ یسوع کی مِنّت کرنے لگے کہ "ہماری سرحد سے چلا جا"۔ اِس سارے واقعے میں افسوس ناک بات یہی ہے۔

بے شمار لوگ آج بھی چاہتے ہیں کہ یسوع ہم سے دُور ہی رہے کیونکہ وُہ ڈرتے ہیں کہ اُس کی قربت سے کوئی سماجی، مالی یا ذاتی نقصان نہ ہو جائے۔ اپنے مال و متاع کو بچانے کی کوشش میں وُہ اپنی رُوحوں کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

۵: ۱۸-۲۰۔ جب یسوع "کشتی میں" سوار ہو کر جانے لگا تو شِفا پا جانے والے آدمی نے "مِنّت کی" کہ مجھے بھی ساتھ لے چل۔ بہت مُناسب درخواست تھی جس سے اُس کی نئی زندگی کی تصدیق ہوتی ہے مگر یسوع نے اُسے "اپنے گھر" بھیج دیا تاکہ وُہ اپنے لوگوں کے لئے خُدا کی قدرت اور رحم کی زندہ گواہی ہو۔ اُس آدمی نے حُکم کی تعمیل کی اور دکپلس یعنی دس شہروں کے علاقے میں خوشخبری کا چرچا کرنے لگا۔

جن لوگوں کو خُدا کے نجات بخش فضل کا تجربہ ہُوا ہے، اُن کے لئے یہ مُستقل حُکم ہے کہ "اپنے لوگوں کے پاس اپنے گھر جا اور اُن کو خبر دے کہ خُداوند نے تیرے لئے کیسے بڑے کام کئے اور تجھ پر رحم کیا"۔ منادی گھر سے شروع ہوتی ہے۔ اوّل خویش بعد درویش۔

ی۔ لا علاج کو شِفا دینا اور مُردوں کو زندہ کرنا (۵: ۲۱-۴۳)

۵: ۲۱-۲۳۔ وُہ گلیل کی نیلگوں جھیل کے مغربی کنارے پر واپس آ گئے۔ خُداوند کو بہت جلد ایک "بڑی بھیڑ" نے گھیر لیا۔ ایک باپ دیوانہ وار دوڑتے ہُوئے اُس کے پاس آیا۔ یہ "عبادت خانہ کے سرداروں میں سے ایک شخص یائیر" تھا۔ اُس کی "چھوٹی بیٹی" قریب المَوت تھی۔ وُہ مِنّت کرنے لگا کہ یسوع چل کر اُس پر اپنے ہاتھ رکھے اور اُسے شِفا دے۔

۵: ۲۴۔ خُداوند نے اُس کی بات مانی اور اُس کے گھر کی طرف چل پڑا۔ ایک بھیڑ اُس

کے پیچھے ہولی اور لوگ "اُس پر گرے پڑتے تھے"۔ بڑی دلچسپ بات ہے کہ پہلے تو بیان ہوتا ہے کہ "لوگ اُس پر گرے پڑتے تھے" اور اِس کے فوراً بعد شفا کے لئے اُسے "چھُوتے" کا بیان ہے۔

۵: ۲۵-۲۹۔ یسوع یائر کے گھر کی طرف جا رہا ہے کہ ایک پریشان حال عورت حائل ہو جاتی ہے۔ مگر خُداوند نہ دِق ہُوا نہ اُس سے ناراض ہُوا۔ اگر کوئی ہمارے کام میں مُخل یا حائل ہو تو ہمارا ردِ عمل کیا ہوتا ہے؟

اِنسان دِن بھر کے کام کی منصُوبہ بندی کرتا ہے۔ میرے خیال کے مُطابق اِس میں جتنی بھی مداخلت یا رُکاوٹ ہوتی ہے، وُہ خُدا کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے کہ اِنسان اپنے کام کے بارے میں خُود غرض نہ ہو جائے۔ ہم اکثر سوچتے ہیں کہ یہ ضیاعِ وقت ہے، مگر ایسا نہیں بلکہ دِن بھر کے کام کا نہایت ضرُوری حِصّہ ہوتا ہے۔ یہ وُہ حِصّہ ہے جو اِنسان خُدا کی نذر کر سکتا ہے۔

اُس عورت کے "بارہ ۱۲ برس سے" خُون جاری تھا۔ اُس نے "بہت طبیبوں" سے علاج کروایا تھا۔ اُنہوں نے یقیناً زبردست سے زبردست علاج کیا ہوگا۔ اُس کا مال خرچ ہو چُکا تھا، مگر وُہ پہلے سے "زیادہ بیمار" ہو گئی تھی۔ جب اُسے صحت یابی کی کوئی اُمّید نہ رہی تو کسی نے اُسے یسوع کی خبر دی۔ وُہ بلا توقف اُسے ڈھونڈنے نِکل کھڑی ہُوئی۔ وُہ بھیڑ میں سے راستہ بناتی ہُوئی یسوع تک پہنچی "اور اُس کی پوشاک کو چھُوا"۔ اُس کا خُون بہنا فوراً بند ہو گیا اور اُس نے محسُوس کیا کہ مَیں مکمّل طور پر صحت یاب ہو گئی ہُوں۔

۵: ۳۰۔ اُس نے منصُوبہ بنا رکھا تھا کہ چُپکے سے چلی جاؤں گی مگر خُداوند نہیں چاہتا تھا کہ وُہ اُس برکت سے محرُوم رہ جائے جو مُنجّی کا علانیہ اقرار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جب عورت نے اُسے چھُوا تو اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ "مجھ میں سے قُوّت نِکلی" ہے اِس لئے اُس نے پُوچھا کہ "کس نے میری پوشاک چھُوئی؟" وُہ جواب جانتا تھا لیکن وُہ چاہتا تھا کہ وُہ عورت کو بھیڑ کے رُوبرُو لائے۔

۵: ۳۱۔ "اُس کے شاگردوں" کا خیال تھا کہ یہ عجیب سا سُوال ہے کیونکہ لوگ تو اُس پر گرے پڑتے تھے، یہ پُوچھنے کی کیا ضرُورت ہے کہ "مجھے کس نے چھُوا؟" مگر جسمانی طور پر چھُونے اور ایمان سے چھُونے میں فرق ہے۔ مُمکن ہے کہ اِنسان ہمیشہ اُس کے قریب رہے مگر اُس پر ایمان نہ لائے۔ مگر یہ نامُمکن ہے کہ کوئی اُسے ایمان سے چھُوئے اور خُداوند

کو معلوم نہ ہو، اور چھونے والا شفا نہ پائے۔

۵: ۳۲-۳۳- "وہ عورت ... ڈرتی اور کانپتی ہوئی" سامنے آگئی۔ وہ "اُس کے آگے گر پڑی" اور سب لوگوں کے سامنے یسوع کا پہلا اِقرار کیا۔

۵: ۳۴- پھر خداوند نے وہ الفاظ کہے جس سے عورت کی رُوح کو تسلی اور یقین حاصل ہوا۔ مسیح کا علانیہ اِقرار کرنا بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اِس کے بغیر مسیحی زندگی کی نشوونما نہیں ہو سکتی۔ جب ہم دلیری کے ساتھ اُس کا اِقرار کرتے ہیں تو وہ ہماری رُوح کو ایمان کے پورے یقین کے ساتھ معمور کر دیتا ہے۔ خداوند یسوع کے الفاظ نے نہ صِرف اُس کی جسمانی شفایابی کی تصدیق کر دی بلکہ رُوح کی نجات کی بڑی برکت کے بارے میں بھی کوئی شک نہ رہا۔

۵: ۳۵-۳۸- اِس وقت تک یائیر کے گھر سے پیغام آ گیا کہ "تیری بیٹی مر گئی" ہے۔ اب "اُستاد" کو "تکلیف دینے" کی ضرورت نہیں۔ خداوند نے بڑی مہربانی اور لطافت کے ساتھ یائیر کو تسلی دی۔ پھر وہ صِرف "پطرس، یعقوب اور ... یوحنا" کو ساتھ لے کر یائیر کے گھر گیا۔ وہاں دیکھا کہ "ہلڑ ہو رہا ہے"۔ دستور کے مطابق کرائے کے ماتم کرنے والے "غل مچاتے اور روتے" تھے۔

۵: ۳۹-۴۲- یسوع نے اُن کو یقین دلایا کہ "لڑکی مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے" تو وہ ماتم اور رونا بند کر کے "اُس پر ہنسنے لگے"۔ مگر یسوع نے اُن کی کچھ پروا نہ کی بلکہ گھر کے افراد کو ساتھ لے کر کمرے میں گیا جہاں لڑکی ساکت پڑی تھی۔ اور اُس کا "ہاتھ پکڑ کر" ارامی زبان میں کہا "تلیتا قومی" یعنی "اے لڑکی میں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ"۔ وہ بارہ[۱۲] سالہ لڑکی "فی الفور اُٹھ کر چلنے پھرنے لگی"۔ رشتہ دار ہکا بکا رہ گئے اور بلاشبہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔

۵: ۴۳- یسوع نے اُنہیں اِس معجزے کا چرچا کرنے سے منع کیا۔ وہ لوگوں سے واہ واہ کروانے کا روادار نہ تھا۔ اُس نے تو صلیب تک پہنچنے کا عزمِ مصمم کر رکھا تھا۔

• اگر لڑکی واقعی مر چکی تھی تو یہ باب واضح کرتا ہے کہ خداوند کو بدروحوں، بیماریوں اور موت پر قدرت حاصل تھی۔ بائبل مقدس کے کئی علما اتفاق نہیں کرتے کہ لڑکی مر چکی تھی۔ یسوع نے بھی کہا تھا کہ "لڑکی مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے"۔ شاید وہ گہری بے ہوشی میں تھی جسے "کوما" (coma) کہا جاتا ہے۔ وہ اُسے باآسانی مُردوں میں سے بھی

جِلا سکتا تھا، مگر وُہ اِس بات پر تیار نہیں ہو سکتا ہے کہ بے ہوش کو ہوش میں لاکر مُردوں میں سے جِلانے کی تعریف کروائے۔

ہمیں باب کے اختتامی الفاظ پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ "اور فرمایا کہ لڑکی کو کچھ کھانے کو دیا جائے"۔ مسیح ایک کام شرُوع کر کے اُسے چھوڑ نہیں دیتا بلکہ اُس کے اگلے مراحل کو پُورا کرنے کے لئے عملی اِقدام کرتا ہے۔ جن رُوحوں کو نئی زندگی کی دھڑکن کا تجربہ ہو جاتا ہے، اُن کو مزید کُچھ کھانے کی ضرُورت ہوتی ہے۔ شاگرد کے لئے اپنے نجات دہندہ کے لئے محبّت کے اظہار کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اُس کی بھیڑیں چرائے۔

ک۔ ناصرت میں خادِم کو ردّ کیا جاتا ہے (۶: ۱-۶)

۶: ۱-۳۔ یسوع "اپنے شاگردوں" کے ہمراہ "اپنے وطن" ناصرت میں واپس آیا۔ یہاں وُہ بطور بڑھئی کام کرتا رہا تھا۔ "سبت کے دن ... وُہ عبادت خانہ میں تعلیم دینے لگا"۔ لوگ "حیران" ہو گئے اور اُس کی "حکمت" اور "معجزوں" کا اِنکار نہ کر سکے، مگر وُہ کسی صورت اُسے خُدا کا بیٹا ماننے کو آمادہ نہ تھے۔ وُہ اُسے "وُہی بڑھئی" اور "مریم کا بیٹا" ہی سمجھتے تھے۔ اُس کے بھائی اور "بہنیں" وہیں تھیں۔ اگر وُہ ایک فاتح ہیرو کی طرح ناصرت واپس آتا تو وُہ اُسے خُوشی سے قبول کرتے مگر وُہ فروتنی اور انکساری کے ساتھ آیا، اِس سبب سے اُنہوں نے "ٹھوکر کھائی"۔

۶: ۴-۶۔ یہ دیکھ کر "یسوع" نے کہا کہ "نبی" عموماً اپنے وطن سے دُور زیادہ عزّت پاتا ہے۔ اُس کے رِشتہ دار اور دوست اِتنے قریب ہوتے ہیں کہ اُس کی شخصیت یا خِدمت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے، نہ اُس کی قدر و قیمت کو جان سکتے ہیں۔ خُداوند کے لئے خِدمت کرنا جتنا اپنے عِلاقے (گھر) میں مُشکل ہوتا ہے اَور کہیں نہیں ہوتا۔ لوگ خُود ناصریوں کو بھی حقیر سمجھتے تھے۔ عام روّیہ یہ تھا کہ "کیا ناصرت سے کوئی اچھّی چیز نِکل سکتی ہے؟" (یُوحنّا ۱: ۴۶)۔ مگر یہ سماجی اچھُوت بھی خُداوند یسوع کو حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ یہ اِنسانی دِل کے تکبّر اور بے اِعتقادی پر کیسا نُمایاں تبصرہ ہے۔ اُن کی بے اِعتقادی ناصرت میں مُنجّی کے کام کی راہ میں رُکاوٹ ثابت ہُوئی۔ وُہ "صِرف تھوڑے سے بیماروں" کو اچھّا کر سکا۔ اور "اُس نے اُن کی بے اِعتقادی پر تعجب کیا"۔

جے۔ جی مِلر خبردار کرتا ہے کہ

"اِس قسم کی بے اعتقادی سے بے حد بُرے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ فضل اور رحم کے راستے بند ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ ضرورت مند انسانی زندگیوں تک صرف چند قطرے ہی پہنچ پاتے ہیں"۔

یہاں یسوع کو پھر تنہائی اور تحقیر کا مزہ چکھنا پڑا کہ اُسے غلط سمجھا گیا تھا۔ اُس کے بہت سے پیرو بھی اِس غم میں شریک ہوتے ہیں۔ خداوند کے خادِم اکثر نہایت عاجزانہ اور مُنکسرانہ لباس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کیا ہم ظاہری شکل وصورت سے آگے دیکھنے اور حقیقی رُوحانی قدر و قیمت کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟ یسُوع ناصرت میں رَدّ کیا گیا، مگر وُہ اِس بات سے خوفزدہ نہ ہُوا بلکہ "وُہ چاروں طرف کے گاؤں میں تعلیم دیتا پھرا"۔

ل۔ خادِم اپنے شاگردوں کو بھیجتا ہے۔ (۶: ۷-۱۳)

اب وقت آ گیا تھا کہ "اُن بارہ" کو دُنیا میں بھیجا جائے۔ وُہ خداوند سے بے مثال تعلیم حاصل کرتے رہے تھے۔ اُس کی لاثانی نگرانی اور تربیت میں رہے تھے۔ اب اُن کو جلالی پیغام کے نقیب بن کر جانا تھا۔ اُس نے اُنہیں "دو دو کر کے بھیجا"۔ اِس طرح دو دو گواہوں کے مُنہ سے منادی کی تصدیق ہو جائے گی۔ مزید برآں اِکٹھے سفر کرنے میں ایک دُوسرے کی مدد اور تقویت ہوگی۔ اور دو کی اُن مقامات پر مَوجُودگی مددگار ثابت ہو سکتی ہے جہاں کلیسیاؤں کی اخلاقی حالت کمزور ہو۔ اِس کے ساتھ ہی خداوند نے "اُن کو ناپاک رُوحوں پر اختیار بخشا"۔ یہ بات نہایت قابلِ توجہ ہے۔ بدرُوحوں کو نکالنا ایک خاص کام ہے۔ صرف خدا ہی یہ اِختیار اور قُوت عطا کر سکتا ہے۔

۶: ۸۔ اگر خداوند کی بادشاہی اِس دُنیا کی ہوتی تو وُہ کبھی وُہ ہدایات نہ دیتا جو آیات ۸-۱۱ میں درج ہیں۔ وُہ اُن ہدایات کے بالکل اُلٹ ہیں جو ایک عام دُنیاوی لیڈر دیتا ہے۔ شاگردوں کو بغیر کسی زادِ راہ کے جانا تھا۔ "نہ روٹی، نہ جھولی، نہ اپنے کمربند میں پیسے"۔ اُنہیں اِعتقاد رکھنا تھا کہ خدا ہماری ضروریات پُوری کرے گا۔

۶: ۹۔ اُن کو صرف اپنی "جُوتیاں" اور "لاٹھی" ساتھ لے جانے کی اِجازت تھی۔ لاٹھی غالباً جانوروں سے حفاظت کی غرض سے تھی۔ اُن کو کُرتا بھی صرف ایک ایک ہی پہننا تھا۔ یقیناً کوئی شخص بھی شاگردوں کے مال واسباب پر حسد نہیں کر سکتا، اور نہ اِس طرح کے دَولت مند

ہونے کی اُمید سے مسیحیت کے لئے کشش محسوس کر سکتا ہے۔ اور جو اختیار اور طاقت شاگردوں کو حاصل تھی، وُہ بھی خُدا کی طرف سے تھی۔ اُن کا کامل انحصار اُسی پر تھا، مگر وُہ خُدا کے بیٹے کے نمائندے تھے۔ اُس کی قوت اور اختیار سے مُلبّس تھے۔

۶:۱۰۔ اُن کو ہدایت تھی کہ جہاں تمہیں مہمان نوازی کی پیشکش ہو اُسے قبول کرو اور اُس علاقے سے روانہ ہونے تک "اُسی گھر میں رہو"۔ اِس ہدایت نے زیادہ آرام دِہ رہائش گاہ تلاش کرنے کے راستے بھی بند کر دِئے۔ اُن کا مشن اُس ہستی کے پیغام کی منادی کرنا تھا، جو اپنی خوشی کا خیال نہیں کرتا، جو اپنی بہتری نہیں چاہتا۔ اُن کو پیغام کی خاطر آسائش و آرام کے ساتھ سمجھوتا نہیں کرنا تھا۔

۶:۱۱۔ اگر کسی علاقے میں شاگردوں اور اُن کے پیغام کو رَد کیا جاتا تو وُہ قیام کرنے کے پابند نہیں تھے۔ ایسا کرنا گویا سُؤروں کے آگے موتی ڈالنے کے مترادف تھا۔ خُداوند نے کہا کہ "وہاں سے چلتے وقت اپنے تلووں کی گرد جھاڑ دو"۔ یہ علامت ہے کہ جو خُدا کے پیارے بیٹے کو رَد کرتے ہیں خُدا اُن کو رَد کرتا ہے۔

اگرچہ کچھ ہدایات عارضی نوعیت کی تھیں اور بعد میں خُداوند یسوع نے واپس لے لی تھیں (لُوقا ۲۲ : ۳۵ - ۳۶) مگر اُن کے پیچھے مُستقل اصُول ہیں۔ اور خُدا کے خادم کو ہر زمانے میں اُن کو نظر میں رکھنا چاہئے۔

۶:۱۲-۱۳۔ شاگردوں نے "روانہ ہو کر منادی کی کہ توبہ کرو۔ اور بہت سی بدرُوحوں کو نکالا اور بہت سے بیماروں کو تیل مَل کر اچھا کیا"۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ "تیل" سے مسح کرنا ایک علامت ہے اور رُوح القدس کی تسکین بخش قوت کی تصویر پیش کرتا ہے۔

م۔ خادم کے پیش رَو کا سَر قلم کیا جاتا ہے (۶:۱۴-۲۹)

۶:۱۴-۱۶۔ بادشاہ ہیرودیس کو یہ خبر پہنچی کہ ایک معجزے کرنے والا شخص سارے مُلک میں گھومتا پھرتا ہے تو وُہ فوراً اِس نتیجے پر پہنچا کہ یہ "یُوحنّا بپتسمہ دینے والا ہے ... جی اُٹھا ہے"۔ جبکہ بعض لوگ کہتے تھے کہ "ایلیاہ ہے ... (یا) نبیوں میں سے کسی کی مانند ایک نبی ہے"۔ مگر ہیرودیس کو یقین تھا کہ یہ وُہی شخص ہے "جس کا سَر مَیں نے کٹوایا" تھا۔ یُوحنّا بپتسمہ دینے والا خُدا کی طرف سے ایک آواز تھا۔ ہیرودیس نے اُس آواز کو خاموش کرا دیا تھا۔ اب

ضمیر ہیرودیس کو زبردست کچوکے دے رہا تھا۔ اُس کو سیکھنا تھا کہ خطا کار کی راہ سخت ہوتی ہے۔

۶: ۱۷-۲۰۔ اب کہانی وقت کے اعتبار سے پیچھے جاتی ہے جب یوحنا کو قتل کروایا گیا تھا۔ یوحنا بپتسمہ دینے والا ہیرودیس کو ملامت کرتا تھا کہ تو نے "اپنے بھائی فلپس کی بیوی" سے بیاہ کر کے ناروا کام کیا ہے۔ اب ہیرودیاس جو ہیرودیس کی بیوی بن چکی تھی، سخت طیش میں آئی اور اُس نے انتقام لینے کی قسم کھائی۔ مگر ہیرودیس یوحنا کو "راست باز اور مقدس آدمی جان کر" اُس کا احترام کرتا اور ہیرودیاس کی کوششوں کو ناکام بنائے رکھتا تھا۔

۶: ۲۱-۲۵۔ بالآخر ہیرودیاس کو موقع مل گیا۔ ہیرودیس کی "سالگرہ" کا جشن تھا۔ مقامی معززین حاضر تھے۔ "ہیرودیاس" نے بندوبست کیا اور اُس کی بیٹی نے ناچ کر سب کا دل خوش کر دیا۔ ہیرودیس تو اتنا خوش ہوا کہ لڑکی سے کہنے لگا "جو چاہے مجھ سے مانگ ... آدھی سلطنت تک تجھے دوں گا"۔ ماں کی ترغیب پر لڑکی نے درخواست کی "یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ایک تھال میں ابھی مجھے منگوا دے"۔

۶: ۲۶-۲۸۔ اب "بادشاہ" پھنس گیا۔ اپنی مرضی اور عقلِ سلیم کے خلاف اُس نے درخواست منظور کر لی۔ گناہ نے اُس کے گرد تانا بانا بُن لیا تھا۔ اور یہ باجگزار بادشاہ ایک عورت کی شیطنت اور ہیجان انگیز رقص کا شکار بن گیا۔

۶: ۲۹۔ جب اِس ماجرے کی خبر یوحنا کے وفادار "شاگردوں" کو پہنچی انہوں نے آکر "اُس کی لاش" حاصل کی، اُسے کفنایا دفنایا اور جا کر یسوع کو بتایا۔

ن۔ پانچ ہزار کو کھلانا (۶: ۳۰-۴۴)

۶: ۳۰۔ یہ معجزہ جس کا بیان چاروں انجیلوں میں ہے، خداوند کی علانیہ خدمت کے تیسرے سال کے اوائل میں کیا گیا۔ شاگرد اپنے منادی کے پہلے مشن سے واپس کفرنحوم آئے تھے (دیکھئے آیات ۷-۱۳)۔ شاید وہ اپنی کامیابی کے جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ شاید تھکے ماندہ تھے اور اُن کے پاؤں دُکھتے تھے۔ خداوند نے دیکھا کہ اُن کو آرام اور سکون کی ضرورت ہے، اِس لئے وہ اُنہیں کشتی میں ساتھ لے کر "الگ ایک ویران جگہ میں چلے گئے"۔ یہ جگہ گلیل کی جھیل کے کنارے تھی۔

۶: ۳۱، ۳۲ - مسیحی لوگ آرام و آسائش کے ساتھ چھٹیاں منانے کے لئے اکثر اِس آیت کو موقف بناتے ہیں "تم آپ الگ ویران جگہ میں چلے آؤ اور ذرا آرام کرو"۔ کیلی لکھتا ہے:

"بہتر ہوتا کہ ہمیں اِس قسم کے آرام کی زیادہ ضرورت ہوتی ۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری محنت و کاوش اتنی زیادہ ہوتی، دوسروں کے لئے برکت کی خاطر ہماری بے لوث کوشش اتنی مسلسل ہوتی کہ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے کہ خداوند کا یہ فرمان ہمارے واسطے ہے"۔

۶: ۳۳، ۳۴ - جھیل کے کنارے خشکی کے راستے سے ایک بڑی بھیڑ خداوند اور اُس کے شاگردوں کے پیچھے آ گئی ۔ یسوع کو "اُن پر ترس آیا"۔ وہ بغیر کسی روحانی پیشوا کے، بھوکے پیاسے اور بے سہارا گھوم رہے تھے ۔ چنانچہ وہ "اُن کو بہت سی باتوں کی تعلیم دینے لگا"۔

۶: ۳۵، ۳۶ - "جب دن بہت ڈھل گیا" تو شاگرد بھیڑ کے بارے میں پریشان ہونے لگے کہ لوگ اِتنے ہیں اور کھانے کو کچھ نہیں ۔ وہ خداوند پر زور دیتے لگے کہ "اِن کو رخصت کر دے ۔ جس بھیڑ پر منجی کو ترس آیا تھا، اُسی پر شاگردوں کو تاؤ آ رہا تھا ۔ کیا ہم لوگوں کو مداخلتِ بے جا سمجھتے ہیں یا اِس لائق جانتے ہیں کہ اُن سے محبت کی جائے ؟

۶: ۳۷-۳۸ - یسوع نے شاگردوں سے مخاطب ہو کر کہا "تم ہی اِنہیں کھانے کو دو"۔ یہ تو بات ہی غلط اور اُلٹی معلوم ہو رہی تھی ۔ پانچ ہزار مرد اور بچے اور عورتیں اِن کے علاوہ —— اور پاس ہیں صرف پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں —— اور بس!

۶: ۳۹-۴۴ - اِس کے بعد جو معجزہ ہوا اُس میں شاگردوں نے وہ تصویر دیکھی کہ نجات دہندہ کس طرح بھوکوں مرتی دُنیا کو اپنا آپ دے گا کہ وہ زندگی کی روٹی ہے ۔ اُس کا بدن توڑا جائے گا تاکہ دوسرے ہمیشہ کی زندگی پائیں ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہاں استعمال ہونے والے لفظ خداوند کی عشاء کا اشارہ دیتے ہیں جو اُس کی موت کی یادگاری میں منائی جاتی ہے ۔ غور کریں ۔ "اُس نے ... لیں .... برکت دی .... توڑ کر ... شاگردوں کو دیتا گیا"۔

شاگردوں نے اُس کے لئے اپنی خدمت کے بارے میں بھی انمول سبق سیکھے کہ

۱- شاگردوں کو خداوند یسوع کی قدرت پر کبھی شک نہیں ہونا چاہئے کہ وہ ہماری ضروریات پوری کر سکتا ہے ۔ وہ "پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں" سے "پانچ ہزار مردوں" کو کھلا سکتا ہے ۔ وہ ہر قسم کے حالات میں اپنے ایمان اور یقین رکھنے والے

خادموں کی ساری ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ وہ بے فکر ہو کر اُس کے لئے کام کر سکتے ہیں۔ انہیں سوچنے کی ضرورت نہیں کہ ہمارے لئے کھانا کہاں سے آئے گا۔ اگر وہ پہلے خدا کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کو تلاش کریں گے تو اُن کی ہر ضرورت پوری ہو گی۔

۲۔ اِس فانی دُنیا میں منادی کیسے ہو سکتی ہے؟ اِسے کس طرح خداوند کے قدموں میں لایا جا سکتا ہے؟ یسوع کہتا ہے "تم ہی انہیں کھانے کو دو"۔ اگر ہم جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے اُسے دے دیں، خواہ وہ ہماری نظر میں کتنا بھی کم یا بے حقیقت ہو تو وہ اُس پر اتنی برکت دے گا کہ بڑی سے بڑی بھیڑ برکتوں سے سیر ہو جائے گی۔

۳۔ اُس نے سارے کام کو بڑے قاعدہ اور تنظیم کے ساتھ کیا۔ لوگوں کو "سَو سَو اور پچاس پچاس کی قطاروں" میں بٹھایا۔

۴۔ خداوند نے روٹیوں اور مچھلیوں کو "برکت دی" اور انہیں "توڑا"۔ اگر برکت نہ دیتا تو کبھی کافی نہ ہوتیں۔ اور توڑی نہ جاتیں تو بالکل ناکافی رہتیں۔ "ہم لوگوں کے لئے کیوں زیادہ برکت کا باعث نہیں بنتے؟ اِس لئے کہ ہمیں صحیح طور پہ توڑا نہیں گیا"۔

۵۔ یسوع نے خوراک خود تقسیم نہیں کی۔ اُس نے اپنے "شاگردوں" کو یہ کام کرنے دیا۔ اُس کا منصوبہ یہ ہے کہ شاگردوں کے وسیلے سے لوگوں کو خوراک بہم پہنچائے۔

۶۔ وہ خوراک "سب" کے لئے کافی ثابت ہوئی۔ اگر ایماندار اپنی جاری ضروریات کے علاوہ جو کچھ ہے اُسے خداوند کے کام میں لگا دیں تو ساری دُنیا اِسی پشت میں خوشخبری سُن سکتی ہے۔

۷۔ بچے ہوئے "ٹکڑے" (بھری ہوئی بارہ ۱۲ ٹوکریاں) اُس مقدار سے زیادہ تھیں جتنی سے اُس نے شروع کیا تھا۔ خدا کثرت سے دینے والا خدا ہے۔ مگر غور کریں کہ کچھ بھی ضائع نہیں کیا گیا۔ بچے ہوئے ٹکڑے جمع کر لئے گئے۔ ضائع کرنا گناہ ہے۔

۸۔ اگر شاگرد اپنے آرام کرنے کے منصوبے پر کاربند رہتے تو کبھی اِتنا بڑا معجزہ ظہور پذیر نہ ہوتا۔ یہ بات ہم پر کتنی مرتبہ صادق آتی ہے؟

س۔ یسوع جھیل پر چلتا ہے۔ (۶: ۴۵-۵۲)

۶: ۴۵-۵۰۔ نجات دہندہ اپنے خادموں کے لئے نہ صرف کھانا فراہم کر سکتا بلکہ اُن کی حفاظت اور سلامتی کا بندوبست بھی کر سکتا ہے۔

یسوع نے اپنے شاگردوں کو "کشتی" کے ذریعہ جھیل کے مغربی کنارے کو روانہ کیا اور خود "پہاڑ پر دُعا کرنے چلا گیا"۔ رات کی تاریکی میں اُس نے دیکھا کہ وہ مخالف ہَوا کے سامنے کھیتے کھیتے تنگ ہیں، تو وہ "جھیل پر چلتا ہوا" اُن کی مدد کو آیا۔ اُسے دیکھ کر پہلے تو وہ ڈر گئے کیونکہ "خیال کیا کہ بھوت ہے"۔ اِس پر اُس نے اُن کی ڈھارس بندھائی اور اُن کی کشتی میں آ گیا اور فوراً "ہَوا تھم گئی"۔

۶: ۵۱-۵۲۔ یہ بیان اِن الفاظ کے ساتھ ختم ہوتا ہے کہ "اور وہ اپنے دِل میں نہایت حیران ہوئے۔ اِس لئے کہ وہ روٹیوں کے بارے میں نہ سمجھے تھے بلکہ اُن کے دِل سخت ہو گئے تھے"۔ خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ روٹیوں کے معجزہ میں خداوند کی قدرت دیکھنے کے باوجود بھی وہ نہیں سمجھے تھے کہ اُس کے لئے کوئی کام بھی ناممکن نہیں۔ اُسے پانی پر چلتے ہوئے دیکھ کر انہیں حیران نہیں ہونا چاہئے تھا۔ یہ اُس معجزے سے بڑا نہیں تھا جو اُنہوں نے ابھی ابھی دیکھا تھا۔ ایمان کی کمی نے دِلوں کو سخت اور رُوحانی سمجھ کو دھندلا کر دیا تھا۔

کلیسیا کو اِس معجزے میں موجودہ دَور اور اِس کے اِختتام کی تصویر نظر آتی ہے۔ پہاڑ پر مسیح آسمان پر اُس کی موجودہ خدمت کی تصویر پیش کرتا ہے کہ وہ ہماری شفاعت کر رہا ہے۔ شاگرد اُس کے خادموں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وہ زندگی کی آزمائشوں اور طوفانوں کے تھپیڑے کھا رہے ہیں۔ بہت جلد نجات دہندہ اپنے لوگوں کے پاس واپس آنے کو ہے۔ وہ اُنہیں مُصیبت اور خطرے سے چھڑائے گا اور بحفاظت آسمانی ساحل پر لے جائے گا۔

ع۔ خادِم گنیسرت کے علاقے میں شفا دیتا ہے

(۶: ۵۳-۵۶)

خداوند پھر جھیل کے مغربی کنارے پر نظر آتا ہے۔ بیماروں نے پھر اُسے گھیر لیا۔ وہ "جہاں کہیں" جاتا لوگ "بیماروں کو چارپائیوں پر ڈال کر" وہیں اُس کے پاس پہنچ جاتے تھے۔ بازار ایک لحاظ سے عارضی ہسپتال بن گئے۔ بیمار اُس کے اِتنا قریب ہونا چاہتے تھے

کہ "صرف اُس کی پوشاک کا کنارہ چھو لیں"۔ "اور جتنے اُسے چھوتے تھے شفا پاتے تھے"۔

ف ۔ روایت بمقابلہ خدا کا کلام (۷: ۱-۲۳)

۷: ۱ "فریسی اور ... فقیہ" یہودی مذہبی لیڈر تھے ۔ اُنہوں نے روایات کا ایک سخت نظام قائم کر رکھا تھا ۔ اِس نظام کا نانا بانا خدا کی شریعت کے ساتھ مِلا رکھا تھا ، یہاں تک کہ اُنہوں نے صحائف کے برابر اختیار اور سند حاصل کر لی تھی ۔ بعض حالات میں تو وہ صحائف سے متصادم ہوتے یا شریعت کو کمزور ثابت کرتے تھے ۔ یہ مذہبی لیڈر اپنے بنائے ہوئے آئین وقواعد کو نافذ کرنے میں خاص خوشی محسوس کرتے تھے جبکہ لوگ بھیڑ بینے اُن کی مانتے تھے ، اور رسومات کے ایسے نظام سے مطمئن تھے جس میں کوئی حقیقت نہ تھی ۔

۷: ۲-۴ ۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ فریسی اور فقیہ یسوع پر اِس وجہ سے نکتہ چینی کرتے ہیں کہ "اُس کے بعض شاگرد ... بن دھوئے ہاتھوں سے کھانا کھاتے ہیں"۔ یہاں مطلب یہ نہیں کہ کھانا کھانے سے پہلے شاگرد ہاتھ نہیں دھوتے تھے ، بلکہ یہ کہ ہاتھ دھوتے وقت وہ روایت کی مقرر کردہ ساری رسومات کو پوری تفصیل کے ساتھ ادا نہیں کرتے تھے ۔ مثال کے طور پر اگر وہ بازو کہنیوں تک نہیں دھوتے تھے تو رسمی طور پر "ناپاک" سمجھے جاتے تھے ۔ اگر وہ بازار گئے تھے تو اُنہیں رسمی طور پر غسل کرنا ضروری ہوتا تھا ۔ دھونے دھلانے کا یہ پیچیدہ نظام برتنوں اور رکابیوں کو دھونے اور پانی میں ڈبونے تک پہنچتا تھا ۔ فریسیوں کے بارے میں ای ۔ سٹینلے جونز یوں رقم طراز ہے :

> "وہ یروشلیم سے چل کر اُس سے ملنے آئے ۔ زندگی کے بارے میں اُن کا رویہ اِتنا منفی اور عیب جویانہ تھا کہ اُن کو سوائے بن دھلے ہاتھوں کے کچھ نظر نہیں آیا ۔ وہ ہمارے کرۂ ارضی کو چھونے والی عظیم ترین تحریک کو نہیں دیکھ سکتے تھے ـــــــ وہ تحریک جو اِنسانوں کے ذہنوں ، رُوحوں اور بدنوں کو دھو کر پاک کر رہی تھی ۔ اُن کی آنکھیں صرف سطحی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھتی تھیں ، مگر بڑی اور عظیم باتوں کی طرف سے بند تھیں ۔ چنانچہ تاریخ نے اُنہیں بھلا دیا ہے اور اِس لئے بھلا دیا ہے کہ وہ منفی سوچ کے لوگ تھے ۔ اگر یاد رکھا بھی ہے تو صرف اِس پس منظر کے طور پر جو مثبت سوچ کے مسیح کے

اثرو نفوذ کو اُجاگر کرتا ہے۔ اُنہوں نے پیچھے کیا چھوڑا؟ نکتہ چینی اور عیب جوئی۔
مسیح نے کیا چھوڑا؟ دل کی تبدیلی۔ وُہ غلطیاں اور خامیاں تلاش کرتے پھرتے
تھے، یہ پیرو کار تلاش کرتا تھا۔"

۷: ۵-۸۔ یسوع نے فوراً ایسے کردار کی ریاکاری کو بے نقاب کر دیا۔ یہ لوگ وُہی کچھ تھے جس کی نبوّت "یسعیاہ" نے کی تھی۔ وُہ دعویٰ تو بہت کرتے تھے کہ ہم خداوند کے شیدائی ہیں، مگر باطن میں بگڑے ہُوئے تھے۔ تفصیلی اور چھوٹی چھوٹی روایات پر عمل کر کے وُہ ظاہر کرتے تھے کہ ہم خدا کی عبادت کر رہے ہیں، مگر اُنہوں نے اِن روایات کو پاک کلام کے عقائد اور تعلیمات کا متبادل بنا رکھا تھا۔ بجائے اِس کے کہ ایمان اور اخلاق کے ہر معاملے میں وُہ خدا کے کلام کو سند مانتے، وُہ اپنی روایات کے ذریعے سے پاک کلام کے واضح مطالبات کو باطل کر دیتے تھے اور اپنی ہی تشریحات اور تاویلات کو مستند مانتے تھے۔

۷: ۹-۱۰۔ یسوع نے ایک واضح مثال پیش کی کہ "روایت" کس طرح "خدا کی شریعت" کو باطل کر رہی ہے۔ دس احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اولاد "اپنے باپ کی اور اپنی ماں کی عزت" کرے (اِس میں ضرورت کے وقت اُن کی نگہداشت اور پرورش کرنا بھی شامل ہے)۔ اگر کوئی "باپ یا ماں کو بُرا کہے" تو شریعت میں اِس کے لئے موت کی سزا کا حکم ہے۔

۷: ۱۱-۱۳۔ لیکن ایک یہودی "روایت" پیدا ہوگئی تھی جسے "قربان" کہتے تھے۔ اِس کا مطلب ہے "مخصوص کیا گیا" یا "دے دیا گیا"۔ مذہبی زبان میں "نذر کر دیا گیا"۔ اب فرض کریں کہ کسی یہودی کے والدین کو سخت ضرورت ہے۔ اُن کے بیٹے کے پاس پیسہ بھی ہے جس سے وُہ اُن کی نگہداشت/ پرورش کر سکتا ہے، لیکن وُہ کرنا نہیں چاہتا۔ اُسے بس اِتنا ہی کہنا ہوتا تھا کہ "قربان"۔ اور مفہوم یہ ہوتا تھا کہ وُہ پیسہ "خدا" یا ہیکل کی نذر ہو چکا ہے اور یُوں وُہ والدین کے لئے خرچ کرنے کی ہر ذمہ داری سے بَری ہو جاتا تھا۔ وُہ اِس پیسے کو بے محدود مدت کے لئے اپنے پاس رکھ سکتا اور کاروبار وغیرہ میں لگا سکتا تھا۔ اِس بات کی کوئی اہمیت نہ تھی کہ وُہ پیسہ کبھی ہیکل میں دیا جاتا ہے یا نہیں۔ کیلی اِس سلسلے میں کہتا ہے کہ:

"لیڈروں نے منصوبہ وضع کر رکھا تھا جس سے وُہ مال متاع اور جائیداد مذہبی مقاصد کے لئے حاصل کر لیتے تھے اور خدا کے کلام کے بارے میں لوگوں کے ضمیر کو مطمئن اور خاموش کر دیتے تھے . . . خدا نے حکم دیا تھا کہ انسان

اپنے ماں باپ کی عزت کرے اور وہی والدین کی ہر قسم کی تحقیر کو بُرا ٹھہراتا ہے۔
تاہم یہاں ایسے انسان موجود ہیں جو مذہب کے لبادہ میں خدا کے دونوں حکموں کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ "قربان" کہنے کی اِس روایت کو خداوند نہ صرف والدین کے ساتھ زیادتی بلکہ خدا کے واضح اور صریح حکم کے خلاف بغاوت بھی قرار دیتا ہے۔"

۷: ۱۴-۱۶- اِن آیات میں خداوند نے ایک انقلاب آفریں اعلان کیا ہے کہ جو کچھ انسان کے منہ میں جاتا ہے (مثلاً بن دھوئے ہاتھوں سے کھانا) اُسے ناپاک نہیں کرتا بلکہ جو کچھ اُس کے اندر سے نکلتا ہے (مثلاً روایات جو خدا کے کلام کو باطل کرتی ہیں) وہ ناپاک کرتا ہے۔

۷: ۱۷-۱۹- "شاگرد" بھی خداوند کی اِس بات سے بھونچکا رہ گئے۔ اُن کی پرورش اور نشوونما بھی پُرانے عہدنامہ کے مطابق ہوئی تھی۔ وہ ہمیشہ سے مانتے آئے تھے کہ بعض قسم کے کھانے مثلاً سُؤر اور خرگوش کا گوشت اور بعض قسم کی مچھلیاں ناپاک ہیں اور اُن کا کھانا جائز نہیں۔ اب یسوع صاف صاف کہہ رہا تھا کہ انسان کے اندر جو کچھ جاتا ہے (یعنی کھانے) اُسے ناپاک نہیں کرتا بلکہ جو کچھ اُس کے اندر (باطن / دل) سے نکلتا ہے، وہ ناپاک کرتا ہے۔ ایک مفہوم میں یہ واضح نشان تھا کہ شریعت کا دَور ختم ہو گیا ہے۔

۷: ۲۰-۲۳- "جو کچھ آدمی میں سے نکلتا ہے، وہی آدمی کو ناپاک کرتا ہے ـــــ بُرے خیال، حرامکاریاں، چوریاں، خون ریزیاں، زناکاریاں، لالچ، بدیاں، مکر، شہوت پرستی، بدنظری، بدگوئی، شیخی، بیوقوفی"۔ سیاق وسباق کے مطابق خیال یہ ہے کہ انسانی روایت کو بھی اِس فہرست میں شامل کرنا چاہئے۔ "قربان" کی روایت خونریزی (قتل) کے برابر ہے۔ شرارت سے کھائی ہوئی قسم کے ٹوٹنے یا پورا ہونے سے پہلے والدین بھوکوں مر سکتے ہیں۔

کلام کے اِس حصے میں ایک بڑا سبق یہ ہے کہ ہمیں ہر قسم کی تعلیم اور روایت کو خدا کے کلام کی کسوٹی پر پرکھنا چاہئے۔ جو کچھ خدا کی طرف سے ہو اُس پر عمل کریں، جو کچھ انسان کی طرف سے ہو اُسے رد کر دیں۔ ہو سکتا ہے شروع میں کوئی انسان واضح طور پر کلامِ پاک کے مطابق تعلیم دے، اور بائبل مُقدس پر ایمان رکھنے والے لوگوں کے درمیان مقبولیت حاصل کر لے، اور مقبولیت حاصل کر لینے کے بعد انسانی تعلیم کا اضافہ کرنے لگے۔ اُس کے وفادار پَیرو تو یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ وہ کوئی غلطی نہیں کر سکتا اور آنکھیں بند کر کے اُس کے پیچھے چلنے لگتے ہیں، بے شک اُس کا پیغام پاک کلام کی تیز دھار کو کُند کرتا چلا جائے یا واضح مطلب کا بھی

گلا گھونٹتا چلا جائے۔

فقیہوں اور فریسیوں نے اِسی طریقے سے سند اور اِختیار حاصل کر رکھا تھا کہ وُہ کلام کے اُستاد مانے جاتے تھے مگر اَب وُہ کلام کے ارادہ اور مقصد کو باطل کر رہے تھے۔ چنانچہ خُداوند یسوع کو لوگوں کو خبردار کرنا پڑا کہ کلام اِنسان کو عزت اور سند دیتا ہے، اِنسان کلام کو عزت اور سند نہیں دے سکتا۔ کسوٹی ہمیشہ یہی ہے کہ "کلام کیا کہتا ہے؟"

ص- ایک غیر قوم عورت اپنے ایمان کے باعث برکت پاتی ہے (۷: ۲۴-۳۰)

۷: ۲۴، ۲۵- گزشتہ واقعہ میں یسوع نے ثابت کر دیا کہ ہر قسم کی خوراک پاک ہے۔ یہاں دِکھاتا ہے کہ غیر قوم لوگ ناپاک نہیں ہیں۔ اَب یسوع شمال میں واقع "صُور اور صیدا کی سرحدوں میں گیا"۔ اِس علاقے کو صُور فینیکے بھی کہتے تھے۔ وُہ "ایک گھر میں داخل ہُوا اور نہ چاہتا تھا کہ کوئی جانے"۔ لیکن اُس کی شہرت اُس سے پہلے وہاں پہنچ چکی تھی۔ جلد ہی لوگوں کو اُس کی موجودگی کا علم ہو گیا اور ایک غیر قوم "عورت" اُس کے پاس آ کر اپنی بدرُوح گرفتہ "بیٹی" کے لئے درخواست کرنے لگی۔

۷: ۲۶- ہم اِس حقیقت پر زور دیں گے کہ وُہ "یُونانی" تھی یہُودی نہیں تھی۔ یہُودی خُدا کی برگزیدہ قوم تھے اور خُدا کے حضور میں خاص اِعزاز اور مرتبہ رکھتے تھے۔ اُس نے اُن کے ساتھ نہایت بڑے اور اعلیٰ وعدے کر رکھے تھے۔ اپنا کلام اُن کے سپرد کیا تھا۔ اور پہلے خیمۂ اِجتماع میں اور بعد میں ہیکل میں اُن کے درمیان سکونت کرتا تھا۔ اِس کے برعکس غیر قوم لوگ "اِسرائیل کی سلطنت سے خارج اور وعدہ کے عہدوں سے ناواقف اور نااُمید اور دُنیا میں خُدا سے جُدا تھے" (اِفسیوں ۲: ۱۱، ۱۲)۔ خُداوند یسوع پہلے اِسرائیلی قوم کے پاس آیا تھا۔ اُس نے خُود کو بطور بادشاہ قوم کے سامنے پیش کیا۔ خوشخبری پہلے اِسرائیل کے گھرانے کو سُنائی گئی۔ یہ بات سمجھنا ضروری ہے تاکہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ اُس نے "صُور فینیکی" عورت سے جو سلوک کیا اُس کا پس منظر کیا ہے۔ جب اُس نے درخواست کی کہ یسوع "بدرُوح کو اُس کی بیٹی میں سے نکالے" تو لگتا ہے کہ اُس نے درخواست نامنظور کر دی تھی۔

۷: ۲۷۔ یسوع نے کہا کہ "پہلے لڑکوں (اسرائیلیوں) کو سیر ہونے دے"۔ اور یہ بھی کہ "لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں (غیر قوم والوں) کو ڈال دینا اچھا نہیں"۔ اُس کا جواب انکار نہیں تھا۔ اُس نے کہا تھا "پہلے لڑکوں کو سیر ہونے دے"۔ یہ لفظ بہت سخت معلوم ہوتے ہیں۔ دراصل ان سے اُس کی توبہ اور ایمان کا امتحان کرنا مقصود تھا۔ اُس وقت خداوند کی خدمت بنیادی طور پر یہودیوں کے لئے تھی۔ غیر قوم ہونے کے باعث خداوند یا اُس سے ملنے والے فوائد پر اُس کا کوئی حق نہیں تھا۔ کیا وہ اِس حقیقت کو تسلیم کرنے کو تیار تھی؟

۷: ۲۸۔ اُس نے یہ بات تسلیم کی۔ اُس نے جو کچھ کہا حقیقتاً اس کا مطلب ہے کہ "ہاں خداوند، مَیں ایک غیر قوم حقیر کُتا ہُوں ۔ اور مَیں دیکھتی ہُوں کہ کُتے بھی میز کے تلے لڑکوں کی روٹی کے ٹکڑوں میں سے کھاتے ہیں۔ اور میری درخواست بھی صرف اِتنی ہی ہے کہ یہودیوں کے درمیان تیری خدمت کے چند بچے ہُوئے ٹکڑے مجھے بھی دے دے"۔

۷: ۲۹، ۳۰ - یہ ایمان نہایت قابلِ تعریف ہے اور خداوند نے فی الفور اِس کا اَجر دے کر لڑکی کو دُور ہی سے شفا عطا کی۔ جب وہ عورت گھر پہنچی تو بیٹی کو پُورے طور پر صحت یاب پایا۔

ق ۔ ایک بہرہ اور ہکلا شفا پاتا ہے (۷: ۳۱-۳۷)

بحیرۂ روم کے ساحل سے خداوند "گلیل کی جھیل" کے مشرقی کنارہ پر واپس آیا۔ یہ علاقہ "دِکپُلِس" کے نام سے مشہور تھا۔ یہاں ایک واقعہ پیش آیا جو صرف مرقس کی انجیل میں مرقوم ہے۔ چند خیر خواہ دوست "ایک بہرے کو جو ہکلا بھی تھا اُس کے پاس" لائے۔ ہکلے پن کی وجہ شاید کوئی جسمانی نقص تھا یا چونکہ بہرے پن کے باعث اُس نے کبھی الفاظ صاف نہیں سُنے تھے، اس لئے درستی سے بول نہیں سکتا تھا۔ کچھ بھی ہو، وہ ایک گنہگار کی تصویر پیش کرتا ہے جو خدا کی آواز سُننے کو بہرہ ہے اور اِسی باعث دُوسروں کو خدا کے بارے میں بتانے سے قاصر رہتا ہے۔

۷: ۳۳-۳۴۔ پہلے تو یسوع "اُس کو بھیڑ میں سے الگ لے گیا"۔ پھر "اپنی اُنگلیاں اُس کے کانوں میں ڈالیں اور تھوک کر اُس کی زبان چھُوئی"۔ گویا اشاروں کی زبان میں اُسے سمجھایا کہ مَیں تیرے کان اور تیری زبان کھولنے کو ہُوں ۔ اِس کے ساتھ ہی خداوند نے "آسمان

کی طرف نظر کر کے ایک آہ بھری"۔ اِس سے ظاہر کرنا مقصود تھا کہ میری قدرت خُدا کی طرف سے ہے۔ "آہ" ظاہر کرتی ہے کہ مجھے گُناہ کے باعث اِنسان کے دُکھ اور مصیبت کا غم ہے۔ آخر میں اُس نے کہا "اِفتح"۔ ارامی زبان کے اِس لفظ کا مطلب ہے "کُھل جا"۔

۷: ۳۵، ۳۶۔ اُس آدمی کے کان اور زبان "فوراً" درست ہو گئے۔ خداوند نے لوگوں سے کہا کہ اِس مُعجزے کا چرچا نہ کریں، مگر اُنھوں نے اُس کی ہدایات کا کوئی لحاظ نہ کیا۔ ہم نافرمانی کو کبھی جائز قرار نہیں دے سکتے، خواہ لوگوں کی نیت کیسی ہی اچھی کیوں نہ ہو۔

۷: ۳۷۔ دیکھنے والے اُس کے مُعجزوں سے "نہایت ہی حیران" تھے۔ وُہ کہتے تھے "جو کچھ اُس نے کیا سب اچھا کیا۔ وُہ بہروں کو سُننے کی اور گونگوں کو بولنے کی طاقت دیتا ہے"۔ وُہ اپنی بات کی حقیقت کو نہیں سمجھتے تھے۔ اگر وُہ کلوری کو دیکھ لیتے تو زیادہ گہرے احساس اور قائلیت کے ساتھ یہ بات کہتے۔

ر۔ چار ہزار کو کھلانا (۸: ۱-۱۰)

یہ مُعجزہ پانچ ہزار کو کھلانے کے مُعجزے سے بہت مُشابہت رکھتا ہے۔ مگر دیکھئے کہ کن کن باتوں میں فرق ہے۔

پانچ ہزار	چار ہزار
۱۔ یہ لوگ یہودی تھے (دیکھئے یوحنا ۶: ۱۴، ۱۵)۔	۱۔ یہ لوگ غالباً غیر قوم تھے (دِکپلس کے رہنے والے تھے)۔
۲۔ یہ بھیڑ صرف ایک دن خُداوند کے ساتھ رہی تھی (۶: ۳۵)۔	۲۔ یہ بھیڑ تین دن سے اُس کے ساتھ تھی (۸: ۲)۔
۳۔ یسوع نے پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں اِستعمال کیں (متی ۱۴: ۱۷)۔	۳۔ اُس نے سات روٹیاں اور تھوڑی سی چھوٹی مچھلیاں اِستعمال کیں (۸: ۵، ۷)۔
۴۔ پانچ ہزار مردوں کے عِلاوہ عورتوں اور بچّوں نے بھی سیر ہو کر کھایا (متی ۱۴: ۲۱)۔	۴۔ چار ہزار مردوں کے عِلاوہ عورتوں اور بچّوں نے بھی سیر ہو کر کھایا (متی ۱۵: ۳۸)۔
۵۔ بچے ہُوئے ٹکڑوں سے بارہ ٹوکریاں بھری گئیں (متی ۱۴: ۲۰)۔	۵۔ بچے ہُوئے ٹکڑوں سے سات ٹوکرے بھرے گئے (۸: ۸)۔

جب چیزیں تھوڑی تھیں، خداوند نے زیادہ لوگوں کو کھلایا اور زیادہ باقی بچا۔ جب زیادہ تھیں تو نسبتاً تھوڑے لوگوں کو کھلایا اور تھوڑا باقی بچا۔ باب ۷ میں ہم نے دیکھا کہ ایک غیر قوم عورت کے لئے ٹکڑے میز پر سے گرے۔ یہاں ایک بڑی غیر قوم بِھیڑ کو کثرت سے کھلایا گیا۔ ارڈمین کہتا ہے کہ :

"پہلا معجزہ ظاہر کرتا ہے کہ اِس دَور میں ضرورت مند غیر قوم افراد کے لئے میز پر سے روٹی کے ٹکڑے گر سکتے ہیں اور یہاں ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع کی قوم نے اُس کو رَدّ کر دیا ہے اِس لئے وُہ ساری دُنیا کے لئے اپنی جان دے گا اور ساری قوموں کے لئے زندگی کی روٹی ہوگا"۔

بعض لوگ چار ہزار کو کھلانے جیسے واقعات کے بارے میں کہتے ہیں کہ غیر ضروری طور پر دُہرائے گئے ہیں۔ یہ بڑی حد تک خطرناک بات ہے۔ ہمیں بائبل مُقدّس کا مُطالعہ اِس قابلیت کے ساتھ کرنا چاہئے کہ اِس کا ایک ایک لفظ رُوحانی سچّائی سے بھرا ہُوا ہے۔ البتہ بعض اوقات ہماری ناقص عقل اِس تک پہنچ نہیں سکتی۔

۸ : ۱۰ ۔ دکیپلس سے یسوع "اپنے شاگردوں" کے ہمراہ گلیل کی جھیل کو پار کر کے اُس کے مغربی کنارہ پر پہنچا اور "دلمنوتہ کے علاقہ میں" آیا (متی ۱۵ : ۳۹ میں مگدن)۔

ش۔ فریسی آسمانی نشان طلب کرتے ہیں (۸ : ۱۱ - ۱۳)

۸ : ۱۱ ۔ "فریسی" اُس کے انتظار میں تھے۔ وُہ آ کر اُس سے "کوئی آسمانی نِشان" طلب کرنے لگے۔ اُن کا اندھا پن اور جرأت و بے باکی نہایت بڑھ گئی تھی۔ اُن کے سامنے تمام زمانوں کا عظیم ترین نشان یعنی خُداوند یسوع مسیح خود کھڑا تھا۔ یقیناً وُہ نشان تھا جو آسمان سے اُترا تھا، لیکن وُہ اُسے جان اور پہچان نہ سکے۔ وُہ اُس کی بے مثال باتیں سُنتے تھے، اُس کے عجیب اور قادر معجزے دیکھتے تھے، ہر روز اُنہیں اُس قطعی بے گناہ ہستی سے واسطہ پڑتا تھا، خُدا جسم میں ظاہر ہُوا تھا مگر وُہ اپنے اندھے پن میں "آسمانی نِشان" طلب کرتے تھے۔

۸ : ۱۲، ۱۳ ۔ تعجب کیسا کہ مُنجّی نے "اپنی رُوح میں آہ کھینچی"۔ اگر دُنیا کی تاریخ میں کسی پُشت کو اعزاز مِلا تھا تو وُہ یہودی "پُشت" تھی، اور یہ فریسی اُس کا حِصّہ تھے۔ مگر اُن کو واضح ترین شہادت بھی دِکھائی نہیں دیتی تھی کہ مسیح موعود ظاہر ہو گیا ہے۔ وُہ زمین کی بجائے آسمان

پر مُعجزہ طلب کر رہے تھے، اور یسوعؔ کہہ رہا تھا "تمہیں کوئی اور نشان نہ دیا جائے گا۔ تمہیں موقع دیا گیا مگر...." "اور وُہ اُن کو چھوڑ کر پھر کشتی میں بیٹھا اور پار چلا گیا" یعنی گلیل کی جھیل کے مشرقی ساحل پر چلا گیا۔

ت۔ فریسیوں اور ہیرودِیس کا خمیر (۸: ۱۴-۲۱)

۸: ۱۴-۱۵۔ سفر پر جاتے ہُوئے "شاگرد روٹی ساتھ لینا بھول گئے تھے"۔ یسوعؔ ابھی تک فریسیوں کے ساتھ اپنی جھڑپ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تب اُس نے اُن سے کہا "خبردار! فریسیوں کے خمیر اور ہیرودِیس کے خمیر سے ہوشیار رہنا"۔ بائبل مُقدس میں خمیر ہمیشہ بُرائی کی مثال ہے جو خاموشی سے اور آہستہ آہستہ اثر کر جاتا ہے۔ "فریسیوں کے خمیر" میں ریاکاری، اپنے آپ کو راستباز سمجھنا اور تعصُّب اور کٹڑ پن شامل ہے، جبکہ "ہیرودِیس کے خمیر" میں شک پرستی، بد اخلاقی اور دُنیاداری یا دُنیا پرستی شامل ہے۔ ہیرودی اِنہی گُناہوں کے باعث نمایاں تھے۔

۸: ۱۶-۲۱۔ شاگرد خُداوند کی بات کو بالکل نہ سمجھے۔ اُن کے خیال میں صرف روٹیاں تھیں۔ چنانچہ خُداوند نے بڑی تیزی سے اُن سے نَو سُوال پُوچھے۔ پہلے پانچ سُوالات میں اُن کی کُند ذہنی پر سرزنش تھی، اور آخری چار میں اِس بات پر ملامت تھی کہ وُہ اُس کے ساتھ ہوتے ہُوئے اپنی ضرُوریات کے پُورا ہونے کی فکر کرتے تھے۔ کیا اُس نے پانچ۵ روٹیوں سے پانچ ہزار کو نہیں کھلایا تھا اور بارہ۱۲ ٹوکریاں نہیں اُٹھائی تھیں؟ ہاں — کیا اُس نے سات۷ روٹیوں سے چار ہزار کو نہیں کھلایا تھا اور سات۷ ٹوکرے نہیں بچے تھے؟ ہاں بچے تھے۔ تو پھر وُہ کیوں نہیں سمجھے تھے کہ وُہ کشتی میں موجُود مُٹھی بھر شاگردوں کی ضرُوریات کو کثرت کے ساتھ پُورا کر سکتا ہے؟

ث۔ بیت صیدا میں اندھے آدمی کو شفا دینا

(۸: ۲۲-۲۶)

اِس مُعجزے کا بیان صرف مرقسؔ کی انجیل میں پایا جاتا ہے۔ یہاں کئی دِلچسپ سُوال پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل، شفا دینے سے پہلے یسوعؔ اُس اندھے "کو گاؤں سے باہر" کیوں لے

گیا؟ اُس نے اُس آدمی کو صرف چھو کر شفا کیوں نہ دی؟ اور تھوک جیسی غیر رسمی چیز کیوں استعمال کی؟ آدمی کو مکمل بینائی فوراً کیوں حاصل نہ ہوئی؟ (اناجیل میں صرف یہی ایک شفا ہے جو بتدریج عمل میں آئی)۔ اور آخری سوال یہ ہے کہ یسوع نے گاؤں میں اِس معجزہ کے بارے میں بتانے سے اُس آدمی کو کیوں منع کیا؟

خداوند یسوع اختیارِ کامل رکھتا ہے۔ لہٰذا ضروری نہیں کہ اپنے کاموں کے بارے میں ہمیں وضاحت پیش کرے۔ اگرچہ ہم اندازہ نہیں لگا سکتے اُس نے جو کچھ کیا اُس کے پیچھے بالکل جائز وجوہات موجود تھیں۔ شفا دینے کا ہر واقعہ دُوسرے سے مختلف ہے۔ اِسی طرح ایمان لانے کا ہر واقعہ بھی دُوسرے سے فرق ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو ایمان لاتے ہی نمایاں رُوحانی بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ بعض کو شروع میں دُھندلا نظر آتا ہے اور رفتہ رفتہ نجات کے پُورے یقین تک پہنچتے ہیں۔

خ۔ پطرس کا عظیم اقرار (۸: ۲۷۔ ۳۰)

اِس باب کے آخری دو پیرے ہمیں شاگردوں کی تربیت (ٹریننگ) کے نقطۂ عروج تک لے آتے ہیں۔ یسوع اُن کو بتانا چاہتا تھا کہ مجھے کونسا راستہ درپیش ہے۔ وہ اُنہیں دعوت دیتا تھا کہ تن دہی کے ساتھ میری پیروی کرو۔ اِس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ شاگرد گہرے طور پر جان لیں کہ یسوع کون ہے۔ زیرِ نظر پیرا ہمیں شاگردیت کے مرکز تک پہنچا دیتا ہے۔ آج کی مسیحی سوچ اور عمل میں غالباً اِس بات کو زیادہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔

۸: ۲۷۔ ۲۸۔ "یسوع اور اُس کے شاگرد" کچھ تنہائی اور سکون چاہتے تھے۔ اِس مقصد کے لئے وہ اِنتہائی شمالی علاقے کی طرف روانہ ہوئے۔ "قیصریہ فلپی" کو جاتے ہوئے اُس نے ایک خاص موضوع پر بات چیت شروع کی کہ "لوگ مجھے کیا کہتے ہیں؟" عام طور پر لوگ اُسے ایک "بڑا یا عظیم شخص" تسلیم کرتے تھے اور اُسے "یوحنا بپتسمہ" دینے والے یا "ایلیاہ" یا دُوسرے "نبیوں" کے برابر مانتے تھے۔ لیکن اِنسان کی عطا کردہ عزت درحقیقت بے عزتی ہوتی ہے۔ اگر یسوع خدا نہیں، تو پھر دھوکے باز، پاگل یا خیالی داستان ہے، دُوسرا کوئی اِمکان نہیں۔

۸: ۲۹، ۳۰۔ پھر خداوند نے ایک سیدھا سوال کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ شاگرد اُس کی قدر

کِس انداز سے کرتے ہیں۔ پطرس نے بے تامل اِعلان کیا کہ "تُو مسیح ہے" یعنی مسیحِ موعُود یا مسح کیا ہُوا ہے۔ عقلی طور سے تو پطرس اِس بات کو جانتا تھا، مگر اُس کی زِندگی میں کوئی بات ہُوئی تھی جِس کے باعث اُسے گہری اور ذاتی قائلیت حاصِل تھی۔ اب زِندگی کبھی ویسی نہیں رہ سکتی تھی۔ پطرس ایسی زِندگی سے مطمئن نہیں رہ سکتا تھا جِس میں اپنی ذات کو مرکزیت حاصِل ہو۔ اگر یسوع مسیحِ موعُود ہے تو پطرس کے لئے لازم ہو گیا تھا کہ سب کُچھ ترک کر کے صِرف اُسی کے لئے جِئے۔

ذ۔ خادِم اپنی موت اور جی اُٹھنے کی پیشین گوئی کرتا ہے

(۸: ۳۱-۳۸)

اب تک ہم نے دیکھا ہے کہ یہوواہ کے خادِم کی زِندگی دُوسروں کی متواتر خِدمت کرنے کے لئے وقف تھی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ دُشمن اُس سے عداوت اور نفرت رکھتے تھے اور دوست اُس کو سمجھنے سے قاصر رہے تھے۔ ہم نے وُہ زِندگی دیکھی ہے جو عمل وحرکت کی قوّت سے سرشار تھی، جو اخلاقی کمال کا نمونہ تھی، اور سراسر محبّت اور حلیمی تھی۔

۸: ۳۱۔ مگر خُدا کی خِدمت کا راستہ دُکھوں اور موت کی طرف جاتا ہے۔ چنانچہ اب مُنجّی نے شاگِردوں کو صاف صاف بتا دیا کہ "ضرُور ہے کہ ابنِ آدم (۱) بہُت دُکھ اُٹھائے (۲) رَدّ کیا جائے (۳) قتل کیا جائے (۴) اور جی اُٹھے"۔ اِس کے لئے جلال کا راستہ صلیب اور قبر سے ہو کر گزرتا تھا۔ ایف۔ ڈبلیو گرانٹ کہتا ہے کہ "خِدمت کی اصل رُوح قربانی میں نظر آتی ہے"۔

۸: ۳۲-۳۳۔ پطرس اِس خیال کو قبول نہیں کر سکتا کہ یسوع کو دُکھ اُٹھانا اور مرنا ہو گا۔ یہ بات تو اُس کے مسیحِ موعُود کے تصوّر کے بالکل خلاف ہے۔ وُہ یہ سوچنا تک نہیں چاہتا کہ میرا خُداوند اور مالک اپنے دُشمنوں کے ہاتھوں قتل ہو گا۔ وُہ ایسی بات مُنہ سے نکالنے پر مُنجّی کو ملامت کرنے لگا۔ اِس پر یسوع نے پطرس سے کہا "اے شیطان، میرے سامنے سے دُور ہو کیونکہ تو خُدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے"۔ یہ مت سمجھیں کہ یسوع پطرس پر شیطان ہونے کا اِلزام لگا رہا تھا یا یہ کہ شیطان اُس کے اندر سکونت کرتا تھا بلکہ اِس کا مطلب یہ تھا کہ "تُو ایسی بات کر رہا ہے جیسی کہ اگر شیطان یہاں ہوتا تو کرتا۔ خُدا کی پُوری فرمانبرداری کرنے سے وُہ ہمیں ہمیشہ روکتا اور بے حوصلہ کرتا ہے۔ وُہ آزمائش میں ڈالتا ہے کہ تخت حاصِل کرنے کے لئے آسان راستہ اختیار کریں"۔ پطرس کے

الفاظ کا سرچشمہ شیطان تھا اور اِسی بات پر خداوند کو غصّہ آیا۔ کیلی اِس سلسلے میں کہتا ہے کہ:

"کون سی بات تھی جس نے خداوند کو اتنا غصّہ دِلایا؟ یہاں بھی وُہی پھندا تھا جو ہم سب کی راہ میں ہوتا ہے، یعنی اپنی جان بچانے کی خواہش۔ صلیب کی نسبت آسان راستے کو ترجیح دینا۔ کیا یہ بات درست نہیں کہ ہم آزمائش، انگشت نما ہونے اور رَدّ کئے جانے سے بچنا فطرتاً پسند کرتے ہیں؟ ہم اُن دُکھوں سے کترانا چاہتے ہیں جو خدا کی مرضی کو پُورا کرنے میں آتے ہیں۔ جبکہ جس دُنیا میں ہم رہتے ہیں، اِس میں اُن کا آنا ضرور ہے۔ ہم زمین پر باعزّت اور پُرسکون راستے کو ترجیح دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ دونوں جہانوں میں بہترین چیزوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اِس پھندے میں پھنس جانا کِس قدر آسان ہے! پطرس نہ سمجھ سکا کہ مسیحِ موعود کو دُکھ کے اِس سارے راستے کو طے کرنا کیوں ضروری تھا۔ اگر ہم وہاں ہوتے تو شاید اِس سے بھی بُری بات کہہ دیتے یا سوچتے۔ پطرس کی تلقین انسانی ہمدردی پر مبنی تھی۔ وُہ مُنجّی سے دِلی محبّت رکھتا تھا۔ لیکن اُسے خبر نہ تھی کہ میرے اندر دُنیا کی بے لگام رُوح بھی ہے۔"

غور کریں کہ پہلے یسوع نے "مُڑ کر اپنے شاگردوں پر نگاہ کی" اور اِس کے بعد "پطرس کو ملامت کی"۔ گویا کہہ رہا تھا کہ "اگر مَیں صلیب پر نہ چڑھوں تو یہ، میرے شاگرد، کیسے بچیں گے؟"

۸: ۳۴۔ پھر اُس نے اُن سے گویا یہ کہا "مَیں اِس لئے دُکھ اُٹھا رہا ہُوں تاکہ انسان نجات پائیں۔ اگر تُم "میرے پیچھے آنا" چاہتے ہو تو خود غرضی کی ہر خواہش سے انکار کرو۔ وُہ راستہ اختیار کرو جس میں ملامت، دُکھ اور موت ہے اور "میرے پیچھے ہو" لو۔ تُمہیں ذاتی آرام و آسائش، معاشرتی خوشیاں، دُنیاوی رشتے، بڑی بڑی تمنّائیں، مال و دَولت بلکہ اپنی جان کو بھی ترک کرنا ہو گا"۔ اِس قِسم کے الفاظ ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ ہمارے لئے آرام و آسائش کی زِندگی اختیار کرنا کہاں تک جائز ہے۔ ہم اپنے دِل کی مادہ پرستی، خود غرضی اور سرد مہری کو کس طرح جائز قرار دے سکتے ہیں؟ اُس کے الفاظ تو ہمیں خود انکاری، تابع داری، دُکھوں اور ایثار و قربانی کی زِندگی کی طرف بُلاتے ہیں۔

۸: ۳۵ - "اپنی جان بچانے" کی آزمائش تو ہر وقت موجود رہتی ہے کہ ہم آرام و آسائش میں رہیں، مستقبل کے لئے انتظام کریں، اپنی پسند کے مطابق سب کچھ کریں، اور ہر بات میں ہماری ذات کو مرکزیت حاصل رہے - اور یہی اپنی جان کھونے کا یقینی راستہ ہے - یسوع مسیح بلاتا ہے کہ ہم اپنی جان اُس کی اور انجیل کی خاطر انڈیل دیں - اپنی جان، رُوح اور بدن اُس کی نذر کر دیں - وُہ چاہتا ہے کہ ہمارا مال و جان اُس کی پاک خدمت میں خرچ ہو، اور ضرورت پڑے تو ہم دُنیا کو حلقہ بگوشِ انجیل کرنے کے لئے اپنی جان بھی قربان کر دیں - "جان کھونے" کا یہی مطلب ہے اور یہی جان بچانے کا یقینی راستہ ہے -

۸: ۳۶، ۳۷ - اگر کوئی ایماندار دُنیا بھر کی دولت حاصل کر لے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا؟ کیونکہ وُہ اپنی زندگی کو خُدا کے جلال اور کھوئے ہُوؤں کی نجات کے لئے استعمال کرنے کا موقع کھو دے گا - یہ گھاٹے کا سَودا ہوگا - ہماری باتیں تو اُس ساری دولت سے زیادہ قیمتی ہیں جو دُنیا پیش کر سکتی ہے -

۸: ۳۸ - خُداوند کو احساس تھا کہ میرے نوجوان شاگردوں میں سے بعض بے عزت ہونے کے خوف سے ٹھوکر کھا سکتے ہیں - چنانچہ اُس نے اُنہیں یاد دلایا کہ جو میری خاطر بے عزت ہونے سے کترائے گا اُسے اُس وقت زیادہ بڑی شرمساری برداشت کرنی پڑے گی جب مَیں قدرت کے ساتھ زمین پر واپس آؤں گا - کیسا زبردست خیال ہے! خُداوند یسوع بہت جلد اِس دُنیا میں واپس آ رہا ہے - اِس دفعہ پستی کی حالت میں نہیں، بلکہ اپنے شخصی جلال اور اپنے باپ کے جلال میں پاک فرشتوں کے ہمراہ آ رہا ہے - یہ تابناک شان و شوکت کا منظر ہوگا - اُس وقت وُہ اُن سے شرمائے گا جو اَب اُس سے شرماتے ہیں - کاش اُس کے یہ الفاظ ہمارے دِلوں میں اُتر جائیں کہ "جو کوئی اِس زِناکار اور خطاکار قوم میں مجھ سے ... شرمائے گا" - اِس گُناہ بھری اور بے وفا دُنیا میں اُس بے گناہ مُنجّی سے شرمانا کیسی ناموزوں بات ہے!

۴ - خادِم کا یروشلیم کو سفر (ابواب ۹، ۱۰)

ا - خادم کی صُورت کا بدل جانا (۹: ۱-۱۳)

خُداوند نے شاگردوں پر واضح کر دیا کہ جس راہ پر مَیں جا رہا ہُوں، وُہ کس قدر حقارت،

دُکھوں اور موت کی راہ ہے۔ اِس کے ساتھ ہی اُنہیں دعوت دی کہ ایثار و قربانی اور ترکِ نفس کی زندگیوں کے ساتھ میرے پیچھے ہولو۔ اب خداوند اُن کو تصویر کا دوسرا رُخ دِکھاتا ہے۔ اگرچہ اِس زندگی میں اُنہیں شاگردیت کی بہت بھاری قیمت ادا کرنا ہوگی لیکن بالآخر اِس کا جلالی اجر ملے گا۔

۹: ۱-۷۔ خداوند نے گفتگو کا آغاز اِس بات سے کیا کہ شاگردوں میں سے "بعض ... خدا کی بادشاہی کو قدرت کے ساتھ آیا ہُوا نہ دیکھ لیں، موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے"۔

اِس کا اِشارہ "پطرس، یعقوب اور یوحنا" کی طرف تھا۔ جس پہاڑ پر خداوند کی صورت بدل گئی تھی، وہاں اُنہوں نے "خدا کی بادشاہی کو قدرت کے ساتھ آیا ہُوا" دیکھا۔ کلام کے اِس حصے میں دلیل یہ ہے کہ اِس دُنیا میں ہم مسیح کی خاطر جو دُکھ بھی اُٹھاتے ہیں، اُس کی آمدِ ثانی پر جب وہ اپنے خادموں کے ساتھ جلال میں ظاہر ہوگا ان دُکھوں کا اجر کثرت کے ساتھ دیا جائے گا۔ اُس پہاڑ کے حالات مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی کا عکس پیش کرتے ہیں۔

۱۔ یسوع کی "صورت بدل گئی"۔ اُس کی ذات سے چکاچوند والا نور نکل رہا تھا۔ اُس کی "پوشاک" بھی "نورانی" ہو گئی تھی۔ ایسی سفید کہ "دُنیا میں کوئی دھوبی ویسی سفید نہیں کر سکتا"۔
پہلی آمد کے وقت مسیح کا جلال پردے میں تھا۔ وہ پستی کی حالت میں آیا۔ وہ مردِ غمناک اور رنج کا آشنا تھا، مگر آمدِ ثانی کے وقت وہ جلال کے ساتھ آئے گا۔ اُس وقت کسی کو اُس کے بارے میں غلطی نہیں لگے گی۔ سب دیکھیں گے کہ وہ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند ہے۔

۲۔ "ایلیاہ اور موسیٰ" وہاں پر تھے۔ وہ نمائندگی کرتے ہیں (ا) پُرانے عہدنامہ کے مقدسین کی یا (ب) شریعت (موسیٰ) اور نبیوں (ایلیاہ) کی یا (ج) اُن مقدسین کی جو اِس جہانِ فانی سے کُوچ کر گئے ہیں۔

۳۔ "پطرس، یعقوب اور یوحنا" وہاں تھے۔ عام لحاظ سے وہ نئے عہدنامہ کے مقدسین کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یا اُن ایمانداروں کی جو اُس وقت زندہ ہوں گے جب مسیح کی ظاہری بادشاہی قائم کی جائے گی۔

۴۔ "یسوع" وہاں مرکزی شخصیت تھا۔ آسمان سے آنے والی "آواز" اور "بادل" نے پطرس کی اِس تجویز کو باطل ٹھہرایا کہ وہاں "تین ڈیرے" بنائے جائیں۔ ضرور ہے

کہ ہر بات میں یسوع کا اوّل درجہ ہو۔ وُہ عمانوایل کی مملکت کا جلال ہو گا۔

۵۔ شاید وُہ بادل 'شکینہ' تھا یعنی وُہ بادل جو پرانے عہد نامہ کے زمانے میں خیمۂ اجتماع اور ہیکل میں پاک ترین مقام پر ٹھہرا تھا۔

۶۔ وہ "آواز" تو خُدا کی آواز تھی جس نے اِعلان کیا کہ مسیح "میرا پیارا بیٹا ہے"۔

۹: ۸۔ جب بادل ہٹ گیا تو شاگردوں نے "یسوع کے سوا اَور کِسی کو اپنے ساتھ پھر نہ دیکھا"۔ یہ اُس بے مثال، جلالی اور فائق مقام کی تصویر تھی جو یسوع کو اُس وقت حاصل ہو گا جب خُدا کی بادشاہی قُدرت کے ساتھ آئے گی۔ اور یہی مقام آج اُسے اپنے پَیروؤں کے دِلوں میں حاصل ہونا چاہئے۔

۹: ۹، ۱۰۔ "جب وُہ پہاڑ سے اُترتے تھے تو اُس نے اُن کو حکم دِیا کہ جب تک ابنِ آدم مُردوں میں سے جی نہ اُٹھے جو کچھ تُم نے دیکھا ہے کسی سے نہ کہنا"۔ وُہ آخری نکتہ کو سمجھ نہ پائے۔ شاید وُہ ابھی تک نہ سمجھے تھے کہ وُہ قتل کیا جائے گا اور پھر جی اُٹھے گا۔ وُہ اِن الفاظ پر حیران تھے کہ "جب تک ... مُردوں میں سے جی نہ اُٹھے"۔ یہُودی ہونے کے باعث وُہ اِس حقیقت کو جانتے تھے کہ سب زندہ کئے جائیں گے، مگر یسوع اپنے جی اُٹھنے کی بات کر رہا تھا۔ یہ نہیں کہ جب مَیں جی اُٹھوں گا اُس وقت سب زندہ کئے جائیں گے۔ یہ وُہ سچّائی ہے جس کا صرف نئے عہد نامے میں اِنکشاف ہُوا ہے۔

۹: ۱۱۔ شاگردوں کو ایک اَور مُشکل بھی درپیش تھی۔ ابھی ابھی اُن کو بادشاہی کا پیشگی نظارہ دِکھایا گیا تھا۔ لیکن کیا ملاکی نے پیشین گوئی نہیں کی تھی کہ ساری چیزوں کی بحالی کے شرُوع ہونے سے پہلے "ایلیاہ کا ... آنا ضرُور ہے" تاکہ مسیحِ موعُود کا پیشرو ہو، اور اُس کی عالمگیر بادشاہی کے قائم ہونے کا راستہ تیار کرے (ملاکی ۴: ۵)؟ ایلیاہ کہاں ہے؟ کیا وُہ فقیہوں کے کہنے کے مُطابق پہلے آئے گا؟

۹: ۱۲، ۱۳۔ یسوع نے جواب دِیا کہ "بے شک یہ درُست ہے کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے۔ لیکن ایک اَور اہم اور فوری سُوال یہ ہے کہ کیا پُرانے عہد نامہ کے صحائف یہ پیشین گوئی نہیں کرتے کہ "ابنِ آدم ... بہُت سے دُکھ اُٹھائے گا اور حقیر کیا جائے گا"؟ مگر جہاں تک ایلیاہ کا تعلق ہے، وُہ "تو آ چُکا" (یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کی ذات اور خِدمت کی صُورت میں)۔ لیکن لوگوں نے جیسا چاہا اُس کے ساتھ سلُوک کیا، جیسا کہ ایلیاہ کے ساتھ بھی کیا تھا۔

یوحنا بپتسمہ دینے والے کی موت ہمیشگی نشان تھا کہ لوگ ابنِ آدم کے ساتھ کیا کریں گے۔ انہوں نے پیش رَو کو رد کیا وہ بادشاہ کو بھی رد کریں گے"۔

ب۔ ایک بدرُوح گرفتہ لڑکا شفا پاتا ہے (۹: ۱۴-۲۹)

۹: ۱۴-۱۶۔ شاگردوں کو اُس پہاڑ پر ڈیرے ڈالنے کی اجازت نہ ملی۔ نیچے وادی میں کراہتی اور آہیں بھرتی ہوئی نسلِ انسانی اُن کی منتظر تھی۔ ضرورت اور محتاجی سے بھری دُنیا اُن کے قدموں میں پڑی تھی۔ جب یسوع اور تینوں شاگرد پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو "فقیہوں" اور بھیڑ اور باقی "شاگردوں" کے درمیان ایک گرما گرم بحث چل رہی تھی۔ جونہی خداوند نظر آیا، بحث بند ہو گئی اور بھیڑ اُس کی طرف لپکی۔ اُس نے دریافت کیا کہ میرے شاگردوں کے ساتھ "کیا بحث" کر رہے تھے؟

۹: ۱۷، ۱۸۔ ایک باپ جو دیوانہ ہو رہا تھا، اُس نے خداوند کو بتایا کہ میرے "بیٹے" پر "گونگی رُوح" کا قبضہ ہے۔ یہ بدرُوح اُسے زمین پر پٹک دیتی ہے۔ اور وہ کف بھر لاتا اور دانت "پیسنے" لگتا ہے۔ اِن شدید تشنجی دَوروں کے سبب سے لڑکا سوکھتا جاتا ہے۔ باپ نے "شاگردوں سے" مدد کی درخواست کی تھی مگر وہ بدرُوح کو "نہ نکال سکے"۔

۹: ۱۹۔ یسوع نے شاگردوں کو اُن کی بے اعتقادی پر ڈانٹا۔ کیا اُس نے اُن کو بدرُوحیں نکالنے کا اختیار نہیں دیا تھا؟ وہ کب تک اُن کے "ساتھ رہے" گا۔ "کب تک" اُن کی شکست خوردہ اور بے بس زندگیوں کی برداشت کرے گا؟

۹: ۲۰-۲۳۔ جب وہ بچّہ کو خداوند "کے پاس لائے" تو بدرُوح نے اُسے نہایت شدید دَورہ میں مبتلا کر دیا۔ خداوند نے لڑکے کے باپ سے پوچھا "یہ اِس کو کتنی مدت سے ہے؟" باپ نے بتایا کہ "بچپن سے"۔ اِن ناگہانی دَوروں کے باعث وہ لڑکا "اکثر آگ میں اور اکثر پانی میں" گرتا تھا۔ کئی دفعہ تو موت سے بال بال بچا تھا۔ اب باپ منّت کرنے لگا کہ "اگر تُو کچھ کر سکتا ہے تو ہم پر ترس کھا کر ہماری مدد کر"۔ یہ دِل کو چیر دینے والی پکار اور فریاد تھی جس کے پیچھے برسوں کی مایوسی اور نا اُمیدی کار فرما تھی۔ یسوع نے واضح کیا کہ یہاں میری شفا دینے کی قدرت کا سوال نہیں، بلکہ باپ کے ایمان لانے کا سوال ہے۔ "جو اعتقاد رکھتا ہے اُس کے لئے سب کچھ ہو سکتا ہے"۔ زندہ خدا پر ایمان ہمیشہ

اُجر پاتا ہے۔ اُس کے لئے کوئی کام بھی مُشکل نہیں۔

۲۴:۹۔ باپ نے ایمان اور بے اعتقادی کا وُہ مِلا جُلا عمل دِکھایا جو ہر زمانے میں خُدا کے لوگوں کے تجربے میں آتا ہے۔ خُداوند! "مَیں اِعتقاد رکھتا ہُوں۔ تُو میری بے اعتقادی کا عِلاج کر۔" ہم ایمان رکھنا چاہتے ہیں لیکن اپنے آپ کو شکوک سے بھرا ہُؤا پاتے ہیں۔ ہم اپنے باطن کے اِس غیر معقول تضاد سے نفرت کرتے ہیں، مگر محسُوس کرتے ہیں کہ ہماری جدوجہد لاحاصل ہے۔

۲۵:۹۔۲۷۔ "جب یسوع نے ... اُس ناپاک رُوح کو" بچّہ میں سے نِکل جانے کا حکم دیا تو اُسے ایک نہایت ہولناک دَورہ پڑا۔ ایسا کہ "وہ مُردہ سا ہو گیا"۔ نجات دہندہ نے "اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اُٹھایا" اور صحیح سلامت باپ کے سپُرد کیا۔

۲۸:۹، ۲۹۔ بعد میں جب مسیح "گھر میں" اپنے "شاگردوں" کے ساتھ "تنہائی میں" تھا تو اُنہوں نے پُوچھا کہ "ہم اُسے" یعنی ناپاک رُوح کو "کیوں نہ نکال سکے؟"۔ اُس نے جواب دیا کہ بعض مُعجزوں کے لئے "دُعا" اور روزہ[1] کی ضرُورت ہوتی ہے۔ ہم میں سے کون ہے جسے اپنی مسیحی خدمت کے دَوران کبھی مایوسی اور احساسِ شکست کا سامنا نہیں ہوتا؟ ہم پُوری دیانت داری سے بے تھکان کام کرتے ہیں مگر کوئی نشان نظر نہیں آتا کہ رُوح القدس قُدرت کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ اُس وقت ہمیں بھی مُنجّی کے یہ الفاظ یاد رکھنے چاہئیں کہ "یہ قسم ..."۔

ج۔ یسُوع اپنی موت اور جی اُٹھنے کی دوبارہ پیشین گوئی کرتا ہے۔ (۹: ۳۰-۳۲)

۳۰:۹۔ یسوع کا قیصریہ فلپّی کا دَورہ ختم ہو گیا۔ اَب وُہ "گلیل سے ہو کر گزرے"۔ یہ سفر اُسے یروشلیم اور صلیب کو لے جانے کو تھا۔ وُہ چاہتا تھا کہ سفر کے دَوران کوئی اُسے نہ جانے۔ بڑی حد تک اُس کی عام خِدمت پُوری ہو چُکی تھی۔ اَب وُہ شاگردوں کے ساتھ وقت گزارنا اور اُنہیں آنے والے واقعات کے لئے تیار کرنا چاہتا تھا۔

۳۱:۹-۳۲۔ وُہ اُنہیں صاف صاف بتاتا ہے کہ مَیں "آدمیوں کے حوالہ" کیا جاؤں گا۔ وُہ مجھے "قتل کریں گے"۔ لیکن مَیں "تین دِن بعد جی" اُٹھوں گا، مگر وُہ اِن باتوں کو سمجھ نہ سکے" اور "اُس سے پُوچھتے ہُوئے ڈرتے تھے"۔ ہم بھی اکثر پُوچھتے ہُوئے ڈرتے ہیں اور

---

[1] بعض نسخوں میں "دُعا" کے ساتھ "روزہ" کا لفظ بھی ہے۔

یوں برکت حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں ۔

د ۔ بادشاہی میں بڑا مقام (۹: ۳۳ - ۳۷)

۹: ۳۳، ۳۴ - "جب" وہ "کفرنحوم" میں اُس "گھر میں" آئے جہاں اُنہیں قیام کرنا تھا تو یسوع نے "اُن سے پُوچھا" کہ وہ راہ میں کیا بحث کر رہے تھے ۔ اب وہ یہ اقرار کرتے ہوئے شرماتے تھے کہ ہم اِس بات پر بحث کر رہے تھے کہ "بڑا کون ہے؟" شاید خداوند کی شکل کے جلالی ہو جانے کے واقعہ نے اُن کی اُمید کو بحال کر دیا تھا کہ بادشاہی بہت جلد قائم ہونے والی ہے۔ اور وہ اُس میں اعلیٰ اور معزز مقام حاصل کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے ۔ کتنے دُکھ کی بات ہے کہ اِدھر تو یسوع اُن کو اپنی موت کے بارے میں بتا رہا ہے اُدھر وہ اپنے آپ کو دُوسروں سے اعلیٰ و برتر قرار دے رہے ہیں ۔ یرمیاہ (۱۷: ۹) نے کیا خوب کہا ہے کہ اِنسان کا دِل سب سے زیادہ حیلہ باز اور بُرا ہے، بلکہ لاعلاج ہے ۔

۹: ۳۵ - ۳۷ - یسوع جانتا تھا کہ اُن میں کیا بحث ہوئی تھی ۔ چنانچہ اُس نے اُنہیں حلیمی کا سبق دِیا کہ اوّل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ اِنسان دانستہ اور رضا کارانہ ادنیٰ ترین خدمت کرنے میں عار محسوس نہ کرے اور اپنے لئے نہیں بلکہ دُوسروں کے لئے جئے ۔ یسوع نے ایک چھوٹے "بچّے کو لے کر اُن کے بیچ میں کھڑا کیا ۔ پھر اُسے گود میں" اُٹھا لیا اور زور دے کر بیان کیا کہ اگر کوئی "میرے نام پر" سب سے چھوٹے اور سب سے گمنام شخص پر مہربانی کرتا ہے تو یہ بڑا اور عظیم عمل ہے ۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے خود خداوند کے ساتھ، ہاں بلکہ خدا باپ کے ساتھ مہربانی کی جائے ۔ "اے مُبارک خداوند یسوع، تیری تعلیم ہمارے دُنیادار دِل کی تہ تک پہنچتی اور اِسے بے نقاب کرتی ہے ۔ میری خودی کو توڑ دے اور بخش دے کہ مجھ میں تیری زندگی ظاہر ہو جائے ۔"

ہ ۔ خادِم فرقہ پرستی سے منع کرتا ہے (۹: ۳۸ - ۴۲)

یہ باب ناکامیوں سے بھرا ہوا نظر آتا ہے ۔ پہاڑ پر پطرس بے سوچے سمجھے بول اُٹھا (آیات ۵، ۶) ۔ شاگرد گونگی بہری بدرُوح کو نہ نِکال سکے (آیت ۱۸) ۔ وہ بحث کرنے لگے کہ بڑا کون ہے (آیت ۳۴) اور آیات ۳۸ - ۴۰ میں وہ فرقہ پرستی کی رُوح کا مظاہرہ کرتے

ہُوئے نظر آتے ہیں۔

۹: ۳۸۔ یہ یُوحنّا تھا جِسے خُداوند عزیز رکھتا تھا۔ اُسی نے یسوؔع کو خبر دی کہ "ہم نے ایک شخص کو تیرے نام سے بدرُوحوں کو نکالتے دیکھا"۔ شاگردوں نے اُس شخص کو روک دِیا کیونکہ وُہ اُن کے ساتھ مِلا ہُوا نہیں تھا۔ یہ شخص نہ تو کسی غلط عقیدے کی تعلیم دیتا تھا نہ گُناہ میں زِندگی گُزارتا تھا۔ صِرف اِتنی بات تھی کہ وُہ شاگردوں کے اِس مخصُوص گروہ میں شامل نہیں تھا۔

۹: ۳۹۔ یسوؔع نے کہا "اُسے منع نہ کرنا"۔ اگر وُہ مجھ پر اِتنا ایمان رکھتا ہے کہ میرے نام سے بدرُوحوں کو نِکالتا ہے تو وُہ میری طرف ہے اور شیطان کے خِلاف کام کر رہا ہے۔ مُمکن نہیں کہ وُہ جلدی پِھر جائے اور "مجھے جلد بُرا کہہ سکے" یا میرا دشمن ہو جائے۔

۹: ۴۰۔ بظاہر معلُوم ہوتا ہے کہ یہ آیت متّی ۱۲: ۳۰ کی تردِید کرتی ہے جہاں یسوؔع کہتا ہے کہ "جو میرے ساتھ نہیں وُہ میرے خِلاف ہے اور جو میرے ساتھ جمع نہیں کرتا وُہ بکھیرتا ہے"۔ مگر اِن میں کوئی حقیقی تضاد نہیں پایا جاتا۔ متّی میں مسئلہ زیرِ بحث یہ تھا کہ کیا مسیح خُدا کا بیٹا ہے یا اُس میں شیطان کی قوّت ہے۔ ایسے بُنیادی سُوال میں جو کوئی اُس کے ساتھ نہیں وُہ اُس کے خِلاف کام کرتا ہے۔

یہاں مرقُس کی انجیل میں مسئلہ مسیح کی ذات یا کام کا نہیں بلکہ خُداوند کی خِدمت میں حِصّہ دار ہونے کا ہے۔ یہاں رواداری اور محبّت کو کارفرما ہونا چاہئے۔ خِدمت کے سِلسلے میں جو کوئی اُس کے "خِلاف نہیں" یقیناً وُہ شیطان کے خِلاف ہے اور یُوں مسیح کی طرف ہے۔

۹: ۴۱۔ مسیح کے نام کی خاطر کی گئی چھوٹی سے چھوٹی مہربانی کا بھی اَجر ضرُور مِلے گا۔ حتیٰ کہ کِسی شاگرد کو اگر "ایک پیالہ پانی" اِس لئے دِیا جائے کہ وُہ "مسیح کا ہے" تو اِس کا بھی اَجر مِلے گا۔ اُس کے نام سے بدرُوح کو نکالنا تو بہُت بڑی اور نُمایاں بات ہے جبکہ پانی کا گلاس پیش کرنا ایک معمُولی بات ہے۔ لیکن جب اُس کے جلال کے لئے کیا جائے تو دونوں باتیں اُس کی نظر میں گراں قدر ہوتی ہیں۔ "کہ تم مسیح کے ہو" یہ رِشتہ (رسی) ہے جِس سے ایمان داروں کو باہم بندھے ہونا چاہئے۔ اگر یہ الفاظ ہمارے سامنے رہیں تو ہمیں پارٹی بازی کی رُوح سے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑنے اور مسیحی خِدمت میں باہمی حسد سے آزاد کر دیں گے۔

۹: ۴۲ - خُداوند کے خادِم کو ہمیشہ غور کرنا چاہیئے کہ میرے الفاظ اور میری حرکات دُوسروں پر کیا اثر کریں گی۔ ہم ایمان کو ٹھوکر کھلانا بالکل ممکن اور آسان ہوتا ہے اور اِس طرح زِندگی بھر کے لئے رُوحانی نُقصان ہو جاتا ہے۔ ایسی ٹھوکر کھلانے والے کے لئے "یہ بہتر ہے کہ ایک بڑی چکّی (خراس) کا پاٹ اُس کے گلے میں لٹکایا جائے اور وُہ سمُندر میں پھینک دِیا جائے۔" دیکھیے کہ کِسی چھوٹے سے چھوٹے کو بھی سچّائی اور پاکیزگی کی راہ سے بھٹکانے کا حشر کیسا ہولناک ہے۔

و۔ سخت خُود ضبطی (۹: ۴۳- ۵۰)

۹: ۴۳ - باب کی بقیہ آیات خُود ضبطی اور بُری خواہشات کو ترک کرنے پر زور دیتی ہیں۔ جو لوگ حقیقی شاگردیت کی راہ اِختیار کرتے ہیں اُن کو نفسانی خواہشات اور جذبات کے خلاف مُسلسل جنگ لڑنے کی ضرورت ہے۔ اِن کو پُورا کرنا تباہی و بربادی پر منتج ہوتا ہے۔ ان پر ضبط رکھنے سے رُوحانی فتح یقینی ہو جاتی ہے۔

خُداوند نے "ہاتھ" اور "پاؤں" اور "آنکھ" کا ذِکر کیا، اور واضح کیا کہ اِن میں سے کِسی ایک کو کھو کر زِندگی میں داخِل ہونا اِس سے بہتر ہے کہ اِنسان "جہنم" میں داخِل ہو۔ منزلِ مقصُود کو حاصِل کرنے کے لئے کِسی قُربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔

"ہاتھ" نمائندہ ہے ہمارے اعمال کا، "پاؤں" ہماری چال کا اور "آنکھ" ہماری خواہشات کی۔ یہ وُہ آزمائشیں ہیں جن میں گرنے کا اِحتمال ہر وقت مَوجُود رہتا ہے۔ اگر ان کے ساتھ پُوری سختی سے نمٹا نہ جائے تو ابدی ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جاتے ہیں۔

کیا اِس حوالے سے یہ تعلیم اخذ ہوتی ہے کہ بالآخر سچّے ایمان دار بھی ہلاک ہو جائیں گے اور ابدیت جہنم میں گُزاریں گے؟ کیا ایسا مُمکن ہے؟ اگر اِس حوالے کو الگ کر کے دیکھا جائے تو ایسا مُمکن معلُوم ہوتا ہے، لیکن اگر اِسے نئے عہدنامہ کی پُوری تعلیمات کے ساتھ رکھ کر دیکھا جائے تو ہم اِس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اگر کوئی جہنم میں پہنچے تو دراصل وُہ کبھی سچّا مسیحی تھا ہی نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص دعویٰ اور اِقرار کرے کہ مَیں نئے سِرے سے پَیدا ہُؤا ہُوں، اور کُچھ وقت تک اُس کی زِندگی بالکل ٹھیک چلتی ہُوئی دِکھائی دے لیکن اگر وُہ شخص مُستقلاً نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ

اُسے کبھی نجات کا تجربہ نہیں ہُوا تھا۔

۹: ۴۴ - ۴۸ - خُداوند نے بار بار بتایا ہے کہ جہنم ایسی جگہ ہے "جہاں اُن کا کیڑا نہیں مَرتا اور آگ نہیں بجھتی"۔ یہ اِنتہائی سنجیدہ بات ہے۔ اگر ہم اِس پر واقعی ایمان رکھتے ہیں تو مادّی چیزوں کے لئے نہیں بلکہ کبھی نہ مرنے والی رُوحوں کے لئے زندگی بسر کریں گے۔

"اے خُداوند، مجھے رُوحوں کے لئے دَرد عطا کر!"

خُوش قسمتی سے اخلاقی طور پر کبھی ضرُوری نہیں ہوتا کہ ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالیں یا آنکھ نکال کر پھینک دیں۔ یسوؔع کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہم اِس اِنتہا پر عمل کریں بلکہ وہ کہتا ہے کہ "بہتر ہے" کہ اِن اعضا کے استعمال کو قُربان کر دیا جائے، بہ نسبت اِس کے کہ اِن کا غلط اِستعمال ہمیں جہنم میں کھینچ لے جائے۔

۹: ۴۹ - آیات ۴۹ اور ۵۰ بہت مشکل ہیں۔ اِس لئے ہم اِن پر جُملہ بہ جُملہ غور کریں گے۔

"کیونکہ ہر شخص آگ سے نمکین کیا جائے گا"۔ اِس میں تین بڑی مُشکلات ہیں (۱) "آگ" سے کون سی آگ مُراد ہے؟ (۲) "نمکین کیا جائے گا" کا کیا مطلب ہے؟ (۳) کیا "ہر شخص" کا اِشارہ نجات یافتہ کی طرف ہے، یا غیر نجات یافتہ کی طرف یا دونوں کی طرف؟

"آگ" کا مطلب جہنم (جیسا آیات ۴۴، ۴۶، ۴۸ میں ہے) ہو سکتا ہے۔ یا ہر قسم کی عدالت ہو سکتا ہے جس میں ایمان دار کے کاموں کی الہٰی عدالت اور اپنا ذاتی اِمتحان کرنا بھی شامل ہے۔

"نمک" مثیل ہے اُس چیز کا جو محفُوظ کرتی، پاک کرتی اور نمکین (مزیدار) کرتی ہے۔ مشرقی ممالک میں نمک وفاداری، دوستی، اور وعدہ پُورا کرنے کی قسم اور عہد کا نشان بھی ہوتا ہے۔

"ہر شخص" سے اگر مُراد غیر نجات یافتہ افراد ہیں تو پھر مفہُوم یہ ہے کہ اُن کو جہنم کی آگ میں محفُوظ رکھا جائے گا یعنی وُہ ابدی سزا پائیں گے۔

"ہر شخص" سے اگر مُراد ایمان دار افراد ہیں تو اِس حوالے سے یہ تعلیمات حاصل ہوتی ہیں (۱) کہ اِس زندگی کے دَوران اُن کا خُدا کی تادِیب کرنے والی آگ سے خالِص کیا جانا ضرُور ہے۔ (۲) لازم ہے کہ خُود ضبطی اور نفسانی خواہشات کو ترک کرنے کے وسیلے سے وُہ

اپنے آپ کو ہر قسم کے بگاڑ سے بچائے رکھیں یا (۳) مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے اُن کا اِمتحان ہو۔

"اور ہر ایک قربانی نمک سے نمکین کی جائے گی"۔ یہ جُملہ احبار ۲: ۱۳ سے اِقتباس کیا گیا ہے (گنتی ۱۸: ۱۹ اور ۲-تواریخ ۱۳: ۵ بھی دیکھئے)۔ نمک خُدا اور اُس کی اُمّت کے درمیان عہد کا نشان ہے۔ اِس سے لوگوں کو یہ یاد دِلانا مقصُود تھا کہ یہ عہد ایک سنجیدہ عہد ہے اور لازوال ہے۔ اِسے توڑا نہیں جا سکتا۔ جب ہم اپنے بدنوں کو خُدا کے لئے زندہ قُربانی کے طور پر پیش کرتے ہیں (رومیوں ۱۲: ۱، ۲) تو اِس قُربانی کو نمک سے نمکین کرنا چاہئے یعنی پُوری وفاداری سے اِس پر قائم رہنا چاہئے۔

۹: ۵۰۔ "نمک اچھّا ہے"۔ مسیحی، زمین (دُنیا) کا نمک ہیں (متّی ۵: ۱۳)۔ خُدا توقع کرتا ہے کہ وُہ صحت مند اور پاکیزگی پیدا کرنے والا اثر پیدا کریں گے۔ جب تک وُہ اپنی شاگردیت کی ذِمّہ داریاں پُوری کرتے رہیں گے سب کے لئے باعثِ برکت ہوں گے۔

"لیکن اگر نمک کی نمکینی جاتی رہے تو اُس کو کس چیز سے مزیدار کرو گے"۔ "نمک" بغیر نمکینی کے بے کار اور بے قدر ہوتا ہے۔ جو اپنے فرائض اور ذِمّہ داریاں پُوری نہیں کرتا وُہ غیر مُؤثر اور بنجر ہوتا ہے۔ مسیحی زِندگی میں اچھا آغاز کر لینا ہی کافی نہیں۔ جب تک خُدا کا فرزند متواتر اپنے آپ کو جانچتا نہ رہے وُہ یہ مقصد حاصِل نہیں کر سکتا جس کے لئے خُدا نے اُسے نجات اور مخلصی بخشی تھی۔

"اپنے میں نمک رکھو"۔ مسیح کے جلال کی خاطر دُنیا میں مُفید اثر چھوڑو۔ آپ کی زندگی میں جو بات بھی آپ کی مسیحی گواہی کم کر دے اُسے یک سر ردّ کر دیں۔

"ایک دُوسرے کے ساتھ میل ملاپ سے رہو"۔ یہ جُملہ بظاہر پیچھے آیات ۳۳ اور ۳۴ کی طرف اشارہ کرتا ہے جہاں شاگرد اِس بات پر بحث کرتے تھے کہ ہم میں سب سے "بڑا کون ہے"؟ غرور اور فخر کو دُور کر کے حلیمی سے ساتھ سب کی خِدمت کرنی چاہئے۔

مختصراً یہ کہ آیات ۴۹ اور ۵۰ یہ تصویر پیش کرتی ہیں کہ ایماندار کی زندگی خُدا کے لئے ایک قُربانی ہو۔ یہ زِندگی آگ سے نمکین کی جاتی ہے۔ یعنی اِس میں خُود اِحتسابی اور خُودی کا اِنکار شامِل ہوتا ہے۔ یہ زِندگی نمک سے نمکین کی جاتی ہے۔ یعنی یہ اِس عہد کے ساتھ پیش کی جاتی ہے کہ مخصُوصیّت میں کوئی تبدیلی نہیں کریں گے۔ اگر ایمان دار اپنے عہد سے پھر جائے، یا گناہ آلُودہ خواہشات سے آہنی ہاتھ اور اِرادہ سے مُعاملہ نہ کر سکے، تو اُس

کی زندگی بے مزہ ، بے کار اور بے مقصد ہو جائے گی۔ چنانچہ اُس کو اپنی زندگی میں سے ہر اُس بات کا خاتمہ کرنا ہوگا جو اُس کے خدا کی طرف سے مقرر کردہ مشن میں مداخلت کرتی ہو، اور اُسے دُوسرے ہم ایمانوں کے ساتھ صُلح اور میل مِلاپ قائم رکھنا ہوگا۔

ز۔ بیاہ اور طلاق (۱۰: ۱-۱۲)

۱۰: ۱۔ گلیل سے مسیح خداوند جنوب مشرق کو سفر کر کے پیریہ میں آیا۔ یہ علاقہ دریائے یردن کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ پیریہ میں اُس کی خدمت کا بیان ۱۰: ۴۵ تک چلتا ہے۔

۱۰: ۲۔ "فریسیوں" کو بھی جلد ہی خبر ہو گئی کہ وُہ آیا ہے۔ وُہ بھیڑیوں کے غول کی طرح اُس کے پیچھے لگے ہُوئے تھے کہ موقع مِلتے ہی اُسے مار ڈالیں۔ اُس کو پھنسانے کی غرض سے اُنہوں نے پُوچھا کہ کیا "طلاق" دے دینا "روا ہے"؟ اُس نے اُنہیں اسفارِ خمسہ کا حوالہ دیا اور پُوچھا کہ "مُوسیٰ نے تم کو کیا حُکم دِیا ہے"؟

۱۰: ۳-۹۔ اُنہوں نے اُس کے سُوال سے بچنے کے لئے کہا کہ "مُوسیٰ نے تو اِجازت دی ہے"۔ اُس نے "اِجازت دی" تھی بشرطیکہ مرد اپنی بیوی کو "طلاق نامہ لِکھ دے"۔ مگر یہ خدا کا شروع کا مقصد نہ تھا۔ یہ اِجازت تو صرف لوگوں کی "سخت دِلی کے سبب سے" دی گئی تھی۔ خدا کے منصوبے کے مُطابق تو مرد اور عورت زِندگی بھر کے لئے جوڑے جاتے ہیں۔ یہ بات "خِلقت کے شروع سے" یعنی جب خدا نے اِنسان کو الگ الگ جِنس بنایا، اُس زمانہ سے ہے۔ "مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جُدا ہو کر" شادی کے وسیلے سے بیوی کے ساتھ اِس طرح رہے گا کہ "دونوں ایک جسم ہوں گے"۔ چونکہ اُن کو "خدا نے جوڑا ہے" اِس لئے اُن کو اِنسانی حُکم (عدالتی فیصلہ) سے جُدا نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰: ۱۰۔ لگتا ہے کہ اُس کے "شاگردوں" کو بھی یہ بات قبول کرنا مشکل تھا۔ اُس زمانے میں عورتوں کو عزت یا تحفظ حاصل نہیں تھا۔ اُن کے ساتھ حقارت آمیز سلُوک روا رکھا جاتا تھا۔ مرد ناراض ہوتا تو بیوی کو طلاق دے سکتا تھا۔ مُشکل اور مُصیبت میں اُس کی کہیں رسائی اور شنوائی نہ ہوتی تھی۔ اکثر حالات میں تو اُسے مرد کی جائیداد سمجھا جاتا تھا۔

۱۰: ۱۱، ۱۲۔ جب شاگردوں نے خداوند سے مزید تشریح چاہی تو اُس نے بڑی

وضاحت سے کہا کہ طلاق کے بعد شادی کرنا "زِناکاری" ہے۔ طلاق خواہ مرد نے حاصل کی ہو خواہ عورت نے ـــــ اگر صرف اِسی آیت کو لیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ہر قسم کے حالات میں طلاق کی ممانعت ہے۔ مگر متی ۱۹: ۹ میں خداوند نے ایک اِستثنائی صورتِ حال کا بیان بھی کیا ہے۔ اگر طرفین میں سے کوئی بدکاری کا مرتکب ہو تو دوسرے کو طلاق لینے کی اجازت ہے، اور غالباً اُسے دوبارہ شادی کر لینے کی بھی ممانعت نہیں۔ علاوہ ازیں ۱۔ کرنتھیوں ۷: ۱۵ میں بھی طلاق کی اِس صورت میں اجازت ہے کہ بے ایمان ساتھی اپنے مسیحی ساتھی کو چھوڑ جائے۔

اِس میں شک نہیں کہ طلاق اور دوبارہ شادی کے موضوع میں بہت سی مشکلات اور مسائل ہیں۔ ازدواجی زندگی میں لوگ ایسی ایسی اُلجھنیں پیدا کر لیتے ہیں کہ اُنہیں سلجھانے کے لئے سلیمان کی سی حکمت درکار ہوتی ہے۔ اِن اُلجھنوں اور بکھیڑوں سے بچنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ طلاق سے احتراز کیا جائے۔ جو لوگ طلاق میں ملوث ہوتے ہیں، اُن کی زندگیوں پر ایک دُھند چھا جاتی اور سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔ جب طلاق یافتہ افراد مقامی کلیسیا میں رفاقت و شراکت کے متمنی ہوتے ہیں تو کلیسیا کے بزرگوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ سارے معاملے پر خدا کے خوف کے ساتھ نظرِ ثانی کریں۔ ہر معاملہ دوسرے سے الگ اور فرق ہوتا ہے، اِس لئے الگ الگ جائزہ لینا چاہئے۔ کلام کے اِس حصے میں ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح کو نہ صرف شادی کے تقدس کا خیال ہے بلکہ اُسے عورتوں کے حقوق کی بھی فکر ہے۔ مسیحیت عورتوں کو عزت کا مقام دیتی ہے۔

ح۔ چھوٹے بچوں کو برکت دینا (۱۰: ۱۳-۱۶)

۱۰: ۱۳۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند یسوع کو چھوٹے "بچوں" کی بھی فکر ہے۔ والدین اپنے بچوں کو اُستاد کے پاس لائے تاکہ وہ اُنہیں برکت دے "مگر شاگردوں نے اُن کو جھڑکا۔"

۱۰: ۱۴-۱۶۔ خداوند اِس بات پر بہت "خفا ہوا" اور واضح کیا کہ "خدا کی بادشاہی ایسوں ہی کی ہے۔" یعنی جو لوگ بچوں کی طرح حلیم ہیں اور بچوں کی طرح ایمان رکھتے ہیں، وہ بادشاہی کے وارث ہیں۔ بڑوں کو خدا کی بادشاہی میں "داخل" ہونے کے لئے بچوں جیسا بنتا ہوگا۔

جارج میکڈونلڈ کہا کرتا تھا کہ مجھے اُس وقت تک لوگوں کی مسیحیت پر یقین نہیں آتا جب تک میں لڑکوں اور لڑکیوں کو اُن کے دروازے کے آس پاس کھیلتے نہ دیکھوں۔ بے شک اِن آیات سے خداوند کے خادم کو جان لینا چاہئے کہ چھوٹے بچوں تک خدا کا کلام پہنچانا کتنا

ضروری ہے۔ چھوٹے بچّوں کے ذہن ملائم اور بات کو قبول کرنے پر مائل ہوتے ہیں۔

ط۔ نوجوان مالدار سردار (۱۰: ۱۷-۳۱)

۱۰: ۱۷۔ ایک دَولتمند شخص نے خداوند کو راستے میں روکا۔ لگتا ہے وُہ بڑی نیک نیّتی سے سوال پوچھنا چاہتا تھا۔ اُس نے یسوع کو "اَے نیک اُستاد" کہہ کر مخاطب کر کے پُوچھا کہ "مَیں کیا کرُوں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوُں؟"

۱۰: ۱۸۔ یسوع نے اُس کے اِن لفظوں کو پکڑ لیا کہ "اے نیک اُستاد"۔ اُس نے اِس لقب کو قبول کرنے سے اِنکار نہیں کیا بلکہ اُس نوجوان کے ایمان کو جانچنے کے لئے اِستعمال کیا کہ نیک تو صرف "خدا" ہے۔ کیا یہ دَولت مند آدمی خداوند یسوع کو خدا ماننے پر آمادہ ہے؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہیں۔

۱۰: ۱۹-۲۰۔ اِس کے بعد مُنجی نے شریعت کو اِستعمال کیا جو گُناہ کا احساس دِلاتی ہے۔ وُہ شخص ابھی تک اِس غلط فہمی میں تھا کہ مَیں کچھ "کرنے" کے اصول پر بادشاہی کا وارث بن سکتا ہوُں۔ چنانچہ چاہئے کہ وُہ شریعت پر عمل کرے جو بتاتی ہے کہ کیا کیا "کرنا" ہے۔ مسیح نے اُن پانچ حکموں کو دُہرایا جو بنیادی طور پر ہمارے ہم جنس اِنسانوں کے ساتھ تعلقات سے علاقہ رکھتے ہیں۔ یہ پانچ حُکم یہی کہتے ہیں کہ "اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبّت رکھ"۔ اُس آدمی نے دعویٰ کیا کہ "مَیں نے لڑکپن سے اِن سب پر عمل کیا ہے"۔

۱۰: ۲۱، ۲۲۔ لیکن کیا وُہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبّت رکھتا تھا؟ اگر رکھتا تھا تو ثبوت پیش کرے اور جا کر اپنی ساری جائیداد بیچ ڈالے اور یوُں حاصل ہونے والی رقم "غریبوں" میں بانٹ دے۔ اوہو ... یہ تو قصّہ ہی دُوسرا ہے۔ "وُہ غمگین ہو کر چلا گیا کیونکہ بڑا مالدار تھا"۔

خداوند یسوع کا مطلب یہ نہیں تھا کہ یہ شخص اگر اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں میں خیرات کر دیتا تو نجات پا سکتا تھا۔ نجات کا راستہ صرف ایک ہی ہے —— یعنی خداوند پر ایمان۔ مگر نجات پانے کے لئے ضروری ہے کہ اِنسان اِقرار کرے کہ مَیں گُنہگار ہوُں اور خدا کے مُطالبات پوُرے کرنے سے بالکُل قاصر ہوُں۔ خداوند نے اُس آدمی کو دس احکام کے رُوبرُو اِس لئے لا کھڑا کیا کہ اُس میں گُناہ کی قائلیت پیدا ہو۔ مگر وُہ دَولت مند آدمی اپنے

مال وزر میں دُوسروں کو شریک کرنے پر آمادہ نہیں تھا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وُہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبّت نہیں رکھتا۔ اُسے کہنا چاہیے تھا کہ "خُداوند، اگر شریعت پر پُورا اترنے کی ضرُورت ہے، تو مَیں گنہگار ہُوں۔ مَیں اپنی کوشش سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ اِس لئے تجھ سے عرض کرتا ہُوں کہ مجھے اپنے فضل سے بچالے"۔ مگر اُسے اپنے مال ومتاع سے بے اِنتہا محبّت تھی۔ وُہ اُس سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھا۔ اُس نے شکستہ ہونے سے اِنکار کر دیا۔

جب یسوع نے کہا کہ "جو کُچھ تیرا ہے بیچ" تو وُہ یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ یہ نجات کا راستہ ہے۔ وُہ صِرف اُسے سمجھا رہا تھا کہ تُو نے خُدا کی شریعت کو توڑا ہے اِس لئے تجھے نجات پانے کی ضرُورت ہے۔ اگر وُہ منجّی کی ہدایت پر عمل کرتا تو اُس کو نجات کا راستہ بھی دِکھایا جاتا۔

مگر یہاں ایک مشکل نظر آتی ہے۔ کیا ہم جو ایمان دار ہیں، ہم سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبّت رکھیں؟ کیا یسوع ہم سے کہتا ہے کہ "جا، جو کُچھ تیرا ہے بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ مِلے گا اور آکر میرے پیچھے ہولے"؟ ہر شخص کو اِس کا جواب خُود دینا ہوگا۔ مگر ایسا کرنے سے پہلے اُسے اِن حقائق پر سوچنا ہوگا جن سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

۱۔ ہزاروں لوگ ہر روز بھُوک سے مَر جاتے ہیں۔

۲۔ آدھی سے زیادہ دُنیا کو خوشخبری سُننے کا کبھی موقع نہیں مِلا۔

۳۔ اب ہمارا مال ومتاع اِنسان کی رُوحانی اور جسمانی ضرُوریات کو کم کرنے کے لئے اِستعمال کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ مسیح کا نمُونہ ہمیں سِکھاتا ہے کہ ہم غریب ہو جائیں تاکہ دُوسروں کو دَولت مند بنایا جاسکے (۲۔ کرنتھیوں ۸: ۹)۔

۵۔ زِندگی مختصر ہے اور مسیح خُداوند کی آمد بالکل قریب ہے۔ اِن باتوں سے ہم سیکھتے ہیں کہ اپنی دَولت کو اُس کے کام کے لئے صَرف کریں۔

۱۰: ۲۳۔ ۲۵ ۔ یسوع نے اُس دَولت مند کو جاتے اور بھیڑ میں گُم ہوتے دیکھا۔ اور پھر بیان کیا کہ "دَولت مندوں کا خُدا کی بادشاہی میں داخِل ہونا کیسا مشکِل ہے!" شاگرد

اُس کی بات پر حیران ہُوئے۔ وُہ دولت کو خُدا کی برکت سمجھتے تھے۔ چنانچہ یسوع نے بات کو دُہرایا کہ "بچّو! جو لوگ دولت پر بھروسا رکھتے ہیں اُن کے لئے خُدا کی بادشاہی میں داخل ہونا کیا ہی مُشکل ہے!" حقیقت تو یہ ہے کہ اُس نے بات جاری رکھی کہ "اونٹ کا سُوئی کے ناکے میں سے گُزر جانا اِس سے آسان ہے کہ دولت مند خُدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔"

۱۰: ۲۶-۲۷۔ اِس پر شاگرد حیران ہو کر کہنے لگے "پھر کون نجات پا سکتا ہے؟" وُہ یہودی تھے اور شریعت کے ماتحت زندگی گزارتے تھے، اِس لئے وُہ دولت کو بجا طور پر خُدا کی برکت کا نشان مانتے تھے۔ مُوسوی آئین کے تحت خُدا نے اپنے احکام ماننے والوں کے لئے خُوش حالی کا وعدہ کر رکھا تھا۔ شاگردوں کی دلیل یہ تھی کہ اگر دولت مند بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتا تو کوئی دُوسرا بھی نہیں ہو سکتا۔ یسوع نے جواب دیا کہ جو بات اِنسان کے لئے "ناممکن" ہوتی ہے، وُہ خُدا کے لئے "ممکن" ہے۔

اِس حوالہ کی تعلیم سے ہم کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں؟

اوّل۔ دولت مندوں کے لئے نجات پانا خصُوصی طور پر مُشکل ہے (آیت ۲۳) کیونکہ یہ لوگ اکثر خُدا کی نسبت دولت سے زیادہ محبّت رکھنے کا رُجحان رکھتے ہیں۔ وہ دولت کو نہیں مگر خُدا کو چھوڑ دیں گے۔ وُہ خُداوند پر بھروسا کرنے کی بجائے اپنی دولت پر بھروسا کرتے ہیں۔ جب تک یہ حالات رہے وُہ نجات نہیں پا سکیں گے۔

دوم۔ یہ بات دُرست ہے کہ پُرانے عہد نامے میں دولت خُدا کے کرم اور مہربانی کی علامت تھی۔ مگر اب یہ بات تبدیل ہو چُکی ہے۔ اب دولت خُداوند کی برکت کی علامت نہیں رہی بلکہ اِس سے اِنسان کی خُدا کے لئے مخصُوصیت کی آزمائش ہوتی ہے۔

سوم: ایک اُونٹ سُوئی کے ناکے میں سے آسانی سے گُزر سکتا ہے اِس کی نسبت ایک دولت مند شخص بادشاہی کے دروازہ سے اِتنی آسانی سے داخل نہیں ہو سکتا۔ اِنسانی لحاظ سے ایک دولت مند نجات پا ہی نہیں سکتا۔ یہاں اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اِنسانی لحاظ سے تو کوئی بھی نجات نہیں پا سکتا۔ یہ بات بالکل سچ ہے، مگر دولت مند شخص کے تعلق سے یہ اَور بھی زیادہ سچ ہے۔ امیر یا دولت مند شخص کو ایسی ایسی مُشکلات اور رُکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کا غریب آدمی کو خیال تک نہیں ہوتا۔ ضرُور ہے کہ دولت کے دیوتا کو اُس کے دِل کے تخت سے گھسیٹ کر اُتارا جائے،

اور وُہ خُدا کے حضوُر غریب اور مُحتاج بن کر کھڑا ہو۔ اِس قِسم کی تبدیلی لانا انسان کے بس میں تو نہیں، صِرف خُدا ہی ایسا کر سکتا ہے۔

چہارم۔ جو مسیحی زمین پر خزانہ جمع کرتے ہیں، وُہ اپنی نافرمانی کی قیمت عموُماً اپنے بچّوں کی زندگیوں کی شکل میں ادا کرتے ہیں۔ ایسے خاندانوں کے بہُت ہی کم بچّے خُداوند کی راہوں پر چلتے ہیں۔

۱۰: ۲۸۔۳۰۔ "پطرس" کو مُنجّی کی تعلیم کی سمجھ آگئی۔ اُسے اِحساس ہوگیا کہ یسوُع کہہ رہا ہے کہ "سب کُچھ چھوڑ کر میرے پیچھے ہو لو"۔ یسوُع نے وعدہ کیا کہ جو لوگ میری اور انجیل کی خاطر سب کُچھ چھوڑ دیں گے، اُن کو اِس دُنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی اجر مِلے گا۔ اِس طرح اُس نے پطرس کے خیال اور احساس کی تصدیق کر دی۔

ا۔ "اِس زمانہ میں" اجر ۱۰۰۰۰ فی صد ہے، مگر روپیہ پیسہ کی صُورت میں نہیں بلکہ

لو۔ "گھر"۔ یعنی دُوسرے لوگوں کے گھر جہاں اُس کو خُدا کا خادم ہونے کی حیثیّت سے رہائش اور قیام مُہیا کیا جاتا ہے۔

ب۔ "بھائیوں یا بہنوں یا ماں یا باپ یا بچّوں"۔ مسیحی دوست جن کی رفاقت سے ساری زندگی خوشحال ہو جاتی ہے۔

ج۔ "کھیت"۔ دُنیا کے ممالک جن کو اُس نے بادشاہ کے لئے جیت لیا ہے۔

د۔ "ظُلم"۔ یہ "اب، اِس زمانہ" میں اجر کا ایک حِصّہ ہے۔ جب کِسی کو مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھانے کے لائق سمجھا جاتا ہے تو یہی ظُلم شادمانی کا سبب بن جاتا ہے۔

۲۔ "آنے والے عالَم" میں اجر "ہمیشہ کی زندگی" ہے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم سب کُچھ چھوڑنے کے وسیلے سے ہمیشہ کی زندگی کما لیتے ہیں۔ ہمیشہ کی زندگی ایک بخشش ہے۔ یہاں خیال یہ ہے کہ جو لوگ سب کُچھ چھوڑ دیتے ہیں، اُن کو آسمان میں ہمیشہ کی زندگی سے لُطف اندوز ہونے کی زیادہ صلاحیت عطا کی جائے گی۔ یہ زندگی تو سارے ایمان داروں کو مِلے گی مگر سب کے سب اِس سے یکساں لُطف اندوز نہیں ہوں گے۔

۱۰: ۳۱۔ اِس کے بعد خُداوند نے خبردار بھی کیا۔ "لیکن بہُت سے اوّل آخر ہو جائیں گے

اور آخر اوّل"۔ شاگردیت کی راہ پر بہت عُمدہ آغاز کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ اہمیّت اِس بات کو ہے کہ ہم دَوڑ کو ختم کیسے کرتے ہیں۔ آئرن سائڈ نے کہا ہے :

"بہُت سے ہیں جو وفاداری اور جاں نثاری کے ساتھ چلنے کا وعدہ کرتے ہیں مگر مسیح کے نام کی خاطر خُود اِنکاری اور جاں نثاری پر پورے طور پر قائم رہنے والے تھوڑے ہی نکلتے ہیں۔ اور بعض جو پس ماندہ لگتے تھے یا جن کی جاں نثاری مشکوک معلوم ہوتی تھی، وُہ مُصیبت اور آزمائش کی گھڑی میں سچّے اور خُود کو قربان کرنے والے ثابت ہُوئے۔"

ی۔ خادِم کے دُکھوں کی تیسری پیشین گوئی

(۱۰: ۳۲-۳۴)

۱۰: ۳۲۔ اب وقت آ گیا تھا کہ یسوع "یروشلیم کو جائے"۔ خُداوند کے لئے اِس کا مطلب تھا گتسمنی کا غم اور دُکھ، اور صلیب کی توہین اور جان کنی۔

ایسے موقع پر اُس کے جذبات کیا ہوں گے؟ کیا ہم اِن الفاظ میں اُن جذبات کو نہیں پڑھ سکتے کہ "یسوع اُن کے آگے آگے جا رہا تھا"؟ خُدا کی مرضی پُوری کرنے کا مُصمّم اِرادہ تھا حالانکہ وُہ خُوب جانتا تھا کہ اِس کی قیمت کیا ہے۔ ایک احساسِ تنہائی تھا۔ وُہ شاگردوں سے الگ اُن کے آگے آگے تھا۔ اکیلا چل رہا تھا ــــــ اور احساسِ مسرت تھا۔ ایک ایسی گہری اور ٹھہری ہُوئی خُوشی کہ میں باپ کی مرضی کے مُطابق کر رہا ہُوں۔ اُسے آنے والا جلال نظر آ رہا تھا۔ اُسے شادمانی تھی کہ میں اپنے لئے دُلہن کو فِدیہ دے کر چھُڑا رہا ہُوں۔ "اُس خُوشی کے لئے جو اُس کی نظروں کے سامنے تھی شرمندگی کی پرَوا نہ کر کے صلیب کا دُکھ سہا" (عبرانیوں ۱۲: ۲)۔

جب ہم اُس پر نظر کرتے ہیں کہ وُہ کس طرح قدم بڑھاتے ہُوئے آگے آگے جا رہا ہے ہم بھی "حیران ہونے لگتے" ہیں۔ ہمارا جواں مرد اور بیباک لیڈر، ہمارے ایمان کا بانی اور کامل کرنے والا، ہمارا اجلالی خُداوند، اِلٰہی شہزادہ ــــــ ارڈمین لکھتا ہے کہ :

"آیئے ذرا رُک کر اُس چہرے اور ڈیل ڈول پر نظریں جمائیں۔ خُدا کا بیٹا، مضبُوط قدموں کے ساتھ صلیب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جب ہم اُس کے پیچھے قدم بڑھاتے ہیں تو کیا ہمارے اندر ایک نئی شجاعت بیدار

نہیں ہو جاتی؟ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری خاطر اُس نے کیسے رضاکارانہ مَوت سہی
تو کیا ہمارے اندر ایک نئی محبّت بیدار نہیں ہو جاتی؟ تو بھی کیا ہم اِس مَوت کے
مطلب اور بھید پر حیران نہیں رہ جاتے؟"

جو اُس کے پیچھے پیچھے چلتے تھے وُہ "ڈرنے لگے" - وُہ جانتے تھے کہ یروشلیم میں موجُود مذہبی لیڈر اُس کے قتل کا مصمّم ارادہ کئے بیٹھے ہیں -

۱۰: ۳۳، ۳۴ - تیسری دفعہ یسوؔع نے اپنے شاگردوں کو آنے والے واقعات کی تفصیل بتائی - یہ نبوّتی خاکہ ثابت کرتا ہے کہ وُہ اِنسان سے کہیں اعلیٰ تر ہستی ہے -

۱ - "دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں" (۱۱: ۱- ۱۳: ۳۷) -
۲ - "ابنِ آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کیا جائے گا" (۱۴: ۱، ۲، ۴۳-۵۳) -
۳ - "وُہ اُس کے قتل کا حکم دیں گے" (۱۴: ۵۵-۶۵) -
۴ - "اور اُسے غیر قوموں کے حوالہ کریں گے" (۱۵: ۱) -
۵ - "اور وُہ اُسے ٹھٹھوں میں اُڑائیں گے - اور اُس پر تھوکیں گے اور اُسے کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے" (۱۵: ۲-۳۸) -
۶ - "اور تین دِن کے بعد وُہ جی اُٹھے گا" (۱۶: ۱-۱۱) -

ک - خدمت میں عظمت ہے (۱۰: ۳۵-۴۵)

۱۰: ۳۵-۳۷ - اُس نے اپنے صلیب دئے جانے کے بارے میں یہ تلخ پیشین گوئی کی تو اِس کے بعد "یعقوب اور یوحنّا" ایک ایسی درخواست کے ساتھ اُس کے پاس آئے جو بہت اچھّی بھی تھی اور بے وقت بھی - اچھّی اِس لئے کہ وُہ مسیح کے نزدیک رہنا چاہتے تھے، مگر اپنے لئے اِتنی عظیم باتیں چاہنے کا یہ وقت مناسب نہ تھا - اُنھوں نے اِس ایمان کا مظاہرہ کیا کہ یسوؔع اپنی بادشاہی قائم کرے گا - لیکن اُن کو اُس کے آنے والے دُکھوں کا خیال ہونا چاہئے تھا -

۱۰: ۳۸، ۳۹ - یسوؔع نے اُن سے پُوچھا کہ "جو پیالہ مَیں پینے کو ہُوں کیا تُم پی سکتے ہو؟" اُس کا اِشارہ اپنے دُکھوں کی طرف تھا - اُس نے یہ بھی پُوچھا کہ "کیا تم میرے "بپتسمہ" میں شریک ہو سکتے ہو؟" یہ اِشارہ اُس کی مَوت کی طرف تھا - اُنھوں نے دعویٰ کیا کہ "ہم سے ہو سکتا ہے" -
اور اُس نے کہا کہ واقعی وُہ اُس کے ساتھ وفاداری کے باعث دُکھ اُٹھائیں گے - اور کم سے کم

یعقوب کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ وہ شہید بھی ہوا (اعمال ۱۲: ۲)۔

۱۰: ۴۰۔ اب اُس نے واضح کیا کہ بادشاہی میں عزت کے درجات کسی قاعدے اور اصول کے مطابق دِئے جاتے ہیں۔ اُنہیں حاصل کرنے کے لئے کچھ کرنا ہوگا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بادشاہی میں داخلہ ایمان کے وسیلے فضل سے ہے، مگر بادشاہی میں رتبے کا فیصلہ مسیح کے ساتھ وفاداری کی بنیاد پر ہوگا۔

۱۰: ۴۱-۴۴۔ باقی "دسوں" شاگرد یعقوب اور یوحنا کی اِس بات پر بہت "خفا" ہوئے کہ یہ دونوں ہم سے آگے نکل جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اُن کے غصے نے اِس حقیقت کا پول کھول دیا کہ وہ بھی ایسی ہی روح رکھتے ہیں۔ اب خداوند یسوع کو موقع مل گیا کہ اُنہیں حقیقی عظمت پر ایک خوبصورت اور انقلابی سبق دے۔ غیر نجات یافتہ لوگوں کے درمیان بڑے اور عظیم افراد وہ ہوتے ہیں جو اُن پر طاقت کے ساتھ حکومت کرتے ہیں، جو اُن پر دبدبہ اور غلبہ رکھتے ہیں۔ لیکن مسیح کی بادشاہی میں عظمت کا نشان خدمت ہے۔ "جو تم میں اوّل ہونا چاہے وہ سب کا غلام بنے"۔

۱۰: ۴۵۔ اور سب سے اعلیٰ نمونہ خود "ابنِ آدم" ہے۔ وہ "اِس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اِس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے"۔ ذرا اِس پر غور کریں! وہ اپنی ساری زندگی خدمت کرتا رہا اور عوضی موت میں اُس نے اپنی جان دی۔

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے، آیت ۴۵ اِس انجیل کی مرکزی آیت ہے۔ یہ علم الٰہیات کا نچوڑ ہے۔ یہ اُس عظیم ترین زندگی کی تصویر ہے جو اِس دُنیا میں کبھی بسر ہوئی۔

ل۔ اندھے برتمائی کا شفا پانا (۱۰: ۴۶-۵۲)

۱۰: ۴۶۔ اب منظر بدل جاتا ہے۔ پیریہ کی بجائے اب ہمارے سامنے یہودیہ ہے۔ خداوند اور اُس کے شاگرد دریائے یردن کو پار کر کے "یریحو میں آئے" تھے۔ یہاں اُس کی ملاقات "اندھے برتمائی" سے ہوئی۔ اُس شخص کو نہ صرف ایک اشد ضرورت تھی بلکہ وہ اپنی ضرورت کا شعور رکھتا تھا۔ اور وہ مصمم اِرادہ رکھتا تھا کہ یہ ضرورت پوری ہو۔

۱۰: ۴۷۔ برتمائی نے خداوند یسوع کو پہچان لیا اور اُسے "ابنِ داؤد" کہہ کر مخاطب کیا۔ کیسی ستم ظریفی ہے کہ اسرائیلی قوم تو مسیحِ موعود کی موجودگی سے اندھی تھی، مگر ایک اندھا

یہودی حقیقی رُوحانی بینائی رکھتا تھا۔

۱۰: ۴۸-۵۲۔ وُہ بار بار "رحم" کی درخواست کرتا رہا اور اُس کی درخواست منظور ہُوئی۔ تب اُس نے شکر گزاری کی۔ اُس کی شکر گزاری اُس کی وفادار شاگردیت سے ظاہر ہوتی ہے کہ وُہ یروشلیم کے آخری سفر میں "اُس کے پیچھے ہولیا"۔ اِس بات سے یسوعؔ کو خوشی اور حوصلہ افزائی ہُوئی ہوگی کہ جب مَیں صلیب کی طرف بڑھ رہا ہُوں تو یریحوؔ میں اِس قسم کا ایمان ملا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ اُس دِن برتمائی نے خُداوند کو پالیا کیونکہ اِس کے بعد وُہ کبھی وہاں سے نہ گزرا۔

۵۔ یروشلیم میں خادِم کی خِدمت (ابواب ۱۱، ۱۲)

ا۔ فاتحانہ داخلہ (۱۱: ۱-۱۱)

۱۱: ۱-۳۔ یہاں سے آخری ہفتے کے حالات شروع ہوتے ہیں۔ یسوعؔ "زیتون کے پہاڑ" کی مشرقی ڈھلان پر "بیت فگے" (کچے انجیروں کا گھر) اور "بیت عنیاہ" (غریبوں، حلیموں اور مظلوموں کا گھر) کے قریب رُکا۔

اَب وقت آگیا تھا کہ وُہ علانیہ اپنے آپ کو یہودی قوم کے سامنے پیش کرے کہ مَیں تمہارا مسیحِ موعود بادشاہ ہُوں۔ وُہ زکریاہ نبی (۹: ۹) کی پیشین گوئی کو پُورا کرتے ہُوئے "گدھی کے بچّہ" پر سوار ہوگا۔ چنانچہ اُس نے بیت عنیاہ سے "دو شاگردوں" کو بیت فگے بھیجا۔ اُس کو کامل علم اور کامل اختیار تھا، اِس لئے اُس نے اُنہیں کہا کہ گدھی کا وُہ بچّہ لے آؤ۔ اُس پر کبھی کوئی سوار نہیں ہُوا۔ وُہ تمہیں بندھا ہُوا ملے گا۔ اگر کوئی اُن سے پُوچھتا تو اُنہیں یہ جواب دینا تھا کہ "خُداوند کو اِس کی ضرورت ہے"۔ یہاں ہمیں خُداوند کا عالمِ کُل ہونا نظر آتا ہے۔

۱۱: ۴-۶۔ ہر بات اُسی طرح ہُوئی جیسے مسیح نے پہلے سے کہی تھی۔ اُن کو گدھی کا بچّہ باہر چوک میں بندھا ہُوا مِل گیا۔ جب لوگوں نے اُن کو چیلنج کیا تو "انہوں نے جیسا یسوعؔ نے کہا تھا ویسا ہی اُن سے کہہ دیا"۔ اِس پر لوگوں نے "اُن کو جانے دیا"۔

۱۱: ۷-۸۔ اگرچہ اُس گدھی کے بچّہ پر پہلے کبھی کوئی سوار نہیں ہُوا تھا، لیکن وُہ

اپنے خالق کو یروشلیم میں لے جاتے ہوئے ہرگز نہ مزاحم ہُوا نہ رُکا۔ مسیح کی سواری "کپڑوں اور ڈالیوں" کے قالین پر چلتی ہوئی یروشلیم میں داخل ہوئی۔ اُس کے کانوں میں لوگوں کے تعریفی نعرے گونج رہے تھے۔ وہ اُسے بادشاہ تسلیم کر رہے تھے۔

۱۱: ۹، ۱۰۔ لوگ نعرے لگا رہے تھے۔

۱۔ "ہوشعنا"۔ اِس کا اصل مطلب ہے: "ہم منت کرتے ہیں۔ بچا" لیکن بعد میں یہ حمد و ستائش کا نعرہ بن گیا۔ غالباً لوگوں کے نعرے کا مطلب یہ تھا کہ "ہم منت کرتے ہیں، ہمیں ظالم رومیوں سے بچا!"

۲۔ "مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے"۔ لوگ واضح طور سے تسلیم کر رہے تھے کہ یسوع ہی مسیح موعود ہے (زبور ۱۱۸: ۲۶)۔

۳۔ "مبارک ہے ہمارے باپ داؤد کی بادشاہی جو آ رہی ہے"۔ اُن کا خیال تھا کہ "بادشاہی" کا قیام عمل میں آیا چاہتا ہے جس میں مسیح "داؤد" کے تخت پر بیٹھے گا۔

۴۔ "عالم بالا پر ہوشعنا!" یہ پکار ہے کہ آسمانوں کے آسمان یعنی "عالم بالا" پر خداوند کی حمد و ثنا کرو یا یہ کہ تو ہمیں "عالم بالا" سے بچا۔

۱۱: ۱۱۔ "یروشلیم" میں داخل ہو کر یسوع "ہیکل میں" گیا۔ پاک مقام میں نہیں بلکہ ہیکل کے صحنوں میں۔ غالباً یہ حصہ بھی خدا کا گھر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن وہ اِس گھر میں مطمئن نہیں تھا کیونکہ کاہن اور دوسرے لوگ اُسے اُس کا جائز مقام دینے سے انکار کرتے تھے۔ چنانچہ "چاروں طرف سب چیزیں ملاحظہ کر کے" نجات دہندہ اپنے "بارہ" (شاگردوں) کے ساتھ بیت عنیاہ کو گیا"۔ یہ اتوار کی شام تھی۔

ب۔ انجیر کا بے پھل درخت (۱۱: ۱۲-۱۴)

اِس واقعہ سے منجی نے یروشلیم میں اپنے ہنگامہ آرا خیر مقدم کی تشریح کی ہے۔ اسرائیلی قوم "انجیر کے بے پھل درخت" کی مانند تھا۔ اُس میں اقرار کے پتے تو تھے مگر پھل نہیں تھا۔ ہوشعنا کے نعرے بہت جلد "اُسے صلیب دے" کی خون منجمد کر دینے والی للکار میں بدل جائیں گے۔

یہاں ایک بہت بڑی مشکل پیش آتی ہے کہ خداوند نے اُس درخت پر پھل نہ ملنے

کی وجہ سے لعنت کی جبکہ واضح طور پر یہ بھی بیان ہُوا ہے کہ "کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا"۔ اِس طرح نجات دہندہ غیر معقول حرکت کا مُرتکِب اور بَدمزاج نظر آتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے۔ لیکن ہم اِن عجیب وغریب واقعات یا حالات کی کیا توجیہ پیش کر سکتے ہیں؟

ارضِ بائبل میں انجیروں پر پتّے نکلنے سے پہلے کھانے کے لائق پھل بھی لگتا ہے۔ یہ پھل باقاعدہ فصل کا پیش خیمہ یا "خبر لانے والا" سمجھا جاتا ہے، اور اِسی حقیقت کو یہاں "انجیر کا موسم" کہا گیا ہے۔ اگر یہ پیشگی انجیر ظاہر نہیں ہوتے تھے، تو یہ نشان ہوتا تھا کہ بعد میں باقاعدہ فصل کے انجیر بھی نہیں لگیں گے۔ جب یسوع اِسرائیلی قوم کے پاس آیا تو پتّے موجود تھے جو اِقرار کی علامت ہیں، لیکن خُدا کے لئے کوئی پھل نہیں تھا۔ وعدہ تھا، وعدہ کی تکمیل نہ تھی، اِقرار تھا، اِقرار میں حقیقت نہ تھی۔ یسوع قوم سے پھل کا بھوکا تھا۔ چونکہ اُس میں پہلے آنے والا پھل موجود نہیں تھا اس لئے وہ جانتا تھا کہ اِس بے ایمان اُمّت میں بعد میں بھی پھل نہیں لگے گا۔ اِس وجہ سے اُس نے انجیر کے درخت کو لعنت کی۔ یہ اُس غضب کا پیشگی عکس تھا جو ۷۰ء میں اِسرائیل پر نازل ہونے کو تھا۔

البتہ یہ واقعہ ہرگز یہ نہیں سِکھاتا کہ بنی اِسرائیل پر بے پھل رہنے کی دائمی لعنت کی گئی تھی۔ یہودی قوم کو عارضی طور پر برطرف کر دیا گیا۔ لیکن جب مسیح بادشاہی کرنے آئے گا، یہ قوم نئے سِرے سے پیدا ہو گی اور اپنے خُدا کے نزدیک کے مقام پر بحال ہو گی۔

یہ واحد مُعجزہ ہے جس میں مسیح نے برکت دینے کی بجائے لعنت کی۔ زِندگی کو بحال کرنے کی بجائے برباد کیا۔ یہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ خالق اِختیارِ کُلّی رکھتا ہے کہ ایک بے رُوح چیز کو برباد کر کے ایک اہم رُوحانی سبق سِکھائے اور اِس طرح اِنسانوں کو ابدی ہلاکت سے بچائے۔

اگرچہ کلام کے اِس حصّے کی اِبتدائی تشریح کا تعلق اِسرائیلی قوم کے ساتھ ہے، مگر اِس کا اِطلاق ہر زمانے کے اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو باتیں بہت بناتے ہیں مگر عمل میں کورے ہوتے ہیں۔

ج۔ خادم ہیکل کو پاک صاف کرتا ہے (۱۱: ۱۵-۱۹)

۱۱: ۱۵-۱۶۔ اپنی علانیہ خدمت کے شرُوع میں یسوع نے ہیکل کے ماحول کو کاروبارِ تجارت سے صاف کیا تھا (یُوحنّا ۲: ۱۳-۲۲)۔ اب جبکہ اُس کی خدمت ختم ہونے کو

تھی، وُہ پھر "ہیکل" کے صحن میں داخل ہُوا اور اُن لوگوں کو باہر ہانک دیا جو عوام کی مذہبی فرائض کی ادائیگی سے مُنافع خوری کر رہے تھے بلکہ اُس نے عام برتن اُٹھا کر ہیکل کے علاقے میں سے گزرنا بھی روک دیا۔

۱۱: ۱۷۔ اُس نے یسعیاہ اور یرمیاہ میں سے اقتباسات کو اکٹھا استعمال کر کے ہیکل کی بے حُرمتی، وہاں تجارتی کاروبار اور پاک جگہ کو دُوسرے کاموں کے لئے مختص کر دینے کی سخت مذمّت کی۔ خُدا نے تو ہیکل کو "سب قوموں کے لئے دُعا کا گھر" بنایا تھا (یسعیاہ ۵۶: ۷)۔ وُہ صرف بنی اسرائیل کے لئے نہیں تھی۔ مگر اُنھوں نے اُسے مذہبی منڈی بنا دیا تھا جہاں منافع خوروں اور بددیانت تاجروں نے اڈّے بنا لئے تھے (یرمیاہ ۷: ۱۱)۔

۱۱: ۱۸۔ اُس کے الزامات سے "سردار کاہن اور فقیہ" جل بھُن کر رہ گئے۔ وُہ اُس کو "ہلاک کرنے" کے درپے تھے، لیکن ڈھیٹ بن کر کھُلم کھُلا اُس پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے، کیونکہ عام لوگ یسوعؔ سے عقیدت رکھتے تھے۔

۱۱: ۱۹۔ اپنے معمول کے مُطابق "شام کو وُہ شہر سے باہر" چلا گیا۔ اصل زبان کے فعل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی اُس کا معمول تھا۔ شاید وُہ حفاظت کے خیال سے ایسا کرتا تھا۔ اُسے اپنے لئے تو کوئی ڈر یا خوف نہ تھا۔ اُسے یہ بھی خیال تھا کہ میری خدمت کا ایک حصّہ یہ بھی ہے کہ اپنی بھیڑوں یعنی اپنے شاگردوں کا تحفّظ کروں (یُوحنّا ۱۷: ۶-۱۹)۔ علاوہ ازیں وقت سے پہلے دُشمنوں کے ہاتھوں میں پڑنا مضحکہ خیز بات ہوتی۔

د۔ انجیر کے بے پھل درخت سے سبق (۱۱: ۲۰-۲۶)

۱۱: ۲۰-۲۳۔ انجیر کے درخت پر لعنت بھیجنے کے بعد اگلی "صُبح" یروشلیم کو جاتے ہُوئے وُہ اُدھر سے گزرے تو شاگردوں نے دیکھا کہ درخت "جڑ تک سُوکھا ہُوا" ہے۔ جب "پطرسؔ" نے اِس کا ذِکر خُداوند سے کیا تو اُس نے جواب دیا کہ "خُدا پر ایمان رکھو"۔ لیکن اِن الفاظ کا انجیر کے درخت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اگلی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ یسوعؔ ایمان کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے کہ یہ مُشکلات کو دُور کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ اگر شاگرد "خُدا پر ایمان" رکھیں تو وُہ بے پھل ہونے کے مسئلے کا حل کر سکتے اور پہاڑوں جیسی بڑی مُشکلات کو دُور کر سکتے ہیں۔

البتہ یہ آیات کسی بھی شخص کو اختیار نہیں دیتیں کہ اپنی آسائش یا ناموری کی خاطر معجزانہ قدرت کے لئے دُعا مانگے۔ ایمان کے ہر کام کا انحصار خُدا کے وعدے پر ہونا لازمی ہے۔ اگر ہم جانتے ہیں کہ خُدا کی مرضی ہے کہ کوئی مُشکل دُور کی جائے تو ہم پُورے یقین کے ساتھ دُعا مانگ سکتے ہیں کہ ایسا ہو جائے گا بلکہ ہم تو ہر اُس بات کے لئے دُعا مانگ سکتے ہیں جس کے بارے میں یقین ہو کہ یہ خُدا کی مرضی کے مُطابق ہے جیسا کہ بائبل مُقدس میں ظاہر کیا گیا ہے یا جیسا رُوح ہمارے دِل میں گواہی دیتا ہے۔

۱۱:۲۴۔ جب ہمارا خُداوند کے ساتھ رابطہ قائم ہے اور ہم رُوح میں دُعا مانگتے ہیں تو ہمیں یقین ہونا چاہئے کہ اِس دُعا کا جواب مِلے گا اور ہم نے جو کُچھ مانگا ہے وُہ ہو جائے گا۔

۱۱:۲۵، ۲۶۔ لیکن دُعا کا جواب مِلنے کی ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ ہم میں مُعافی کی رُوح ہو۔ اگر ہمارے دِل میں سخت اور اِنتقامی رویہ ہو تو ہم اُمید نہیں رکھ سکتے کہ خُدا ہماری سُن کر جواب دے گا۔ اگر ہم مُعافی چاہتے ہیں تو ضرور ہے کہ دُوسروں کو بھی "مُعاف" کریں۔ یہاں اُن گناہوں کا مسئلہ نہیں جن کی مُعافی ایمان لاتے وقت مِلتی ہے۔ وُہ سراسر فضل کا مُعاملہ ہے۔ وُہ ایمان کے وسیلے سے مِلتی ہے۔ بلکہ یہاں اُس سلُوک کی طرف اِشارہ ہے جو خُدا بطور باپ بچّوں سے کرتا ہے۔ اگر ایمان دار میں مُعافی کی رُوح نہ ہو تو "باپ (کی) جو آسمان پر ہے" اُس سے رفاقت ٹُوٹ جاتی اور برکت رُک جاتی ہے۔

۵۔ خادم کے اِختیار کی باز پُرس (۱۱:۲۷-۳۳)

۱۱:۲۷-۲۸۔ جُونہی یسُوعؔ "ہیکل میں آیا" مذہبی لیڈر اُس سے آ مُخاطب ہُوئے اور اُس کے اِختیار کو چیلنج کرنے لگے۔ اِس مقصد سے اُنہوں نے دو سُوال پُوچھے (۱) "تُو اِن کاموں کو کِس اختیار سے کرتا ہے؟" (۲) "کِس نے تجھے یہ اِختیار دیا کہ اِن کاموں کو کرے؟" (یعنی ہیکل کو پاک صاف کرنا، اِنجیر کے درخت پر لعنت کرنا اور یروشلیم میں فاتحانہ داخل ہونا)۔ اُن کا خیال تھا کہ یہ کوئی بھی جواب دے ہم اُسے پھنسا لیں گے۔ اگر وُہ دعویٰ کرے کہ میں خُدا کا بیٹا ہُوں اِس لئے بذاتِ خُود اختیار رکھتا ہُوں تو اُس پر کُفر کا فتویٰ صادر کریں گے۔ اگر کہے کہ یہ اِختیار مجھے خُدا نے دیا ہے تو اِس دعوے کو چیلنج کریں گے۔ وُہ سمجھتے تھے کہ ہم خُدا کی طرف سے مُقرر شُدہ لیڈر ہیں۔

۱۱: ۲۹-۳۲- مگر یسوع نے جواب کے طور پر بھی ایک سوال پوچھا۔ "کیا یوحنا بپتسمہ دینے والے کو خدا نے مقرر کیا تھا یا نہیں؟" ("یوحنا کا بپتسمہ" اُس کی پوری خدمت کی طرف اشارہ ہے)۔ اُن کو اِس سوال کا جواب دیتے ہوئے سخت گھبراہٹ ہوئی۔ اگر یوحنا کی خدمت خدا کی طرف سے مقرر تھی تو اُنہیں اُس کی طرف سے توبہ کی بُلاہٹ کو ماننا چاہیئے تھا۔ اگر وہ یوحنا کی خدمت کی بے قدری کرتے تو اُنہیں عام لوگوں کی طرف سے خطرہ تھا، اِس لئے کہ "سب لوگ واقعی یوحنا کو نبی جانتے تھے"۔

۱۱: ۳۳- اُنہوں نے جواب دینے سے اِنکار کر کے کہہ دِیا کہ "ہم نہیں جانتے"۔ چنانچہ خداوند نے بھی اپنے اختیار کے بارے میں کوئی بات کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر وہ اُس کے پیشرو کو مستند نہیں مانتے تو خود بادشاہ کو مستند کیسے مان سکتے تھے؟

و۔ شریر باغبانوں کی تمثیل (۱۲: ۱-۱۲)

۱۲: ۱- اگرچہ خداوند نے اُن یہودی لیڈروں کے سوال کا جواب نہیں دِیا مگر اُنہیں چھوڑا نہیں۔ اُس نے "تمثیلوں" کی زبان میں اُن پر چبھتا ہوا اِلزام لگایا کہ وہ خدا کے بیٹے کو رد کرتے ہیں۔ "تاکستان لگانے والا شخص" خود خدا ہے۔ اور "تاکستان" اِعزاز و استحقاق کا وہ مقام ہے جو اُس وقت بنی اِسرائیل کو حاصل تھا۔ "احاطہ" موسوی شریعت ہے جو بنی اِسرائیل کو غیر قوموں سے الگ کرتی اور اُن کو خداوند کے اِمتیازی لوگوں کی حیثیت سے محفوظ رکھتی تھی۔ "باغبان" مذہبی لیڈر یعنی فقیہ، فریسی اور بزرگ تھے۔

۱۲: ۲-۵- خدا اپنے خادموں یعنی نبیوں کو متواتر اِسرائیلی اُمت کے پاس بھیجتا رہا اور اُن کے ساتھ رفاقت، پاکیزگی اور محبت کا متمنی رہا۔ مگر قوم نبیوں پر ظلم ڈھاتی اور بعض کو قتل کرتی رہی۔

۱۲: ۶-۸- آخر کار خدا نے اپنے پیارے "بیٹے" کو بھیجا کہ وہ اُس کا تو ضرور "لحاظ کریں گے"۔ مگر اُنہوں نے اُس کا کوئی لحاظ نہ کیا بلکہ اُس کے خلاف سازش کی اور بالآخر اُسے بھی "قتل کیا"۔ اِس طرح خداوند نے خود اپنی موت کی پیشین گوئی کی اور اپنے قاتلوں کو بے نقاب کیا۔

۱۲: ۹- خدا ایسے شریر اِنسانوں سے "کیا کرے گا؟" وہ اُن کو "ہلاک" کرے گا اور اُن کا اِعزاز اور استحقاق "اَوروں کو دے دے گا"۔ "اَوروں" سے یہاں مراد "غیر اقوام" ہو سکتی ہیں۔

یا اِسرائیل کا توبہ کرنے والا وُہ بقیہ جو آخری زمانے میں موجُود ہوگا۔

۱۲: ۱۰-۱۱۔ یہ ساری باتیں پُرانے عہد نامہ کی نبُوّتوں کی تکمیل میں ہُوئیں۔ مثال کے طور پر زبُور ۱۱۸: ۲۲، ۲۳ میں نبُوّت کی گئی تھی کہ یہُودی لیڈر اپنے تعمیراتی منصُوبوں میں مسیحِ موعُود کو "رَدّ کریں گے"۔ اُن کے پاس اِس "پتھر" کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ مگر اپنی موت کے بعد وُہ زِندہ کیا جائے گا اور خُدا اُسے مُعزّز اور نمایاں مقام دے گا۔ وُہ خُدا کی عمارت میں "کونے کے سرے کا پتھر" ہوگا۔

۱۲: ۱۲۔ یہُودی لیڈر نُکتہ سمجھ گئے۔ وُہ یقین رکھتے تھے کہ زبُور ۱۱۸ مسیح موعُود کی بات کرتا ہے۔ اب اُنہوں نے خُداوند یسوع کو اُس کا اپنے اُوپر اطلاق کرتے سُنا اور "وُہ اُسے پکڑنے کی کوشش کرنے لگے"۔ لیکن ابھی اُس کا وقت نہیں آیا تھا۔ لوگ یسوع ہی کا ساتھ دیتے تھے۔ چنانچہ مذہبی لیڈر فِی الحال "اُسے چھوڑ کر چلے گئے"۔

ز۔ قیصر اور خُدا کو ادائیگی (۱۲: ۱۳-۱۷)

باب ۱۲ میں اُن حملوں کا بیان ہے جو فریسیوں اور ہیرودیوں اور صدُوقیوں نے خُداوند پر کِئے۔ یہ سُوالات کا باب ہے (دیکھئے آیات ۹، ۱۰، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۲۳، ۲۴، ۲۶، ۲۸، ۳۵، ۳۷)۔

۱۲: ۱۳-۱۴۔ "فریسی اور ہیرودی" ایک دُوسرے کے جانی دُشمن تھے۔ مگر ہمارے مُنجّی کے خِلاف اُن کی عداوت نے اُن کو مُتحد کر دیا۔ وُہ ہر زاویے سے کوشش کرنے لگے کہ اُس سے کوئی ایسی بات کہلوائیں جس سے اُس پر الزام لگا سکیں۔ چنانچہ انہوں نے اُس سے پُوچھا کہ "قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں؟" قیصر سے مُراد رُومی حکومت ہے۔

کوئی یہُودی بھی غیر قوم حکومت کے ماتحت رہنے میں خوش نہیں تھا۔ فریسی تو اِسی حکومت سے اِنتہائی عداوت رکھتے تھے جبکہ ہیرودیوں کا رویّہ قدرے رواداری پر مبنی تھا۔ اگر یسوع "قیصر کو" جزیہ دینے کی علانیہ تائید کرے تو یہُودی اُس کے مخالف ہو جائیں گے۔ اگر وُہ قیصر کے خِلاف بات کرے تو اُسے پکڑ کر رُومی حاکموں کے پاس لے جائیں گے کہ یہ غدّار ہے اِس لئے قید کر کے اُس پر مُقدّمہ چلایا جائے۔

۱۲: ۱۵، ۱۶۔ یسوع نے کہا کہ "میرے پاس ایک دینار لاؤ"۔ (ظاہر ہے خُود اُس کے پاس نہیں ہوگا)۔ سِکّے پر قیصر تبریاس کی شبیہ بنی ہُوئی تھی جو یہُودیوں کو یاد دِلاتی تھی کہ

وُہ مفتُوح رعایا ہیں۔ وُہ کیوں اِس حالت میں تھے؟ گُناہ اور خُدا کے ساتھ بے وفائی کے باعث۔ اُن کو یہ اقرار کرتے ہوئے شرمسار ہونا چاہئے تھا کہ جو سِکّے ہم اِستعمال کرتے ہیں اُن پر ایک غیر قوم آمر کی شبیہ کندہ ہے۔

۱۲: ۱۷۔ یسوُع نے اُن سے کہا "جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خُدا کا ہے خُدا کو ادا کرو"۔ وُہ پہلے حِصّے کی نہیں بلکہ دُوسرے حِصّے کی ادائیگی میں ناکام رہے تھے۔ بے شک بے دِلی ہی سے سہی، مگر رُومی محصُولات ادا کرتے تھے، مگر اپنی زِندگیوں پر خُدا کے مُطالبات کو نظر انداز کرتے تھے۔ سِکّے پر قیصر کی شبیہ تھی، اِس لئے وُہ قیصر کی مِلکیت تھا۔ اِنسان پر خُدا کی شبیہ ہے۔ خُدا نے اِنسان کو اپنی صُورت، اپنی شبیہ پر بنایا (پیدائش ۱: ۲۶، ۲۷)۔ اِس لئے وُہ خُدا کی مِلکیت ہے۔

ایمان دار پر فرض ہے کہ جِس حکُومت کے ماتحت ہے اُس کی حمایت اور فرمانبرداری کرے۔ اپنے حاکموں کی بدگوئی نہ کرے، نہ حکُومت کا تختہ اُلٹنے میں شریک ہو۔ اگر اُسے کوئی ایسا کام کرنے کو کہا جائے جِس سے اعلیٰ تر حاکم یعنی مسیح سے وفاداری پر حرف آتا ہو تو اُس کا فرض ہے کہ حُکم ماننے سے اِنکار کر دے اور سزا برداشت کرے۔ خُدا کے مُطالبات (احکام) کو ہر صُورت میں اوّلیت حاصِل ہونی چاہئے۔ اِن احکامات کی بجا آوری سے مسیحی دُنیا کے سامنے ہمیشہ اچھی گواہی دے گا۔

ح۔ صدُوقیوں کا قیامت کے بارے میں مُعَمّا (۱۲: ۱۸-۲۷)

۱۲: ۱۸۔ صدُوقی اپنے زمانے کا آزاد خیال گروہ تھا۔ وُہ جِسم کی قیامت کے تصوّر کا مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ چنانچہ وُہ خُداوند کے پاس آئے اور ایک اُلٹی قِسم کی کہانی گھڑ لائے جِس سے مذکُورہ تصوّر مضحکہ خیز معلُوم ہو۔

۱۲: ۱۹۔ اُنہوں نے یسوُع کو یاد دِلایا کہ مُوسیٰ کی شریعت نے بنی اسرائیل کے درمیان بیواؤں کے لئے خصُوصی اِنتظام کیا ہے۔ خاندان کے نام کو برقرار رکھنے اور گھرانے کی جائیداد کو گھرانے ہی میں رکھنے کی غرض سے شریعت نے مُقرر کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی بے اولاد مر جائے تو "اُس کا بھائی" اُس بیوہ سے شادی کرے (اِستثنا ۲۵: ۵-۱۰)۔

۱۲: ۲۰-۲۳۔ اب اُنہوں نے ایک عجیب وغریب مسئلہ پیش کیا کہ ایک عورت کو شریعت

کے مذکورہ انتظام کے مطابق یکے بعد دیگرے "ساتوں بھائیوں" سے شادی کرنی پڑی۔ "سب کے بعد وُہ عورت بھی مرگئی"۔ اب اُنہوں نے اپنے خیال کے مطابق بڑا معقول سوال کیا کہ "قیامت میں یہ اُن میں سے کس کی بیوی ہوگی ؟"

۱۲: ۲۴۔ وُہ سمجھتے تھے کہ ہم بہت ہوشیار ہیں۔ خداوند نے اُن پر عیاں کر دیا کہ تم "کتابِ مقدس" اور "خدا کی قدرت" دونوں ہی سے قطعی ناواقف ہو۔ "کتابِ مقدس" قیامت کی تعلیم دیتی ہے اور "خدا کی قدرت" مُردوں کو زندہ کرتی ہے۔

۱۲: ۲۵۔ پہلے تو اُن کو یہ جاننا چاہئے کہ آسمان میں ازدواجی رشتے جاری نہیں رہیں گے۔ وہاں ایمان دار ایک دُوسرے کو پہچانیں گے۔ بطور مرد اور عورت اُن کی انفرادیت قائم رہے گی۔ مگر "اُن میں بیاہ شادی نہ ہوگی"۔ اِس لحاظ سے وُہ "آسمان پر فرشتوں کی مانند ہوں گے"۔

۱۲: ۲۶، ۲۷۔ اب یسوع صدوقیوں کی طرف متوجہ ہُوا جو موسیٰ کی کتابوں کو پرانے عہدنامہ کی دیگر کتابوں پر فوقیت دیتے اور زیادہ اہم گردانتے تھے۔ وُہ اُنہیں موسیٰ کی جلتی جھاڑی کے واقعہ (خروج ۳: ۶) پر واپس لے گیا۔ وہاں خدا اپنے بارے میں کہتا ہے کہ "مَیں ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہُوں"۔ اِس بات سے مُنجّی نے واضح طور پر ثابت کیا کہ خدا "مُردوں کا خدا نہیں بلکہ زندوں کا ہے"۔

مگر کیسے ؟ جب خدا موسیٰ پر ظاہر ہُوا تو کیا ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کو مرے صدیاں نہیں بیت چکی تھیں ؟ ہاں، درست، اُن کے بدن حبرون میں مکفیلہ کے غار میں پڑے تھے۔ پھر خدا زندوں کا خدا کیسے ہُوا ؟

دلیل یُوں معلوم ہوتی ہے۔

۱۔ خدا نے اُن بزرگانِ قوم سے ایک مُلک اور مسیح موعود کے بارے میں وعدے کئے تھے۔

۲۔ یہ وعدے اُن کی زندگیوں میں پُورے نہیں ہُوئے تھے۔

۳۔ جس وقت جلتی جھاڑی پر خدا موسیٰ سے ہمکلام ہُوا اُن کے بدن قبر میں تھے۔

۴۔ پھر بھی خدا نے اُن کا اِس طرح ذکر کیا جیسے وُہ زندہ ہوں۔

۵۔ ضرور ہے کہ وُہ ابرہام اور اضحاق اور یعقوب سے اپنے وعدے پُورے کرے۔

۶۔ اِس لئے قیامت ایک حتمی اور قطعی ضرورت ہے۔ خدا کی ذات کے بارے میں ہمارا

علم اِس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ قیامت ہو۔
چنانچہ خُداوند نے بحث کو ختم کرتے ہُوئے صدُوقیوں سے کہا "پس تُم بڑے گمراہ ہو"۔

ط۔ بڑا حکم (۱۲: ۲۸-۳۴)

۱۲: ۲۸۔ "فقیہوں میں سے ایک" اِس بات سے بہت متاثر ہُؤا کہ خُداوند نے اپنے نکتہ چینوں کے سُوالوں کے جواب بڑی چابک دستی سے دِیئے۔ اب خُود اُس فقیہ نے پُوچھا کہ "سب حُکموں میں اوّل کونسا ہے؟" یعنی سب سے اہم حکم کون سا ہے۔ بہت کھرا سُوال تھا جو کئی لحاظ سے زندگی کا بنیادی سُوال ہے۔ دراصل وُہ پُوچھ رہا تھا کہ مجھے مختصراً بتایا جائے کہ اِنسان کے وجُود کا بڑا مقصد کیا ہے۔

۱۲: ۲۹۔ جواب میں یسوع نے "شماع" یعنی یہُودیوں کے اِقرارُالایمان سے اِقتباس پیش کیا کہ "اے اسرائیل سُن! خُداوند ہمارا خُدا ایک ہی خُداوند ہے" (اِستثنا ۶: ۴)۔

۱۲: ۳۰۔ خُداوند مسیح نے خُدا کے لئے اِنسان کے حقُوق کا خُلاصہ پیش کیا کہ "تُو خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبّت رکھ"۔ ضرُور ہے کہ اِنسان اپنی زندگی میں خُدا کو اعلیٰ ترین اور فائق ترین مقام دے۔ کوئی اَور محبّت خُدا کی محبّت کی رقیب نہ ہو۔

۱۲: ۳۱۔ باقی احکام ہمیں یہ تعلیم دیتے ہیں کہ "اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبّت رکھ"۔ ہمیں خُدا سے اپنے سے "بڑھ کر" محبّت رکھنی چاہیئے اور اپنے پڑوسی سے "اپنی مانند"۔ چنانچہ وُہ زندگی جو واقعی اہمیّت رکھتی ہے، اس کا تعلق پہلے خُدا کے ساتھ ہے، بعد میں دُوسروں کے ساتھ۔ یہاں مادی چیزوں کا ذِکر تک نہیں کیا گیا۔ اہمیّت ہے تو خُدا کو اور انسانوں کو۔

۱۲: ۳۲، ۳۳۔ اُس فقیہ نے خُداوند سے پُورا پُورا اتفاق کیا اور قابلِ تعریف وضاحت کے ساتھ کہا کہ خُدا اور ہم جنس اِنسانوں کے ساتھ محبّت رکھنا ریت ورسم پر عمل کرنے کی نسبت نہایت اہم ہے۔ اُس کو اِحساس ہو گیا کہ لوگ مذہبی رسُوم بھی ادا کرتے ہیں اور لوگوں کو دِکھانے کی غرض سے خُدا پرستی کا ڈھونگ بھی رچا لیتے ہیں، لیکن باطنی اور شخصی پاکیزگی نہیں رکھتے۔ اُس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ خُدا اِنسان کے ظاہر اور باطن، دونوں کو دیکھتا ہے۔

۱۲: ۳۴ - جب یسوع نے یہ قابلِ تعریف بات سُنی تو اُس فقیہ سے کہا کہ "تو خدا کی بادشاہی سے دُور نہیں"۔ بادشاہی کی سچّی رعایا ظاہری مذہب سے خدا کو یا اپنے ہم جنس انسانوں کو یا اپنے آپ کو دھوکا نہیں دیتی۔ وہ جانتے ہیں کہ خدا دِلوں پر نظر کرتا ہے اِس لئے وہ گناہ سے صفائی کے لئے اور اُس کی مرضی اور خوشی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی طاقت حاصل کرنے کے لئے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اِس کے بعد کسی نے "جُراَت نہ کی" کہ اُلٹے سیدھے سوالوں سے اُسے پھنسائے۔

ی - داؤد کا بیٹا، داؤد کا خداوند ہے (۱۲: ۳۵-۳۷)

"فقیہ" ہمیشہ سے یہی تعلیم دیتے آئے تھے کہ مسیحِ موعود صُلبی لحاظ سے "داؤد" کی نسل سے ہو گا۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے مگر پُوری حقیقت نہیں۔ چنانچہ جتنے لوگ خداوند یسوع کے پاس ہیکل کے صحن میں جمع تھے، اُس نے اُن کے سامنے ایک مشکل پیش کی۔ زبور ۱۱۰: ۱ میں داؤد آنے والے مسیحِ موعود کا ذکر کرتے ہوئے اُسے "میرے خداوند" کہتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ مسیحِ موعود بیک وقت داؤد کا "بیٹا" اور داؤد کا "خداوند" کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارے لئے تو جواب صاف اور واضح ہے۔ مسیحِ موعود بشر اور خدا دونوں ہے۔ ابنِ داؤد ہونے کے لحاظ سے وہ بشر ہے اور اُس کا خداوند ہونے کے لحاظ سے وہ خدا ہے۔

"عام لوگ خوشی سے اُس کی سُنتے تھے"۔ لگتا ہے کہ وہ حقیقت کو ماننے اور قبول کرنے کو تیار تھے، حالانکہ وہ اُسے پُوری طرح سمجھتے بھی نہیں تھے۔ مگر یہاں فقیہوں اور فریسیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔ اُن کی خاموشی بدشگونی کی علامت ہے۔

ک - فقیہوں کے خلاف آگاہی (۱۲: ۳۸-۴۰)

۱۲: ۳۸، ۳۹ - "فقیہ" ظاہری طور پر مذہبی تھے۔ وہ "لمبے لمبے جامے" پہن کر گھومنا پھرنا پسند کرتے تھے۔ یہ لباس اُن کو عام لوگوں سے ممتاز کرتا اور اُنہیں دینداری اور پرہیزگاری کی وضع قطع دیتا تھا۔ وہ اِس بات سے خوش ہوتے تھے کہ لوگ سرِ عام ہمیں بڑے بڑے القاب سے مخاطب کریں۔ اِس طرح اُن کی انا کی تسکین ہوتی تھی! وہ عبادت خانوں میں "اعلیٰ درجہ کی کرسیاں" یعنی عزّت کی جگہ کے طالب رہتے تھے۔ گویا جسمانی لحاظ سے جگہ بھی خدا پرستی یا رُوحانیت کے

ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ وُہ نہ صرف مذہبی لحاظ سے نمایاں نظر آنا چاہتے تھے بلکہ سماجی لحاظ سے بھی فوقیت چاہتے تھے۔ وُہ "ضیافتوں میں صدر نشینی چاہتے تھے"۔

۱۲: ۴۰۔ باطن میں وُہ لالچی اور ریاکار تھے۔ وُہ اپنے لئے دَولت سمیٹنے کی خاطر "بیواؤں" کی جائیداد بلکہ گزارے کے وسائل بھی چھین لیتے بلکہ لُوٹ لیتے تھے، اور ظاہر کرتے تھے کہ یہ رقم خُداوند کے لئے ہے۔ وُہ لمبی لمبی "دُعائیں" مانگتے تھے۔ اور دُعاؤں میں موٹے موٹے الفاظ استعمال کرتے تھے، مگر اُن کی دُعائیں فقط لفّاظی تھیں۔ مختصر یہ کہ وُہ اِمتیاز (لمبے چوغے)، ہر دلعزیزی (سلام)، عزت افزائی (اعلیٰ درجہ کی کرسیاں)، فوقیت (صدر نشینی)، مال و دولت (بیواؤں کے گھر) اور جعلی خُدا پرستی (لمبی لمبی دُعائیں) کے دِلدادہ تھے۔

ل۔ بیوہ کی دو دمڑیاں (۱۲: ۴۱-۴۴)

یہاں ہمیں زبردست تقابل نظر آتا ہے۔ ایک طرف فقیہوں کی حرص اور طمع ہے، دُوسری طرف ایک بیوہ کا اِیثار اور جاں نثاری ہے۔ فقیہ تو بیواؤں کے گھر بھی ہڑپ کر جاتے تھے اور بیوہ نے "جو کچھ اُس کا تھا یعنی اپنی ساری روزی ڈال دی"۔ اِس واقعے سے ثابت ہوتا ہے کہ خُداوند عالمِ کُل ہے۔ وُہ دیکھ رہا تھا کہ "دولت مند" لوگ بڑے بڑے نذرانے ہیکل کے خزانے میں ڈال رہے ہیں۔ وُہ جانتا تھا کہ اُن کے نذرانوں میں قربانی اور اِیثار کا کوئی عمل دخل نہیں۔ وُہ "اپنے مال کی بُہتات سے" ڈال رہے تھے۔ وُہ یہ بھی جانتا تھا کہ بیوہ نے دو دمڑیاں ڈالی ہیں، یہی اُس کی "ساری روزی" تھی۔ خُداوند نے بتایا کہ اِس بیوہ نے اُن سبھوں کے مجموعی نذرانوں سے "زیادہ" ڈالا ہے۔ جہاں تک مالی قیمت کا تعلق ہے اُس نے سب سے کم ڈالا تھا، مگر خُداوند ہماری نیّت، ہمارے وسائل سے ہمارے دینے کا اندازہ لگاتا ہے، نہ اِس سے کہ ہمارے پاس کتنا ہے۔ یہ اُن لوگوں کے لئے بہت حوصلہ افزائی کی بات ہے جن کے پاس مادی مال و دَولت کی کمی ہے مگر خُداوند کو دینے کی بڑی خواہش رکھتے ہیں۔

ہم بیوہ کے کام کی تعریف کرتے اور خُداوند کی بات سے اِتفاق کرتے ہیں مگر حیرت کی بات ہے کہ بیوہ کے نمونے کی پیروی نہیں کرتے! اگر ہم جس بات کا دعویٰ کرتے ہیں اُس پر واقعی یقین بھی رکھتے ہوں تو ہم وُہی کچھ کریں گے جو بیوہ نے کِیا تھا۔ اُس کی نذر اُس کی اِس قائلیّت کی شاہد ہے کہ سب کچھ خُداوند کا ہے اور وُہ اِس لائق ہے کہ اُسے سب کچھ

دے ڈالا جائے۔ اور ضرور ہے کہ ہم سب کچھ اُس کی نذر کر دیں۔ آج کے بہت سے مسیحی بیوہ پر اعتراض کریں گے کہ اُس نے مستقبل کا کچھ انتظام نہ کیا۔ کیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پیش بینی یا مصلحت اندیشی سے محروم تھی؟ لوگ تو ایسی ہی دلیلیں دیں گے، مگر یہ ایمان کی زندگی ہے ——— کہ اِس وقت جو کچھ بھی ہے سب خدا کے کام میں لگا دیا جائے اور مستقبل کے لئے اُس پر بھروسا کیا جائے۔ کیا اُس نے وعدہ نہیں کیا کہ جو لوگ خدا کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کی تلاش کریں گے اُن کو یہ سب چیزیں بھی مل جائیں گی؟ (متی ۶: ۳۳)۔

کیا یہ انتہا پسندی ہے؟ انقلابی بات ہے؟ جب تک ہم یہ نہیں جان لیتے کہ مسیح کی تعلیمات انقلابی ہیں، ہم اُس کی خدمت کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتے۔

۶۔ کوہِ زیتون پر خادِم کا درس (باب ۱۳)

ا۔ یسوع ہیکل کی بربادی کی پیشین گوئی کرتا ہے (۱۳: ۱-۲)

۱۳: ۱۔ مسیح کی موت سے پہلے یہ آخری موقع ہے کہ وہ "ہیکل سے باہر جا رہا تھا"۔ اُس وقت "اُس کے شاگردوں میں سے ایک" نے ہیکل کی شان و شوکت اور ملحقہ تعمیرات کی عظمت کے بارے میں خداوند کے جوش و ولولہ کو جگانے کی کوشش کی۔ شاگرد اِس بات سے متاثر تھے کہ اتنے بڑے بڑے پتھروں کو ترتیب سے لگانا تعمیراتی فن کا ایک شاہ کار ہے۔

۱۳: ۲۔ منجی نے بیان کیا کہ بہت جلد یہ سب کچھ برباد کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ "کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا"۔ اور واقعی ۷۰ء میں رُومی فوجوں نے یروشلیم پر یلغار کی تو یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ ہم کیوں ڈھلتی چھاؤں پر دِل لگاتے ہیں؟

ب۔ دُکھوں کا شروع (۱۳: ۳-۸)

"زیتون کے پہاڑ" پر بیٹھے باتیں کرتے ہوئے خداوند نے اپنے شاگردوں کی توجہ زیادہ

اہم واقعات کی طرف لگائی۔ بعض پیش گوئیاں ۷۰ء میں یروشلیم کی تباہی و بربادی کا بیان کرتی ہیں۔ لیکن صاف نظر آتا ہے کہ زیادہ تر پیش گوئیاں بڑی مصیبت کے ایام اور خداوند کی قدرت اور جلال کے ساتھ دوبارہ آمد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ وہ کلیدی الفاظ جو ہر زمانے کے ایمان داروں سے علاقہ رکھتے ہیں یہ ہیں: (۱) خبردار (آیات ۵، ۲۳، ۳۳)، (۲) گھبرانہ جانا (آیت ۷)، (۳) برداشت کرنا (آیت ۱۳)، (۴) دعا کرو (آیات ۱۸، ۳۳)، (۵) خبردار (جاگتے رہو (آیات ۹، ۳۳، ۳۵، ۳۷)۔

۱۳: ۳، ۴۔ اِس پورے درس کا آغاز "پطرس اور یعقوب اور یوحنا اور اندریاس" کے ایک سوال سے ہوا کہ ہیکل "کب" برباد ہوگی اور اِس واقعے سے پہلے "کیا نشان ہے"؟ خداوند کے جواب میں اُس بعد کی ہیکل کی بربادی بھی شامل ہے جو خداوند کی آمدِ ثانی سے پہلے "بڑی مصیبت" کے وقت وقوع میں آئے گی۔

۱۳: ۵، ۶۔ سب سے پہلے شاگردوں کو "خبردار" رہنا ہے کہ کوئی اُنہیں یہ کہہ کر "گمراہ نہ کر دے" کہ مَیں مسیح موعود ہوں کیونکہ "بہتیرے" جھوٹے مسیح اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ آج بے شمار فرقوں کے اُٹھ کھڑے ہونے میں اِس نبوّت کی تکمیل نظر آتی ہے کہ ہر فرقہ اپنا الگ مخالفِ مسیح رکھتا ہے۔

۱۳: ۷، ۸۔ دوسرے، اُنہیں "لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہوں" سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کرنا ہوگا کہ "خاتمہ" آپہنچا۔ اِس درمیانی تمام عرصے کے دوران بین الاقوامی کشمکش اور باہمی آویزش جاری رہے گی۔ علاوہ ازیں زمین اور آسمان کی قوتیں ہل جائیں گی۔ "بھونچال ... کال ... اور مصیبتوں" کے عذاب انسان کی زندگی اجیرن کر دیں گے۔ لیکن یہ سب کچھ گویا دردِ زہ کا آغاز ہی ہوگا جن سے بڑے سخت عذاب کے بے مثال عرصے کا شروع ہی ہوگا۔

ج۔ شاگردوں کی ایذا رسانی (۱۳: ۹-۱۳)

۱۳: ۹۔ تیسرے۔ خداوند نے بتا دیا کہ اُن لوگوں کو شخصی اور ذاتی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑے گا جو اُس کی خاطر گواہی دینے سے نہیں ہچکچائیں گے۔ اُن پر مذہبی اور دیوانی عدالتوں میں مقدمے چلائے جائیں گے۔

اگرچہ کلام کے اِس حصّے کا اطلاق مسیحی گواہی کے ہر دَور پر ہوتا ہے، لیکن معلوم ہوتا

ہے کہ خاص اِشارہ اُن ایک لاکھ چوالیس ہزار (۱۴۴۰۰۰) یہودی اِیمان داروں کی طرف ہے جو مسیح کے ظاہری طور پر بادشاہی کرنے کو آنے سے فوراً پہلے بادشاہی کی خوشخبری ساری قوموں تک پُہنچائیں گے۔

۱۰:۱۳۔ اِس آیت کو یہ تعلیم دینے کے لئے ہرگز اِستعمال نہیں کرنا چاہیئے کہ ضرور ہے کہ فضائی اِستقبال سے پہلے سب قوموں میں اِنجیل کی منادی کی جائے۔ ہونا تو چاہیئے کہ دُنیا بھر میں منادی ہو، اور شاید ہو بھی جائے، مگر یہ کہنا بائبل مُقدّس کی تعلیم کے خِلاف ہے کہ ضرور ہی ایسا ہوگا۔ اب کوئی ایسی نبوّت رہ نہیں گئی جسے مسیح کی آمدِ ثانی سے پیشتر ابھی پُوری ہونا ہو۔ وُہ کِسی لمحہ بھی آسکتا ہے۔

۱۱:۱۳۔ خُداوند یسُوع نے وعدہ کیا ہے کہ جب اِیمان داروں پر مُصیبت آئے گی اور اُن پر مُقدّمے چلائے جائیں گے تو اُنہیں اپنے دِفاع کے لئے قوّتِ عطا کی جائے گی۔ اُنہیں اپنا مُقدّمہ یا جوابدہی پہلے سے تیار کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ شاید اِتنی مُہلت ہی نہ مِلے گی۔ "رُوح القُدس" اُنہیں بالکل صحیح الفاظ عطا کرے گا۔ اِس وعدے کو آج کل وعظ اور اِنجیلی پیغام تیار نہ کرنے کا بہانہ نہیں بنا لینا چاہیئے۔ یہ وعدہ ضمانت ہے کہ ہنگامی حالت میں فوق الفِطرت مدد مِلے گی۔ یہ وعدہ شہیدوں کے لئے ہے واعِظوں کے لئے نہیں!

۱۲:۱۳-۱۳۔ مُصیبت کے دِنوں کی ایک اَور خصُوصیت یہ ہوگی کہ جو لوگ مُنجّی کے وفادار ہوں گے، اُن کو اپنوں سے پکڑوایا جائے گا۔ خاندان کے افراد ہی اِیمان داروں کی مُخبری کریں گے۔ مسیحیت کی مخالفت کی ایک زبردست لہر ساری دُنیا میں اُٹھے گی اور خُداوند یسُوع کے ساتھ وفادار رہنے میں بڑے حوصلے اور جُراٴت کی ضرورت ہوگی۔ "مگر جو آخر تک برداشت کرے گا، وُہ نجات پائے گا"۔ اِس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ وُہ اپنی برداشت کے سبب سے ابدی نجات پائیں گے۔ یہ جھُوٹی تعلیم ہے۔ نہ اِس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ اُن مُصیبت کے ایّام کے دوران اِیمان داروں کو جسمانی موت سے بچا لیا جائے گا کیونکہ کِسی اَور مقام پر لکھا ہے کہ وُہ اپنی گواہی پر اپنے خُون سے مُہر لگائیں گے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ آخر تک برداشت کرنا اُن کی سچائی یا حقیقت کا ثبوت ہوگا۔ یعنی یہ خصُوصیت اُن میں نمایاں ہوگی جو سچ مُچ نجات یافتہ ہوں گے۔

د- بڑی مُصیبت (۱۳: ۱۴-۲۳)

۱۳: ۱۴-۱۸- آیت ۱۴ مُصیبت کے اُن ایام کی نِشاندہی کرتی ہے جسے "بڑی مُصیبت" کہا جاتا ہے- ہم اِس بات کو دانی ایل ۹: ۲۷ کے ساتھ مُقابلہ کر کے سمجھ سکتے ہیں- اُن دِنوں یروشلیم کی ہیکل میں ایک بڑا مکرُوہ بُت نصب کیا جائے گا- لوگوں کو اِس کی پرستش کرنے پر مجبُور کیا جائے گا- اِنکار کرنے والوں کو قتل کیا جائے گا- بلاشُبہ سچے ایماندار اِنکار ہی کریں گے-

اِس بُت کا نصب کیا جانا نِشان ہوگا کہ بڑی اِیذا رسانی شرُوع ہوگئی ہے- جو لوگ بائبل مُقدّس کو پڑھتے اور مانتے ہیں، وُہ جان جائیں گے کہ اب "یہُودیہ" سے بھاگ جانے کا وقت آ گیا ہے- ذاتی چیزیں ساتھ لے جانے کی مُہلت بھی نہیں ملے گی- "حاملہ ... اور دُودھ پلاتی" عورتوں کو خاص مشکل ہوگی- اور اگر یہ مُصیبت "جاڑوں میں" آئی تو خطرات اور مصائب اَور بھی زیادہ ہوں گے-

۱۳: ۱۹- "وُہ دِن اَیسی مُصیبت کے ہوں گے" کہ نہ ماضی میں کبھی ہُوئے نہ مُستقبل میں ہوں گے- یہ ہے "بڑی مُصیبت"- یہاں خُداوند یسوع عام قسم کی مُصیبت کا ذِکر نہیں کر رہا، جس کا ایمانداروں کو ہر زمانے میں سامنا رہا ہے بلکہ یہ مُصیبت کے وُہ ایام ہیں جو اپنی شدّت میں بے مثال ہوں گے-

غور کریں کہ اپنی نوعیت میں یہ بڑی مُصیبت یہُودی ہے- یہاں "ہیکل" (آیت ۱۴ بحوالہ متی ۲۴: ۱۵) اور "یہُودیہ" (آیت ۱۴) کا خاص ذِکر ہے- یہی "یعقوب کی مُصیبت کا وقت" (یرمیاہ ۳۰: ۷) ہے- یہاں منظر میں کلیسیا نظر نہیں آتی کیونکہ "خُداوند کا دِن" شرُوع ہونے سے پیشتر کلیسیا کو آسمان پر اُٹھا لیا جائے گا (۱- تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸ بمقابلہ ۱- تھسلنیکیوں ۵: ۱-۳)-

۱۳: ۲۰- اُن دِنوں میں خُدا کے غضب کے پیالے دُنیا پر اُنڈیلے جائیں گے- یہ آفات، افراتفری اور خُوں ریزی کا وقت ہوگا- بلکہ قتل و غارت اِتنی زیادہ ہوگی کہ خُدا فوق الفطرت طور پر دِنوں کو چھوٹا کر دے گا، ورنہ کوئی بھی بچ نہ سکے گا-

۱۳: ۲۱، ۲۲- بڑی مُصیبت کے دَوران "جھُوٹے مسیح" پھر عرُوج حاصل کریں گے-

لوگ اِس قدر مایوس اور بد دِل ہو جائیں گے کہ جو بھی اُن کو تحفظ فراہم کرنے کا وعدہ کرے گا اُسی کے پیچھے ہو لیں گے، مگر ایمانداروں کو معلوم ہوگا کہ مسیح خاموشی سے نہیں آئے گا۔ اُس کی آمد اِعلان کے ساتھ ہوگی۔ اگرچہ یہ "جھوٹے مسیح" فوق الفطرت عجائبات دِکھائیں گے، لیکن "برگزیدوں" کو دھوکا نہیں دے سکیں گے۔ اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ اِن معجزوں کے پیچھے شیطان کی طاقت کام کر رہی ہے۔

ضروری نہیں کہ سب معجزے خدا کی طرف سے ہوں۔ معجزات معلومہ اصولاتِ فطرت سے فوق البشر اِنحراف کی نمائندگی کرتے ہیں مگر ساتھ ہی وہ شیطان یا فرشتوں یا ارواحِ بد (شیاطین) کے کام کی نمائندگی بھی کر سکتے ہیں۔ "گناہ کے شخص" کو معجزے کرنے کی شیطانی طاقت حاصل ہوگی (۲۔تھسلنیکیوں ۲: ۹،۳)۔

۱۳: ۲۳۔ چنانچہ ایمانداروں کو "خبردار" رہنا چاہئے کیونکہ اُن کو پہلے ہی بتا دِیا گیا ہے۔

۵۔ آمدِ ثانی (۱۳: ۲۴-۲۷)

۱۳: ۲۴-۲۵۔ "اُس مصیبت کے بعد" آسمان پر حیرت ناک اور ہیبت ناک نشان ظاہر ہوں گے۔ تاریکی کی چادر دِن کے وقت بھی دُنیا کو ڈھانپ لے گی۔ "آسمان سے سِتارے گرنے لگیں گے اور جو قوتیں آسمان میں ہیں (اور کُرہ ہائے سماوی کو اپنے اپنے محور پر قائم رکھتی ہیں) وہ ہلائی جائیں گی۔"

۱۳: ۲۶، ۲۷۔ اُس وقت دہشت زدہ دُنیا "ابنِ آدم کو" زمین پر واپس آتے دیکھے گی۔ اب وہ پست حال ناصری نہیں بلکہ جلالی فاتح کی حیثیت سے آئے گا۔ وہ "بادلوں میں" آئے گا اور بے شمار فرشتے اور مرحوم مقدسین اُس کے ہمراہ ہوں گے۔ یہ اِنتہائی قدرت اور چکاچوند شان و شوکت کا منظر ہوگا۔ "اُس وقت وہ فرشتوں کو بھیج کر اپنے برگزیدوں کو زمین کی اِنتہا سے آسمان کی اِنتہا تک چاروں طرف سے جمع کرے گا۔" یہاں برگزیدوں سے مراد وہ ایمان دار ہیں جنہوں نے "بڑی مصیبت" کے ایام کے دوران اُس کو اپنا خداوند اور منجی تسلیم کیا تھا۔ وہ دُنیا کے ایک سرے سے دُوسرے تک ـــــ چین سے کولمبیا تک ـــــ جمع ہوں گے اور زمین پر اُس کی عجیب اور شاندار ہزار سالہ

بادشاہی کی برکات اور فیوض سے لطف اندوز ہوں گے، مگر اُن کے دشمن ہلاک کئے جائیں گے۔

و۔ انجیر کے درخت کی تمثیل (۱۳: ۲۸-۳۱)

۱۳: ۲۸: پاک کلام میں "انجیر کا درخت" اسرائیلی قوم کی مثال ہے۔ یہاں یسوع نے یہ بتایا ہے کہ میری دُوسری آمد سے پہلے انجیر کے درخت کے "پتے" نکلیں گے۔ ۱۹۴۸ء میں آزاد اور خود مختار اسرائیلی قوم کی تشکیل ہُوئی۔ کہہ سکتے ہیں کہ اسرائیل کے "پتے" نکل آئے ہیں، البتہ ابھی تک پھل نہیں آیا۔ دراصل جب تک مسیح موعود کی واپسی نہ ہوگی کوئی پھل نہیں لگے گا۔ اُس وقت ہی یہ قوم اُسے قبول کرنے پر آمادہ ہوگی۔

۱۳: ۲۹۔ اسرائیلی قوم کی تشکیل اور ترقی ہمیں بتا رہی ہے کہ بادشاہ "نزدیک، بلکہ دروازہ پر ہے"۔ اگر بادشاہی کرنے کے لئے اُس کا آنا اِتنا نزدیک ہے تو کلیسیا کے لئے اُس کا آنا اُس سے کتنا زیادہ قریب ہے!

۱۳: ۳۰۔ آیت ۳۰ کا مطلب اکثر یہ لیا جاتا ہے کہ اِس باب میں جتنی نبوتیں ہیں، وہ اُن لوگوں کی زندگی ہی میں پوری ہو جائیں گی جو مسیح کے دِنوں میں زمین پر زندہ موجود تھے۔ لیکن یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ بہت سے واقعات، خصوصاً آیات ۲۴-۲۷ کے واقعات اُس وقت قطعاً رُونما نہ ہُوئے۔ بعض لوگ یہ مطلب لیتے ہیں کہ "جو نسل" انجیر کے درخت کے پتے نکلتے وقت موجود ہوگی، یعنی ۱۹۴۸ء میں جب اسرائیلی قوم کی تشکیل ہُوئی، وہ نسل ہوگی جو آمدِ ثانی کو دیکھے گی۔ لیکن ہم ایک تیسرے نظریہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ "یہ نسل" سے مُراد یہودی نسل ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ مسیح موعود پر ایمان نہ لائی بلکہ اُسے رد کر دیا۔ تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ "یہ نسل" تاحال تمام نہیں ہُوئی۔ مجموعی طور پر یہ قوم نہ صرف قائم رہی ہے بلکہ الگ اور نمایاں رہی ہے۔ مگر خداوند یسوع کے ساتھ اِس قوم کی عداوت اور دشمنی جاری رہی ہے۔ یسوع نے نبوت کی تھی کہ یہ قوم اور اُس کی قومی خصوصیت میری دُوسری آمد تک قائم اور جاری رہے گی۔

۱۳: ۳۱۔ خداوند نے تاکیداً کہا کہ میری ایک ایک نبوت قطعی طور پر یقینی اور اٹل ہے۔ یہ فضائی "آسمان" ستاروں سمیت "ٹل جائیں گے"۔ یہ "زمین" پگھل جائے گی لیکن اُس کی باتوں کا ایک حرف بھی نہیں ٹلے گا۔

ز۔ اُس دِن یا گھڑی کا علم نہیں (۱۳: ۳۲-۳۷)

۱۳: ۳۲- یسوع نے کہا کہ "اُس دِن یا اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ"۔ اِس سے کون واقف نہیں کہ خوشخبری کے دُشمن اِس آیت کو یہ ثابت کرنے کے لئے اِستعمال کرتے ہیں کہ یسوع صِرف انسان تھا اور میری اور آپ کی طرح اُس کا علم بھی محدُود تھا۔ علاوہ ازیں نیک نیّت مگر گمراہ ایمان دار بھی اِس آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جب یسوع اِنسان بن کر اِس دُنیا میں آیا تو اُس نے خُود کو اِلٰہی صِفات سے خالی کر دیا تھا۔

اِن میں سے کوئی تشریح بھی درُست نہیں۔ یسوع خُدا اور اِنسان دونوں تھا اور ہے۔ وُہ تمام اِلٰہی صفات اور تمام بشری خصائص رکھتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ اُس کی الوہیت جسمانی بدن میں چھپی ہُوئی تھی، مگر مَوجُود ضرُور تھی۔ کبھی ایسا لمحہ نہیں آیا کہ وُہ کامِل خُدا نہ ہو۔

تو پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ وُہ اپنی دُوسری آمد کے وقت سے لاعلم تھا؟ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اِس سُوال کا جواب یُوحنّا ۱۵: ۱۵ میں موجُود ہے "۔۔۔ نوکر نہیں جانتا کہ اُس کا مالک کیا کرتا ہے"۔ چونکہ وُہ کامِل خادم ہے اِس لئے اِس حیثیت میں خُداوند یسوع کو اپنی دُوسری آمد کے وقت کا عِلم نہ دیا گیا تھا۔ وُہ کامِل خُدا ہے، اِس حیثیّت میں وُہ اِس بات کا عِلم رکھتا ہے۔ لیکن خادم کی حیثیت میں اُسے دُوسروں پر ظاہر کرنے کے مقصد کے لئے یہ عِلم نہ دِیا گیا۔ جیمز ایچ۔ بروکس اِس کی وضاحت یُوں کرتا ہے:

> "اِس بات کے باعث خُداوند کے عالمِ کُل ہونے کا اِنکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ صِرف یہ تصدیق ہوتی ہے کہ اِنسان کی مخلصی اور فِدیہ کے انتظام میں اُسے "اُن وقتوں اور میعادوں کا جاننا جنہیں باپ نے اپنے ہی اختیار میں رکھّا ہے" (اعمال ۱: ۷) نہ دِیا گیا۔ یسوع جانتا تھا کہ مَیں دوبارہ آؤں گا۔ وُہ اکثر اپنی آمدِ ثانی کا ذِکر کرتا تھا، لیکن یہ امر بیٹا ہونے کے منصب کے لائق نہ تھا کہ اپنی آمدِ ثانی کی تاریخ مُقرر کرتا۔ چنانچہ وُہ اِسے اپنے پیروؤں کے سامنے ایک ایسی چیز کے طور پر پیش کرتا ہے جو مسلسل اُمید اور توقع کا باعث ہے"۔

۱۳: ۳۳-۳۷- اِس باب کے آخیر میں نصیحت کی گئی ہے کہ خُداوند کی واپسی یعنی آمدِ ثانی

کے پیشِ نظر جاگتے اور دُعا مانگتے رہو، تاکہ یہ حقیقت کہ ہم وقتِ مُقررہ کو "نہیں جانتے" ہمیں ہوشیار رکھّے۔

روزمرّہ زندگی میں بھی ایسی ہی صُورتِ حال نظر آتی ہے۔ ایک شخص لمبے سفر پر گھر سے نکلتا ہے۔ وُہ نوکر کو ہدایات دیتا ہے اور چوکیدار کو بھی کہتا ہے کہ میری واپسی کے لئے ہوشیار اور چوکنّا رہنا۔ یسوؔع نے اپنے تئیں اُس سفر پر جانے والے آدمی کے مُشابہ ٹھہرایا۔ وُہ رات کے کسی پہر بھی واپس آسکتا ہے۔ اُس کے لوگ رات کو نگہبانی کرنے والے چوکیدار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ لازم ہے کہ "سوتے نہ پائے جائیں"۔ وُہ اپنے تمام لوگوں سے کہتا ہے کہ "جاگتے رہو"۔

۷۔ خادِم کا دُکھ اُٹھانا اور مَوت (ابواب ۱۴، ۱۵)

ا۔ یسوؔع کو مار ڈالنے کی سازِش (۱۴: ۱، ۲)

یہ اُس تاریخی ہفتے میں بُدھ کا دِن تھا۔ "دو دِن کے بعد عیدِ فسح" ہونے والی تھی جس کے ساتھ ہی سات روز کی "عیدِ فطیر" یا بے خمیری روٹی کی عید کا آغاز ہوتا ہے۔ مذہبی راہنما خُداوند یسوؔع کا کام تمام کرنے پر تُلے ہُوئے تھے۔ لیکن عید کے دِنوں میں ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے کیونکہ بہُت سے لوگ یسوؔع کو نبی مانتے تھے۔

اگرچہ "سردار کاہن اور فقیہ" تہیہ کِئے ہُوئے تھے کہ "عید میں" اُس پر ہاتھ "نہیں" ڈالیں گے مگر خُداوند نے اُن کے منصُوبے باطل کر دِئے۔ اور خُدا کا فسح کا برّہ عَین اُسی وقت ذبح ہُوا (مُلاحظہ کریں متّی ۲۶: ۲)۔

ب۔ بیت عنیاہ میں یسوؔع پر عطر مَلا جاتا ہے (۱۴: ۳۔ ۹)

جس طرح جوہری ہیرے کو سیاہ مخمل پر رکھتے ہیں تاکہ اُس کی چمک دمک زیادہ نمایاں ہو اُسی طرح رُوحُ القُدس اور اُس کا اِنسانی مُصنّف مرقس ایک عورت کی خُداوند یسوؔع کے لئے محبّت کو مذہبی لیڈروں کی حکومت اور یہُوداہ اِسکریوتی کی سازِش کے

سیاہ پردوں کے بالمقابل رکھتا ہے تاکہ یہ محبّت اَور زیادہ نُورانی نظر آئے۔

۱۴: ۳۔ "شمعون کوڑھی" نے مُنجیّ کے اعزاز میں ایک ضیافت کا اہتمام کیا۔ شاید وُہ اپنی شفایابی کی شکرگزاری کرنا چاہتا تھا۔ ایک بے نام عورت (غالباً بیت عنیاہ کی مریم۔ یُوحنّا ۱۲: ۳) نے آکر "بیش قیمت خالص عطر۔۔۔ اُس کے سر پر ڈالا" بلکہ پُوری فراخ دِلی سے پُورا عطر دان اُس کے سر پر اُنڈیل دِیا۔ اُس کی محبت اِتنی زیادہ تھی!

۱۴: ۴-۵۔ مگر "بعض" مہمان سوچنے لگے کہ یہ بہت بڑا ضیاع ہے۔ یہ عورت نہایت بے پَروا اور فضُول خرچ ہے۔ اِس نے یہ عِطر "بیچ کر" آمدنی "غریبوں" میں کیوں تقسیم نہیں کی؟ ("تین سَو دِینار" سال بھر کی مزدُوری کے برابر تھے)۔ لوگ آج بھی سوچتے ہیں کہ اپنی زِندگی کا ایک سال خُداوند کو دینا وقت کا ضیاع ہے۔ اگر کوئی پُوری زِندگی خُداوند کو دے دے تو اُن لوگوں کی نظر میں کِتنا بڑا ضیاع ہو گا!

۱۴: ۶-۸۔ یسُوع نے اُن کے بڑبڑانے پر اُنہیں جھڑکا۔ عورت نے اِسے ایک سُنہری موقع جان کر اپنے مُنجیّ کو خراجِ تشکُّر پیش کیا تھا۔ اگر وُہ غریبوں کے لئے اِتنے ہی فکرمند تھے تو ہر وقت اُن کی مدد کر سکتے تھے۔ "کیونکہ غریب غُربا تو ہمیشہ تُمہارے پاس ہیں" مگر خُداوند بہت جلد مَرنے اور دفن ہونے کو تھا۔ یہ عورت موقع مِلتے ہی اپنی محبّت کا اظہار کرنا چاہتی تھی۔ ہو سکتا ہے خُداوند کی موت کے بعد اُسے اُس کے "بدن" کے لئے کُچھ کرنے کا موقع نہ مِلے۔ چنانچہ اُس نے مُنجیّ کے جیتے جی اپنی محبّت کا اظہار کِیا۔

۱۴: ۹۔ اُس عِطر کی خُوشبو ہماری نسل تک پُہنچ رہی ہے۔ یسُوع نے کہا تھا کہ "تمام دُنیا میں ۔۔۔ اِس کی یادگاری میں کہا جائے گا" اور انجیل میں اِس واقعہ کے اندراج سے آج تک ایسا ہو رہا ہے۔

ج۔ یہُوداہ کی دغابازی (۱۴: ۱۰-۱۱)

وُہ عورت مُنجیّ کی دِل و جان سے قدر کرتی تھی۔ اُس کے بالمُقابل "یہُوداہ" اُس کی قدر و قیمت سے بے خبر تھا۔ حالانکہ وُہ کم از کم ایک سال خُداوند یسُوع کے ساتھ رہا تھا اور اُس سے اُسے سِوائے مہربانی اور عنایت کے کُچھ نہیں مِلا تھا۔ تاہم یہُوداہ اب چُپکے سے سردار کاہنوں کے پاس پُہنچ گیا اور اُن کو یقین دِلایا کہ مَیں خُدا کے بیٹے کو تُمہارے "حوالے

کردُوں گا۔ اُنھوں نے اُس کی پیش کش کو بڑی خُوشی دِلی سے قبول کیا اور اُسے پیش کش کی کہ ہم تمھاری غدّاری کی قیمت ادا کریں گے۔ اب صرف تفاصیل طے کرنا باقی رہ گیا۔

د۔ فسح کی تیاریاں (۱۴: ۱۲-۱۶)۔

یہاں واقعات کی تواریخی ترتیب یقینی نہیں ہے۔ لیکن غالباً ہم عیدِ فسح کے ہفتے کی جُمعرات تک آ پہنچے ہیں۔ شاگردوں کو قطعاً احساس نہیں تھا کہ یہ فسح کی گزشتہ تمام عیدوں کی تکمیل ہوگی۔ اُنھوں نے خُداوند سے ہدایات کی گزارش کی کہ "فسح" کہاں منائی جائے۔ اُس نے اُنہیں یروشلیم "شہر" میں بھیجا اور بتایا کہ "ایک شخص پانی کا گھڑا لئے ہُوئے تمھیں ملے گا"۔ یہ نہایت غیر معمُولی بات تھی کیونکہ پانی بھرنا عمُوماً عورتوں کا کام تھا۔ یہ آدمی اُنہیں خاص مکان تک لے جائے گا۔ اِس کے بعد اُنہیں گھر کے مالک سے پُوچھنا ہوگا کہ "میرا مہمان خانہ جہاں میں اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کھاؤں، کہاں ہے؟"

خُداوند کا اِس طریقے سے اِنتخاب کرنا اور حُکم صادر کرنا نہایت تعجّب انگیز ہے۔ وُہ قادرِ مُطلق حاکم ہے۔ اُن فرمانبردار دِلوں پر بھی حیرت ہوتی ہے جو اپنے آپ کو اور اپنی ساری چیزوں کو اُس کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ کیا ہی عُمدہ اور قابلِ رشک بات ہوتی ہے جب اُسے ہماری زندگیوں کے ایک ایک گوشے تک فوری رسائی حاصل ہوتی ہے!

ہ۔ یسوؔع اپنے (دھوکے سے) پکڑوائے جانے کی پیشین گوئی کرتا ہے (۱۴: ۱۷-۲۱)

اُسی شام "وُہ اُن بارہ کے ساتھ" اُس بالاخانے میں آیا جو تیار کیا گیا تھا۔ "اور جب وُہ بیٹھے کھا رہے تھے" تو یسوؔع نے صاف صاف کہہ دیا کہ شاگردوں "میں سے ایک ... مجھے پکڑوائے گا"۔ اَب ہر ایک کو اپنی طبیعت کے بُرے میلان اور رُجحان کا اِحساس ہونے لگا۔ اُنہیں صحت مندانہ انداز میں اپنے آپ پر بے اِعتمادی ہونے لگی۔ چنانچہ وُہ باری باری سب پُوچھنے لگے کہ "کیا مَیں ہُوں؟" تب یسوؔع نے ظاہر کیا کہ غدّار وُہ ہے "جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا ہے"۔ یعنی وُہ جِسے اُس نے روٹی کا نوالہ دیا۔

"ابنِ آدم" تو نبوّت کے مُطابق اپنی موت کی طرف جا ہی رہا تھا، لیکن اُس سے غداری کرنے والے کا حشر بہت بُرا ہوگا۔ بلکہ "اگر وُہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اُس کے لئے اچھّا ہوتا"۔

و۔ پہلی عشائے ربّانی (۱۴: ۲۲-۲۶)

۱۴: ۲۲-۲۵۔ "نوالہ" لینے کے بعد یہُوداہ باہر رات کے اندھیرے میں چلا گیا (یُوحنّا ۱۳: ۳۰)۔ اِس کے بعد یسُوع نے وُہ رسم مُقرر کی جسے ہم عشائے ربّانی (پاک عشاء) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اِس کا مطلب کا خاکہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ صِرف تین الفاظ میں پیش کیا گیا ہے (۱) "لی"۔ اُس نے اپنے اُوپر بشریت لے لی۔(۲) "توڑی"۔ اُس کا بدن صلیب پر توڑا جانے کو تھا۔ (۳) "دی"۔ اُس نے اپنا آپ ہمارے لئے دے دیا۔

"روٹی" اُس کے "بدن" کی علامت ہے جو دِیا گیا۔ "پیالہ" اُس کے "خُون" کی علامت ہے جو بہایا گیا۔ اُس نے اپنے "خُون" سے "نئے عہد" کی توثیق کی۔ اِس کے بعد زمین پر اُس کے لئے کوئی عید، کوئی خُوشی نہ ہوگی، تاوقتیکہ وُہ اپنی "بادشاہی" قائم کرنے کے لئے واپس آئے گا۔

۱۴: ۲۶۔ اِس موقع پر اُنہوں نے ایک "گیت" گایا۔ غالباً عظیم ہیلل —— زبُور ۱۱۳-۱۱۸ —— کا ایک حصّہ گایا۔ اِس کے بعد وُہ یروشلیم سے "باہر" چلے گئے، اور قدرُون کے نالے کو پار کر کے "زیتُون کے پہاڑ پر گئے"۔

ز۔ پطرس کی خُود اعتمادی (۱۴: ۲۷-۲۸)

جب جا رہے تھے تو مُنجّی نے شاگردوں کو خبردار کیا کہ آنے والی گھڑیوں میں "تم سب" میرے شاگرد ہونے کی وجہ سے ڈرو گے اور شرم محسُوس کرو گے۔ یہ زکریاہ نبی کی نبُوّت کے مُطابق ہوگا کہ "مَیں چرواہے کو ماروں گا اور بھیڑیں پراگندہ ہو جائیں گی" (زکریاہ ۱۳: ۷)۔ مگر اُس نے بڑے پیار سے اُنہیں یقین دِلایا کہ مَیں تم سے دستبردار نہ ہُوں گا بلکہ مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد "مَیں گلیل کو جاؤں گا" اور وہاں تمہارا اِنتظار کرُوں گا۔

۱۴: ۲۹-۳۰۔ "پطرس" خُداوند کا اِنکار کرنے کے تصوّر ہی سے خفا ہونے لگا۔ دُوسرے شاگرد تیرا اِنکار کریں تو کریں مگر مَیں ہرگز نہیں کرنے کا! یسُوع نے اُس کی تصحیح کی

اور "ہرگز نہیں" کو "جلد ہی" میں بدل دیا۔ "مُرغ کے دو بار بانگ دینے سے پہلے" پطرس "تین بار" مسیح کا اِنکار کرے گا۔

۱۴: ۳۱۔ پطرس نے بہت زور دے کر بلکہ پکار کر کہا کہ یہ بات بالکل غلط ہے، مَیں "تیرا اِنکار" کرنے سے پہلے مرنا قبول کروں گا۔ صِرف پطرس ہی نہیں، دُوسروں نے بھی بڑھ چڑھ کر اَیسا ہی کہا۔ وہ "سب" خُود اِعتمادی سے دعوے کر رہے تھے۔ ہمیں بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ ہم بھی اُن سے اچھے نہیں ہیں۔ ہمارے دِل بھی کمزور اور ڈرپوک ہیں۔

ح۔ گتسمنی میں جاں کنی (۱۴: ۳۲-۴۲)

۱۴: ۳۲۔ پُورے مُلک پر تاریکی کی حکمرانی تھی۔ جمعرات کی رات گزر رہی تھی اور جُمعہ کی صُبح چلی آ رہی تھی۔ پھر وہ ایک باغ میں آئے جس کا نام گتسمنی تھا۔ خداوند یسوع نے آٹھ شاگردوں کو اُس کے مدخل کے قریب ہی چھوڑا اور

۱۴: ۳۳، ۳۴۔ "پطرس اور یعقوب اور یُوحنا کو اپنے ساتھ لے کر" باغ میں اندر گیا۔ وہاں اُسے اپنی پاک جان پر ایک بے حد بھاری بوجھ کا تجربہ ہوا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ مَیں گُناہ کی قُربانی کے طور پر قُربان ہونے کو ہُوں۔ ہم تصوّر بھی نہیں کر سکتے کہ اُس کے لئے یہ بات کیا معنی رکھتی تھی کہ وہ جو بے گُناہ ہے ہماری خاطر گُناہ ٹھہرایا جا رہا تھا۔ اُس نے تینوں شاگردوں کو ہدایت کی کہ "تم یہاں ٹھہرو اور جاگتے رہو" اور خُود وہ "تھوڑا آگے بڑھا" یعنی باغ کے اَور اَندر چلا گیا۔ اِسی طرح اُسے اکیلے صلیب تک جا کر ہمارے گُناہوں کے لئے خُدا کا ہولناک غضب برداشت کرنا تھا۔

۱۴: ۳۵۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ خُداوند یسوع زمین پر گر کر دُعا کر رہا ہے۔ ہم حیران ہو جاتے ہیں، کیا وہ عرض کر رہا ہے کہ مجھے صلیب تک جانے سے معذور رکھا جائے؟ ہرگز نہیں۔ یہی تو اُس کا دُنیا میں آنے کا مقصد تھا۔ پہلے وہ "دُعا کرنے لگا کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ پر سے ٹل جائے۔" اگر گنہگاروں کی نجات کا کوئی دُوسرا راستہ ہے اور اُس کی موت، دفن اور جی اُٹھنے کے بغیر یہ کام سرانجام پا سکتا ہے، تو خُدا اُسے ظاہر کرے۔ لیکن آسمان خاموش رہا۔ کوئی اَور وسیلہ نہیں تھا جس سے ہمارا فِدیہ ——— ہماری مخلصی ہو سکتی۔

۱۴: ۳۶۔ دوبارہ وہ دُعا کرنے لگا "اے ابّا! اے باپ! تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔

اِس پیالہ کو میرے پاس سے ہٹالے۔ تو بھی جو مَیں چاہتا ہُوں، وُہ نہیں بلکہ جو تُو چاہتا ہے، وُہی ہو"۔ غور کریں کہ اُس نے خُدا کو اپنے پیارے "باپ" کے طور پر مُخاطب کیا جس سے "سب کچھ ہو سکتا ہے"۔ یہاں طبعی طور سے مُمکن ہونے کی بات نہیں، بلکہ اخلاقی لحاظ سے مُمکن ہونے کی بات ہے۔ کیا خُدا، قادرِ مُطلق باپ کوئی اَور راست اور مبنی بر اِنصاف ذریعہ دریافت کر سکتا ہے جس سے شریر گنہگاروں کو نجات دے سکے؟ ضرور ہے کہ خُدا کا پاک بیٹا خُون بہائے تاکہ گنہگاروں کو گُناہ سے خلاصی مِلے!

۱۴: ۳۷-۴۰۔ اَب یسوع اُن تین شاگردوں کے پاس واپس آیا مگر اُنہیں "سوتے پایا"۔ یہ گُناہ آلُودہ اِنسانی فِطرت پر کیسا بھرپُور اور غمناک تبصرہ ہے۔ یسوع نے پطرس کو آگاہ کیا کہ ایسی پُر آزار "گھڑی" میں سونا کیسا خطرناک ہو سکتا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے پطرس نے بڑے فخر سے کہا تھا کہ مَیں ہرگز تیرا اِنکار نہیں کروں گا اور اَب وُہ تھوڑی دیر جاگ بھی نہ سکا۔ جو اِنسان "ایک گھڑی" بھر دُعا نہیں کر سکتا تو وُہ آزمائش کا مُقابلہ کیسے کر سکتا ہے؟ خصُوصاً جب سخت دباؤ کا وقت ہو؟ بے شک اُس کی رُوح نہایت پُر جوش ہو، لیکن اُسے اپنے جسم کی کمزوری یاد رکھنی چاہیے۔

۱۴: ۴۱، ۴۲۔ خُداوند یسوع تین بار واپس آیا اور تینوں بار شاگردوں کو سوتے پایا۔ آخری بار اُس نے کہا کہ "اَب سوتے رہو اور آرام کرو۔ بس وقت آپہنچا ہے۔ دیکھو، ابنِ آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جاتا ہے"۔ اِس کے ساتھ ہی وُہ اُٹھ بیٹھے گویا کہیں جانے لگے ہیں۔ مگر اُنہیں کہیں دُور نہیں جانا پڑا۔

ط۔ یسوع کا دھوکے سے حوالہ کیا جانا اور گرفتاری

(۱۴: ۴۳-۵۲)

۱۴: ۴۳۔ اِسی دَوران "یہُوداہ" ایک طاقت ور جتھا لے کر باغ میں داخل ہو چکا تھا۔ سپاہیوں کا دستہ "تلواریں اور لاٹھیاں" لِئے ہُوئے تھا جیسے وُہ کسی خطرناک ڈاکو کو گرفتار کرنے آئے ہوں۔

۱۴: ۴۴-۴۵۔ اُس غدار نے پکڑنے والوں کو ایک "نشان" دے رکھا تھا کہ "جس کا مَیں بوسہ لُوں وُہی ہے"۔ چنانچہ وُہ یسوع کے پاس آیا، اُسے "اَے ربّی" کہہ کر مخاطب کیا

"اور اُس کے بوسے لئے"۔ (اصل زبان میں فعل زور دار ہے جس کا مطلب ہے بار بار بوسے لئے یا بوسوں کا مظاہرہ کیا)۔ یہُوداہ نے خُداوند سے کیوں غداری کی؟ اُسے کیوں حوالہ کر دیا؟ کیا اُسے مایُوسی ہُوئی تھی کہ یسُوع نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں نہیں لی تھی؟ کیا اُس کی اُمیدیں خاک میں مِل گئی تھیں کہ مُجھے اُس حکُومت میں اِمتیازی درجہ مِلے گا؟ کیا لالچ اُس پر غالب آ گیا تھا؟ شاید ساری باتوں نے مِل کر اُس سے یہ گھناؤنی حرکت کروائی ہو۔

۱۴: ۴۶-۵۰۔ اُس غدار کے مُسلح اور تنخواہ دار ساتھیوں نے آگے بڑھ کر خُداوند کو حراست میں لے لیا۔ پطرس نے فٹافٹ "تلوار کھینچ کر سردار کاہن کے نوکر ... کا کان اُڑا دیا"۔ یہ رُوحانی نہیں بلکہ فطری ردِ عمل تھا۔ پطرس رُوحانی جنگ لڑنے کے لئے دُنیاوی اور جسمانی ہتھیار اِستعمال کر رہا تھا۔ خُداوند نے پطرس کو جھڑکا اور مُعجزانہ طور پر اُس شخص کا کان ٹھیک کر دیا جیسا کہ لُوقا ۲۲: ۵۱ اور یُوحنا ۱۸: ۱۱ میں درج ہے۔ پھر اُس نے اپنے گرفتار کرنے والوں کو یاد دِلایا کہ مُجھے اِس طرح زبردستی گرفتار کرنا کیسی بے تُکی بات ہے، کیونکہ "مَیں ہر روز تمہارے پاس ہیکل میں تعلیم دیتا تھا" اُس وقت کیوں نہیں پکڑا؟ یسُوع کو جواب معلُوم تھا کہ "یہ اِس لئے ہُوا ہے کہ نوشتے پُورے ہوں" کہ اُسے دھوکے سے پکڑوایا جائے گا (زبُور ۴۱: ۹)، گرفتار کیا جائے گا (یسعیاہ ۵۳: ۷)، اُس کے ساتھ جبر اور زبردستی کی جائے گی (زبُور ۲۲: ۱۲) اور ساتھی اُسے چھوڑ جائیں گے (زکریاہ ۱۳: ۷)۔

۱۴: ۵۱-۵۲۔ مرقس واحِد انجیل نویس ہے جو اِس واقعہ کو درج کرتا ہے۔ عام خیال ہے کہ خُود مرقس ہی وُہ "جوان" تھا۔ بھاگ نکلنے کی افراتفری میں وُہ اپنی چادر مُسلح آدمیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ "مہین چادر" پوشاک کا حِصّہ نہیں تھی بلکہ اُس نے جسم ڈھانپنے کے لئے اوڑھ رکھی تھی۔

اِرڈمین کہتا ہے کہ "یہ واقعہ بڑی واضح تصویر پیش کرتا ہے کہ مُصیبت کی اِس گھڑی میں یسُوع کو بالکُل تنہا چھوڑ دِیا گیا تھا۔ صِرف وُہی جانتا ہے کہ اکیلے دُکھ اُٹھانے کا مطلب کیا ہوتا ہے"۔

ی۔ سردار کاہن کے سامنے یسُوع کی پیشی (۱۴: ۵۳-۵۴)

مذہبی عدالت میں پیشی اور مُقدمہ کا بیان آیت ۵۳ سے ۱۵: ۱ تک چلتا ہے۔

اِس کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ (۱) سردار کاہن کے سامنے پیشی (آیات ۵۳-۵۴)، (۲) سنہیڈرن (یہودیوں کی دینی کونسل) کا آدھی رات کو اجلاس (آیات ۵۵ - ۶۵) ، (۳) سنہیڈرن کا صُبح کا اجلاس (۱۵: ۱) ۔

۱۴: ۵۳ ۔ اِس بات پر اِتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ مرقسؔ نے یہاں سردار کاہن کائفا کے سامنے پیشی کا حال درج کیا ہے ۔ سردار کاہن حناؔ کے سامنے پیشی کا حال یوحناؔ ۱۸: ۱۳، ۱۹-۲۴ میں درج ہے ۔

۱۴: ۵۴ ۔ "پطرسؔ" خداوند یسوؔع کے پیچھے پیچھے "سردار کاہن کے دیوان خانہ کے اندر تک گیا" ۔ پیچھے جاتے ہُوئے اِتنا فاصلہ ضرور رکھا کہ محفوظ رہ سکے ۔ کسی نے پطرسؔ کے زوال کا خاکہ یُوں پیش کیا ہے :

۱- پہلے لڑا ــــــــ غلط جوش اور ولولہ ۔

۲- پھر بھاگ گیا ــــــــ بُزدلانہ پسپائی ۔

۳- فاصلے پر پیچھے پیچھے آیا ــــــــ رات کو نیم دِلانہ شاگردیت ۔

پطرسؔ "پیادوں" یعنی خداوند کے دشمنوں " کے ساتھ بیٹھ کر آگ تاپنے لگا" ۔

ک ۔ صدر عدالت (سنہیڈرن) کے سامنے پیشی

(۱۴: ۵۵ - ۶۵)

۱۴: ۵۵-۵۹ ۔ اگرچہ وضاحت تو موجود نہیں مگر آیت ۵۵ سے سنہیڈرن کے آدھی رات کے اجلاس کا حال شروع ہوتا ہے ۔ اِکہتر مذہبی لیڈروں کی اِس مجلس کی صدارت سردار کاہن نے کی ۔ فقیہ، فریسی، صدوقی اور قوم کے چیدہ چیدہ بزرگ اِس سنہیڈرن کے اراکین تھے ۔ اُس رات اُنہوں نے آئین وقواعد کو بالکل پسِ پُشت ڈال دیا ۔ وُہ رات کے وقت یا کسی بھی یہودی عید کے روز اجلاس نہیں بُلا سکتے تھے ۔ وُہ گواہوں کو جھُوٹی قسم کھانے کے لئے رشوت نہیں دے سکتے تھے ۔ سزائے موت سُنانے کے لئے ضروری تھا کہ ایک رات کا وقفہ دیا جائے ۔ اور اگر اجلاس ہیکل کے احاطے میں گھڑے ہُوئے پتھروں کے ہال میں مُنعقد نہ ہوتا تو کوئی فیصلہ مُستند نہیں ہو سکتا تھا ۔

مگر اُن پر تو یسوؔع کو ختم کر دینے کا جُنون سوار تھا ۔ اِس لئے یہ مذہبی لیڈر اپنے ہی

آئین و قواعد کی دھجیاں اُڑانے پر اُتر آئے تھے۔ اُن کے مُصمّم اِرادہ اور کوششوں نے "جھوٹی گواہیاں" بھی پیدا کر دیں۔ "لیکن اُن کی گواہیاں مُتفق نہ تھیں"۔ بعضوں نے خُداوند کی بات کو غلط طور سے پیش کیا کہ "مَیں اِس مَقدِس کو جو ہاتھ سے بنا ہے ڈھاؤں گا اور تین دِن میں دُوسرا بناؤں گا جو ہاتھ سے نہ بنا ہو"۔ یسوع کے اَصل الفاظ یُوحنّا ۲ : ۱۹ میں موجُود ہیں۔ اُنہوں نے جان بُوجھ کر یروشلیم کی ہیکل کو اُس کے بدن کی ہیکل کے ساتھ گڈمڈ کر دیا۔

۱۴ : ۶۰-۶۲۔ جب "سردار کاہن" نے پہلے سُوال پُوچھا تو یسوع نے کوئی جواب نہ دیا، مگر جب قسم دے کر پُوچھا گیا (متّی ۲۶ : ۶۳) کہ کیا تُو ... ستوُدہ کا بیٹا مسیح ہے؟ تو نجات دہندہ نے جواب دیا "ہاں مَیں ہُوں"۔ اِس طرح اُس نے احبار ۵ : ۱ کے حُکم کی تعمیل کی۔ پھر کسی بھی شک کو رفع کرنے کے لئے کہ وُہ کون ہے خُداوند یسوع نے سردار کاہن سے کہا کہ "تم ابنِ آدم کو قادرِ مُطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں کے ساتھ آتے دیکھو گے"۔ مُراد یہ تھی کہ سردار کاہن اُسے ظاہرا طور پر بطور خدا دیکھے گا۔ اُس کی پہلی آمد کے وقت اُس کی اُلوہیت کا جَلال اِنسانی بدن میں چھپا ہُوا تھا۔ مگر جب وُہ قُدرت اور بڑے جَلال کے ساتھ دوبارہ آئے گا تو پَردہ ہٹ جائے گا اور ہر فرد بشر جان لے گا کہ وہ کون ہے۔

۱۴ : ۶۳، ۶۴۔ "سردار کاہن" سمجھ گیا کہ یسوع کا مطلب کیا ہے۔ چنانچہ اُس نے "اپنے کپڑے پھاڑے"۔ یہ کسی کے کُفر بکنے پر غُصّے کا اِظہار تھا۔ جس کو مسیحِ موعُود کو پہچانتے اور قبُول کرنے میں سب سے آگے ہونا چاہیئے تھا وُہی اُسے ردّ کرنے اور قصوُروار ٹھہرانے میں سب سے بُلند آواز میں پُکار رہا تھا۔ مگر وُہ بھی اکیلا نہیں تھا۔ پُوری صدر عدالت (سنہیڈرن) مُتفق تھی کہ یسوع نے کُفر بکا ہے۔ اور "سب نے فتویٰ دِیا کہ وُہ قتل کے لائق ہے"۔

۱۴ : ۶۵۔ اِس کے بعد جو منظر دیکھنے میں آیا انتہائی بے ڈھنگا اور وحشیانہ تھا۔ سنہیڈرن کے بعض ارکان خُدا کے بیٹے پر "تھوکنے" لگے۔ وُہ اُس کا "مُنہ ڈھانپ" کر یعنی آنکھیں باندھ کر اُس کے مُکّے مارتے اور کہتے تجھے نبُوّت سے بتا تجھے کِس نے مارا ہے۔ یقین نہیں آتا مالکِ دوجہان کو گنہگاروں کے ہاتھوں ایسی اُلٹی باتیں برداشت کرنا پڑیں۔ "پیادے" (ہیکل کی پولیس) بھی اُن کے ساتھ مِل گئے اور اُس کے "طمانچے" مارنے لگے۔

ل۔ پطرس کا انکار کرنا اور زار زار رونا (۱۴: ۶۶-۷۲)

۱۴: ۶۶-۶۸۔ "پطرس نیچے صحن میں تھا"۔ "سردار کاہن کی لونڈیوں میں سے ایک" اُدھر سے گزری۔ اُس نے پطرس کو غور سے دیکھا اور اُس پر الزام لگایا کہ یہ بھی "ناصری یسوع کے ساتھ تھا"۔ پطرس کی حالت قابلِ رحم تھی۔ اُس نے لونڈی کے الزام کا قطعی انکار کیا کہ مَیں تو جانتا بھی نہیں کہ تُو کیا کہتی ہے۔ اور یہ کہتے ہُوئے اُٹھ کر ڈیوڑھی میں چلا گیا۔ اُسی وقت "مُرغ" کو بانگ دیتے سُنا۔ کیسا خوفناک لمحہ تھا! گناہ اپنا ہیبت ناک خراج وصُول کر رہا تھا۔

۱۴: ۶۹-۷۰۔ اُس "لونڈی" نے پطرس کو "پھر دیکھا" اور پاس کھڑے لوگوں کو بتانے لگی کہ یہ بھی یسوع کا شاگرد ہے۔ پطرس نے پھر بڑی سرد مہری سے انکار کیا۔ شاید وُہ حیران بھی ہونے لگا کہ لوگ میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ اِس کے بعد وہاں موجُود لوگ بھی کہنے لگے "بے شک تُو اُن میں سے ہے کیونکہ تُو گلیلی بھی ہے" اور تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

۱۴: ۷۱-۷۲۔ پطرس لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا۔ اور بڑے جارحانہ انداز میں کہنے لگا کہ "مَیں اِس آدمی کو ... نہیں جانتا"۔ ابھی اُس کے مُنہ سے یہ لفظ نکلے ہی تھے کہ "مُرغ نے دُوسری بار بانگ دی"۔ گویا دُنیائے فطرت اِس بزدلانہ جھوٹ پر احتجاج کر رہی تھی۔ لمحہ بھر میں پطرس کو احساس ہو گیا کہ خُداوند کی پیشینگوئی پُوری ہو گئی ہے۔ اُس کا دِل ٹُوٹ گیا اور وُہ "رو پڑا"۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ چاروں انجیلوں نے پطرس کے انکار کے واقعہ کو قلمبند کیا ہے۔ ہم سب کو بھی یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ غلط قسم کی خُود اعتمادی سے شرمندگی ہی حاصل ہوتی ہے۔ ہم سیکھیں کہ اپنے آپ پر تکیہ نہیں کرنا، بلکہ پُورے طور پر خُدا کی قُوّت اور قُدرت پر انحصار رکھنا ہے۔

م۔ صُبح کے وقت سنہیڈرن میں پیشی (۱۵: ۱)

اِس آیت میں سنہیڈرن (صدر عدالت) کے "صُبح" کے اجلاس کا بیان ہے۔ شاید گزشتہ رات کے غیر قانُونی اجلاس کو قانُونی شکل دینے کے لئے یہ اجلاس طلب کیا گیا تھا۔ اِس کے نتیجے میں یسوع کو "بندھوایا" اور "پیلاطُس کے حوالہ" کیا گیا۔ پیلاطُس فلسطین کا رُومی گورنر تھا۔

ن - یسوع پیلاطس کے سامنے (۱۵: ۲-۵)

۱۵: ۲- اب تک یسوع کا مقدمہ مذہبی لیڈروں کے سامنے تھا اور فتویٰ کفر کا تھا۔ اب اُس کو دیوانی عدالت میں پیش کیا گیا۔ یہاں اُس پر "غداری" یا سیاسی "سازش" کا الزام لگایا گیا۔ دیوانی مقدمہ تین مراحل میں پورا ہوا۔ پہلے پیلاطس کے سامنے، پھر ہیرودیس کے سامنے اور آخر میں دوبارہ پیلاطس کے سامنے۔

پیلاطس نے خداوند یسوع سے پوچھا "کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟" اگر ہوتا تو غالباً قیصر کا تختہ اُلٹنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہوتا۔ ایسی صورت میں وہ حکومت کے خلاف سازش کرنے کا مجرم ہوتا۔

۱۵: ۳-۵- "سردار کاہن" تو یسوع پر الزام لگائے چلے جا رہے تھے۔ پیلاطس اُن کے اِس طوفان کے سامنے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اُس نے یسوع سے پوچھا کہ اپنا دفاع کیوں نہیں کرتا؟ صفائی کیوں پیش نہیں کرتا؟ مگر یسوع نے اپنے نکتہ چینوں کو جواب دینے سے انکار کر دیا اور چپکا ہی رہا۔

س - یسوع یا برّابا (۱۵: ۶-۱۵)

۱۵: ۶-۸- دستور تھا کہ عیدِ فسح کے موقع پر رومی گورنر "ایک" یہودی "قیدی" کو چھوڑ دیا کرتا تھا۔ یہ ناراض قوم کے لئے گویا ایک سیاسی بہلاوا تھا۔ ایک ایسا موزوں قیدی "برّابا" تھا جو "بغاوت" اور "خون" کے جرم میں قید تھا۔ جب پیلاطس نے یسوع کو "چھوڑ" دینے کی پیش کش کی اور حسد سے بھرے ہوئے سردار کاہنوں پر طنز بھی کی تو اُنہوں نے لوگوں کو ورغلایا کہ برّابا کو مانگ لیں۔ وہی لوگ جو یسوع پر قیصر کے خلاف سازش کا الزام لگا رہے تھے اب ایک ایسے شخص کی رہائی کا مطالبہ کرنے لگے جو واقعی سازش اور بغاوت کا مجرم تھا۔ اِس وقت سردار کاہنوں کی حالت غیر معقول اور مضحکہ خیز تھی۔ مگر گناہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ دراصل وہ یسوع کی ہر دلعزیزی سے جلتے تھے۔

۱۵: ۹-۱۴- پیلاطس پوچھنے لگا کہ "پھر جسے تم یہودیوں کا بادشاہ کہتے ہو اُس سے میں کیا کروں"؟ لوگ وحشیانہ انداز میں دہاڑنے لگے "اُسے صلیب دے!" پیلاطس نے اِس کا سبب دریافت کرنا چاہا، مگر سبب تو کوئی نہ تھا۔ ہجوم کا پاگل پن بڑھتا جا رہا تھا۔ اُن پر ہسٹیریائی کیفیت

طاری تھی۔ وُہ بس چِلّاتے جارہے تھے "اُسے صلیب دے"۔

۱۵:۱۵۔ چنانچہ بُزدِل "پیلاطُس" نے وُہی کیا جو وُہ چاہتے تھے ـــــ یعنی "برابّا کو چھوڑ دیا"۔ اور "یسوعؔ کو کوڑے لگوا کر" سپاہیوں کے "حوالہ کیا تاکہ صلیب دی جائے"۔ یہ نہایت غیر مُنصفانہ اور غلط فیصلہ تھا۔ مگر یہ ہماری مَخلصی کی تمثیل ہے۔ بے قصور کو موت کے حوالہ کر دیا تاکہ قصوروار آزاد ہو سکیں۔

ع۔ سپاہی خُدا کے خادِم کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے ہیں

(۱۵: ۱۶ـ ۲۱)

۱۵: ۱۶ـ ۱۹۔ "سپاہی یسوعؔ کو اُس صحن میں لے گئے جو پریتوریُن کہلاتا ہے"۔ وُہ رُومی گورنر کی رہائش گاہ کا حِصّہ تھا۔ وہاں اُنہوں نے "ساری پلٹن" کو بُلا لیا اور یہودیوں کے بادشاہ کی جھُوٹ مُوٹ تاجپوشی کی۔ کاش وُہ حقیقت کو جانتے! اُنہوں نے خُدا کے بیٹے کو "ارغوانی چوغہ پہنایا"۔ اپنے ہی خالِق کو "کانٹوں کا تاج" پہنایا۔ کائنات کو سنبھالنے والے کو "یہودیوں کا بادشاہ" کہہ کہہ کر ٹھٹھوں میں اُڑایا۔ زِندگی اور جلال کا خُداوند تھا جس کے "سر پر سرکنڈا مارتے" تھے اور مذاق میں بادشاہوں کے بادشاہ اور خُداوندوں کے خُداوند کے سامنے گھُٹنے ٹیکتے تھے۔

۱۵: ۲۰ـ ۲۱۔ جب وُہ بدتمیزی کے ساتھ ٹھٹھے اور مذاق کر چکے تو "اُسی کے کپڑے اُسے پہنائے۔ پھر اُسے صلیب دینے کو باہر لے گئے"۔ مرقسؔ یہاں بتاتا ہے کہ سپاہیوں نے "شمعُون" نام ایک راہگیر کو حُکم دیا کہ "یسوعؔ کی صلیب اُٹھائے"۔ شمعُون کرینے (شمالی افریقہ) کا رہنے والا تھا۔ ہو سکتا ہے وُہ سیاہ فام ہو، مگر قیاس غالب ہے کہ وُہ یُونانی مائل یہودی تھا۔ اُس کے دو[۲] بیٹے تھے "سکندر اور رُوفس" جو غالباً ایمان دار تھے (اگر یہ وُہی "رُوفس" ہے جس کا ذِکر رومیوں ۱۶: ۱۳ میں ہے تو)۔ یسوعؔ کی صلیب اُٹھا کر اُس کے پیچھے چلنے میں شمعُون یہ تصویر پیش کرتا ہے کہ مُنجّی کا شاگرد ہوتے ہوئے ہماری خصُوصیّت کیا ہونی چاہئے۔

ف۔ صلیب دِیا جانا (۱۵: ۲۲ـ ۳۲)

خُدا کا رُوح صلیب دِئے جانے کا بیان بڑے سادہ اور غیر جذباتی انداز میں کرتا ہے۔ وُہ صلیب دینے کے طریقے اور اُس کے ساتھ اِنتہائی ظُلم اور بربریت کی تفصیل میں نہیں جاتا،

نہ اُس خوفناک دُکھ اور درد کی تصویر کھینچتا ہے جو سزا کے اُس طریقے سے وابستہ ہے۔
کلوری کا صحیح محلِ وقوع آج کسی کو معلوم نہیں۔ روایتی مقام یروشلیم شہر کی دیواروں کے اندر رہے۔ اِس روایت کے حامی دلیل دیتے ہیں کہ مسیح کے زمانے میں یہ مقام دیواروں سے باہر ہوتا تھا۔ ایک اَور فرضی مقام گارڈن کی کلوری ہے جو کہ شہر کی دیوار کے شمال میں ہے اور ایک باغ سے ملحق ہے۔

۱۵: ۲۲۔ "گلگتا" ارامی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب "کھوپڑی" ہے جبکہ کلوری لاطینی نام ہے۔ شاید اِس علاقے کی شکل وشباہت کھوپڑی کی مانند تھی۔ یا یہ نام اِس لئے پڑ گیا تھا کہ یہاں مجرموں کی سزائے موت پر عمل درآمد کیا جاتا تھا۔

۱۵: ۲۳۔ سپاہیوں نے یسوع کو پینے کے لئے "مُرملی ہوئی مے" پیش کی۔ یہ مے نشہ کی طرح حواس کو بے حس کرنے کا عمل کرتی تھی۔ چونکہ خداوند کا مصمم ارادہ تھا کہ انسان کے گناہوں کو پورے ہوش وحواس کے ساتھ اُٹھائے، اِس لئے اُس نے یہ مے نہ پی۔

۱۵: ۲۴۔ جن لوگوں کو صلیب دی جاتی تھی، سپاہی اُن کے کپڑوں پر قرعہ ڈال کر بانٹ لیا کرتے تھے۔ جب اُنہوں نے منجی کے کپڑے لے لئے تو دُنیا میں اُس کی ساری مادّی ملکیت لے لی۔

۱۵: ۲۵-۲۸۔ جب اُنہوں نے اُس کو "صلیب پر چڑھایا" تو صُبح کے نو بجے تھے۔ اُس کے سر کے اُوپر اُنہوں نے ایک کتبہ لگا دیا جس پر لکھا تھا "یہودیوں کا بادشاہ" (مرقس کتبہ کی پوری تفصیل نہیں دیتا بلکہ صرف خلاصے پر ہی اکتفا کرتا ہے۔ دیکھئے متی ۲۷: ۳۷؛ لُوقا ۲۳: ۳۸؛ یُوحنّا ۱۹: ۱۹)۔ اُس کے ساتھ "دو ڈاکو" بھی "مصلوب کئے" گئے۔ ایک اُس کی دہنی اور دُوسرا بائیں طرف ——— یسعیاہ نے یہی پیشین گوئی کی تھی کہ وہ اپنی موت میں "بدکاروں میں گنا گیا" (یسعیاہ ۵۳ : ۱۲)۔

۱۵: ۲۹-۳۰۔ راہ گیر بھی یسوع کو مذاق کرتے اور ٹھٹھوں میں اُڑاتے تھے (آیات ۲۹-۳۰) ۔ "سردار کاہن" اور "فقیہ" (آیات ۳۱، ۳۲) اور دونوں ڈاکو (آیت ۳۲ ب) بھی ایسا ہی کر رہے تھے۔

راہ گیر غالباً یہودی تھے جو شہر میں عیدِ فسح منانے کو تیار تھے۔ شہر کے باہر وہ تھوڑی دیر رُک کر "فسح کے برّہ" کی تضحیک کرتے تھے۔ وہ یہاں بھی اُس کے بارے

میں غلط بیانی سے کام لے رہے تھے کہ اِس نے ہماری محبوب "ہیکل" کو "ڈھانے" اور "تین دِن میں بنانے" کی دھمکی دی تھی۔ اگر یہ اِتنا ہی عظیم ہے تو "اپنے تئیں" بچانے کے لئے "صلیب پر سے اُتر آئے"۔

۱۵: ۳۱۔ "سَردار کاہن اور فقیہ" اُس کے اِس دعوے کا مذاق اُڑاتے تھے کہ مَیں اِنسان کو بچانے آیا ہُوں۔ وُہ طعن سے کہتے تھے "اِس نے اَوروں کو بچایا۔ اپنے تئیں نہیں بچا سکتا"۔ اگرچہ یہ بات نہایت معیوب اور ظالمانہ تھی، تاہم دانِستہ طور پر بالکُل دُرست تھی۔ یہ بات مسیح کی زِندگی اور ہماری زِندگی میں بھی بالکل سچ ہے۔ اپنے آپ کو بچاتے ہُوئے ہم دُوسروں کو نہیں بچا سکتے۔

۱۵: ۳۲۔ مذہبی لیڈر اُسے یہ چیلنج بھی کر رہے تھے کہ "اِسرائیل کا بادشاہ مسیح اب صلیب پر سے اُتر آئے تاکہ ہم دیکھ کر ایمان لائیں"۔ مگر خُدا کا اُصُول یہ ہے کہ پہلے ایمان لاؤ، پھر دیکھو گے۔

یہاں تک کہ مجرم بھی اُسے طعنے دیتے اور مذاق کرتے تھے۔

ص۔ تین ۳ گھنٹوں کی تاریکی (۱۵: ۳۳۔ ۴۱)

۱۵: ۳۳۔ دوپہر سے لے کر تیسرے پہر تک ـــ بارہ ۱۲ بجے سے تین بجے تک ـــ "تمام مُلک میں اندھیرا" چھایا رہا۔ اُس وقت یسوع ہمارے گُناہوں کے بدلے خُدا کا پُورا غضب برداشت کر رہا تھا۔ اُس نے خُدا سے رُوحانی جُدائی اور تنہائی کا دُکھ سہا۔ اِنسانی ذہن اُس دُکھ اور جاں کنی کو ہرگز سمجھ نہیں سکتا جو اُس پر گُزری جب اُس کی جان گُناہ کی قُربانی کے لئے گُزرانی گئی۔

۱۵: ۳۴۔ اپنی عظیم جاں کنی کے اختتام کے قریب یسوع نے "بڑی آواز سے چلّا" کر (ارامی زُبان میں) کہا "اَے میرے خُدا! اَے میرے خُدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" خُدا نے اُسے اِس لئے "چھوڑ دیا" کہ اپنی پاکیزگی، اپنے قُدس کے باعث اُسے گُناہ سے لاتعلق ہونا ضرُور ہے۔ خُداوند یسوع ہمارے گُناہوں کے مُشابہ ہو کر پُوری پُوری قیمت ادا کر رہا تھا۔

۱۵: ۳۵، ۳۶۔ ظالم بھیڑ میں سے بعض کہنے لگے کہ "وُہ ایلیاہ کو بُلاتا ہے"۔ جب اُس نے "ایلی۔ ایلی" پکارا تو کِسی نے "سپنج کو سرکہ میں ڈبویا اور سرکنڈے پر رکھ کر اُسے چُسایا"

یہ اُن کی طرف سے آخری تحقیر اور تضحیک تھی ۔

۱۵: ۳۷ ۔ اب یسوع "بڑی آواز سے" فاتحانہ چلّایا اور "دَم دے دیا"۔ اُس کی موت اُس کی اپنی مرضی سے تھی ۔ وُہ بے اِختیاری اور بے چارگی کے عالم میں ڈھیر نہیں ہُوا تھا ۔

۱۵: ۳۸ ۔ اُس وقت "مَقدِس کا پَردہ اُوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا"۔ یہ خُدا کا کام تھا، جس سے ظاہر ہو گیا کہ اب سے ہر ایمان دار کو خُدا کے پاک ترین مقام میں رسائی کا اعزاز حاصل ہو گیا ہے (ملاحظہ کریں عبرانیوں ۱۰: ۱۹ - ۲۲) ۔ ایک عظیم نئے دَور کا آغاز ہو گیا ہے ۔ یہ خُدا کی قُربت کا دَور ہے ۔ اب سے دُوریاں دُور ہو گئیں ۔

۱۵: ۳۹ ۔ رُومی صُوبہ دار کا اِقرار اگرچہ بہت اعلیٰ ہے لیکن ضرُوری نہیں کہ اُس نے یسوع کو خُدا کے برابر مانا تھا ۔ غیر قوم صُوبہ دار نے اُسے "خُدا کا بیٹا" ضرُور کہا ۔ بے شک اُسے اِحساس تھا کہ تاریخ بن رہی ہے ۔ لیکن یہ بات واضح نہیں کہ اُس کا ایمان سچّا اور خالص تھا یا نہیں ۔

۱۵: ۴۰ - ۴۱ ۔ مرقس بیان کرتا ہے کہ "کئی عورتیں" صلیب کے پاس ٹھہری رہیں ۔ یہ بات ماننا پڑتی ہے کہ انجیل کے بیانات میں عورتیں نمایاں بلکہ چمکتی ہُوئی نظر آتی ہیں ۔ مرد تو جان بچانے کے خیال سے کہیں جا چھُپے تھے مگر عورتوں کی جاں نثاری دیکھئے ۔ اُنہوں نے مسیح کی محبّت کو ذاتی حفاظت اور بہبُود پر ترجیح دی ۔ صلیب کے پاس سے ہٹنے میں وُہ آخر میں، اور قبر پر پہنچنے میں اوّل تھیں ۔

ق ۔ یُوسُف کی قبر میں دفنایا جانا (۱۵: ۴۲ - ۴۷)

۱۵: ۴۲ ۔ جُمعہ کو غرُوبِ آفتاب کے ساتھ ہی سبت شرُوع ہو جاتا تھا ۔ سبت سے پہلا دِن، یا کسی تہوار سے پہلے کے دِن کو "تیاری کا دِن" کہا جاتا تھا ۔

۱۵: ۴۳ ۔ اب ضرُورت تھی کہ بلاتوقف اِقدام کیا جائے ۔ شاید اِسی ضرُورت نے "اَرِمتیہ کے رہنے والے یُوسُف" کو یہ "جُرأت" عطا کی کہ اُس نے "پیلاطُس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی"۔ یُوسُف پکّا اور کٹّر یہُودی تھا ۔ شاید وُہ صدر عدالت (سنہیڈرن) کا رُکن بھی تھا (لُوقا ۲۳: ۵۰، ۵۱، مزید دیکھئے متّی ۲۷: ۵۷؛ یُوحنّا ۱۹: ۳۸) ۔

۱۵: ۴۴ - ۴۵ ۔ پیلاطُس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یسوع "مَر گیا" ہے ۔ جب "صُوبہ دار

نے حقیقت کی تصدیق کر دی تو رُومی گورنر نے "لاش یُوسُف کو دِلا دی" (کلام کے اس حِصّے میں یسوع کے بدن کے لئے دو مختلف لفظ استعمال ہُوئے ہیں۔ یُوسُف نے یسوع کا 'بدن' مانگا تھا۔ پیلاطُس نے اُسے "لاش" دِلائی)۔

۱۵: ۴۶۔ بڑی محبّت، عقیدت اور احتیاط کے ساتھ یُوسُف (اور نیکُدیمس ـــــ یُوحنّا ۱۹: ۳۸، ۳۹) نے لاش کو خُوشبوئیں لگائیں، "مہین ... چادر میں کفنایا" اور پھر اُسے ایک نئی "قبر کے اندر" (جو اُس نے اپنے لئے کھُدوائی تھی) "جو چٹان میں کھودی گئی تھی ... رکھا"۔ قبر کے مُنہ کو "سِکّے" کی شکل کے ایک پتھّر سے بند کر دیا گیا۔ یہ پتھر بھی پتھر ہی کی کھُدی ہُوئی ایک جھِری میں آگے پیچھے سرکایا جا سکتا تھا۔

۱۵: ۴۷۔ ہمیں یہاں پھر عورتوں ـــــ یعنی مریم نام کی دو عورتوں ـــــ کا ذکر مِلتا ہے۔ ہم اُن کی بے خوف اور جاندار محبّت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مشنریوں میں عورتوں کی تعداد آج بھی زیادہ ہے۔ مرد کہاں ہیں؟

۸۔ خادِم کی فتح یابی (۱۶: ۱-۲۰)

ا۔ خالی قبر پر عورتیں (۱۶: ۱-۸)

ہفتہ (سنیچر) کی شام کو دونوں مریم اور سلومی نے یسوع کے بدن پر ملنے کے لئے خوشبودار مسالے تیار کئے۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ کام آسان نہیں کیونکہ ایک بھاری "پتھر" قبر کے مُنہ پر رکھا گیا ہے۔ وہ جانتی تھیں کہ قبر پر رومی مُہر اور سپاہیوں کا پہرہ ہے۔ لیکن محبّت اپنے محبوب تک پہنچنے میں مشکلات کے پہاڑوں کو عبور کر جاتی ہے۔

اتوار کو "بہت سویرے" وہ "قبر پر آئیں"۔ وہ حیران ہو کر آپس میں "کہتی تھیں کہ ہمارے لئے پتھر کو قبر کے مُنہ پر سے کون لُڑھکائے گا؟" "جب اُنہوں نے نگاہ کی" تو دیکھا کہ یہ کام تو ہو چکا ہے! کتنی دفعہ یہ ہوتا ہے کہ جب ہم مُنجّی کو عزّت دینے پر تُلے ہوتے ہیں تو مشکلات پہلے ہی حل ہو چکی ہوتی ہیں!

۱۶: ۵-۶۔ "قبر کے اندر جا کر" اُنہوں نے ایک فرشتہ دیکھا۔ وہ ایک "جوان" کے رُوپ میں "سفید جامہ پہنے ہُوئے" تھا۔ اُس نے فی الفور اُن کے خوف کو دُور کر دیا۔ اُس نے اُنہیں

بتایا کہ "یسوع ناصری ... جی اُٹھا ہے"۔ قبر خالی تھی۔

۱۶: ۷۔ تب فرشتے نے اُن کو یسوع کے جی اُٹھنے کی نقیب بنا دیا۔ اُس نے اُن سے کہا کہ "تم جا کر اُس کے شاگردوں اور پطرس سے کہو" کہ یسوع تم سے "گلیل" میں ملے گا۔ غور کریں کہ یہاں "پطرس" کا نام لے کر خاص ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وہی "پطرس" ہے جس نے اپنے خداوند کا انکار کیا تھا۔ جی اُٹھے مخلصی دینے والے خداوند نے اُسے ترک نہیں کیا تھا۔ وہ اب بھی اُس سے محبت رکھتا اور اُس سے ملنے کا آرزومند تھا۔ بحالی کا ایک خاص کام کرنا ضروری تھا۔ ضرور تھا کہ بھٹکی ہوئی بھیڑ کو چرواہے کی رفاقت و شراکت میں واپس لایا جائے۔ ضرور ہے کہ پیچھے ہٹ جانے والا باپ کے گھر میں واپس آئے۔

۱۶: ۸۔ عورتیں نکل کر "قبر سے بھاگیں"۔ "لرزش اور ہیبت اُن پر غالب آ گئی تھی"۔ وہ اِتنی خوفزدہ ہو گئی تھیں کہ کسی کو بتا نہ سکتی تھیں کہ کیا ہوا ہے۔ یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ وہ اب تک اِتنی دلیر، اِتنی وفادار اور اِتنی جاں نثار رہیں۔

مرقس کے دو بڑے قدیم نسخوں میں آیات ۹ تا ۲۰ موجود نہیں۔ اِس لئے جدید دور کے بہت سے علما اِن کو مستند نہیں سمجھتے۔ لیکن اُن کو متن میں شامل کرنے کے لئے زبردست دلیلیں موجود ہیں۔

۱۔ تقریباً باقی تمام یونانی نسخوں، اور اُن نسخوں میں یہ حصہ موجود ہے جو آبائے کلیسیا کے پاس تھے۔

۲۔ اگر آیت ۸ پر خاتمہ کیا جائے تو بے حد عجیب معلوم ہو گا، خصوصاً یونانی میں جہاں آخری لفظ gar یعنی کیونکہ ہے۔ یہ لفظ تو شاید ہی کسی جملہ کے آخر میں آتا ہو، کتاب کے آخر میں آنے کی تو بات ہی رہنے دیں۔

۳۔ اگر، جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں، مرقس کی انجیل کا اصل آخری حصہ "کھو" چکا ہے اور یہ خلاصہ بعد میں اضافہ کیا گیا ہے، تو پھر محفوظ رکھنے کے بارے میں ہمارے خداوند کے الفاظ (متی ۲۴: ۳۵) بظاہر پورے نہ ہوئے۔

۴۔ اِس حصے کے مندرجات اناجیل کے پیغام کے مطابق ہیں۔

۵۔ اُسلوبِ بیان اور خصوصاً ذخیرۂ الفاظ کتاب کے پہلے باب سے بے حد مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ ایسی ساخت یا بناوٹ کو ظاہر کرتا ہے جس میں

کسی کام کا شروع اور اختتام متوازی ہوتے ہیں۔

ب۔ مریم مگدلینی پر ظاہر ہونا (۱۶: ۹-۱۱)

۱۶: ۹۔ "مسیح" سب سے پہلے "مریم مگدلینی" کو دکھائی دیا۔ جب اس عورت کی یسوع سے پہلی ملاقات ہوئی تھی تو یسوع نے اُس میں سے "سات بدروحیں نکالی تھیں"۔ اِس کے بعد سے وہ بڑی عقیدت کے ساتھ اپنے مال و متاع سے خداوند کی خدمت کرتی رہی تھی۔ اُس نے اُسے صلیب دیئے جاتے بھی دیکھا۔ اور پھر یہ بھی دیکھا کہ اُس کی لاش کہاں رکھی گئی ہے۔

دوسری اناجیل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مریم مگدلینی نے جب دیکھا کہ قبر خالی ہے تو اُس نے بھاگ کر پطرس اور یوحنا کو خبر دی۔ وہ مریم کے ساتھ واپس آئے اور دیکھا کہ قبر خالی ہے، جیسا کہ اُس نے بتایا تھا۔ شاگرد تو اپنے گھر کو لوٹ گئے مگر مریم خالی قبر کے پاس ٹھہری رہی۔ اور یہی موقع ہے جب یسوع اُس پر ظاہر ہوا۔

۱۶: ۱۰-۱۱۔ اب وہ پھر شہر میں واپس گئی اور یہ خبر غم زدہ شاگردوں کو بھی بتائی۔ وہ اسے سچ نہیں مان سکتے تھے۔ "انہوں نے ... یقین نہ کیا"۔

ج۔ دو شاگردوں کو دکھائی دینا (۱۶: ۱۲-۱۳)۔

۱۶: ۱۲۔ اس ظہور کا پورا بیان لوقا ۲۴: ۱۳-۳۱ میں ہے۔ یہاں ہم پڑھتے ہیں کہ یسوع "دوسری صورت میں اُن میں سے دو کو جب وہ دیہات (اماؤس) کی طرف پیدل جا رہے تھے دکھائی دیا"۔ مریم کو وہ باغبان کی صورت میں دکھائی دیا تھا۔ اب وہ ایک ہم سفر جیسا تھا، مگر اپنے جلالی بدن میں یہ وہی یسوع تھا۔

۱۶: ۱۳۔ جب یہ دو شاگرد یروشلیم میں واپس آئے اور بتایا کہ ہمیں جی اُٹھے مسیح سے ملاقات اور رفاقت نصیب ہوئی ہے تو اُن کو بھی ویسی ہی بے یقینی کا سامنا کرنا پڑا جیسی مریم مگدلینی نے دیکھی تھی۔

د۔ گیارہ کو دِکھائی دینا (۱۶ : ۱۴ - ۱۸)

وُہ "اُن گیارہ کو" بھی اُسی اِتوار کی شام کو دِکھائی دِیا (لُوقا ۲۴ : ۳۶ ؛ یُوحنا ۲۰ : ۱۹ - ۲۴ ؛ ۱۔کرنتھیوں ۱۵ : ۵)۔ اگرچہ شاگردوں کے لئے "گیارہ" کا لفظ اِستعمال ہُؤا ہے مگر حقیقتاً وہاں دس ہی موجود تھے۔ اِس موقع پر توما غیر حاضر تھا۔ یسوع نے اِن خاص اپنے اَفراد کو اِس بات پر ملامت کی کہ اُنہوں نے مریم اور دُوسروں کا یقین نہ کیا جنہوں نے اُس کے جی اُٹھنے کی خبر سُنائی تھی۔

۱۶ : ۱۵۔ اِس آیت میں وُہ اِرشادِ عظیم درج ہے جو یسوع نے اپنے آسمان پر جانے سے ایک شام پہلے شاگردوں کو دِیا تھا۔ اِس طرح آیت ۱۴ اور ۱۵ کے درمیان وقفہ ہے۔ شاگردوں کو حکم دِیا گیا کہ "تُم تمام دُنیا میں جاکر ساری خلق کے سامنے اِنجیل کی منادی کرو۔" مُنجی کے سامنے یہی نشانہ تھا کہ ساری دُنیا کو خوشخبری سُنائی جائے اور اُس نے یہ کام اپنے گیارہ شاگردوں کی وساطت سے کرنے کا ارادہ کیا جنہوں نے اُس کے پیچھے چلنے کی خاطر واقعی سب کچھ چھوڑ دِیا تھا۔

۱۶ : ۱۶۔ اُن کی منادی سے دو نتائج بر آمد ہوں گے۔ کچھ لوگ "اِیمان" لائیں گے اور "نجات" پائیں گے۔ کچھ لوگ یقین نہیں کریں گے، اِیمان نہیں لائیں گے۔ "وُہ مجرم ٹھہرائے جائیں گے"۔

بعض لوگ آیت ۱۶ کی بُنیاد پر یہ تعلیم دیتے ہیں کہ نجات کے لئے پانی کا بپتسمہ ضروری ہے۔ لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہے۔ اِس کی وُجُوہات مُندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ صلیب پر توبہ کرنے والے ڈاکو نے بپتسمہ نہ پایا، تو بھی اُسے یقین دلایا گیا کہ وُہ مسیح کے ساتھ فردوس میں ہوگا (لُوقا ۲۳ : ۴۳)۔

۲۔ قیصریہ میں غیر قوم افراد کو نجات پانے کے بعد بپتسمہ دِیا گیا (اعمال ۱۰ : ۴۴ - ۴۸)۔

۳۔ یسوع خُود بپتسمہ نہیں دیتا تھا (یُوحنا ۴ : ۱ - ۲)۔ اگر بپتسمہ نجات کے لئے ضروری ہوتا تو یہ بہت عجیب قسم کی فروگزاشت ہوتی۔

۴۔ پَولُس اِس بات پر خُدا کا شُکر ادا کرتا ہے کہ کرنتھس میں اُس نے بہت تھوڑے اَفراد کو بپتسمہ دِیا تھا (۱۔کرنتھیوں ۱ : ۱۴ - ۱۶)۔ اگر بپتسمہ نجات کے لئے

ضروری ہوتا تو یہ شکر گزاری ممکن ہی نہ ہوتی۔

۵۔ نئے عہد نامہ میں تقریباً ۱۵۰ مرتبہ ذکر آتا ہے کہ نجات صرف ایمان سے ہے۔
کسی جگہ بھی اِس زبردست گواہی کی تردید نہیں کی گئی۔

۶۔ نئے عہد نامہ میں بپتسمہ کا تعلق رُوحانی پیدائش سے نہیں بلکہ موت اور جی اُٹھنے
کے ساتھ قائم کیا گیا ہے۔

تو پھر آیت ۱۶ کا مطلب و مفہوم کیا ہے؟ ہم یقین رکھتے ہیں کہ یہاں ذکر اِس بات
کا ہے کہ ایمان لانے والوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وُہ ایمان کے ظاہری اِقرار کے طور پر
بپتسمہ لیں۔ بپتسمہ نجات کے لئے 'شرط' نہیں بلکہ ظاہری اِعلان ہے کہ اِس شخص نے نجات
پالی ہے۔

۱۶: ۱۷-۱۸۔ یسوع یہاں اُن خاص معجزوں کا بیان کرتا ہے جو انجیل پر ایمان لانے
والوں کے درمیان ظاہر ہوں گے۔ جب ہم اِن آیات کو پڑھتے ہیں تو لازماً یہ سوال اُبھرتا ہے
کہ "کیا یہ نشان آج بھی موجود ہیں؟ آج بھی ظاہر ہوتے ہیں؟" ہم یقین رکھتے ہیں کہ بنیادی
طور پر "یہ معجزے" رسُولی دَور کے لئے تھے۔ جب ابھی مکمل بائبل مقدس تحریری شکل میں
موجود نہیں تھی۔ اِن میں سے زیادہ تر معجزے اعمال کی کتاب میں ملتے ہیں۔

۱۔ "بدرُوحوں کو نکالیں گے"۔ اعمال ۸: ۷؛ ۱۶: ۱۸؛ ۱۹: ۱۱-۱۶۔

۲۔ "نئی نئی زبانیں بولیں گے"۔ اعمال ۲: ۴-۱۱؛ ۱۰: ۴۶؛ ۱۹: ۶۔

۳۔ "سانپوں کو اُٹھا لیں گے"۔ اعمال ۲۸: ۵۔

۴۔ اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے ... ضرر نہ پہنچے گا"۔ اعمال کی کتاب میں
اَیسا کوئی معجزہ دَرج نہیں۔ لیکن کلیسیا کا مؤرخ یوسیبیس اَیسے معجزے کو یُوحنا اور
برنباس سے منسُوب کرتا ہے۔

۵۔ "بیماروں پر ہاتھ ... اچھے ہو جائیں گے"۔ اعمال ۳: ۷؛ ۱۹: ۱۱؛ ۲۸: ۸، ۹۔

اِن معجزوں کا مقصد کیا تھا؟ ہماری دانست میں اِس کا جواب عبرانیوں ۲: ۳-۴ میں
موجود ہے۔ جب نیا عہد نامہ مکمل نہیں ہُوا تھا اور لوگوں تک نہیں پہنچا تھا تو لوگ رسُولوں
اور دُوسروں سے ثبوت مانگتے تھے کہ انجیل کی خوشخبری خُدا کی طرف سے ہے۔ اُن کی
منادی کی توثیق کرنے کی غرض سے خُدا نشانوں اور عجیب کاموں اور رُوح القدس کی طرح

طرح کی نعمتوں سے گواہی دیتا تھا۔
مُصنّف کے خیال میں آج اِن مُعجزوں کی ضرورت نہیں رہی۔ ہمارے پاس مُکمّل بائبل مُقدّس موجود ہے۔ اگر لوگ اِس پر ایمان نہیں لاتے تو وہ کسی طرح بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ مرقس نے یہ نہیں کہا کہ یہ مُعجزے جاری رہیں گے۔ متّی (۲۸: ۱۸-۲۰) میں "دُنیا کے آخر تک" کے الفاظ درج ہیں جو یہاں مرقس میں نہیں پائے جاتے۔
تاہم مارٹن لُوتھر کہتا ہے "جن نشانوں کا یہاں ذکر ہے، اُن کا اِستعمال ضرورت کے مُطابق ہوتا ہے۔ جب ضرورت پڑتی ہے اور انجیل کی منادی پر بہت دباؤ ہوتا ہے، پھر ہمیں لازماً یہ نشان دِکھانے چاہئیں تاکہ دُنیا انجیل پر تہمت نہ لگائے اور یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اِنجیل نے شکست کھائی ہے۔"

۵۔ خادِم کا آسمان پر خُدا کی دہنی طرف جانا

(۱۶: ۱۹-۲۰)

۱۶: ۱۹۔ جی اُٹھنے کے چالیس دِن بعد "خُداوند یسوع ... آسمان پر اُٹھایا گیا اور خُدا کی دہنی طرف بیٹھ گیا"۔ یہ عزّت اور اختیار اور قُدرت کا مقام ہے۔
۱۶: ۲۰۔ اُس کے حُکم کی تعمیل میں شاگردوں نے شعلہ زن آگ کی طرح "نِکل کر ہر جگہ منادی کی" اور اپنے نجات دہندہ کی خاطر رُوحوں کو جیتنے لگے۔ "خُداوند" کی قدرت "اُن کے ساتھ" تھی۔ وُہ اُن کی منادی کو مُعجزوں کے وسیلہ سے ثابت کرتا رہا"۔
یہاں یہ بیان اِختتام پذیر ہوتا ہے ــــ مسیح آسمان پر ــــ چند جاں نثار شاگرد زمین پر ــــ جن کے دِلوں پر ساری دُنیا کو خوشخبری سُنانے کا بوجھ تھا۔ اُنہوں نے خود کو پُورے طور پر اِس ذمّہ داری کے لئے وقف کر دیا تھا جس کی وجہ سے ابدی نتائج حاصل ہوئے۔
ہم کو بھی "ارشادِ عظیم" سونپا گیا ہے۔ ہم بھی اپنی پُشت کے لئے ذمّہ دار ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ خوشخبری لے کر ہر فردِ بشر تک پہنچیں۔ دُنیا کے شروع سے لے کر جتنے لوگ ہوئے ہیں، اُن کا ایک تہائی ہمارے زمانے میں اِس کُرۂ ارض پر موجود ہے۔ ۲۰۰۰ء تک اِسی تناسب سے آدھے لوگ زمین پر موجود ہوں گے۔ جُوں جُوں

آبادی بے تحاشا بڑھتی ہے۔ یہ کام، یہ ذمہ داری شدت اختیار کرتی جاتی ہے۔ مگر طریقۂ کار ہمیشہ ایک ہی ہے۔ شاگرد جنہوں نے خود کو وقف اور مخصوص کر رکھا ہو، جو مسیح کی لامحدود محبت سے سرشار ہوں، جو اُس کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ خدا کی مرضی یہی ہے کہ ساری دُنیا میں انجیل کی منادی ہو۔ ہم اِس سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟

ایک ہی سال میں پورے نئے عہد نامہ کا مُطالعہ کریں

یہ تفسیری سلسلہ روزانہ مطالعۂ بائبل کے لئے نہایت موزوں ہے۔ اگر آپ ذیل کے خاکے کو استعمال کریں تو ایک ہی سال میں پورے نئے عہد نامہ کا مطالعہ کریں گے۔

تاریخ	جنوری	تاریخ	فروری	تاریخ	مارچ
	متی کی انجیل		متی کی انجیل		رسولوں کے اعمال
1	1	1	22-1 :21	1	25-1 : 8
2	2	2	46-23:21	2	40-26: 8
3	3	3	22-1 :22	3	21-1 : 9
4	4	4	46-23:22	4	43-22: 9
5	26-1 : 5	5	22-1 :23	5	23-1 :10
6	48-27: 5	6	39-23:23	6	48-24:10
7	18-1 : 6	7	28-1 :24	7	11
8	34-19: 6	8	51-29:24	8	12
9	7	9	30-1 :25	9	25-1 :13
10	17-1 : 8	10	46-31:25	10	52-26:13
11	34-18: 8	11	25-1 :26	11	14
12	17-1 : 9	12	50-26:26	12	21-1 :15
13	38-18: 9	13	75-51:26	13	41-22:15
14	20-1 :10	14	26-1 :27	14	21-1 :16
15	42-21:10	15	50-27:27	15	40-22:16
16	11	16	66-51:27	16	15-1 :17
17	23-1 :12	17	28	17	34-16:17
			رسولوں کے اعمال		
18	50-24:12	18	1	18	18
19	30-1 :13	19	21-1 : 2	19	20-1 :19
20	58-31:13	20	47-22: 2	20	41-21:19
21	21-1 :14	21	3	21	16-1 :20
22	36-22:14	22	22-1 : 4	22	38-17:20
23	20-1 :15	23	37-23: 4	23	17-1 :21
24	39-21:15	24	21-1 : 5	24	40-18:21
25	16	25	42-22: 5	25	22
26	17	26	6	26	15-1 :23
27	20-1 :18	27	21-1 : 7	27	35-16:23
28	35-21:18	28	43-22: 7	28	24
29	19	29	60-44: 7	29	25
30	16-1 :20			30	26
31	34-17:20			31	26-1 :27

اپریل

تاریخ	
1	44-27:27
2	28

مرقس کی انجیل

تاریخ	
3	22-1 : 1
4	45-23: 1
5	2
6	19-1 : 3
7	35-20: 3
8	20-1 : 4
9	41-21: 4
10	20-1 : 5
11	43-21: 5
12	29-1 : 6
13	56-30: 6
14	13-1 : 7
15	37-14: 7
16	21-1 : 8
17	38-22: 8
18	29-1 : 9
19	50-30: 9
20	31-1 :10
21	52-32:10
22	18-1 :11
23	33-19:11
24	27-1 :12
25	44-28:12
26	20-1 :13
27	37-21:13
28	26-1 :14
29	53-27:14
30	72-54:14

مئی

تاریخ	
1	25-1 :15
2	47-26:15
3	16

رومیوں کے نام کا خط

تاریخ	
4	1
5	2
6	3
7	4
8	5
9	6
10	7
11	21-1 : 8
12	39-22: 8
13	15-1 : 9
14	33-16: 9
15	10
16	18-1 :11
17	36-19:11
18	12
19	13
20	14
21	13-1 :15
22	33-14:15
23	16

لوقا کی انجیل

تاریخ	
24	20-1 : 1
25	38-21: 1
26	56-39: 1
27	80-57: 1
28	24-1 : 2
29	52-25: 2
30	3
31	30-1 : 4

جون

لوقا کی انجیل

تاریخ	
1	44-31: 4
2	16-1 : 5
3	39-17: 5
4	26-1 : 6
5	49-27: 6
6	30-1 : 7
7	50-31: 7
8	25-1 : 8
9	56-26: 8
10	17-1 : 9
11	36-18: 9
12	62-37: 9
13	24-1 :10
14	42-25:10
15	28-1 :11
16	54-29:11
17	31-1 :12
18	59-32:12
19	22-1 :13
20	35-23:13
21	24-1 :14
22	35-25:14
23	10-1 :15
24	32-11:15
25	16
26	19-1 :17
27	37-20:17
28	23-1 :18
29	43-24:18
30	27-1 :19

جولائی

تاریخ	
1	48-28:19
2	26-1 :20
3	47-27:20
4	19-1 :21
5	38-20:21
6	20-1 :22
7	46-21:22
8	71-47:22
9	25-1 :23
10	56-26:23
11	35-1 :24
12	53-36:24

کرنتھیوں کے نام کا پہلا خط

13	1
14	2
15	3
16	4
17	5
18	6
19	19-1 : 7
20	40-20: 7
21	8
22	9
23	18-1 :10
24	33-19:10
25	16-1 :11
26	34-17:11
27	12
28	13
29	20-1 :14
30	40-21:14
31	28-1 :15

اگست

تاریخ	
1	58-29:15
2	16

کرنتھیوں کے نام کا دُوسرا خط

3	1
4	2
5	3
6	4
7	5
8	6
9	7
10	8
11	9
12	10
13	15-1 :11
14	33-16:11
15	12
16	13

گلتیوں کے نام کا خط

17	1
18	2
19	3
20	4
21	5
22	6

افسیوں کے نام کا خط

23	1
24	2
25	3
26	4
27	16-1 : 5
28	33-17: 5
29	6

فلپیوں کے نام کا خط

30	1
31	2

ستمبر

تاریخ	
1	3
2	4

کلسیوں کے نام کا خط

3	1
4	2
5	3
6	4

تھسلنیکیوں کے نام کا پہلا خط

7	1
8	2
9	3
10	4
11	5

تھسلنیکیوں کے نام کا دُوسرا خط

12	1
13	2
14	3

یُوحنّا کی اِنجیل

15	28-1 : 1
16	51-29: 1
17	2
18	18-1 : 3
19	38-19: 3
20	30-1 : 4
21	54-31: 4
22	24-1 : 5
23	47-25: 5
24	21-1 : 6
25	44-22: 6
26	71-45: 6
27	27-1 : 7
28	53-28: 7
29	27-1 : 8
30	59-28: 8

اکتوبر

تاریخ	
1	23-1 : 9
2	41-24: 9
3	23-1 :10
4	42-24:10
5	29-1 :11
6	57-30:11
7	26-1 :12
8	50-27:12
9	20-1 :13
10	38-21:13
11	14
12	15
13	16
14	17
15	18-1 :18
16	40-19:18
17	22-1 :19
18	42-23:19
19	20
20	21

تِمُتھِیُس کے نام کا پہلا خط

تاریخ	
21	1
22	2
23	3
24	4
25	5
26	6

تِمُتھِیُس کے نام کا دُوسرا خط

تاریخ	
27	1
28	2
29	3
30	4

طِطُس کے نام کا خط

تاریخ	
31	1

نومبر

طِطُس کے نام کا خط

تاریخ	
1	2
2	3
3	فلیمون کے نام کا خط

عبرانیوں کے نام کا خط

تاریخ	
4	1
5	2
6	3
7	4
8	5
9	6
10	7
11	8
12	9
13	18-1 :10
14	39-19:10
15	19-1 :11
16	40-20:11
17	12
18	13

یعقُوب کا عام خط

تاریخ	
19	1
20	2
21	3
22	4
23	5

پطرس کا پہلا عام خط

تاریخ	
24	1
25	2
26	3
27	4
28	5

پطرس کا دُوسرا عام خط

تاریخ	
29	1
30	2

دسمبر

پطرس کا دُوسرا عام خط

تاریخ	
1	3

یُوحنّا کا پہلا عام خط

تاریخ	
2	1
3	2
4	3
5	4
6	5
7	یُوحنّا کا دُوسرا خط
8	یُوحنّا کا تیسرا خط
9	یہُوداہ کا عام خط

یُوحنّا عارف کا مُکاشفہ

تاریخ	
10	1
11	2
12	3
13	4
14	5
15	6
16	7
17	8
18	9
19	10
20	11
21	12
22	13
23	14
24	15
25	16
26	17
27	18
28	19
29	20
30	21
31	22

تفسیر الکتاب عام ایمان داروں کے لئے تحریر کی گئی ہے جس

میں سادگی سے پاک کلام کے گہرے بھیدوں سے پردہ اُٹھایا

گیا ہے۔ اس پیش کش میں نئے عہدنامے کی نہایت احتیاط

کے ساتھ آیت بہ آیت تشریح کی گئی ہے۔ سادگی اور سلاست

کے باوجود کلامِ مقدس کے متنازع مسائل سے پہلو تہی نہیں کی

گئی، بلکہ مُصنّف نے اِن پر بھی تبصرہ کیا ہے اور اپنی رائے کے

ساتھ ساتھ دیگر مفسرین کے خیالات بھی درج کئے ہیں۔

علم الٰہیات کے ضمن میں مُصنّف نے اعتدال پسندی کا دامن نہیں

چھوڑا جو اس کتاب کی ایک اَور خُوبی ہے۔ چنانچہ یہ تفسیر بائبل مقدس

کے باضابطہ شخصی مطالعہ کے لئے ازحد مفید ثابت ہوگی۔